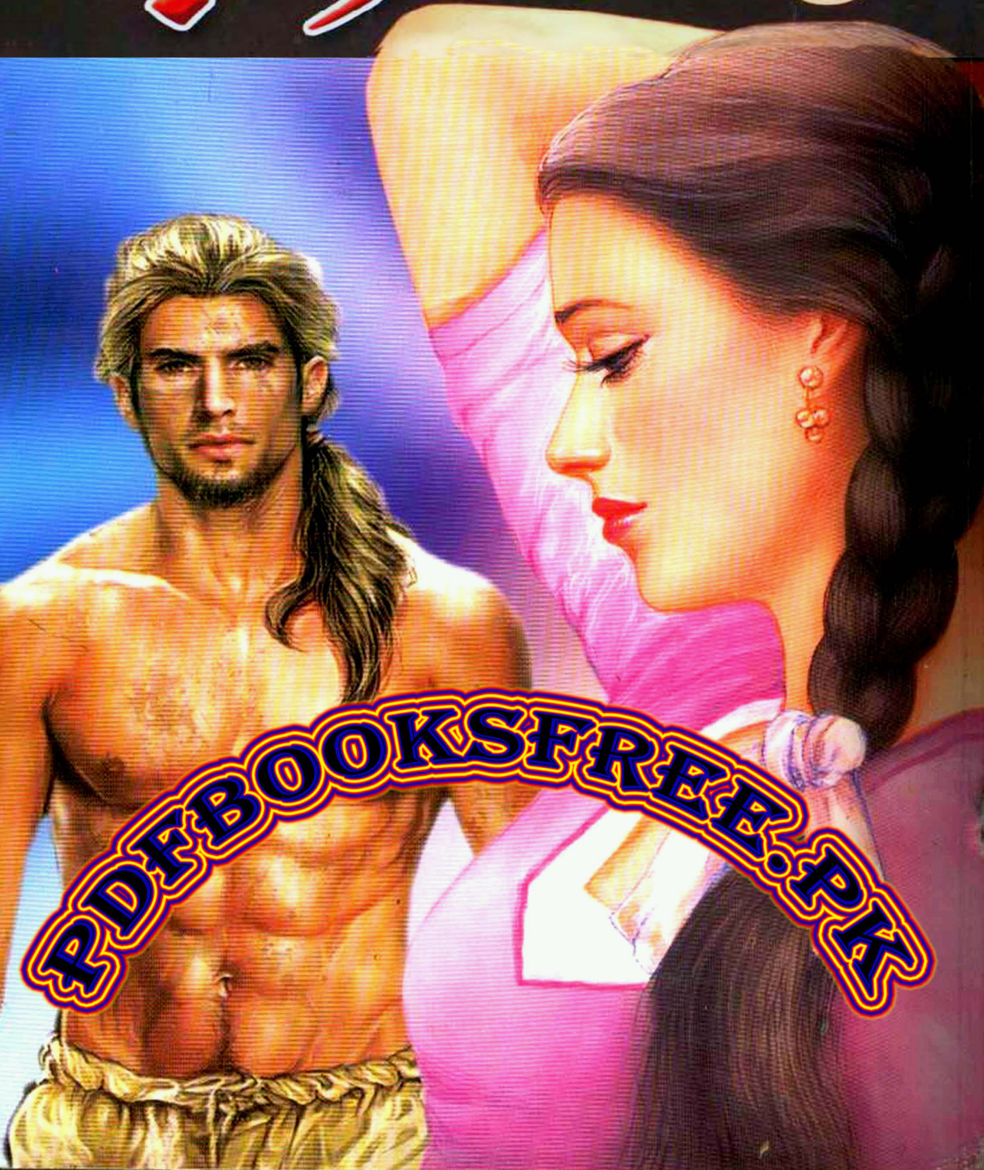
ایک نوجوان کے بلند حوصلوں اور بے مثال ولولوں کی تہلکہ خیز کہانی

سراب

راوی: شہباز ملک

تحریر: کاشف زبیر

6

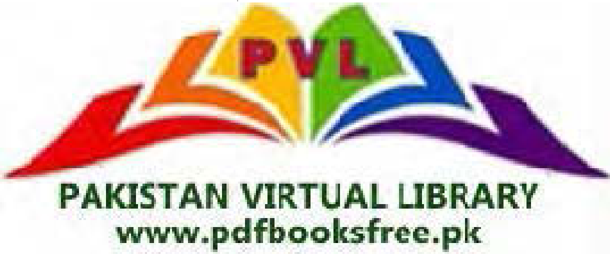


ایک نوجوان کے بلند حوصلوں اور بے مثال ولولوں کی ایک تہلکہ خیز کہانی

سراب

چھٹا حصہ

کاشف زبیر



علی میاں پبلی کیشنز

۲۰۔عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:37247414

بار اشاعت ——— اول

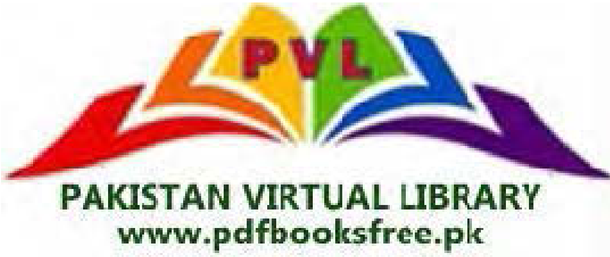
مطبع ——— یو اینڈ می پرنٹرز، لاہور

کمپوزنگ ——— عاطف رحمٰن۔ لاہور

قیمت ——— 200 روپے

بیرون ملک ——— 10 برطانوی پونڈ

15 امریکی ڈالر



ISBN 978-969-517-320-6

Stokist:(U.K)

Azhar Enterprises

315, Dickenson Road
Longsight, Manchester, M13 ONR
Tel: 0044 (0) 161 224 6331

اسٹاکسٹ
علی بک سٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال، لاہور

نیکاٹ نے طے کیا تھا کہ اگر دونوں طرف سے حملہ ہوا تو وہ عقبی طرف کا دفاع کرے گا اور میں سامنے والے حصے میں رہوں گا اس لئے میں نے سامنے والے حصے کا رخ کیا۔ سامنے میدان میں دور تک انسانی سائے نظر آرہے تھے وہ اتنی خاموشی سے آئے تھے کہ ہمارے آدمیوں کو پتا ہی نہیں چلا تھا۔ اور ان کو سوکھی گھاس پر رال ڈالنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس وقت نیکاٹ کے آدمی جلدی جلدی سامنے والے حصے میں رال ڈال رہے تھے۔ میں نے گرج کر کہا۔

"کیا کر رہے تھے تم سب یہ کیسے یہاں تک آگئے؟"

"ہمیں بھی نہیں معلوم جناب۔" ایک سپاہی نے رال کا برتن لے جاتے ہوئے کہا۔ جن سپاہیوں کو تیر اندازی کرنا تھی وہ اپنے تیر کمان سنبھال رہے تھے اور صفیں بنا رہے تھے۔ میں چلا چلا کر ان کو ہدایت دینے لگا۔ تیروں پر کپڑے لپیٹ کر ان کو رال میں بھگویا جا رہا تا۔ مشعلیں روشن کر کے ذرا ذرا فاصلے پر زمین میں لگا دی گئی تھیں۔ اب حملہ آور تیر برسا رہے تھے۔ اور میدان میں رال ڈالنے والون کو نشانہ بنا رہے تھے۔ مگر نیکاٹ کے آدمی جان پر کھیل کر اپنا کام کر رہے تھے۔ میر خیال تھا کہ ہمارا منصوبہ ناکام ہو چکا تھا کیونکہ جو کام ہمیں دشمن کے آنے سے پہلے کرنا تھا وہ ہم اس کے سامنے کر رہے تھے اور وہ اتنا نادان تو نہیں تھا کہ ہماری کاروائی سمجھ نہ پاتا۔ اس کے باوجود یہ رال ان کو کچھ دیر تک روک سکتی تھی۔ جب تیر اندازوں نے میرے حکم پر سادہ تیر پھینک کر دشمن کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کی تو ان کی رفتار سست ہوئی تھی ابھی ہم جلتے تیر نہیں پھینک سکتے تھے کیونکہ میدان میں خود ہمارے آدمی تھے۔ عقب کی طرف سے شعلے بلند ہونے لگے تھے۔ اس طرف دشمن شاید بہت نزدیک آگیا تھا۔ اس لے نیکاٹ نے اس طرف آگ لگوا دی تھی۔

میں انتظار کر رہا تھا کہ دشمن کی فوج کا کم سے کم اگلا حصہ سوکھی گھاس کے میدان میں داخل ہو جائے۔ تب میں تیر اندازوں کو آگ والے تیر برسانے کا حکم دوں۔ مگر نزدیک آنے پر ان کی رفتار سست ہو گئی تھی اور پھر وہ رال والے حصے سے کچھ دور رک گئے۔ میرا دل ڈوب گیا تھا۔ میرا منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ اور دشمن بہت ہوشیاری سے ہمیں گھیر چکا تھا۔

اچانک مجھے خیال آیا اور میں نے تیر اندازون کو حکم دیا۔ "آگ والے تیر دشمن پر برساؤ۔ ان کے جسموں کا نشانہ لو۔"

اس وادی میں سپاہی بھی عام آدمیوں کی طرح ایک ڈھیلا ساعبا نما لباس پہنتے تھے اور اس وجہ سے وہ جلتے

تیروں کا آسان نشانہ تھے۔ لکڑی کی ڈھال ان کے جسم کے وسطی حصے کو محفوظ کر رہی تھی مگر ان کا لباس قطعی محفوظ نہیں تھا۔ اس وجہ سے جب جلتے تیر ان کے لباس سے ٹکرائے تو انہوں نے آگ پکڑ لی تھی۔ پھر یہی جلتے تیر جب ڈھالوں پر لگے تو ان کو بھی آگ لگا دی تھی۔ میں نے تیر اندازوں سے کہا تھا کہ وہ سوکھی گھاس والے میدان کو تیروں سے بچائیں ورنہ ان میں آگ لگ گئی تو ہم مشکل میں پڑ جائیں گے۔ یہ حربہ کامیاب رہا تھا دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے درجنوں سپاہی آگ کی لپیٹ میں آ کر زمین پر لوٹ رہے تھے اور اپنے کپڑوں میں لگی آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بہت سارے ڈھالیں جلنے کی وجہ سے حفاظت سے محروم ہو گئے تھے۔ وہ اب پسپا ہو گئے تھے۔ میں نے سپاہیوں کو دوسرا حکم دیا۔ ''پسپا ہونے والوں کو بغیر آگ کے تیر مارو۔''

جلتے تیر آتے دکھائی دے جاتے تھے مگر یہ تیر اس وقت معلوم ہوتے جب جسم میں ترازو ہو جاتے۔ جب دو تین درجن لاشیں گریں تو دشمن کی صفوں میں سراسیمگی پھیلی اور انہوں نے پلٹ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ میرے سپاہی مارے جوش کے ان کے پیچھے جانا چاہتے تھے مگر میں نے ان کو روکا اور اپنے ساتھ کوئی سو کے قریب تیر انداز لے کر عقبی طرف پہنچا جہاں حملہ آوروں کا پلہ بھاری تھا۔ ان کی طرف سے بے پناہ تیر آ رہے تھے اور اگر نیکاٹ نے آگ نہ لگا دی ہوتی تو وہ اب تک اندر آ چکے ہوتے۔ میں نے یہاں بھی وہی حربہ آزمایا اور جب دشمن پر جلتے تیر برسنے لگے تو ان کو حملے سے زیادہ اپنی حفاظت کی فکر لگ گئی تھی۔

''ہم نے اپنی طرف سے دشمن کو پسپا کر دیا ہے۔'' میں نے مسرت سے نیکاٹ کو بتایا۔ ''ان کے کم سے کم سو آدمی مارے گئے۔''

''سچ مچ؟'' اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

''ہاں ان کی لاشیں بھی سامنے میدان میں پڑی ہیں۔''

اس اطلاع نے نیکاٹ کے آدمیوں میں جوش و خروش کی لہر دوڑا دی تھی اور اب وہ دشمن پر حملے کے لیے بے تاب تھے مگر نیکاٹ نے بھی ان کو روک لیا کیونکہ اس کے پاس افرادی قوت محدود تھی اور اگر وہ دوبدو مقابلہ کرتے تو دشمن کے پاس کہیں زیادہ طاقت تھی۔ ہمارا تھوڑا جانی نقصان بھی بہت بڑا ہوتا اور دشمن فوج کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ حملہ آور کم سے کم بھی ایک ہزار تھے اور سو افراد کی کمی ان کے لیے خاص نہیں تھی اور ہمارا ایک آدمی بھی مارا جاتا تو یہ بہت بڑا نقصان ہوتا۔

نصف گھنٹے بعد اس طرف بھی دشمن پسپائی پر مجبور ہو گیا تھا کیونکہ تیر اندازی نے جنگل میں بھی کئی جگہ آگ لگا تھی اور دشمن کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس کا واپسی کا راستہ بھی نہ بند ہو جائے۔ صبح کی روشنی نمودار ہونے سے پہلے دشمن کے سارے آدمی واپس جا چکے تھے۔ اور صرف ان کی لاشیں بکھری رہ گئی تھیں۔ ہم نے ان کو جمع کر کے مقامی رواج کے مطابق دفنا دیا تھا ان کی تعداد ایک سو ستر تھی۔ اور اس سے زیادہ زخمی تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ نیکاٹ اور اس کے ساتھی اس فتح پر مسرور تھے مگر اورگان اداس تھا اس کا کہنا تھا کہ دونوں طرف سے اس کے لوگ مارے گئے تھے اور نقصان ان کا ہی ہوا تھا۔ ہمارے سات آدمی مارے گئے تھے۔ یہ بھی بڑا نقصان تھا۔ اس جنگ کے بعد جب میری پہلی بار اورگان سے بات ہوئی تو میں نے کہا۔

''دیکھا تم نے موران کسی کا لحاظ کرنے والا شخص نہیں ہے۔''

''یہ اس کی اور تمہاری جنگ ہے میرا اس سے کیا تعلق ہے۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''میرے خدا اورگان تم اتنے ناسمجھ کیوں ہو۔ اگر وہ ہمیں شکست دیتے ہیں تو کیا تم سے پوچھ نہیں ہوگی کہ تم نے موران کے دشمنوں کو کیوں پناہ دی۔''

میری اس بات نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر اس نے سر ہلایا۔ ''میں کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگ زبردستی میرے مکان میں گھس آئے تھے۔''

''صاحبانِ اقتدار لوگوں کی اس قسم کی مجبوریاں نہیں سمجھتے ہیں۔'' میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''جو ان کے دشمن کے ساتھ ہے وہ ان کا دشمن ہے یہ اس کی مجبوری نہیں دیکھتے۔''

''میرا نہیں خیال کہ موران ایسا کرے گا۔''

میں نے غور سے اسے دیکھا۔ ''کیا موران نے تم سے کوئی وعدہ کیا ہے کہ وہ تم سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔''

''ہاں۔'' اورگان کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ مان گیا۔ ''اس نے مجھ سے کہا تھا اگر میں اس کے خلاف اومیکنا کا ساتھ نہ دوں تو وہ مجھ سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔''

میں حیران رہ گیا تھا۔ ''تم اس کے عزائم سے واقف تھے۔''

''نہیں میں یہ تو نہیں جانتا تھا کہ وہ ریاست پر قبضہ کرنا چاہ رہا ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ اومیکنا کے خلاف اپنا دفاع کرنا چاہ رہا ہے۔''

''اور اس نے سازش کے ذریعے لوگوں کا قتلِ عام کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور تم اب بھی اس خوش فہمی میں ہو کہ وہ تم کو کچھ نہیں کہے گا۔''

''اگر وہ میرے خلاف کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔'' اس نے بے بسی سے کہا۔

''تم ہمارا ساتھ دو ہمیں کامیاب کرنے کے لیے سارا زور لگا دو۔ اگر ہم کامیاب رہے تو تم مہا پجاری بن سکتے ہو اور اس حیثیت سے اپنے لوگوں کے لیے کتنے کام کر سکتے ہو سب سے اہم بات ہے کہ اس طرح وادی میں بیرونی مداخلت کا خدشہ بھی نہیں رہے گا۔''

''بیرونی مداخلت۔'' وہ چونکا۔

''ہاں تم ولیم شا اور ایلن کو کیا سمجھتے ہو۔ یہ غیر ملکی استعمار کے نمائندے ہیں اور اب یہ اپنے لوگوں کو وادی میں لا کر بسائیں گے۔''

''وہ کیوں؟''

''کیونکہ ان کو زمین کی ہوس ہی اپنے وطن سے اتنی دور لائی ہے۔''

میں نے اورگان کو مختصراً انگریزوں کی ہوس ملک گیری کے بارے میں بتایا۔ ''اب یہ وادی دیکھ کر واپس جاتے ہیں تو اس کے بعد اپنی فوج کے ساتھ ہی واپس آئیں گے اور تم لوگ کسی صورت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہو تمہاری عافیت اسی میں ہے کہ یہ یہاں سے جانے نہ پائیں۔''

اس نے میری بات پر غور کیا۔ ''اس صورت میں تو تم بھی یہاں سے نہیں جا سکو گے۔ کیونکہ تم سے بھی یہی

خطرہ ہو سکتا ہے۔‘‘

’’اول تو تمہیں مجھ سے یہ خطرہ نہیں ہے کیونکہ میں خود ایک غلام قوم کا باشندہ ہوں اور ہم انگریزوں سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ دوسرے مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے اگر میرے مقدر میں یہاں سے جانا ہے تو میں ضرور جاؤں گا اور اگر میرے مقدر میں ایسا نہیں ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے یہاں سے نہیں لے جا سکتی ہے۔‘‘

میری بات نے اسے متاثر کیا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔ ’’تمہارے بارے میں شروع سے میرا یہ خیال رہا ہے کہ تم ایک سچے اور دیانت دار انسان ہو مگر سامیرا کی وجہ سے۔‘‘ وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

’’میں نے تم کو پہلے بھی بتایا تھا کہ میں سامیرا کو پسند کرتا ہوں مگر اس کی زندگی میں دخل دینے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔‘‘

’’میں یہ بھی جانتا ہوں......لیکن......‘‘

’’سامیرا بھی اس بات کو سمجھتی ہے اور اس کا بھی یہی کہنا ہے۔ مگر پسند پر تو آدمی کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔‘‘

اس کے بعد وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا اور میں منتظر تھا کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر اس نے ہمارا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو مجھے یقین تھا کہ ہم یہ جنگ جیت سکتے تھے موران اینڈ کمپنی کو شکست ہو سکتی تھی اور ہمارے سروں سے لٹکی تلوار ٹوٹ جاتی۔ اور خدانا خواستہ ناکامی ہوتی تو ہم میں سے کوئی نہ بچتا اور اس وادی کے لوگ بھی غلامی کا شکار ہو جاتے۔ فوج میں آنے کے بعد مجھے معلوم ہوا تھا کہ انگریز عرصہ دراز سے تبت پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ مگر درمیان میں ہمالیہ کا ناقابلِ عبور سلسلہ اور عالمی حالات ان کے راستے کی رکاوٹ بن گئے تھے اب تو انگریز ہندوستان سے بوریا بستر گول کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ مگر کوئی اور طاقت جو ان کی جگہ لیتی اس وادی سے فائدہ اٹھا کر تبت پر قبضے کی کوشش کر سکتی تھی۔

’’ٹھیک ہے۔‘‘ اچانک ہی اورگان نے کہا تو میں خیالوں سے چونکا تھا۔ ’’میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں لیکن اس سے یہ مطلب مت لینا کہ میں مہا پجاری بننا چاہتا ہوں۔ میں صرف اپنے لوگوں کا مزید خون بہتے نہیں دیکھ سکتا۔‘‘

’’سچ۔‘‘ میں خوش ہو گیا تھا۔ ’’مجھے یقین ہے اگر تم ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ تو ہم یہ جنگ زیادہ خون خرابے کے بنا جیت جائیں گے۔‘‘

اورگان پھر سوچ میں پڑ گیا تھا۔ خاصی دیر بعد اس نے کہا۔ ’’نیکاٹ کو بلا لاؤ میں اس کے سامنے تم دونوں کو ایک تجویز دوں گا۔‘‘

میں جا کر نیکاٹ کو بلا لایا اور راستے میں اسے اورگان کی تبدیلی سے بھی آگاہ کر دیا تھا وہ بھی خوش نظر آنے لگا تھا۔ ہم اورگان کے پاس آئے تو وہ ہمیں پہلی بار اپنے گھر کے اندر لایا۔ اس نے نشست گاہ میں بٹھایا۔

’’میرے پاس ایک تجویز ہے۔ ہم صرف پندرہ بیس آدمیوں کی مدد سے موران اور اس کے ساتھیوں پر قابو پا سکتے ہیں۔‘‘

’’وہ کیسے؟‘‘ نیکاٹ نے بے چینی سے پوچھا۔

''میں بتاؤں گا لیکن پہلے تم دونوں کو قسم کھانی ہوگی کہ جو میں بتاؤں گا وہ تم کسی اور کو نہیں بتاؤ گے۔''

''میں سینتور کی قسم کھاتا ہوں۔'' نیکاٹ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''اور میں اپنے اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ تمہارا راز میرے منہ سے کسی کے سامنے نہیں نکلے گا۔''

اس نے مطمئن ہو کر سر ہلایا۔''تم لوگ جانتے ہو اصل میں میرے باپ نے مجھے مہا پجاری بنانے کا فیصلہ کیا اور وہ بچپن سے اس لحاظ سے میری تربیت کر رہا تھا۔ اس نے جوانی کی عمر تک مجھے وہ سب سکھا دیا تھا جو ایک مہا پجاری کو آنا چاہیے۔ ان میں سینتور کے معبد کے راز بھی تھے اور مخصوص علوم بھی۔ سینتور کے معبد کے یہ راز صرف وہی جان سکتا ہے جو مخصوص علوم جانتا ہے۔''

''یعنی موران ان رازوں سے بے خبر ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ممکن ہے وہ جانتا ہو لیکن وہ ان کو استعمال نہیں کر سکتا ہے۔ ان کو استعمال کرنے کے لیے بعض چیزوں کا جاننا اشد ضروری ہے۔''

''اگر تم سینتور کے معبد کے راز جانتے ہو تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔'' نیکاٹ نے پوچھا۔

''میرا اندازہ ہے کہ معبد میں اس وقت موران اور اس کے ساتھی موجود ہوں گے مگر محافظوں کی اکثریت شہر میں ہوگی۔ اگر تم پندرہ بیس اچھے سپاہی ساتھ لے لو تو ہم ایک خفیہ راستے سے جا کر ان لوگوں کو قابو کر سکتے ہیں اس کے لیے زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔''

''مجھے منظور ہے۔'' نیکاٹ نے کہا۔''کب چلنا ہے؟''

''ہم کل رات نکلیں گے۔'' اورگان نے کہا۔''اور صبح کے وقت معبد میں داخل ہو جائیں گے۔''

''کیا معبد کے محافظ ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں ہوں گے؟''

''نہیں ایک بار میں معبد میں داخل ہو گیا تو سب میرے قابو میں ہوگا۔'' اس نے اعتماد سے کہا۔

''تب ہمیں تیاری کر لینی چاہیے۔'' نیکاٹ اٹھتے ہوئے بولا۔

''لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ کسی پر یہ راز کھلنا نہیں چاہیے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔''

میں نے نیکاٹ کی طرف دیکھا۔''میرا خیال ہے تم کو یہاں رکنا چاہیے اور اپنے آدمیوں کو تیار کرنا چاہیے۔ تاکہ جب ہماری طرف سے اشارہ ملے تو تم شہر پر حملہ کر دو۔''

نیکاٹ سوچ میں پڑ گیا شاید وہ اورگان کے ساتھ جانے کے لیے بے چین تھا مگر پھر اس کے شوق پر عقل غالب آ گئی۔ اس نے کہا۔''ٹھیک ہے میں یہیں رکوں گا۔ میرے آدمی میری عدم موجودگی میں پریشان ہو سکتے ہیں۔''

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ ان کا حوصلہ بلند رکھنا ضروری ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہمارے جانے کی کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے۔'' اورگان بولا۔''کم سے کم اس جگہ سے باہر نہیں جانی چاہیے۔''

''تم بے فکر رہو۔'' نیکاٹ نے اعتماد سے کہا تھا۔''یہ بات یہاں سے سے باہر نہیں جائے گی۔''

اس کے بعد نیکاٹ نے اپنے آدمیوں میں سے بیس مضبوط اور ماہر لڑاکے منتخب کیے تھے۔ ان سے بھی

رازداری کا حلف لیا گیا تھا۔ اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ میری اور اورگان کی ہر بات مانیں۔ اورگان بعض ضروری تیاریوں کے سلسلے میں اپنے مکان میں رہا تھا وہ شام کے وقت باہر آیا تھا۔ اس نے ایک صراحی اٹھا رکھی تھی۔ اس نے مجھ سمیت ساتھ جانے والے بیس افراد کو اس صراحی سے کوئی مشروب پلایا تھا۔ میں نے اس خوش ذائقہ مشروب کے بارے میں پوچھا۔ ''یہ کیا ہوا؟''

''میں بعد میں بتاؤں گا۔'' اس نے ٹالنے والے انداز میں کہا تھا تو میں چپ ہو گیا۔ جیسے ہی سورج غروب ہوا۔ ہم بائیس افراد وہاں سے نکل پڑے تھے۔ اورگان نے عقبی جنگل کا راستہ اختیار کیا تھا۔ یہاں ابھی کوئی نہیں تھا نیکاٹ نے اپنے آدمیوں کو ہٹا لیا تھا۔ تاکہ ہماری روانگی کی خبر چھپی رہے۔ میں سامیرا کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ گھر میں اکیلی تھی۔ پھر مجھے اپنی سوچ پر ہنسی آ گئی۔ اگر اورگان اسے گھر چھوڑ کر نہ آتا تو کیا اس مہم پر ساتھ لے کر آتا۔ ہم بیچ در بیچ جنگل سے گزر رہے تھے۔ یہاں گرمی تھی یا مجھے لگ رہی تھی۔ گرمی بڑھ رہی تھی اور ہم پسینے پسینے ہوئے جا رہے تھے۔ میں نے یہاں آنے کے بعد سے اب تک اتنی گرمی محسوس نہیں کی تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اتنی گرمی کیوں لگ رہی ہے۔ پسینے کے ساتھ میں نے محسوس کیا کہ میرے جسم سے ایک عجیب سی بو آ رہی ہے۔

''کیا تم میرے جسم سے آتی بو محسوس کر رہے ہو۔'' میں نے ساتھ چلتے سپاہی سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا۔

''جناب میرے جسم سے بھی ایسی ہی بو آ رہی ہے۔''

واقعی سب کے جسموں سے وہی بو آ رہی تھی۔ میں نے اورگان سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ ''یہ اس مشروب کا نتیجہ ہے جو میں نے تم سب کو پلایا تھا۔''

''مگر کیوں...... ہمیں اتنی گرمی لگ رہی ہے اور پسینہ آ رہا ہے؟''

''ابھی تم دیکھ لو گے۔'' اس نے کہا اور خاموشی سے چلنے لگا۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اس موضوع پر مزید بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ اس لیے میں بھی چپ رہا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد مجھے لکڑیاں چٹخنے جیسی آواز آئی۔ میں سمجھ گیا کہ آس پاس گوریلا نما گونز تھا جو چلتا تھا تو اس کے جسم سے لکڑی چٹخنے جیسی آواز آتی تھی۔ راستہ دیکھنے کے لیے ہم نے مشعلیں روشن کر رکھی تھیں۔ ان کی روشنی میں مجھے کوئی دس گز دور گونز کا ایک جوڑا دکھائی دیا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس مخلوق نے دھاڑنے جیسی آواز نکالی اور ہماری طرف لپکا تھا۔ ہم سب ہی اپنے ہتھیار سنبھال کر اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ یہ جسیم بلا بہت تیزی سے حرکت میں آئی تھی۔ میں سامنے والے پر لاٹھی سے وار کرنے کے لیے تیار تھا مگر جیسے ہی وہ نزدیک آیا۔ اچانک ایک جھٹکے سے رک گیا اور پھر اس نے برا سا منہ بنایا اور پلٹ کر بھاگا اس کا ساتھی بھی اس کے پیچھے تھا۔ پہلے تو میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

''یہ کیوں بھاگ گئے؟'' میں نے اورگان سے پوچھا۔

''یہی تمہارے سوال کا جواب ہے۔'' اس نے کہا

''یعنی تم جو مشروب پلایا تھا اس کی وجہ سے ہمارے جسموں سے جو بو آ رہی ہے۔ وہ اس بو کی وجہ سے

بھاگ گئے۔"

"بالکل۔" اس نے سر ہلایا۔ "صرف یہی نہیں بلکہ اس کی بو سے کوئی جانور تمہارے پاس نہیں آئے گا۔"

واقعی اس کا کہنا درست ثابت ہوا تھا۔ راستے میں ہمیں کئی بار گونز اور اسمار ملے مگر وہ ہمارے پاس آ کر پلٹ کر بھاگ جاتے تھے۔ یہ اورگان کی صلاحیتوں کا ایک اور ثبوت تھا اسے جدید سائنس کے بارے میں کچھ نہیں پتا تھا مگر اس نے اپنے محدود وسائل سے بھی جو چیزیں بنالی تھیں وہ ہماری دنیا کے سائنس دان تمام تر علم اور وسائل رکھنے کے باوجود نہیں بنا سکتے تھے۔ خاص طور سے اس کی وہ حیرت انگیز ادویات جو انسان کو بہت جلد ٹھیک کر دیتی ہیں۔ اگر یہ دوائیں دنیا میں آ جائیں تو کتنے ہی لوگ موت کے منہ میں جانے سے بچ سکتے تھے۔ ہم تیز رفتاری سے رکے بغیر سفر کرتے رہے تھے ایک جگہ رک کر اورگان نے ہمیں پھر وہی مشروب پلایا تھا عجیب بات تھی کہ اس کے پینے سے گرمی لگ رہی تھی اور پسینہ بھی آ رہا تھا مگر کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے بجائے میں خود کو اتنا سفر کرنے کے باوجود تازہ دم محسوس کر رہا تھا اور شاید باقی سب کا حال بھی ایسا ہی تھا۔ ساری رات یہ سفر جاری رہا تھا۔ حتیٰ کہ ہم جنوبی جنگل میں داخل ہو گئے جس میں ہارن پائے جاتے تھے۔ میں نے اورگان سے پوچھا۔

"کیا ہارن بھی اس بو سے بھاگتے ہیں۔"

"میں نے یہ چیز اصل میں ان کے لیے ہی تیار کی تھی مگر اس سے دوسرے جانور بھی بھاگتے ہیں۔"

"یعنی ہمیں ہارن سے کوئی خطرہ نہیں ہے؟" میں نے اپنے اضطراب پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ میں اس جانور کی وحشت دیکھ چکا تھا اس لیے اورگان پر اعتماد کے باوجود مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اور جب پہلا ہارن سامنے آیا تو ہم سب ہی ڈر گئے تھے۔ وہ بہت جارحانہ انداز میں ہماری طرف دوڑتا ہوا آیا تھا۔ سپاہیوں نے تیر کمان سنبھال لیے تھے۔ اورگان نے ان کو روکا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے تیر مار دیا تو شاید یہ پھر حملہ ضرور کرے گا۔"

"رک جاؤ۔" میں نے حکم دیا۔

ہارن کسی طاقتور گھوڑے کی طرح دوڑتا ہمارے قریب آیا اور ایک جھٹکے سے رک گیا۔ کچھ دیر ناک سکیڑ سکیڑ کر وہ بو محسوس کرتا رہا پھر بھیانک انداز میں غرایا اور جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس چلا گیا۔ ہم سب نے کب سے دبا سانس خارج کیا تھا۔ کم سے کم میرا تو برا حال تھا کیونکہ میں اس کی درندگی کا مشاہدہ کر چکا تھا۔ اس کے بعد بھی ہمیں کئی ہارن ملے اور وہ بو محسوس کر کے بھاگ نکلے تھے۔ میں نے اس رات اس عجیب مخلوق کو بہت قریب سے دیکھا۔ اس کا اوپری جسم انسان نما تھا دو مضبوط اور لمبے ہاتھ تھے جن میں چار چار انگلیاں تھیں۔ شیر جیسے ناخن اور ہاتھوں اور جسم پر گھنے بال تھے۔ اس کا چہرہ انسان جیسا ہی تھا مگر اس پر بے پناہ وحشت اور درندگی تھی۔ سر پر گھوڑے کی ایال کی طرح ملائم لہراتے بال تھے۔ ان کا قد کوئی دس فٹ تھا اور لمبائی بھی اتنی ہی تھی۔ ان کا وزن میرے خیال میں کم سے کم بھی ایک ٹن تھا۔

جنوبی جنگل سے گزرتے ہوئے ہم سنہری معبد کے پیچھے جا پہنچے تھے اس طرف چٹانیں تھیں اور بھول بھلیوں جیسے راستے تھے۔ جن کے اوپر سنگلاخ چٹانیں سیدھی جا رہی تھیں اور پھر یہ لامتناہی حد تک اوپر ہی چلی گئی

تھیں۔ اورگان ہمیں لے کر ان بھول بھلیوں کے درمیان گھوم رہا تھا اور میں نے محسوس کیا کہ سپاہی کچھ ڈرے ڈرے سے تھے۔ میں نے ایک سے پوچھا۔ ''کیا یہاں کوئی خطرہ ہے؟''

''ادھر یون رہتی ہیں۔''

''یون؟''

اس نے بڑی مشکل سے وضاحت کی ان کی زبان میں روح کو یون کہتے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ ان کے مرنے والوں کی روحیں آکر ان چٹانوں میں بسیرا کرتی ہیں کیونکہ ایک زمانے میں یہیں سے وادی کے اوپر جانے والا راستہ تھا جو زلزلے کی وجہ سے تباہ ہو گیا تھا۔ اب یون انتظار کرتی تھیں کہ راستہ بنے تو وہ اوپر جائیں۔ میں مسکرا دیا اس قسم کی باتیں ہر جگہ ہوتی ہیں اور پہاڑوں پر رہنے والے زیادہ ہی توہم پرست ہوتے ہیں خود میرے علاقے میں طرح طرح کی ماورائی کہانیاں مشہور ہیں۔ اورگان کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اسے کسی خاص چیز کی تلاش ہے۔ وہ چٹانوں کے درمیان بے خوف گھوم رہا تھا۔ ظاہر ہے یہ توہمات ان پجاریوں نے پھیلائے تھے تاکہ کوئی ڈر کر اس طرف نہ آئے اور اوپر جانے والا خفیہ راستہ ظاہر نہ ہو۔ اچانک اس نے ہم سب کو ایک جگہ رکنے کا حکم دیا اور خود ایک طرف چلا گیا۔ وہ بھول بھلیوں کے ایک ایسے حصے میں گیا تھا۔ جس میں راستے در راستے نکل رہے تھے۔ چاند کی روشنی ختم ہو چکی تھی اور اب ہم صرف مشعلوں کی روشنی میں راستہ دیکھ رہے تھے۔ اورگان کے حکم پر ساری مشعلیں بجھا کر صرف دو جلتی رہنے دیں تھیں تاکہ ان کی روشنی دور سے نظر نہ آئے۔ اورگان کوئی دس منٹ بعد آیا تھا اور اس نے ہم سے کہا۔

''مشعلیں بجھا دو۔''

''پھر راستہ کیسے دیکھیں گے؟'' میں نے پوچھا۔

''تم میرا ہاتھ تھام لو۔'' اس نے کہا۔ ''اور باقی سب ایک ایک کر کے ہاتھ تھام لیں۔ سب ایک سیدھ میں چلیں گے۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھاما اور میرا ہاتھ ایک اور سپاہی نے تھام لیا اس کا دوسرے نے اور پھر ایک زنجیر بن گئی تھی۔ مشعلیں زمین پر پھینک کر بجھا دیں اور ہم اندھوں کی طرح چلنے لگے تھے ہمارا سارا انحصار اورگان پر تھا۔ وہی ہماری آنکھیں بنا ہوا تھا۔ چلتے چلتے میں نے محسوس کیا کہ ہم کسی بند جگہ آ گئے ہیں۔ اس جگہ ہلکی سی گھٹن تھی۔ اورگان بار بار ہم سے کہہ رہا تھا کہ بالکل سیدھ میں چلیں کیونکہ یہاں پر زمین میں گڑھے بھی تھے جن میں گرنے والے کو نکالا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے ہم سب بہت محتاط تھے۔ یہ اندھا سفر نہ جانے کتنی دیر جاری رہا تھا۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اورگان یہ راستہ ہم سے خفیہ رکھنے کے لیے ہمیں اس طرح سے لے جا رہا تھا۔ خدا خدا کر کے ہم ایک جگہ پہنچے جہاں اورگان نے ہمیں رکنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد وہ بلند آواز سے ایک نامانوس زبان میں کچھ کہنے لگا اور اس کے ساتھ ہی ایک طرف ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ راستہ کھل گیا کیونکہ اس جگہ سے روشنی آئی تھی اس لیے ہمیں راستہ کھلتا دکھائی دیا تھا۔ اگرچہ یہ روشنی بہت معمولی سی تھی مگر ہم اتنی دیر مکمل تاریکی میں رہے تھے اس لیے ہلکی سی روشنی بھی فوراً نظر آ گئی۔ یہ ایک سرنگ تھی جس کی دیواروں پر پتھر سے لگے تھے جن سے یہ روشنی پھوٹ رہی تھی۔ میں نے فاسفورس کی روشنی دیکھی تھی اس لیے میرے لیے یہ کوئی عجوبہ چیز نہیں تھی۔

نگ زیادہ طویل نہیں تھی جیسے ہی ہم اس کے اندر آئے عقب میں راستہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔ سرنگ کے آخری
ے پر اورگان نے پھر اسی طرح بلند آواز سے کچھ کہا اور یہاں بھی دیوار میں راستہ نمودار ہوا تھا۔
اس بار ہم ایک ہال نما جگہ میں داخل ہوئے تھے جس میں صدیوں کی باس تھی۔ وہاں عجیب سی چیزیں رکھی
ہیں اور یہاں کئی طرح کا فرنیچر بھی تھا۔ اورگان ایک ایک چیز کو دیکھنے لگا تھا پھر اس نے دیوار پر لگی مٹھیں گھما
گھما کر دیکھا۔ ایک طرف کچھ نلکیاں سی بنی تھیں وہ ان میں کان لگا کر سنتا رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات
ے لگ رہا تھا کہ یہاں کچھ بھی اس کے لیے اجنبی نہیں ہے اور وہ ان تمام چیزوں کا استعمال اچھی طرف جانتا
ھا۔ میرے ذہن میں سوال تھا کہ کیا ہم معبد کے اندر کسی خفیہ مقام تک پہنچ گئے ہیں؟ اورگان نے ہمیں ایک جگہ
ع کر کے وہاں سے نہ ہلنے اور کسی بھی چیز کو ہرگز نہ چھیڑنے کا حکم دیا تھا۔ ''ذرا سی غلطی ان لوگوں کو ہوشیار کر
ے گی اور ہمارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔''
''تم بے فکر رہو کوئی کچھ نہیں چھیڑے گا۔''
جب اورگان اپنے کام میں لگ گیا تھا تو میں نے سپاہیوں کو نیکاٹ کا دیا لائحہ عمل بتایا۔ ''معبد میں نظر
نے والے کسی مسلح فرد کو نہیں چھوڑنا ہے۔ ان کو بے دریغ قتل کر دینا اور کوشش کرنا کہ موران اور اس کے ساتھی
ندہ پکڑے جائیں۔''
سپاہیوں نے مجھے یقین دلایا کہ میری بات پر حرف بہ حرف عمل کیا جائے گا۔ اورگان اپنے کام میں
صروف تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ان آلات کی مدد سے معبد کے اوپری حصے کی جاسوسی کر رہا تھا۔ اس لیے
یں نے اس کے کام میں مداخلت نہیں کی تھی وہ اوپر کے بارے جتنی اچھی طرح جان جاتا ہماری کامیابی کے
مکانات اتنے ہی روشن ہو جاتے۔ اسے کئی گھنٹے لگ گئے تھے اور اس دوران میں اوپر لازمی طور پر دن نکل آیا
تھا۔ آخر اورگان نے مطمئن ہو کر سر ہلایا اور مجھ سے کہا۔
''میں نے یقینی طور پر معلوم کر لیا ہے۔ اوپر سو سے زیادہ لوگ ہیں اور ان میں سے زیادہ تر پجاری ہیں جو
لڑنا نہیں جانتے ہیں محافظ ایک درجن بھی نہیں ہوں گے اور وہ بھی باہر ہی ہوتے ہیں۔''
''ہم کہاں سے نکلیں گے؟'' میں نے پوچھا
''ہم موران کے رہائشی حصے میں نکلیں گے۔''
''اور اگر موران وہاں نہ ہوا تو؟''
''موران وہیں ہے۔'' اس نے اعتماد سے کہا۔ ''لیکن ایک بات یاد رکھنا اسے مارنا نہیں ہے زندہ پکڑنا
ہے۔''
''تم فکر مت کرو میرا ابھی یہی ارادہ ہے۔'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''اگر اس نے خودکشی کی کوشش نہ کی تو
زندہ رہے گا۔''
صاف لگ رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی موت نہیں چاہتا تھا۔ ایک لحاظ سے یہ اچھی بات تھی مگر دوسری
طرف دیکھا جاتا تو موران ایک موذی سانپ تھا اور اسے زندہ چھوڑنا مناسب نہیں تھا اس کی وجہ سے باغیوں
کے حوصلے بلند رہتے اور وہ اتنی آسانی سے ہتھیار نہ ڈالتے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ الٹا ہم پر حاوی ہو جاتے اور محض

موران کو زندہ چھوڑنے کی وجہ سے ہم جیتی ہوئی بازی ہار جاتے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اگر موران پر قابو پالیا تو اس کی گردن پر نیزہ رکھ کر اس کے آدمیوں سے ہتھیار ڈلواؤں گا۔ یہی ایک طریقہ تھا کہ ہم کم سے کم مزاحمت کا سامنا کر کے سب کو قابو کر لیتے۔

اورگان نے ہمیں سب سمجھانے کے بعد ایک طرف دیوار کے سامنے کھڑے ہو کر پھر اسی نامانوس زبان میں کچھ کہا اور اس طرف سے دیوار سرک گئی تھی۔ وہ شاید انہیں ان خفیہ علوم کی مدد سے کھولتا تھا جن کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں تھا اور موران ان سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان خفیہ جگہوں تک رسائی نہیں رکھتا تھا۔ ہم ایک سرنگ در سرنگ جگہ میں داخل ہوئے تھے۔ یہاں بھی روشنی کے لیے ویسے ہی پتھر لگے تھے۔ اس لیے مشعلوں کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک جگہ رک کر اس نے ہمیں خبردار کیا۔

''اب ہم موران کے حصے میں ہیں میں دروازہ کھولنے جا رہا ہوں۔''

میں نے اسے روکا اور ایک بار پھر سپاہیوں کو ہدایت کی کہ ہم جہاں نکلیں وہاں سے کسی کو نکلنے نہیں دینا ہے اگر کوئی ایسی کوشش کرے تو اسے بے دریغ مار دیا جائے۔ اور موران کو زندہ گرفتار کیا جائے۔

''اب تم دروازہ کھول سکتے ہو۔'' میں نے اورگان سے کہا تو اس نے اسی زبان میں کچھ کہا اور ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار سرک گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہم بھر کر نکلے تھے۔ میرا خیال تھا کہ موران کے سپاہی مستعد ہوں گے مگر وہاں سوائے چند حسین عورتوں کے اور کوئی نہیں تھا۔ موران نشے میں تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ صورتِ حال سمجھ نہ پاتا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کی گردن پر لاٹھی کی انی رکھ دی۔

''بس اب ہلنے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم اورگان کے بھائی ہو۔''

''اورگان۔'' اس نے نفرت سے بھائی کی طرف دیکھا۔ ''غدار۔''

''غدار میں ہوں یا تم۔'' اورگان نے غصے سے کہا۔ ''جس نے اقتدار کے لیے غیروں سے ساز باز کر لی۔''

''تو یہ کون ہے؟'' موران نے طنزاً میری طرف اشارہ کیا۔

''اس کی باتوں میں مت آؤ۔'' میں نے اورگان سے کہا اس دوران میں سپاہیوں نے وہاں موجود تمام افراد کو قابو کر لیا تھا ان میں چھ عورتیں اور ایک لڑکا تھا ان سب کو باندھ کر ڈال دیا تھا۔ میں نے سپاہیوں کو پانچ پانچ کی ٹولیوں میں تقسیم کیا ان میں تین ماہر تیر انداز تھے اور دو لاٹھیوں سے لڑائی کے ماہر تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ ''ایک ایک کر کے معبد کے تمام حصوں پر قبضہ کر لو اور زندہ پکڑے جانے والوں کو یہاں لے آنا۔''

''پجاریوں کو قتل مت کرنا۔'' اورگان نے مداخلت کی۔

''جو مزاحمت کرے اسے فوراً مار دینا۔ کوئی فرار نہ ہونے پائے۔''

''میں کہہ رہا ہوں کسی پجاری کو مت مارنا۔'' اورگان کا لہجہ سخت ہو گیا۔

''تم فکر مت کرو اگر کسی نے خود مرنے کی کوشش نہیں کی تو وہ زندہ رہے گا۔'' میں نے اسے تسلی دی اور تین دستے روانہ کر دیئے جب کہ چوتھا دستہ حفاظت کے لیے دروازے پر لگا دیا تھا۔ پھر میں نے موران کی طرف توجہ دی۔ ''ولیم اور ایلین کہاں ہیں۔''

''میں نہیں بتاؤں گا۔'' اس نے ہٹ دھری سے کہا۔
''موران ایک بار تم مجھے ہارن کے سامنے پھینکنے جا رہے تھے اب اگر یہی سلوک میں تمہارے ساتھ کروں
''

اس کے چہرے پر خوف نظر آیا تھا۔ ''تم ایسا نہیں کر سکتے میں یہاں کا مہا پجاری ہوں۔''
''مہا پجاری جو اس منصب کی بنیادی شرط ہی پوری نہیں کرتا ہے۔'' میں نے طنز کیا۔
''مجھے معلوم ہے وہ دونوں کہاں ہیں۔'' اورگان نے کہا۔
میں نے کچھ سوچا اور اپنے ساتھ موجود پانچ میں سے تین آدمی ساتھ لیے اور دو کو وہیں رکنے کا حکم دیا۔
ِران کی کڑی نگرانی کرنا اور کوئی اسے چھڑانے کی کوشش کرے تو اسے مار دینا۔''
اورگان کو میرے حکم سے اختلاف تھا مگر اس وقت اس نے کچھ کہا نہیں ہم باہر آئے اور اورگان کی رہنمائی
اس حصے کی طرف بڑھنے لگے جہاں ولیم اور ایلن تھے۔ ایک دروازے کے سامنے رک کر اورگان نے کہا۔
یہاں ہیں۔''
''تم کو یقین ہے؟''
''ہاں میں نے خود یہاں موجود لوگوں کو نامانوس زبان بولتے سنا تھا۔'' اورگان نے سر ہلایا۔
میں نے دروازے پر دستک دی مگر اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تھا اور دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔
ن نے مجھے اشارہ کیا اور ہم خاموشی سے برابر والے کمرے میں آئے۔ اس نے یہاں بھی وہی آواز والی
استعمال کی اور دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے یہ ولیم اور ایلن کا حصہ تھا مگر وہ یہاں
ِ تھے اور مزے کی بات تھی کہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ ہم نے ہر طرف دیکھ لیا مگر وہ دونوں کہیں نہیں تھے۔
شویش ہونے لگی ان دونوں کا غائب ہونا اچھی بات نہیں تھی وہی تو اس سازش کے سرغنہ تھے۔ اورگان
ں طرف غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے دیوار پر ہاتھ
ا شروع کر دیا۔ ''کیا بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''شش...... یہاں ایک راستہ اور ہے اگر انہوں نے اسے استعمال کیا ہے تو موران نے معبد کے ساتھ
بڑی غداری کی ہے۔'' اورگان غصے ۔ں تھا۔ اس نے نہ جانے دیوار کا کون سا حصہ دبایا کہ میں غور کرنے
ا جود نہیں جان سکا تھا ممکن ہے اس نے ایک ہاتھ پھیرتے ہوئے اصل میں دوسرے ہاتھ سے کوئی کل دبا
ِ کیونکہ اچانک ہی زمین میں ایک چوکور خانہ نمودار ہوا تھا۔ اس سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ اورگان نے
ِر دیکھا اور بولا۔ ''وہ اسی راستے سے گئے ہیں۔''
''تم ادھر کا خیال رکھو۔'' میں نے اورگان سے کہا اور ایک سپاہی کے ساتھ اندر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔
ستہ کہاں نکلتا ہے؟''
''اوپر جانے والے خفیہ راستے کے قریب۔'' اورکان نے جواب دیا۔
''اس کا مطلب ہے کہ وہ فرار ہو گئے ہیں۔''
''ان کو روکو۔'' اورگان نے پریشانی سے کہا۔ ''وہ نکل گئے تو یہ جگہ تباہ ہو جائے گی۔''

''اور ایسا ہوا تو اس کا ذمے دار موران ہوگا۔'' میں نے نیچے جاتے ہوئے کہا اور سیڑھیاں اتر
جہاں سیڑھیاں ختم ہوئیں وہیں سے ایک سرنگ کا آغاز ہو رہا تھا۔ میں اور میرے ساتھ آنے والا سپاہی اس سر
میں دوڑنے لگے تھے۔ ولیم اور ایلین کو نکلے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی اور اگر ہم تیز رفتاری سے سفر کرتے تو
کو پکڑ سکتے تھے۔ میں نے اپنے ساتھ آنے والے سپاہی سے کہا۔

''ہوشیار رہنا وہ دونوں لڑنے کے ماہر ہیں نظر آتے ہی ان کو تیر مارنا۔''

''جیسا آپ کا حکم جناب'' اس نے جواب دیا۔ ہم گزشتہ چوبیس گھنٹے سے جاگ رہے تھے اور مسلسل
میں تھے اس لیے اب ذرا تھکن محسوس ہونے لگی تھی۔ مگر یہ اتنی تھکن نہیں تھی کہ اس سے ہماری کارکردگی میں ف
آتا۔ اور اس کی وجہ اورگان کا دیا مشروب بھی ہو سکتا تھا۔ سرنگ نہ جانے کتنی لمبی تھی کیونکہ ہم مستقل کوئی پ
منٹ بھاگتے رہے تھے اور اس دوران میں کم سے کم دو میل کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اور ابھی تک سرنگ کا دوسر
نہیں آیا تھا۔ پھر مجھے ایک خیال اور آیا کہ دوسرا سرا بھی کسی کل سے کھولا اور بند کیا جاتا ہو تو میں کیا کروں گا کی
کہ اورگان نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ سرنگ میں دیواروں پر ویسے ہی روشنی دیتے پتھر تھے اور
کی وجہ سے راستہ دیکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ ہم دوڑتے رہے اور آخر کار سرنگ کا سرا آ گیا۔
وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ سرنگ بند تھی اور بظاہر ایسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جس کی مدد سے اس کا درو
کھولا جا سکتا۔ میں نے دیواروں پر ہاتھ پھیر کر محسوس کرنے کی کوشش کی کہ اس میں کوئی ابھار ہو جسے د
دروازہ کھولا جا سکے۔ مگر وہاں ایسا کوئی ابھار نہیں تھا میں نے ناکام ہو کر دیوار پر ہاتھ مارا اور سپاہی کی طر
دیکھا۔ ''تم فوراً جاؤ اور اورگان سے اس راستے کو کھولنے کا طریقہ معلوم کر کے آؤ۔''

''جی جناب۔'' سپاہی نے کہا اور دوڑتا ہوا واپس چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں پھر سے راستہ
تلاش کرنے کی کوشش میں لگ گیا۔ اگرچہ اس کا امکان کم ہی تھا مگر ممکن تھا میں راستہ تلاش کر ہی لیتا۔ مگر یہ خ
غلط ثابت ہوا تھا۔ مجھے راستہ کھولنے والا نظام نہیں ملا تھا۔ میں تھک کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔
اندازہ تھا کہ اگر ولیم اور ایلین کو آدھے گھنٹے کی مہلت مل جاتی تو ان کو پکڑنا مشکل تھا۔ ایک سوال میرے ذہن
آیا کہ اوپر کے محافظ کہاں تھے کیا ولیم اور ایلین کو ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ یا موران نے ان کو روکنے سے من
قرار دے دیا تھا۔ میں سوچتے ہوئے بے خیالی میں دیوار کی جڑ پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اچانک کوئی باریک سی
میرے ہاتھ پر لگی میں نے چونک کر دیکھا۔ جہاں دیوار اور فرش مل رہے تھے وہاں ایک چھوٹا سا ابھار تھا۔
نے اسے دبایا تو وہ ہلکا سا دب گیا میں نے زور سے دبایا تو اچانک ہی سرنگ کے سرے پر ایک دروازہ نمودا
گیا۔ میں نے گہری سانس لی تو یہ سرنگ کھولنے والی کل تھی۔

دوسری طرف مجھے ویسی ہی چٹانیں دکھائی دیں جیسی کہ معبد کی طرف جانے والے خفیہ راستے پر تھیں
ان میں بھی بھول بھلیاں تھیں اور مجھے اوپر جانے والا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہی ولیم
ایلین میری پہنچ سے دور ہوتے جا رہے تھے اس وقت میں بہت جوش میں تھا اور میں نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ
ان دونوں کو اکیلا کیسے قابو کروں گا جب کہ وہ کسی طرح مجھ سے کم نہیں تھے۔ خاصی دیر تک ان چٹانوں
چکرانے کے بعد مجھے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دیا جو بظاہر کسی دراڑ کا آخری حصہ تھا لیکن میں اس میں بھی گھ

گیا۔ کچھ آگے جا کر یہ دراڑ چوڑی ہونے لگی تھی۔ اور پھر مجھے ایک زینہ دکھائی دیا جو اوپر جا رہا تھا۔ میں نے اوپر جانے والا راستہ تلاش کر لیا تھا۔

میں تیزی سے اس کے زینے چڑھنے لگا تھا اس وقت مجھ میں جیسے نئی توانائی آ گئی تھی۔ اور میں بھاگنے کی رفتار سے زینے طے کر رہا تھا۔ یہ زینے کبھی چٹانوں کے اندر سے گزرتا تھا اور کبھی کھلی جگہ پر آ جاتا تھا۔ خاصی دیر بعد میں نے نیچے دیکھا تو وادی بہت نیچے دکھائی دی تھی۔ میں کوئی ایک ہزار فٹ اوپر آ گیا تھا۔ اور یہاں نہ صرف دھند شروع ہو گئی تھی بلکہ سردی کا احساس بھی ہونے لگا تھا۔ میں تیزی سے چڑھنے کی وجہ سے تھک گیا تھا اس لیے دیوار سے ٹیک لگا کر ستانے لگا۔ اسی وقت میری نظر اوپر جاتے دو ہیولوں پر پڑی تھی۔ وہ یقیناً ولیم شا اور ایلن بریڈ تھے۔

''ولیم۔'' میں نے پوری قوت سے چلا کر کہا۔ تو آگے جانے والا ہیولہ ایک لمحے کو رکا تھا۔ پھر اس نے تیزی سے اوپر جانا شروع کر دیا تھا۔ ''تم مجھ سے بچ نہیں سکتے۔''

میں پھر اوپر جانے لگا تھا کہ نیچے سے دوڑتے قدموں کی آواز آئی اور اس سپاہی کے ساتھ مزید چار سپاہی نمودار ہوئے جس کو میں دروازہ کھولنے کا طریقہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ یہ اچھا ہی تھا اب مجھے ولیم اور ایلن کو پکڑنے میں آسانی رہتی۔ مگر انہوں نے آتے ہی مجھے گھیر لیا۔ اور میرا ساتھی سپاہی بولا۔

''جناب آپ کو اورگان نے بلایا ہے۔''

''اورگان نے۔'' میں حیران رہ گیا تھا۔ ''میں نہیں جا سکتا۔ مجھے ان دونوں کو پکڑنا ہے۔'' میں نے اوپر اشارہ کیا تھا۔

یہ سنتے ہی ان سب نے اپنی لاٹھیاں مجھ پر تان لیں اور سپاہی نے سرد لہجے میں کہا۔

''آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہی ہو گا۔''

''مگر کیوں؟'' میں چلا اٹھا تھا۔ اوپر ولیم اور ایلن دھند میں غائب ہو رہے تھے۔ ''میں ان کو روکنے جا رہا ہوں۔''

سپاہی نے اوپر دیکھا اور سپاٹ لہجے میں بولا۔ ''اوپر کوئی نہیں ہے۔''

ولیم اور ایلن دھند میں غائب ہو چکے تھے۔ اب وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ ''سنو وہ ابھی قریب ہیں ہم ان کو پکڑ سکتے ہیں۔''

''تم ان کو نہیں پکڑ رہے ہو بلکہ خود فرار ہو رہے ہو۔'' اس نے اس بار ادب بالائے طاق رکھ کر کہا۔ ''اب تم سیدھی طرح ہمارے ساتھ چلو۔''

میں نے پریشانی میں اوپر کی طرف دیکھا۔ اورگان نے عین موقع پر میرے ہاتھ پیر باندھ دیئے تھے۔ نہ جانے اس کا ذہن کیوں بدلا تھا ممکن ہے اس میں موران کی کوئی شرارت ہو۔ سپاہیوں کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ میری سننے کے موڈ میں نہیں تھے۔ اور بہر صورت مجھے پکڑ کر لے جانا چاہتے تھے۔ اگر میں مزاحمت کرتا تو عین ممکن تھا وہ مجھ پر حملہ کر دیتے۔ میں نے ان کو سمجھانے کی ایک کوشش اور کی۔

''سنو میں اوپر نہیں جاتا مگر تم میں سے تین اوپر جا کر ان دونوں کو پکڑ سکتے ہو۔''

''اوپر کوئی نہیں ہے۔'' سپاہی کی سوئی اسی پر اٹکی ہوئی تھی۔ ''تم ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو۔''
میرا دماغ گھومنے لگا تھا میں نے غصے سے کہا۔ ''تو چلو...... بھاڑ میں جائیں وہ دونوں اور تم سب۔ اب وہ اپنی فوج لے کر آئیں اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادیں تو تم لوگ اسی کے مستحق ہو گے۔''

''لاٹھی ہمارے حوالے کر دو۔'' اس نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ میں بھینس کے آگے بین بجا رہا تھا۔ میں نے لاٹھی نیچے پھینک دی اور ان کے ساتھ چل پڑا تھا۔ وہ مجھے پیشہ ورانداز میں گھیرے ہوئے تھے۔ میں نہ تو بھاگ سکتا تھا اور نہ ان سے بھڑ سکتا تھا۔ وہ مجھے نیچے لائے اور اس کے بعد ہم سرنگ سے ایک طویل سفر کر کے واپس معبد میں پہنچے تھے۔ وہاں پر حالات معمول کے مطابق لگ رہے تھے۔ لگتا تھا کہ نیکاٹ کے آدمیوں نے معبد میں سب کو قابو کر لیا تھا۔ میں اورگان سے ملنا چاہتا تھا مگر اس کے بجائے مجھے لے کر ایک کمرے میں قید کر دیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھ آنے والے سپاہی سے کہا۔

''سنو اورگان سے کہو ولیم اور ایلین ابھی اوپر جانے والے راستے پر ہیں اگر کچھ تازہ دم سپاہی روانہ کیے جائیں تو ان کو پکڑا جا سکتا ہے۔''

مگر وہ کوئی جواب دیئے بغیر مجھے بند کر کے چلا گیا تھا۔ پتا نہیں ان چند گھنٹوں میں کیا ہوا تھا جو میں ایک بار پھر مجرم بن گیا تھا اور میری خدمت کو فراموش کر کے میرے ساتھ مجرموں والا سلوک کیا جا رہا تھا۔ مجھے ایک بار پھر بند کر دیا گیا تھا۔ اورگان اور نیکاٹ نہ جانے باہر کیا کرتے پھر رہے تھے مجھے بند ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے تھے حتیٰ کہ رات ہوگئی اور کسی نے آ کر مجھ سے ایک گھونٹ پانی کا بھی نہیں پوچھا تھا میں کئی بار دروازہ بجا کر چپ ہو گیا تھا۔ کوئی ردِعمل نہیں ہوا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے مجھے یہاں ڈال کر فراموش کر دیا گیا تھا۔ مجھے یہ خیال بھی آیا تھا کہ موران کے آدمیوں نے پھر سے حالات پر قابو تو نہیں پا لیا تھا۔ مگر ایسا ہوتا تو اب تک مجھے ہارن کے سامنے پھینک دیا جاتا۔ میں نے موران کی آنکھوں میں اپنے لیے شدید نفرت دیکھی تھی۔ وہ قابو پانے کے بعد ایک لمحے کو بھی مجھے جینے نہ دیتا۔

رات بھی رفتہ رفتہ گزر گئی۔ مجھے بھوک نے اتنا پریشان نہیں کیا تھا جتنا پیاس سے میرا برا حال تھا۔ میں نے گزشتہ تیس گھنٹے سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پیا تھا۔ صبح کی روشنی ہوئی تو روشن دان سے آنے والی دھوپ کی کرنوں نے مجھے چونکا دیا تھا۔ میں غنودگی میں تھا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی سپاہی اندر آیا۔ ''معاف کرنا رات ہم سب بہت مصروف رہے تھے اس لیے کوئی تمہاری طرف نہیں آ سکا۔''

''ایک کٹورہ پانی دینے کے لیے بھی نہیں۔''

''میں معافی مانگ چکا ہوں۔'' اس نے نرمی سے کہا۔ ''میرے ساتھ آؤ تم کو ابھی سب ملے گا۔''

وہ مجھے ایک آراستہ کمرے میں لایا۔ جہاں ایک حسین اور نوعمر خادمہ نے مجھے منہ ہاتھ دھلانے سے لے کر ناشتہ کرانے تک تمام مرحلوں سے اتنی خوبی سے گزارا کہ میرا شکوہ آدھا رہ گیا تھا۔ اس دوران میں وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ ناشتے کے بعد اس نے مجھے ایک مشروب بھی دیا اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ یہ نشہ آور تو نہیں ہے تو وہ صرف مسکراتی رہی تھی۔ میں نے احتیاط سے اسے چکھا اور جب مجھے لگا کہ یہ کوئی قوت بخش مشروب تھا تو میں نے اسے پی لیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے اس سے سپاہی کے بارے میں پوچھا جو مجھے

یہاں لایا تھا۔

''وہ ابھی آئے گا۔'' اس نے جواب دیا۔

''اچھا موران اور اورگان کہاں ہیں۔''

میرے اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ اس جگہ سے ہٹ کر کچھ نہیں جانتی تھی اور فالتو باتیں نہ جاننا اس کی تربیت میں شامل تھا اس لیے وہ صرف اتنا ہی جانتی تھی جتنا کہ اس کی ذمے داری تھی۔ سپاہی ایک گھنٹے بعد آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ''آپ تیار ہیں۔ ہمیں فوری طور پر آرگون جانا ہے وہاں نئے حاکم کی تقریب ہونے والی ہے۔''

''نیا حاکم کون ہے؟''

''عزت مآب نیکاٹ۔'' اس نے ادب سے نام لیا۔

میں نے سکون کا سانس لیا۔ ''کیا ان کو میرے بارے میں علم ہے؟''

''ان کی ہدایت پر میں نے آپ کو قید سے نکالا ہے اور میں نے جو کیا وہ جناب اورگان کے کہنے پر کیا تھا۔'' اس کا لہجہ معذرت خواہانہ ہو گیا تھا۔

''اس سے مجھے تو فرق نہیں پڑا لیکن تم لوگوں کے اصل مجرم نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔''

''میں نے جب عزت مآب کو اس بارے میں بتایا تو سپاہیوں کا ایک دستہ فوری طور پر ان کے پیچھے روانہ کیا گیا ہے۔''

ہم معبد کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے باہر آئے اس وقت معبد کی مخصوص گہما گہمی مفقود تھی۔ اور بہت کم لوگ نظر آ رہے تھے۔ ہم ایک تیز رفتار بیل گاڑی پر آرگون روانہ ہوئے تھے۔ آج راستے پر ٹریفک بھی بہت کم تھا اور ہمیں ٹریفک جام کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس لیے صرف دو گھنٹے میں ہم آرگون میں تھے۔ شہر بھی سہما ہوا اور خاموش تھا۔ گلیوں اور سڑکوں پر بہت کم لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ بے شمار مکانات جلے پڑے تھے اور یقیناً مارے جانے والوں کی تعداد بھی خاصی تھی مگر کہیں سے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔

بیل گاڑی اومیکنا کے محل کے سامنے رکی تھی اور مجھے اندر لے جایا گیا۔ اس ہال میں جہاں کبھی میرا مقدمہ پیش ہوا تھا اب وہاں نیکاٹ کی تاج پوشی کی جا رہی تھی اور حیرت انگیز بات تھی کہ اورگان مجھے مہا پجاری کے لبادے میں نظر آیا تھا وہی نیکاٹ کو تاج پہنا رہا تھا۔ موران اور آسر غائب تھے جب کہ باقی پجاری اپنی جگہوں پر بیٹھے تھے۔ وہ سب اورگان کے مہا پجاری بننے پر دل و جان سے راضی نظر آ رہے تھے۔ مجھے ایک گوشے میں جگہ ملی تھی شہر کے احکام بہت کم تھے کیونکہ بغاوت کے دوران ان کو چن چن کر مار دیا گیا تھا اور اب نیکاٹ کو اپنی حکومت کے لیے نئے عہدے داروں کا انتخاب کرنا تھا۔ جیسے ہی اورگان نے اسے تاج پہنایا ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور نیکاٹ اومیکنا کی جگہ بیٹھ گیا۔ چند لمحے بعد اس نے اٹھ کر کسی منجھے ہوئے سیاست دان کے انداز میں روایتی تقریر کی جس میں ملک و قوم کے لیے کام کرنے اور بغاوت کے مجرموں سے سختی سے نمٹنے کا عزم ظاہر کیا گیا تھا۔ جن لوگوں کے گھر جلے تھے ان کو نئے گھر بنا کر دینے کو کہا تھا اور جن کے پیارے مارے گئے تھے ان سے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے بغاوت کے مرتکب افراد کو سزا دینے کا اعلان کیا تھا۔

اس کے بعد نیکاٹ اپنے مشیروں کے ہمراہ اندر چلا گیا تھا۔ تا کہ امور سلطنت چلانے کے لیے لائحہ عمل تیار کر سکے۔ میں نے محسوس کیا کہ اورگان مجھے نظر انداز کر رہا ہے اور اس نے ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ مجھے نیکاٹ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ میں اس سے ملاقات کا انتظار کروں۔ اس لیے میں ہال میں بیٹھا رہا۔ میرے ساتھ جو سپاہی تھا اس کی بھی اب ترقی ہو گئی تھی اور وہ میرے ساتھ ہی دربار میں تھا میں نے اس سے آہستہ سے پوچھا۔

''موران اور آسر کہاں ہیں؟''

''وہ قید میں ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''ان پر مقدمہ چلے گا؟''

''اس کا امکان تو ہے مگر آخری فیصلہ عزت مآب کریں گے۔''

میرا خیال تھا کہ اس وقت ان کی قسمت کا فیصلہ کیا جا رہا تھا کیونکہ نیکاٹ نے اورگان کو اس میٹنگ میں نہیں لیا تھا اور وہ بہت مضطرب تھا۔ مجھے حیرت تھی وہ اپنے اس بھائی کے لیے اتنا بے چین تھا جس نے اپنی بھتیجی کی حرمت کا پاس بھی نہیں کیا تھا۔ اسی نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں سامیرا سے جسمانی تعلقات قائم کرلوں تا کہ اس کی مدد سے اورگان کو مجبور کر سکوں، مگر مجھے یہ بات اورگان کو بتانے کے خیال سے شرم آ رہی تھی۔ ورنہ میں اسے اس کے بھائی کا اصل روپ ضرور دکھاتا۔ میری خواہش تھی کہ موران اور آسر دونوں کو سزائے موت ہوتا کہ اس فتنے کا خاتمہ ہو جائے۔ موران اس قسم کا شخص تھا کہ جب تک زندہ رہتا ریشہ دوانیوں میں لگا رہتا۔ مگر نیکاٹ کیا فیصلہ کرتا اس کا مجھے قطعی اندازہ نہیں تھا۔ اورگان اب مہا پجاری تھا اور وہ اپنے بھائی کو بہر صورت زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے یقیناً نیکاٹ سے اس سلسلے میں بات کی ہو گی اور نیکاٹ اس کی بات نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ آخر وہ مہا پجاری ہو گیا تھا اس لیے زیادہ امکان یہی تھا کہ موران کو سزائے موت نہیں ہو گی اور اسے محض قید کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ اس جگہ کے لوگوں اور خاص طور سے ان لوگوں کے ساتھ ناانصافی ہوتی جن کو موران کی وجہ سے جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا تھا سینکڑوں سپاہی تو صرف اورگان کے مکان کے آس پاس جنگ میں مارے گئے تھے اور جو شہر میں موران کے آدمیوں کی بربریت کا نشانہ بنے تھے ان کی تعداد الگ تھی۔

کوئی دو گھنٹے بعد نیکاٹ نے مجھے طلب کر لیا جب میں اس کے خاص کمرے میں داخل ہوا تو وہاں اورگان بھی موجود تھا اس نے نہایت سرد نظروں سے مجھے دیکھا تھا۔ نیکاٹ نے مجھے دیکھتے ہی پہلے معذرت کی۔

''افسوس کہ مجھے دیر سے علم ہوا کہ تم قید ہو۔''

''اس میں عزت مآب کا قصور نہیں ہے لیکن میرے قید ہونے سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ دونوں مجرم وادی سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس وقت میں ان کے بہت نزدیک پہنچ گیا تھا جب مجھے مہا پجاری کے حکم سے گرفتار کیا گیا تھا۔'' میں نے لہجے کی تلخی دباتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھا تھا کہ تم فرار ہو رہے ہو۔'' اورگان نے بنا کسی معذرت کے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''تم نے سپاہی کو یہ کہہ کر واپس کیا تھا کہ تمہیں سرنگ کے آخری حصے کا راستہ نہیں مل رہا تھا مگر جب سپاہی وہاں پہنچے تو راستہ

کھلا ہوا تھا۔"

"راستہ مجھے اتفاق سے مل گیا تھا اور تم نے سپاہیوں کو پہلے ہی میری گرفتاری کا حکم دے کر بھیجا تھا۔" میرا لہجہ مزید تلخ ہو گیا۔

نیکاٹ نے جلدی سے صورتِ حال کو تلخ ہونے سے بچایا۔ "جو ہو گیا اسے اب پلٹا نہیں جا سکتا ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ مہا پجاری کے تعاون کی وجہ سے ہم ہاری ہوئی بازی جیتنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"میں مہا پجاری کی خدمات سے انکار نہیں کر رہا مگر یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان دونوں کے نکل جانے کے کیا اثرات ہو سکتے ہیں وہ اپنے ساتھ ایک ایسی فوج لے کر واپس آ سکتے ہیں جس کا مقابلہ وادی کے لوگ نہیں کر سکتے ہیں۔"

"ہم بہادری میں کسی سے کم نہیں ہیں۔" نیکاٹ نے کسی قدر برہمی سے کہا۔

"عزت مآب نے درست کہا۔ مگر جناب اس وادی سے باہر دنیا بہت بدل گئی ہے اب ایسے ہتھیار آ گئے ہیں جن کی مدد سے اس پوری وادی کو ایک لمحے میں اڑایا جا سکتا ہے۔ اس مرتبان کے برابر کا ایک ہتھیار اس پوری عمارت کو تباہ کر سکتا ہے۔" میں نے ایک مرتبان کی طرف اشارہ کیا۔ "ان کی فوج کا عام سپاہی بھی ایسے ہتھیاروں سے مسلح ہوتا ہے جو تباہی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ کئی سو گز کی دوری سے انسان کو مار سکتا ہے اور اکیلا ہی پوری فوج پر بھاری ہوتا ہے۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" نیکاٹ نے بے یقینی سے کہا۔

"کیا تم لوگوں نے وہ اڑنے والی مشین نہیں دیکھی تھی۔ وہ تو معمولی سی چیز ہے اس سے کہیں بڑی بڑی اڑنے والی مشینیں بن چکی ہیں۔"

"کیا تم ہمیں ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو؟" اورگان نے کڑے تیوروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کے انداز میں میرے لیے مخاصمت تھی

"نہیں۔" میں نے تحمل سے کہا۔ "میں تم لوگوں کو خبردار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"ہمارے آدمی ان کے پیچھے ہیں۔" نیکاٹ نے کہا۔ "امید ہے وہ ان کو پکڑ لیں گے۔"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے کہا۔ سانپ نکل گیا تھا اور ہم بیٹھے لکیر پیٹ رہے تھے۔

"کل موران کا مقدمہ میری عدالت میں پیش ہو گا اور تم اس میں شامل ہو گے۔"

"میرا خیال ہے ایک باہر کے آدمی کو اس معاملے میں شامل کرنا مناسب نہیں ہو گا۔" اورگان نے جلدی سے کہا۔

"نہیں، یہ موران کے خلاف ایک اہم گواہ ہے اور جہاں تک باہر کا آدمی ہونے کا تعلق ہے تو یہ بہت ساری چیزوں میں شامل رہا ہے۔" نیکاٹ کا لہجہ کسی قدر طنزیہ ہو گیا تھا۔ "اور موران نے تو حد کر دی ہے اس نے باہر سے آنے والوں کو وہ سب بتا دیا جو وادی کے لوگوں کو بھی نہیں معلوم ہوتا ہے۔"

"یہ اس کی غلطی ہے۔"

"غلطی نہیں مہا پجاری یہ اس کا جرم ہے اس کی غداری ہے۔" نیکاٹ کی آواز بلند ہو گئی تھی۔ "آپ کو

معلوم ہے اس کی وجہ سے ہمیں کتنا نقصان ہوا ہے۔ پانچ سو آدمی مارے گئے ہیں سو گھر جلا دیئے گئے ہیں۔ ساری ریاست کے حکام موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں۔ اس نقصان کو پورا ہونے میں برسوں لگ جائیں گے۔"

"میں جانتا ہوں موران نے برا کیا ہے۔" اورگان کا لہجہ یک دم التجا آمیز ہو گیا تھا۔ "مگر وہ میرا ایک ہی بھائی ہے۔"

"مہا پجاری! اس کی وجہ سے کتنے لوگ اپنے بھائیوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ میں ان کی فریادوں کا کیا جواب دوں؟"

"ان لوگوں کے نقصان کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔"

"مہا پجاری کوئی بھی ازالہ انسان کی زندگی کا متبادل نہیں ہو سکتا ہے اور موران کا جرم ایسا نہیں ہے جسے اتنی آسانی سے نظر انداز کر دیا جائے۔"

اورگان چپ ہو گیا۔ مگر اس کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی کے خلاف کسی کارروائی کی حمایت کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا۔ اس نے نیکاٹ سے جانے کی اجازت طلب کی اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد نیکاٹ نے میری طرف دیکھا۔

"اورگان موران کے خلاف مقدمے کا مخالف ہے۔"

"سامنے کی بات ہے اور مجھے لگ رہا ہے کہ اسی وجہ سے ولیم اور ایلن کو فرار کا موقع دیا گیا ہے کہ وہ موران کے جرم کے سب سے بڑے گواہ بن سکتے تھے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" نیکاٹ نے آہستہ سے کہا۔ "اب یہ بات پرانی ہو چکی ہے اور اورگان ہمارا مہا پجاری بن گیا ہے۔ مسئلہ موران کا ہے۔"

"کیا عزت مآب میری رائے معلوم کر رہے ہیں؟"

"ہاں میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

میں نے سوچا اور بولا۔ "ممکن ہے آپ کو میری بات سخت لگے، لیکن موران کو چھوڑنا کسی خطرناک درندے کو چھوڑ دینے کے برابر ہے جو موقع ملتے ہی آپ کو کھا جائے گا۔ وہ مجرم ہے اس کی وجہ سے اتنے لوگوں کا خون بہا ہے اور اسے چھوڑ دینے یا معاف کر دینے سے ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو گی۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی بات ہے۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"آپ ایک کونسل بنا کر موران کا فیصلہ اس کے سپرد کر دیں وہ اکثریت سے جو بھی فیصلہ کرے اسے آپ قبول کر لیں؟"

نیکاٹ کچھ دیر سوچتا رہا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس نے سر ہلایا۔ "تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے اس طرح ذمے داری میرے سر نہیں رہے گی۔"

"اس مسئلے کا یہی سب سے مناسب حل میری سمجھ میں آیا ہے۔"

نیکاٹ کچھ دیر مجھ سے بات کرتا رہا پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے پاس رہوں اور اس کی مدد کرتا

رہوں۔ اس کے ذہن میں تھا کہ میں ایک جاگیردار خاندان سے تھا اور مجھے انتظام کاری کا تجربہ تھا وہ اس تجربے سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس کے پاس انتظامی افسران اور مشیروں کی کمی تھی۔ میں بخوشی تیار ہوگیا کیونکہ مجھے تو توقع تھی کہ اس ملاقات کے بعد مجھے واپس قید خانے بھیج دیا جائے گا۔ نیکاٹ نے مجھے شاہی محل میں ایک کمرہ دے دیا تھا اور میرا درجہ اب شاہی مشیر کا تھا اس لیے مجھے پروٹوکول بھی ویسا ہی دیا جا رہا تھا۔ میں نے مشیر بننے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ ایک اور فوجی دستہ ولیم اور ایلین کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور گشت کرنے والے دستے جو موران کی نگرانی میں ہوتے تھے ان کو واپس بلا لیا گیا تھا اور اب اور کوئی نگرانی کرنے والا نہیں تھا۔

☆======☆======☆

اگلے روز دربار ہوا اور موران، اس کا نائب آسر اور دوسرے چند افراد ملزم کے طور پر پیش ہوئے۔ جب نیکاٹ نے سات افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کا اعلان کیا جو ان لوگوں کے جرم کو دیکھ کر ان کے لیے سزا مقرر کرتی تو ان سب کی حالت بری ہوگئی تھی کیونکہ کمیٹی کے اکثر ارکان سابق حکومت میں شامل تھے اور ان کا کوئی نہ کوئی رشتے دار اس جنگ میں مارا گیا تھا۔ ظاہر ہے موران اور اس کے ساتھیوں کو ان سے رحم دلی کی امید نہیں تھی۔ اس پر انہوں نے شور کیا کہ ان کا فیصلہ نیکاٹ اپنے ہاتھ میں رکھے مگر اس نے معذرت کر لی۔

''میرے دوستو، میرے لیے یہ بہت مشکل کام ہے کیونکہ میرا کوئی بھی فیصلہ بہت سارے لوگوں کی دل آزاری کا سبب بنے گا اس لیے میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ کمیٹی بنائی ہے۔''

''عزت مآب۔'' اورگان نے دبے لہجے میں کہا۔ ''میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''آپ کہہ سکتے ہیں مہا پجاری۔'' نیکاٹ نے جواب دیا۔

''میں تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

نیکاٹ نے اس کی یہ درخواست بھی منظور کر لی اور اسے لے کر اندر چلا گیا تھا۔ وہ دونوں کوئی نصف گھنٹے بعد آئے تو ان کے چہروں پر کشیدگی نمایاں تھی۔ صاف لگ رہا تھا کہ اورگان اس سے جو منوانا چاہتا تھا وہ نیکاٹ نے ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اورگان اپنی نشست پر بیٹھنے کے بجائے دربار سے چلا گیا تھا۔ نیکاٹ اس کے رویے سے پریشان لگ رہا تھا مگر اس نے چند ضروری احکامات دے کر دربار برخاست کر دیا تھا۔ اس نے میری طرف بھی توجہ نہیں دی تھی۔ میں باہر آیا تو ایک پجاری نے مجھے اورگان کا پیغام دیا وہ اپنی رہائش گاہ پر مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ میں پجاری کے ساتھ چل پڑا۔ مگر احتیاط کے طور پر میں نے محل کے پروٹوکول افسر کو بتا دیا تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ اورگان کی رہائش اب ایک شاندار محل میں تھی جو پہلے موران کے پاس تھا اور یہ اس کا آبائی محل بھی تھا۔ اورگان بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا اس نے مجھے دیکھتے ہی میرا ہاتھ تھاما اور مجھے اندر لے گیا تھا۔ ایک آراستہ پیراستہ نشست گاہ تھی۔ اس نے مجھے ایک آرام دہ تخت پر بٹھایا۔

''پہلے تو میں تم سے اپنے رویے کی معذرت چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''میں نے تم سے......''

''ایسا مت کہیں...... آپ میرے بڑے ہیں اور اب تو آپ یہاں کے مہا پجاری ہیں۔ اس لیے معافی مانگ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔''

''پھر بھی مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔'' اس نے بے چین لہجے میں کہا۔

''میں ان سب باتوں کو بھول چکا ہوں۔''

''اومر...... میرا خیال ہے تم اس وادی سے جانا چاہتے ہو؟''

''ہاں...... کیونکہ میرا گھر کہیں اور ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے۔'' مجھے اس کی بات پر ذرا تعجب ہوا تھا۔

''میں یہاں سے جانے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔'' اس نے آہستہ سے کہا تو میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا تھا۔

''جیسے آپ نے ولیم اور ایلن کی جانے میں مدد کی تھی۔''

میں کہہ کر گھبرا گیا تھا مگر اس کے چہرے پر ناگواری نہیں تھی اس کے بجائے اس نے سر ہلایا۔''اس معاملے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔''

میں نے سوچا کہ مجھے اپنی توجہ یہاں سے نکلنے کے معاملے پر مرکوز رکھنی چاہیے۔ یہ تو طے تھا کہ مجھے آسانی سے جانے نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے اور گان کی پیش کش نظرانداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔ میں نے غور کیا۔

''اگر آپ میری مدد کرتے ہیں تو جواب میں مجھے آپ کے لیے کیا کرنا ہوگا؟''

''تم ذہین آدمی ہو۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔''تم جانتے ہو میرا ایک ہی بھائی ہے اور میں اسے ہر صورت سزائے موت سے بچانا چاہتا ہوں جب کہ نیکاٹ اسے سزائے موت دینا چاہتا ہے۔''

''جناب نیکاٹ نے خود کو اس مقدمے سے الگ کر لیا ہے۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''یہ صرف اس کا ایک حربہ ہے وہ موران کو سزائے موت دینا چاہتا ہے اور خود اس الزام سے بچنا چاہتا ہے۔''

''اگر جناب نیکاٹ نے یہ فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔''

''تم اس سے یہ فیصلہ تبدیل کرا سکتے ہو کیونکہ وہ تم کو بہت مانتا ہے۔''

''یہ آپ کی خوش فہمی ہے ورنہ میرا جناب نیکاٹ پر کوئی زور نہیں ہے اور وہ اپنے سارے فیصلے خود کرتے ہیں۔''

''تم کوشش تو کر سکتے ہو۔'' اس نے اصرار کیا۔

میں ہنسا۔''جناب آپ یہاں کے مہا پجاری ہیں جب آپ اپنے بھائی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔''

''تم کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔''موران میرا بھائی ہے اور اسی وجہ سے میں کھل کر اس کی حمایت نہیں کر سکتا ہوں۔''

''یہی مجبوری میرے ساتھ بھی ہے میں ایک باہر کا آدمی ہوں اور یہاں کے کسی معاملے میں دخل دینا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔'' میں نے اسے اس کے الفاظ یاد دلائے۔

اور گان کھسیا گیا تھا۔ وہ کچھ دیر چپ بیٹھا رہا تھا پھر اچانک اٹھ کر کمرے سے نکل گیا تھا مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں گیا تھا مگر جب اسے گئے خاصی دیر ہوگئی تو مجھے خطرے کا احساس ہونے لگا تھا میں اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تھا

کہ پردہ ہلا اور کوئی تیزی سے اندر آیا میں آنے والے کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا وہ سامیرا تھی اور اس کا حلیہ ہی بدل گیا تھا۔ اس نے ریشم جیسا لبادہ پہن رکھا تھا جو اس کے بدن پر یوں ڈھلک رہا تھا کہ ایک ایک نقش واضح ہو گیا تھا میں نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں تھیں وہ پوری طرح مستور تھی مگر نہ جانے کیوں وہ بے حجاب لگ رہی تھی۔ وہ چند لمحے ساکت کھڑی رہی پھر اس نے کہا۔ ''کیا میں تم کو اچھی نہیں لگ رہی؟''

''اس وقت نہیں لگ رہی ہو۔'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''کیوں؟'' اس نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ ''آؤ میرے ساتھ۔''

میں اس کے ساتھ کھنچا چلا گیا تھا وہ مجھے ایک سجی سنوری خواب گاہ میں لائی تھی میں گھبرا گیا تھا۔ ''تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟''

اس نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔ ''تم نہیں جانتے...... یہ سب تمہاری خواہش پر تو ہو رہا ہے۔''

''میری خواہش پر۔'' میں دنگ رہ گیا تھا۔ ''لیکن میں نے تو ایسی کوئی خواہش نہیں کی تھی۔''

اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ ''تم نے بابا سے نہیں کہا کہ تم صرف میری بات مانو گے۔''

اس کی بات ذرا دیر سے میری سمجھ میں آئی تھی اور جب آئی تھی تو مارے اشتعال کے میرا خون کھنچ کر سر میں آنے لگا تھا۔ ''اورگان۔'' میں نے چلا کر کہا۔ ''تم نے مجھے اتنا بے غیرت سمجھا ہوا ہے۔''

میں باہر جانے لگا تو سامیرا میرے ہاتھ سے لپٹ گئی تھی۔ ''تم نہیں جاؤ گے۔''

میں رک گیا۔ ''مجھے اورگان سے یہ امید نہیں تھی مگر شاید یہ منصب ہی ایسا ہے کہ اس میں سب سے پہلے آدمی اپنی غیرت قربان کرتا ہے۔''

سامیرا رونے لگی تھی۔ ''وہ بھی مجبور ہیں۔ اپنے بھائی سے محبت کرتے ہیں۔''

''اس کے لیے اپنی بیٹی کی عزت قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''وہ بھی ایسے بھائی کے لیے جسے موقع ملتا تو وہ تم سب کو اپنے مفاد پر قربان کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کرتا۔''

''بابا کو اس وقت صرف اپنا بھائی یاد ہے۔''

''سامیرا انہوں نے بہت بڑی زیادتی کی ہے تمہارے لیے میرے دل میں جو تقدس ہے اسے انہوں نے برباد کرنے کی کوشش کی ہے میں ان کو کبھی معاف نہیں کروں گا اور ان کو بتا دینا کہ ابھی تک میں غیر جانبدار تھا مگر اب میں موران کو سزائے موت دلانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔''

سامیرا نے مجھے روکنے کی کوشش کی مگر میں وہاں سے نکل آیا۔ اورگان اتنا گر جائے گا میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ بھائی کو بچانے کے لیے اس نے بیٹی کی حرمت قربان کر دی تھی۔ اس وقت میرا غصے سے برا حال تھا اور اگر اورگان میرے سامنے ہوتا تو میں اس کے منہ پر تھپڑ مارنے سے بھی گریز نہ کرتا۔ اس کے بعد اورگان نے مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور جب میں نے سنا کہ وہ معبد چلا گیا تھا تو میں نے سکون کا سانس لیا تھا۔

اسی شام میں نیکاٹ سے ملا اور اس پر زور دیا کہ وہ موران کا فیصلہ جلد از جلد کرائے۔ میں نے اس سے کہا۔

''جناب اس معاملے میں جتنی تاخیر کی جائے گی سازشیوں کو سر اٹھانے کا پھر سے موقع ملے گا۔''

''کن سازشیوں کو؟'' وہ چونک گیا تھا۔

''پہلے بھی ایک ہی طرف سے بغاوت ہوئی تھی اب بھی اسی طرف سے امکان ہے۔''

''تمہارا اشارہ معبد کی طرف ہے؟''

''بالکل اور کس طرف سے بغاوت ہوئی تھی۔'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔ ''اورگان اپنے بھائی کو بچانے کے لیے دیوانہ ہو رہا ہے اور دیوانے سے کسی بھی بات کی توقع کی جا سکتی ہے۔''

''تم نے ٹھیک کہا ہے۔ امید ہے کل تک کمیٹی اس کا فیصلہ کر لے گی۔''

''اور فیصلہ وہی ہو گا جو آپ اور دوسرے بہت سارے لوگ چاہتے ہیں؟'' میں نے آہستہ سے پوچھا۔

نیکاٹ مسکرانے لگا۔ ''تم جانتے ہو حکمرانوں کو بعض فیصلے ذرا ڈھکے چھپے انداز میں کرنے ہوتے ہیں۔''

''میں پھر آپ سے کہوں گا کہ معبد کی طرف سے ہوشیار رہیں اور اس معاملے میں میرا ایک مشورہ ہے۔''

''وہ کیا؟''

''آپ معبد کے محافظوں کا دستہ ریاست کی طرف سے مقرر کریں اور یہ ریاست کے کسی افسر کے ماتحت کام کریں۔ آپ کے علم میں ہو گا بغاوت میں سب سے سرگرم حصہ معبد کے محافظوں نے لیا تھا۔ قتل و غارت گری کے سارے کام انہوں نے کیے تھے۔''

''ہاں یہ اچھا مشورہ ہے۔ ابھی تو معبد کے سارے محافظ گرفتار ہیں اور ریاست کے محافظ ہی وہاں تعینات ہیں لیکن اس کام کو مستقل کرنے کے لیے ابھی مجھے پورے ریاستی ڈھانچے کو از سر نو تشکیل دینا ہو گا۔''

موران کے انجام کے بارے میں جان کر مجھے خوشی ہوئی تھی وہ شخص اسی لائق تھا۔ وہ زندہ رہتا تو مجھ سمیت کتنے ہی بے گناہوں کے سر پر اس کے خطرے کی تلوار مستقل لٹکی رہتی۔ نیکاٹ نے یقین سے کہا تھا کہ کل تک یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں اب اپنے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں یہاں سے کس طرح نکلوں۔ اورگان کی پیش کش میں اس کے منہ پر مار ہی چکا تھا اور اب مجھے چھپ کر یہاں سے نکلنا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ وادی کے اوپر جانے کا راستہ ان بھول بھلیوں میں تھا جہاں سے اورگان ہم کو معبد کے اندر لے گیا تھا اور جس سرنگ سے میں نے ولیم اور ایلن کا تعاقب کیا تھا وہ عین اس راستے پر جا کر نکل رہی تھی۔ مگر اس کا استعمال ممکن نہیں تھا مجھے یقین تھا کہ اورگان اسے بند کرا دے گا یا اس کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہو گی۔ اسی طرح اگر میں از خود ان چٹانی بھول بھلیوں تک پہنچ جاتا تب بھی میرے لیے اوپر جانے کا راستہ تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔ کیونکہ مجھے یاد تھا جس راستے سے اورگان ہم کو معبد میں لایا تھا۔ ہم بہت احتیاط سے سفر کرنے کے باوجود صرف نصف گھنٹے میں معبد کے اندر پہنچ گئے تھے۔ جب کہ جس سرنگ سے ولیم اور ایلن فرار ہوئے تھے اس میں پورے آدھے گھنٹے تک تیز رفتاری سے دوڑنے کے بعد دوسرا سرا آیا تھا اور جہاں سرنگ نکلی تھی اس سے کچھ ہی دور اوپر جانے والا راستہ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ بھول بھلیاں بہت بڑے رقبے پر پھیلی تھیں اور اوپر جانے کا راستہ ان کے آخری سرے میں تھا اگر کوئی شروع سے ان میں داخل ہو کر آخر تک جانے کی کوشش کرے تو اسے بہت مشکل ہو گی کیونکہ ان میں راستہ تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس میں بہت وقت لگ سکتا تھا جب کہ فرار کی صورت میں میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا۔ میرے فرار سے آگاہ ہوتے ہی یہ لوگ اوپر جانے والے راستے پر پہرے لگا دیتے اور میں بہت آرام سے پکڑا جاتا۔ اس لیے ضروری تھا کہ میں فرار کی درست کوشش کروں مجھے راستے کا علم ہو اور میں

دوسروں کے ہوشیار ہونے سے پہلے نکل جاؤں۔

مجھے معلوم تھا کہ اب اورگان کی طرف سے مجھے سخت ترین مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اس کی کوشش ہوگی کہ مجھے ہر طریقے سے زک پہنچائے اور مجھے ریاست کی نظر میں معتوب کر دے۔ میری مخالفت میں جو کردار پہلے موران ادا کر رہا تھا اب وہی کردار اورگان نے سنبھال لیا تھا۔ مجھے ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا تھا میری ذرا سی کوتاہی مجھے پھر پس زندان کر دیتی۔

اگلے دن نیکاٹ کے دربار میں کمیٹی اپنا فیصلہ سنانے والی تھی اس نے موران اور دوسرے ملزموں سے پوچھ گچھ کی کارروائی مکمل کر لی تھی۔ جب دربار شروع ہوا تو سب وہاں موجود تھے بلکہ ریاست کے انتظام سے وابستہ ہر شخص ہی تھا اور سب کو اس مقدمے سے دلچسپی تھی۔ ہال مکمل طور پر بھرا ہوا تھا اور بہت سارے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ کمیٹی کا سربراہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر نیکاٹ سے بات کرنے کی اجازت مانگی جو نیکاٹ نے سر ہلا کر دے دی۔ پھر بوڑھے نے ہماری طرف منہ کیا۔

''جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں یہ ایک بہت مشکل مقدمہ تھا جس میں آرگون کے دوسرے معزز ترین منصب کے حامل شخص کو ملزم کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ مہا پجاری کا منصب اب اگرچہ موران کے پاس نہیں ہے اور تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ وہ اس منصب کے ضروری علوم سے ناواقف تھا۔ پھر اس نے باہر سے آنے والوں کے بہکاوے میں آ کر ریاست کے خلاف سازش کی اور اقتدار پر قبضہ کر لیا اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات ہے کہ موران کے اشارے پر باغیوں نے ریاست کے تمام حکام کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان کے ساتھ ریاست کے بے شمار عام لوگوں کا بھی قتلِ عام ہوا اور ان کے گھر جلا دیئے گئے تھے۔''

بوڑھے نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا اور ایک طرف کھڑے موران کی طرف دیکھا۔ ''کمیٹی نے موران سے اس کی بے گناہی کے بارے میں وضاحت مانگی مگر وہ ہمیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا تھا۔ اس نے مقدمے کی کارروائی کے دوران نہایت نامناسب طرزِ عمل اختیار کیا اور ہم سے کسی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا۔ اس نے باہر سے آنے والوں کو ریاست اور معبد کے نہایت خفیہ راز بتا دیئے جو کسی سنگین غداری سے کم نہیں ہے۔''

بوڑھے کی تقریر طویل ہوتی جا رہی تھی مگر اس میں لفاظی زیادہ تھی اور اس کے انداز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایک طے شدہ فیصلہ سنا رہا ہے اس کا انداز انگریزوں کی عدالتوں سے مختلف نہیں تھا جو لکھے ہوئے فیصلے سناتی تھیں۔ آخر میں اس نے فیصلہ سنایا۔ ''ان تمام شواہد اور ثبوتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کمیٹی نے موران، اس کے نائب آسر اور چار دوسرے اہم مجرمان کو سزائے موت دی ہے اس پر فوری عمل درآمد ہوگا۔''

''یہ ناانصافی ہے۔'' اورگان بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

''معزز مہا پجاری۔'' نیکاٹ نے سخت لہجے میں کہا۔ ''ایسی بات کر کے اپنے عہدے کے تقدس کو پامال مت کریں۔ آپ کسی کے بھائی بعد میں ہیں پہلے مہا پجاری ہیں۔''

''عزت مآب۔'' اورگان نے اپنی حیثیت بھلا کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''میں درخواست کرتا ہوں کہ میرے بھائی کو معاف کر دیا جائے بے شک اسے ساری عمر قید رکھا جائے مگر سزائے موت نہ دی جائے۔''

''مہا پجاری آپ جذباتی ہو رہے ہیں۔'' اس بار نیکاٹ نے نرمی سے کہا۔ ''میں نے پہلے بھی کہا تھا کمیٹ جو فیصلہ کرے گی مجھے قبول ہوگا اور ریاست کی طرف سے اس میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ کمیٹی کے ارکا کے انتخاب میں آپ کا مشورہ بھی شامل تھا۔''

''میں جانتا ہوں۔'' اورگان کا لہجہ مضطرب تھا۔ ''میں عزت مآب کی نیت پر شک نہیں کر رہا مگر میں جا ہوں آرگون کے حاکم کی حیثیت سے آپ کسی بھی مجرم کو معاف کر سکتے ہیں۔''

''بے شک ایسا ہی ہے۔ مگر یہ کمیٹی بنا کر میں نے اپنا اختیار خود ہی ختم کر دیا ہے۔'' نیکاٹ نے چالا سے جواب دیا۔ ''اس لیے اب کمیٹی نے جو فیصلہ دیا ہے اسے ہی حتمی سمجھا جائے۔''

اورگان کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر پھر اس نے خود پر قابو پا لیا۔ میں نے نوٹ کیا کہ موران عجیب سی نظر وا سے اپنے بھائی کو دیکھ رہا تھا شاید اسے توقع نہیں تھی کہ اورگان اس کے لیے اتنا جذباتی بھی ہو سکتا ہے۔ اس۔ کہا۔ ''اورگان تم بے کار کی کوشش کر رہے ہو یہ لوگ مجھے موت کی سزا دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔''

''اچھا اس فیصلے پر عمل درآمد کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔'' اورگان نے دوسری درخواست کی

''نہیں۔'' نیکاٹ نے صاف انکار کر دیا۔ ''کمیٹی نے کہا ہے سزا پر فوری عمل درآمد ہوگا۔''

''میرے بھائی ان سے میرے لیے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' موران نے پھر کہا۔ ''مجھے معلو ہے میں آج کا دن ڈھلتے نہیں دیکھ سکوں گا۔''

فیصلے کے بعد دربار ختم کر دیا گیا تھا اور موران اور اس کے ساتھیوں کو سخت پہرے میں قید خانے روانہ دیا گیا تھا۔ اورگان بہت فکر مند اور دکھی نظر آ رہا تھا اس نے سمجھ لیا تھا کہ موران کو کسی صورت معاف نہیں کیا جا سک ہے اور اس کی موت کا فیصلہ اصل میں نیکاٹ نے کر دیا تھا اس لیے کمیٹی نے صرف اس فیصلے پر صاد کیا تھا۔ میر نے فوج کے نئے سربراہ سے موران کو دی جانے والی سزا کے بارے میں پوچھا۔ اس نے جواب دیا۔

''ہمارے ہاں مجرموں کو پھانسی دی جاتی ہے۔''

''کیا ان کو سزا سب کے سامنے دی جائے گی؟''

''نہیں سزا قید خانے کی عمارت میں دی جاتی ہے اور صرف متعلقہ لوگوں کے سامنے دی جاتی ہے۔''

''کیا میں سزا کا منظر دیکھ سکتا ہوں؟''

''کیوں نہیں جناب آپ عزت مآب کے مشیر ہیں۔'' اس نے ادب سے کہا۔ ''آپ کو کسی اجازت ک ضرورت نہیں ہے۔''

''سزا کس وقت دی جائے گی؟''

''دن ڈھلنے سے ذرا پہلے۔''

میں نے فیصلہ کیا کہ میں سزا دیکھنے جاؤں گا۔ نیکاٹ مصروف تھا اس لیے میں شہر کی سیر کے لیے نکل گیا جہاں تعمیرِ نو کا کام تیزی سے جاری تھی اور جلائے جانے والے گھر پھر سے تعمیر ہو رہے تھے ان لوگوں کا معاشر نظام بہت مضبوط تھا۔ لوگ بھی دوسروں کی مدد کر رہے تھے اور جو بے گھر ہوئے تھے ان کو اپنے گھر میں رکھا تھا۔ ایک دن میں بغاوت کے دوران ہونے والی تباہی کے آثار بڑی حد تک صاف کر دیئے گئے تھے۔ بغاو

ہ جرم میں کوئی چار سو افراد گرفتار ہوئے تھے اور اتنے ہی باغی مارے گئے تھے۔ دونوں طرف سے ملا کر کوئی ایک
ہزار افراد مارے گئے تھے اور یہ سب ولیم شا کے قدموں کی نحوست تھی اگر خدانا خواستہ یہ بغاوت کامیاب ہو جاتی
تو اور کتنا خون بہتا اس کا حساب ممکن نہیں ہے۔ اس جگہ کی آبادی میرے اندازے کے مطابق تیس پینتیس ہزار
سے زیادہ نہیں تھی۔ اور اتنی آبادی میں سے ایک ہزار افراد کی کمی معمولی نہیں تھی ان کا بہت بڑا نقصان ہوا تھا۔
مارے جانے والوں میں اکثر قابل لوگ تھے اور وہی اس وادی کا نظام چلاتے تھے۔ ان کی کمی سے نظام میں
خرابی آ سکتی تھی۔

میں شام کے وقت اس عمارت میں پہنچا جو قید خانہ تھی اور میں بھی کچھ عرصے یہاں قید رہا تھا۔ عمارت کے
عملی صحن میں ایک طرف لکڑی کے کھمبوں سے رسیاں باندھی جا رہی تھیں اور وہاں غیر معمولی گہما گہمی تھی۔ ظاہر
ہے جن لوگوں کو پھانسی دی جانے والی تھی وہ وادی کے اہم ترین لوگ تھے اور کل تک یہاں کے حکمران بھی تھے۔
مہا پجاری تھے۔ اور اب ان کو بغاوت کے جرم میں سزائے موت دی جا رہی تھی۔ سزائے موت پانے والوں کی
تعداد دس تھی ان میں موران کے قریبی ساتھی شامل تھے۔ کل تک یہ کتنے بلند عزائم رکھتے تھے اور آج بے بسی سے
موت کے سامنے پھینکے جانے والے تھے۔

کچھ دیر بعد وہاں نیکاٹ اور اس کے رفقا بھی آ گئے تھے۔ ان کے آتے ہی مجرموں کو بھی لایا گیا تھا میں
نے دیکھا کہ ایک طرف اورگان بھی موجود تھا وہ بھائی کو پھانسی پاتے دیکھنے آیا تھا۔ موران کی حالت خراب تھی اور
اس کے نائب آسر کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔
ان کو دو دو سپاہی بازوؤں سے پکڑ کر پھانسی گھاٹ تک لائے تھے۔ سب سے پہلے موران کے گلے میں پھندہ ڈالا
گیا تھا۔ اس کے چہرے پر نقاب پہنا دیا تھا اس کے بعد آسر کے ساتھ یہی سلوک کیا تو وہ بلند آواز سے چیخنے
چلانے لگا تھا۔ مگر جلاد اس کی پروا کیے بغیر اپنے کام میں مگن رہے تھے۔ سب مجرموں کو پھندہ ڈالنے اور نقاب
پہنانے کے بعد جیسے ہی فوج کے سربراہ نے اشارہ کیا جلاد نے ایک لیور کھینچ لیا اور ان سب کے پیروں سے تختے
نکل گئے تھے اور وہ فضاء میں جھولنے لگے۔ میں نے دیکھا وہاں سب بہت خوش تھے سوائے اورگان کے۔ اس
نے شدت غم سے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

''ان سب کی لاشیں رات کی تاریکی میں کسی ایسی جگہ دفنا دی جائیں جس کا علم کسی کو نہ ہو۔'' نیکاٹ نے
حکم دیا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد لاشیں رسیوں سے اتاری جانے لگی تھیں۔ نہ جانے کیوں
میرا دل بوجھل ہو گیا تھا۔ یہ سب خود غرض اور مفاد پرست لوگ تھے۔ جنھوں نے ہوس اقتدار پر ہزار سے زائد
افراد قربان کر دیئے تھے۔ یہ میری جان کے بھی درپے تھے۔ اس کے باوجود میں ان کی موت پر اداس تھا۔ میں
اورگان کے پاس آیا تھا۔ میں نے اس سے افسوس کیا تھا۔

''مجھے موران اور اس کے ساتھیوں کے مرنے کا دکھ ہوا ہے۔''

''یہاں سے چلے جاؤ۔'' اس نے گھٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارے دکھ کا احساس ہے۔'' میں نے جواب دیا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔ میں پیدل ہی نیکاٹ
کے محل کی طرف روانہ تھا کیونکہ شہر کی حد تک کسی سواری کے استعمال کا رواج نہیں تھا۔ بیل گاڑی بھی صرف طویل

سفروں کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ اور شہر بھی کوئی بہت بڑا نہیں تھا بلکہ صرف دو میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا تھا آدمی پندرہ منٹ میں ایک سرے سے دوسرے تک پہنچ جاتا تھا۔ اس کے لیے بیل گاڑی کا استعمال بے کار تھا کیونکہ شہر کے ہجوم میں اس سُست سواری کی رفتار اتنی کم ہو جاتی کہ انسان پیدل اس سے زیادہ تیزی سے سفر کر سکتا ہے۔ عام آدمی سے لے کر نیکاٹ تک سب پیدل ہی سفر کرتے تھے۔ رات کے وقت شہر کی گلیاں سنسان ہو جاتی تھیں اور ان دنوں تو ویسے ہی شہر دہشت کی لپیٹ میں تھا۔ لوگ سرِ شام ہی گھروں میں گھس جاتے تھے۔ میں ایک ویران گلی سے گزر رہا تھا کہ اچانک ہی کچھ افراد مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ایک نے مجھے دھکا دے کر گرایا اور اس سے پہلے کہ میں اٹھتا میرے سر پر کوئی سخت چیز لگی اور میں فوراً ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میرے ساتھ ایسی کوئی حرکت ہو گی اس لیے میں مار کھا گیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک تنگ اور تاریک جگہ بندھا پڑا تھا اور میرے منہ پر بھی کپڑا بندھا تھا۔ میں نے ہلنے کی کوشش کی مگر باندھنے والوں نے اتنی سختی سے باندھا تھا کہ ہلنے کی گنجائش بھی نہیں چھوڑی تھی۔ سر میں رہ رہ کر درد کی موج اٹھتی تھی اور میرا دماغ شل سا ہو جاتا تھا وار کرنے والے نے بڑی بے دردی سے وار کیا تھا۔ جب درد کی شدت میں کسی قدر کمی آئی تو میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا جنہوں نے مجھے اس حال تک پہنچایا تھا۔ مجھے ایک فی صد بھی شبہ نہیں تھا کہ یہ کام کرنے والے موران کے ہمدرد تھے مگر وہ کون تھے میں اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیا یہ کام اورگان کے ایما پر ہوا تھا یا پھر اس کے پیچھے کوئی اور تھا؟ اس کا جواب آنے والا وقت ہی دے سکتا تھا۔ اطمینان کی بات تھی کہ یہ کام کرنے والے فوری طور پر میری جان لینے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ ورنہ مجھے دوسری دنیا میں ہوش آتا۔ فی الحال وہ مجھے زندہ رکھنا چاہتے تھے ورنہ اتنی زحمت نہ کرتے اور وہیں مار کر ڈال دیتے۔ میرا اندازہ تھا کہ مجھے بے ہوش ہوئے کوئی تین سے چار گھنٹے گزر چکے تھے اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کہاں تھا۔ شہر میں یا شہر سے باہر۔

میں بے بسی سے سوائے انتظار کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وقت گزرتا رہا سر کی تکلیف میں خاصی کمی آئی تھی مگر ہاتھ پیروں میں خون کی روانی رکنے سے درد شروع ہو گیا تھا مجھے ہوش میں بھی آئے ہوئے خاصی دیر ہو گئی تھی۔ ابھی تک کسی نے بھی میری خبر نہیں لی تھی اور منہ پر کپڑا بندھا ہونے کی وجہ سے میں کسی کو شور کر کے بھی متوجہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے صبر سے انتظار کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ خدا خدا کر کے آہٹ ہوئی تھی اور ایک طرف سے روشنی نمودار ہوئی۔ ایک شخص اندر آیا تھا۔ اس نے پجاریوں جیسا لباس پہن رکھا تھا اور ایک ٹرے اٹھا رکھی تھی۔ اس نے میرے پاس بیٹھ کر میرے منہ سے کپڑا ہٹایا اور بولا۔

''تمہارے لیے کھانا ہے۔''

''میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟'' میں نے منہ کھلتے ہی پوچھا۔

''میں نہیں بتا سکتا۔ میں تم کو کھانا کھلانے آیا ہوں۔'' اس نے سوپ کا پیالہ میرے منہ سے لگا دیا تھا اس لیے مجھے مجبوراً پینا پڑا تھا۔ وہ پجاری تھا اس کا مطلب تھا کہ میں معبد میں تھا اور میرے ساتھ ہونے والی واردات میں اورگان کا ہاتھ بھی ہو سکتا تھا۔ مگر یہ ضروری نہیں تھا کیونکہ پجاریوں میں لازمی طور پر موران کے ہمدرد بھی شامل تھے اور وہ بھی انتقام کے لیے مجھے اغوا کر سکتے تھے۔

''مجھے کس نے اغوا کرایا ہے۔'' میں نے منہ سے پیالہ ہٹتے ہی کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' اس نے پیالہ واپس ٹرے میں رکھا۔

''میں معبد میں ہوں؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' اس نے ٹرے اٹھا کر دروازے کا رخ کیا۔

''سنو'' میں نے چلا کر کہا۔ ''میں عزت مآب نیکاٹ کا مشیر ہوں اور مجھے اغوا کرنے والوں کا وہی حال ہوگا جو موران اور اس کے ساتھیوں کا ہوا ہے۔''

لیکن میری یہ دھمکی بھی رائیگاں گئی تھی۔ وہ بنا جواب دیئے دروازہ بند کر کے چلا گیا تھا۔ اس نے اتنا کرم کیا تھا کہ میرا منہ نہیں بند کیا تھا۔ اس کو دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اس معاملے میں پجاری ملوث ہیں اور شاید میں معبد میں تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ مجھے مارنا چاہتے تو اس طرح بند کر کے رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے کوئی بچانے والا نہیں تھا سوائے خدا کے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ مجھے ابھی زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ غالباً زیادہ عبرت ناک اور اذیت ناک انداز سے مارنے کے لیے۔ اس طرح قید کر کر رکھنے والوں سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اب میرے ہاتھ پاؤں سن ہونا شروع ہو گئے تھے اور مجھے کھول بھی دیا جاتا تو میں بہت دیر تک حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ تکلیف اتنی بڑھ گئی تھی کہ میں سو بھی نہیں سکتا تھا ورنہ سو جاتا۔

نہ جانے کتنی دیر گزر گئی اور ایک بار پھر وہی پجاری آیا تھا اس نے ٹرے اٹھا رکھی تھی میں نے اس سے کہا۔

''مجھے کھول دو ورنہ میں بندھے بندھے مر جاؤں گا۔''

''میں تمہیں کھول نہیں سکتا۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''مجھے حاجت محسوس ہو رہی ہے۔'' میں نے زور دے کر کہا۔ ''کیا میں اسی طرح کر لوں۔''

''میں تمہیں نہیں کھول سکتا۔''

''تب یہ کھانا بھی لے کر دفع ہو جاؤ'' میں بھنا گیا تھا۔ ''مجھے کھانا نہیں کھانا ہے۔''

اس نے پہلے کی طرح سوپ کا پیالہ میرے منہ سے لگانے کی کوشش کی مگر میں نے جھٹکے سے منہ مار کر اسے گرا دیا۔ اس پر پجاری نے اپنی زبان میں مجھے چند گالیوں سے نوازہ اور پیالہ اٹھا کر چلا گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ نہیں آئے گا مگر وہ کچھ دیر بعد آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چاقو تھا۔ میں چاقو دیکھ کر بدکا مگر اس نے صرف پاؤں اور ہاتھ کی رسیاں کاٹنے پر اکتفا کیا تھا اور ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''اس طرف ایک سوراخ ہے اس میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاؤ۔''

اس کے جانے کے بعد میں تھوڑی حرکت کرنے کے قابل ہوا تھا۔ میں نے اٹھ کر سوراخ کا معائنہ کیا اس سے بو آ رہی تھی مگر یہ قابلِ برداشت تھی یعنی اس سوراخ کے راستے گند کہیں نکل جاتی تھی۔ ہاتھ پاؤں کھلے تو تکلیف کم ہوئی تھی۔ تو اب بھوک نے پریشان کرنا شروع کر دیا تھا اور اس سے بھی زیادہ فکر یہ تھی کہ میں کن لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہ رہے تھے۔ اس کے بعد کوئی نہیں آیا تھا۔ میں رسیوں کی قید سے نجات حاصل کرنے کے بعد سو گیا۔ مستقل بھاگ دوڑ اور سر پر لگنے والی ضرب کی وجہ سے میرا جسم

آرام کا طلب گار تھا اس لیے میں سو گیا۔

کسی وقت وہ لوگ اندر آئے تھے اور انہوں نے اچانک میرے چہرے پر کپڑا ڈال کر مجھے جکڑ لیا و
سے کم چار لوگ تھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ پاؤں قابو کر کے مجھے اوپر اٹھا لیا تھا اور ہوا میں معلق کر کے ا
ساتھ لے جانے لگے میں مچل رہا تھا۔ مگر ان کی گرفت اتنی سخت تھی کہ میں صرف مچل سکتا تھا خود کو چھڑا نہیں
تھا۔ اس لیے گالیاں دینے لگا مگر ان پر بے کار تھیں کیونکہ وہ میری زبان سمجھتے نہیں تھے اور ان کی زبان کی گالیا
مجھے آتی نہیں تھیں۔

وہ بہت دیر تک مجھے اسی طرح ہوا میں معلق کر کے چلتے رہے تھے میں نے مزاحمت ترک کر دی اور یہ سمج
کی کوشش کرنے لگا کہ وہ مجھے کہاں لے جا رہے تھے۔ وہ مجھے کھلی فضاء میں لے آئے تھے۔ اس کا احساس مج
ہوا کی تازگی سے ہوا تھا۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ مجھے لے جانے والے چار افراد کے ساتھ ایک فرد اور
تھا۔ ساتھ ہی کوئی اور بھی مانوس چیز تھی مگر اس وقت وہ میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ وہ سب بالکل خامو
تھے۔ خاصی دیر چلنے کے بعد وہ کسی جگہ رکے اور مجھے زمین پر ڈال دیا۔ میں اس وقت بھی بے بس تھا کیونکہ انہو
نے مجھے اپنی گرفت سے آزاد نہیں کیا تھا۔ پھر انہوں نے میرے ہاتھ پیر باندھنا شروع کیے۔ میں نے مزاحمہ
کی مگر اس بار بھی ناکام رہا تھا۔ اور انہوں نے بہت آسانی سے مجھے رسیوں سے جکڑ دیا تھا۔ جب میں بے بس
گیا تو انہوں نے مجھے آزاد کر دیا تھا۔ میں نے ان قدموں کی جاتی دھمک سنی تھی میں نے چلا کر کہا۔

''تم لوگ مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔''

ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ میں چلاتا رہ گیا اور وہ چلے گئے۔ سبزے کی خوشبو سے مجھے لگ
رہا تھا کہ میں جنگل میں ہوں اور یہاں جنگل میں خوفناک درندے پائے جاتے تھے۔ شاید جانے والے مج
درندوں کا نشانہ بننے کو چھوڑ کر گئے تھے۔ مایوس ہو کر میں ان کو گالیاں دینے لگا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ کو
میرے پاس تھا۔ اگرچہ مجھے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی مگر میری چھٹی حس نے خبردار کیا کہ کوئی پاس ہے۔

''یہاں کون ہے؟''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ایک آواز ابھری۔ ''تمہارے خیال میں کون ہو سکتا ہے۔''

''اورگان۔'' میرے منہ سے نکلا تھا۔ ''تم......''

اس نے میرے چہرے سے کپڑا نوچنے کے انداز میں اتار دیا تھا۔ ''ہاں میں۔''

''تم مجھے اغوا کرایا ہے؟'' میں نے ناقابلِ یقین لہجے میں کہا۔ ''کیا مہا پجاری بن کر تم بھی بدل گ
ہو۔''

''نہیں میں وہی ہوں بس تمہارے لیے بدل گیا ہوں۔''

''میں نے کیا کیا ہے۔''

''تم میرے بھائی کی موت کے ذمے دار ہو۔''

''تمہارا دماغ درست ہے۔'' میں نے غصے سے کہا۔ ''کیا میں نے اس سے کہا تھا کہ ولیم سے
جوڑ کر کے بغاوت کرے۔ میں نے صرف اس کے سامنے اپنی جان بچانے کی کوشش کی تھی۔ اسے اس کے جرا

کی سزا نیکاٹ کی قائم کی ہوئی کمیٹی نے دی تھی۔ میں اس میں شامل نہیں تھا۔"

"موران کی موت کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔ "نیکاٹ اور تم نے مل کر اس کی موت کا فیصلہ کیا تھا۔"

"یہ غلط ہے اگر اس کی موت کا فیصلہ کیا بھی گیا تھا تو وہ نیکاٹ نے کیا تھا میں نے نہیں۔"

"تم اس کے مشیر تھے۔" اس نے الزام دینے والے لہجے میں کہا۔ "تم نے اسے سزائے موت کا مشورہ دیا تھا۔"

"لیکن میں نے اسے موران کی موت کا مشورہ نہیں دیا تھا۔" میں نے تردید کی۔

"تم جھوٹ مت بولو۔ ایک آدمی نے خود سنا ہے۔ وہ میرا جاسوس ہے۔" اس نے کہا۔

"اس نے صرف جھوٹ کہا ہے اور شاید اس معاوضے کو حلال کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو تم اسے دے رہے تھے۔"

"اسے مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں تھی۔" اس نے جواب دیا۔ "موران کی موت کے ذمے دار تم ہو۔"

"نیکاٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ اس بھی موران کا قاتل ہے اور وقت آنے پر اسے بھی حساب دینا ہوگا۔" اورگان نے کہا۔ "ابھی تو تمہاری باری ہے۔"

"کیا مطلب؟" میرے جسم میں سرد سی لہر دوڑ گئی تھی۔

"یہ جنوبی جنگل کا ایک حصہ ہے جہاں سے گزر کر ہم معبد تک آئے تھے۔" اس نے اشارہ کیا۔ "تمہیں یاد ہوگا یہاں کون ہوتا ہے؟"

"یہاں ہارن پائے جاتے ہیں" میں نے کسمسا کر کہا۔

"ہاں......اور کچھ دیر میں کوئی نہ کوئی ہارن تمہاری بو سونگھتا ہوا آ جائے گا اور اس کے بعد......"

"تم میری لاش دیکھو گے۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے تم بچ جاؤ گے۔"

"تم نے شاید غور نہیں کیا ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا تھا۔ "میں نے وہی مشروب پی رکھا ہے۔"

میں نے غور کیا واقعی اس کے جسم سے بو آ رہی تھی۔ تب مجھے یاد آیا کہ راستے میں مجھے کون سی بات یاد آ رہی تھی۔ مجھے اٹھانے والوں کے جسم سے وہی مخصوص بو آ رہی تھی جو اورگان کا ایجاد کیا ہوا مشروب پینے سے آتی تھی۔ میرے اندر خوف کی لہر سی اٹھی تھی۔ ہارن اورگان کے تو قریب بھی نہ جاتے مگر میرا وہی حشر کرتے جو معبد کے ایک غریب محافظ کا کیا تھا۔

"اورگان میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ مجھ سے ایسا انتقام کیوں لے رہے ہو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" میں نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے میرا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ "یہ میرے بھائی کی آخری خواہش ہے جو میں پوری کر رہا ہوں۔"

''آخری خواہش؟''

''ہاں اس نے مرنے سے پہلے مجھ سے آخری ملاقات میں کہا تھا کہ اس کی آخری خواہش ہے کہ تم کو زندہ ہارن کے سامنے ڈال دیا جائے۔''

''تمہارا بھائی پاگل تھا۔'' میں نے چلا کر کہا۔ ''اور تم اس سے بڑے پاگل ہو۔''

اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ ''ممکن ہے ایسا ہی ہو، لیکن میں اپنے بھائی کی یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔''

''اس کے لیے مجھے معبد سے اتنی دور لانے کی کیا ضرورت تھی۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''معبد میں بھی تو ہارن موجود ہے۔ اس کے سامنے مجھے پھینک دیتے۔''

''وہاں یہ کام سب کے سامنے کرنا پڑتا اور نیکاٹ کو پتا چل جاتا اور میں ابھی اس سے بات بگاڑنا نہیں چاہتا ہوں۔''

''نیکاٹ کو پتا چل جائے گا۔''

''نہیں پتا چلے گا۔ ابھی تک اس کے آدمی تم کو تلاش کر رہے ہیں اور ان کا شبہ مجھ پر نہیں گیا ہے ورنہ معبد کی تلاشی بھی لی جاتی۔''

''وہ یہ کام کھلے عام نہیں کرے گا۔ وہ خاموشی سے دیکھے گا اور اس کو جاننے میں دیر نہیں لگے گی کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔''

''بے شک وہ جان جائے تب بھی مجھے اس کی سزا نہیں دے سکتا میں مہا پجاری ہوں اور مہا پجاری کو سزا نہیں دی جا سکتی ہے۔''

''موران کو بھی سزائے موت دی گئی تھی۔''

''اس وقت وہ مہا پجاری نہیں تھا۔'' اس نے وضاحت کی۔

''جب صاحب اقتدار کسی کو سزا دینا چاہتا ہے تو وہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکال لیتا ہے۔''

''لیکن میرے خلاف وہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ ابھی اس کی حکومت مستحکم نہیں ہے۔''

میں بلا وجہ اس سے بحث نہیں کر رہا تھا میں وقت گزار رہا تھا اور اپنی بچت کا کوئی راستہ تلاش کر رہا تھا۔ اورگان یہاں اکیلا تھا اور اگر میں کسی طرح اپنے ہاتھ کھول لیتا تو اس سے نمٹ سکتا تھا۔ میں ہاتھ رسیوں سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر باندھنے والوں نے اتنی سختی سے باندھا تھا کہ ذرا سی گنجائش بھی نہیں چھوڑی تھی۔ میں نے بات جاری رکھی۔

''ٹھیک ہے میں مانتا ہوں کہ میری خواہش تھی موران کو سزائے موت دی جائے۔ اگر چہ اسے سزا سنانے میں میرا براہِ راست ہاتھ نہیں ہے۔ مگر میرے خیال میں اسے درست طور پر سزائے موت سنائی گئی ہے وہ صرف اقتدار کا لالچی ہی نہیں بلکہ ذاتی طور پر بے حد گھٹیا انسان تھا اس نے سامیرا کے بارے میں مجھ سے ایک ایسی بات کی تھی جو میں تم کو بتا نہیں سکتا اور مجھے پورا یقین ہے اگر تم اس کے ہاتھ آ جاتے تو وہ تمہیں ہرگز نہیں چھوڑتا۔ وہ خاص علوم حاصل کر کے تم کو مروا دیتا اور اسے اتنا دکھ بھی نہ ہوتا جتنا کہ آدمی کو مکھی مرنے کا ہوتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' اس نے سر ہلایا۔ ''وہ میرا بھائی تھا۔ مجھ سے زیادہ اچھی طرح اسے کون جان سکتا ہے۔''

میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ ''اس کے باوجود تم اس کے پیچھے پاگل ہو رہے ہو۔''

''کچھ بھی سہی وہ میرا بھائی تھا۔'' اورگان کے پاس سو باتوں کا ایک ہی جواب تھا۔

''میرا ایسا بھائی ہوتا تو میں خود اسے گولی مار دیتا۔''

''گولی؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

''تمہارے تیر کمان جیسا ایک ہتھیار ہوتا ہے مگر یہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی حد بہت زیادہ ہوتی ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔ ''جب ولیم شا اپنی فوج لے کر آئے گا تو تم خود دیکھ لینا۔''

''وہ اب اس طرف نہیں آئے گا۔'' اورگان نے یقین سے کہا۔

''کیا وہ تم سے کوئی معاہدہ کر کے گیا ہے؟'' میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

''نہیں مگر میرا علم کہتا ہے اسے دوبارہ یہاں آنا نصیب نہیں ہوگا۔''

''کاش کہ تمہارا علم اس وقت بھی بتا دیتا جب وہ یہاں سے جا رہا تھا۔'' میں ہنسا۔

''تم شاید مذاق سمجھ رہے ہو۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''لیکن یہ حقیقت ہے جب میں نے اپنے علم سے معلوم کیا تو مجھے یہی جواب ملا تھا۔''

''اورگان میری ایک بات لکھ کر رکھ لو۔ میرے پاس علم نہیں ہے مگر میں اس قوم کا مزاج جانتا ہوں۔ اگر ولیم شا نہیں آیا تب بھی کوئی دوسرا ضرور آئے گا یہ وادی زیادہ دن دنیا کی نظروں سے چھپی نہیں رہے گی۔ تم لوگوں کو باہر کی کسی نہ کسی طاقت کے سامنے جھکنا پڑے گا۔''

''ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔'' اس کے لہجے میں یقین تھا۔ ''کیونکہ یہ عام وادی نہیں ہے۔ قدرت نے اسے پوشیدہ رہنے کے لیے بنایا ہے۔''

''یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ قدرت کے قوانین سب کے لیے ایک ہوتے ہیں۔ فطرت کے سامنے سب ایک ہوتے ہیں کوئی خاص یا عام نہیں ہوتا ہے۔''

''اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''ابھی تمہارے پاس کچھ وقت ہے بہتر ہے اپنے عقیدے کے مطابق کوئی دعا مانگ لو۔''

''تم اس کی فکر مت کرو۔''

اورگان مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا اس نے حسبِ معمول مہا پجاری کا سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں پجاری کا اعصاء تھا۔ مجھے سامیرا کا خیال آیا۔

''کیا تمہاری بیٹی کو معلوم ہے کہ اس کا باپ اپنے بھائی کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے اور وہ جو انسانیت کے نام نہاد دعوے کیا کرتا تھا وہ مہا پجاری بنتے ہی بھول گیا۔''

''میں کچھ نہیں بھولا اور نہ بدلا ہوں۔ بس تمہارے معاملے میں اپنے اصول بدلے ہیں۔''

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے تم سفاکی کی جس راہ پر چل نکلے ہو اس میں کوئی بھی چیز حرفِ آخر نہیں ہوتی ہے۔

تم جلد اپنی سفاکی سے کام لینے پر مجبور ہو جاؤ گے پھر اس کے عادی ہو جاؤ گے اور آخر میں موران کے درجے تک پہنچ جاؤ گے جب تم کو کسی کو تکلیف دے کر خوشی ہوا کرے گی۔"

وہ چپ رہا اس کے انداز سے نہیں لگ رہا تھا کہ اس پر میری بات کا کوئی اثر ہوا ہے۔ بندھے میرے ہاتھوں میں درد ہونے لگا تھا۔ چپ رہنے سے تکلیف کا احساس زیادہ ہونے لگا تھا اس لیے میں پھر بول اٹھا۔ "اورگان جس شخص کو تم نے یقینی موت مرنے سے بچا لیا اب اسے اتنے اذیت ناک طریقے سے مارتے ہوئے تمہارا ضمیر ملامت نہیں کر رہا ہے؟"

"میں صرف اپنے بھائی کی آخری خواہش پوری کر رہا ہوں۔"

میں نے دل ہی دل میں اس کے بھائی اور اس کی آخری خواہش کی شان میں شاندار گالیاں تخلیق کیں۔ اور منہ سے بولا۔ "ابھی تک کوئی ہارن نہیں آیا میرا انتظار طویل ہوتا جا رہا ہے۔"

"آئے گا۔ ابھی دن ہے یہ رات کو چرنے کے لیے نکلتے ہیں۔"

"چرنے کے لیے۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "یہ گوشت خور نہیں ہیں؟"

"نہیں یہ سبزہ کھاتے ہیں بعض طرح کے پتے اور کچھ خاص پھل ان کی خوراک ہیں۔ سردیوں میں یہ مرجھا جانے والے پودوں کی جڑیں نکال کر کھاتے ہیں۔"

"اس پر بھی اتنے بڑے ہوتے ہیں۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے سبزی خور ہمیشہ بڑے ہی ہوتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

اسی لمحے ایک بھیانک غراہٹ سنائی دی تھی۔ اسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ آس پاس کوئی ہارن تھا۔ اورگان بھی سنبھل کر بیٹھ گیا تھا حالانکہ اس نے خاص مشروب پیا تھا اور اس کے پاس سے آتی بو کسی بھی جانور کو اس کے پاس آنے سے روکنے کے لیے کافی تھی۔ اس کے باوجود اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں تھے۔ مجھے ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور ایک ہارن ہلکی چال چلتا میرے سامنے آیا اس نے غور سے مجھے دیکھا اور پھر نتھنے پھیلا کر سونگھنے لگا اسے ناگوار بو محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے اورگان کو بھی دیکھ لیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بو کس کے پاس سے آ رہی ہے۔ وہ مجھے نظر انداز کر کے اورگان کی طرف بڑھا تو وہ اپنا اعصاب سنبھال کے کھڑا ہو گیا۔ مگر ہارن اس کے پاس جانے سے پہلے رک گیا غالباً اسے احساس ہو گیا تھا کہ ناگوار بو کس کے پاس سے آ رہی تھی

میں دہشت کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا اور میرا رواں رواں لرز رہا تھا۔ کچھ دیر وہ ساکت کھڑا رہا تھا پھر پلٹ کر میری طرف آیا۔ اچانک ہی اورگان نے بھاگنا شروع کیا اور لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ شاید وہ مجھے مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ فطری طور پر ایسا نہیں تھا یہ تو بھائی کی محبت تھی جس نے اسے اتنی سفاکی دکھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے موت کو اتنے قریب پا کر کلمہ شریف پڑھ لیا تھا۔ کیونکہ میں دیکھ چکا تھا کہ یہ درندہ انسان کو کتنی تیزی سے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے کہ اسے چیخنے کی مہلت ہی نہیں دیتا ہے۔

ہارن نے اورگان کے بھاگنے پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی اس کے پاس سے آتی ناگوار بو کی وجہ سے ہارن نے اس کے قریب جانے سے گریز کیا تھا اور وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اس کے قریب نہیں جا سکتا ہے۔ اس لیے اس نے

اور گان کے بھاگنے کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا تھا اس کے بجائے میں اس کے سامنے ایک معقول شکار کے طور پر محفوظ تھا۔ میں دم سادھے اس کے اگلے قدم کا انتظار کر رہا تھا جو یقیناً میرے حق میں نہ ہوتا۔ وہ بہت طویل قامت تھ اس کا سرزمین سے کوئی گیارہ بارہ فٹ اونچا تھا۔ اس کے بیلچے نما ہاتھ پہلو میں لٹک رہے تھے۔ اس نے کوئی دس بارہ فٹ کے فاصلے سے میرا معائنہ کیا۔ دن کی روشنی میں اس خوف ناک مخلوق کو دیکھنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ جب وہ سانس لیتا تو اس کے نتھنوں سے بھاپ فوارے کی طرح نکلتی تھی۔ اس کی سرخ آنکھوں سے جیسے شعلے نکل رہے تھے۔

اچانک ہی وہ میری طرف جھکا تو میری جان نکل گئی میں سمجھا کہ اس نے ابھی مجھے پکڑ کر دو ٹکڑے کر دینا ہے، مگر وہ مجھے پکڑنے نہیں بلکہ نزدیک سے میرا معائنہ کرنے کے لیے جھکا تھا۔ بے حد نزدیک سے اسے دیکھنا بہت خوف ناک تجربہ تھا۔ ایک نارمل انسانی چہرے سے کوئی تین گنا بڑا مگر تاثرات سے غیر انسانی چہرہ میرے سامنے تھا۔ اس کی سانسوں کی ناگوار بو سے میرا دم گھٹنے لگا تھا۔ اب مجھے اس کا یہ معائنہ کھلنے لگا تھا آخر وہ اپنا کام کیوں نہیں کر رہا تھا۔ یعنی میرا کام تمام کیوں نہیں کرتا ہے۔ وہ مارنے سے پہلے مجھے خوف سے مار رہا تھا۔

آخر اس نے اپنا کام کرنے کا فیصلہ کیا اور میری طرف ہاتھ بڑھائے میں بے اختیار پیچھے سرکا۔ مگر گنجائش نہیں تھی میرے پیچھے ایک درخت تھا۔ ہاتھ پاؤں بندھے ہونے کی وجہ سے میرے لیے حرکت کرنا مشکل تھا۔ مگر اس وقت میں بھول گیا تھا کہ میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ مجھے حرکت دیکھ کر وہ مشتعل ہو گیا۔ اس نے غرا کر مجھے پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے کیے تھے۔ میں نے مارے خوف کے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک بار پھر کلمہ پڑھا تھا۔ اسی لمحے میرے وجود سے کوئی چیز ٹکرائی۔ ایک ثانیے کو مجھے ہارن کے ہاتھ محسوس ہوئے تھے۔ مگر نہیں ہارن کے ہاتھ اتنے نازک اور نرم نہیں ہو سکتے تھے پھر اس وجود سے آتی خوشبو نے مجھے چونکا دیا تھا میں نے بے ساختہ کہا۔ ''سامیرا۔''

وہ مجھ سے اس طرح لپٹی تھی جیسے مجھے ہارن سے بچا رہی ہو۔ اور اس نے مجھے ہارن سے بچا لیا تھا۔ بہ حیثیت مسلمان میرا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے۔ کہ مارنے اور بچانے والی ذات اللہ کی ہے۔ اس روز اس نے سامیرا کو بھیجا تھا اگر اسے آنے میں ایک لمحے کی تاخیر ہو جاتی تو ہارن کے بیلچے نما ہاتھ مجھے اٹھا چکے ہوتے اور پھر موت ہی مجھے اس کے پنجوں سے رہائی دلاتی۔ سامیرا کے آنے سے ہارن ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا تھا اور اس نے بھیانک سی آواز نکالی۔ اس کے بعد بدک کر پیچھے ہٹا اور کچھ دور جا کھڑا ہوا تھا۔ سامیرا نے مجھ سے لپٹے لپٹے ایک چھوٹی سی مٹی کی بوتل مجھے تھما دی۔

''جلدی سے پی لو۔'' اس نے الجھی سانسوں کے درمیان کہا۔

''دل تو نہیں چاہ رہا۔'' میں نے شرارت سے کہا۔ نہ جانے کیسے مجھے ان حالات میں بھی شوخی سوجھ گئی تھی جب کہ ہارن ہم سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا غرا رہا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے سامیرا کے آنے سے محفوظ ہو گیا تھا اور ہارن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

''اسے پی لو۔'' اس نے پھر کہا۔

''ایک شرط پر۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ ''تم مجھ سے جدا نہیں ہو گی۔''

اس کی رنگت شہابی ہو گئی تھی۔ "اچھا نہیں ہوں گی۔"

میں نے مشروب پی لیا مجھے معلوم تھا کہ اس کا اثر کچھ دیر سے ہوگا۔ اور جب مجھے پسینہ آئے گا تب میرے جسم سے مخصوص بو آئے گی جس سے ہارن جیسا خطرناک درندہ بھی بدکتا تھا۔ اس وجہ سے بھی سامیرا فوری طور پر مجھ سے جدا نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکن جیسے میرے سینے میں بج رہی تھی۔ وہ لمحات میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تو مشروب نے جلدی اثر کیا تھا اور چند منٹ بعد میرے جسم سے مخصوص بو آنے لگی تھی۔ سامیرا مجھ سے الگ ہونے لگی تھی۔ میرا دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر دل پر جبر کر کے میں اس سے الگ ہوا تھا۔ ہارن جیسے تاک میں تھا وہ سامیرا کی طرف سے کنی کاٹ کر میری طرف آیا تھا۔ اس نے مجھے اچک لے جانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا کہ اسے میرے پاس سے بھی وہی بو محسوس ہوئی تو وہ پھر بدک کر پیچھے ہٹا اس نے دونوں پاؤں اوپر اٹھا کر مجھ پر وار کرنے کے انداز میں چلائے۔ مگر وہ مجھ سے دور ہی تھا۔ میں اب بے خوف تھا ہارن میرے قریب نہیں آ سکتا تھا۔

میں نے سامیرا کی طرف دیکھا۔ "تم کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں اور اورگان نے مجھے ہارن کا نشانہ بنانے کے لیے ڈال رکھا ہے۔"

"بس مجھے اتفاق سے پتا چلا تھا میں نے بابا کے معتمد دو پجاریوں کی باتیں سن لی تھیں۔ وہ تمہارے بارے میں بات کر رہے تھے۔ میں تم کو بچانے کے لیے نکل آئی۔"

"تمہیں اس دوا کے بارے میں بھی معلوم ہے؟"

اس نے سر ہلایا۔ "بابا تو سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم، مگر میں سب جانتی ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ بابا یہ چیزیں کہاں رکھتا ہے۔"

"یہاں تک آنے کا راستہ کیسے ملا؟"

"معبد کے سارے راستے بابا نے مجھے سمجھائے ہیں۔ میں دوا لے کر باہر نکلی تھی۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ تمہیں کہاں لے گئے ہیں۔ پھر میں نے بابا کو اس طرف سے آتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ تم یہاں ہو۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا......" وہ بولتے بولتے رک گئی تھی۔

"کہ مجھے ہارن نے مار دیا ہوگا۔"

"ہاں۔" اس نے اعتراف کیا۔

"فرض کرو ایسا ہی ہوتا تو؟"

"تو شاید میں بھی مر جاتی۔"

"سامیرا تم مجھے کب تک بچائے رکھو گی؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے باپ نے مجھے مار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ اپنی قسم ہر حال میں پوری کرے گا۔"

"اب وہ تم کو نہیں مار سکتا اگر اس نے ایسا کیا تو پہلے مجھے مارے گا۔"

"اس معاملے میں اس کی جو کیفیت ہو رہی ہے۔ وہ شاید ایسا بھی کر گزرے۔"

''پتا نہیں بابا کو کیا ہو گیا ہے۔''

''وہ جانتا تھا کہ موران کس قسم کا آدمی تھا مگر وہ اس کے پیچھے مجھے مار ڈالنے پر تل گیا ہے۔ کیونکہ موران نے اس سے آخری خواہش یہی ظاہر کی تھی کہ مجھے ہارن کے سامنے ڈال دیا جائے۔''

''وہ برا آدمی تھا۔''

''اس کے باوجود تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔''

''کیونکہ میرا باپ ایک اچھا آدمی ہے۔'' اس نے سادہ سے انداز میں جواب دیا۔ ''محبت اچھے لوگ کرتے ہیں۔''

میں اس کے فلسفے پر ذرا حیران ہوا تھا اس نے اپنے باپ کو اچھا ثابت کرنے کے لیے کیا منطق پیش کی تھی۔ میں نے اعتراف کیا۔ ''واقعی محبت اچھے لوگ کرتے ہیں۔ برے لوگ صرف نفرت کرتے ہیں اور اگر محبت کریں بھی تو خود سے کرتے ہیں۔''

''اب کیا کریں؟'' کچھ دیر بعد میں نے پوچھا۔ ''تم نے مجھے ایک بار بچا لیا ہے بار بار نہیں بچا سکتیں۔''

''یہ تو ہے۔'' اس نے اعتراف کیا۔ ''اب میں کیا کروں؟''

میں اس سے سوال کر رہا تھا اور وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ میں نیکاٹ کے پاس جا کر بھی نہیں بچ سکتا تھا ممکن ہے وہ تصادم سے بچنے اور اپنی حکومت مستحکم رکھنے کے لیے مجھے قربان کر دے۔ موران کو ملنے والی سزا میرے سامنے کی بات تھی کیونکہ اسے سزا دینے میں اس کے جرائم سے زیادہ اس کی بغاوت کو دخل تھا۔ نیکاٹ اسے اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتا تھا اس لیے اس نے موران کو موت کی سزا دلوا دی۔ ورنہ ممکن ہے وہ اسے کسی بہانے سے سزا سے بچا لیتا۔ میرے پاس زندگی بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ میں وادی سے نکل جاؤں۔ میں نے سوچ کر سامیرا سے کہا۔

''کیا تم مجھے اس وادی سے نکالنے میں مدد دے سکتی ہو؟''

''میں نہیں جانتی کہ یہاں سے باہر جانے کا راستہ کہاں ہے۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''مجھے معلوم ہے۔'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''یہ بتاؤ کہ تم معبد کے نیچے کسی ایسی سرنگ سے واقف ہو جو چٹانوں کے عین نیچے جا کر نکلتی ہو؟''

''نہیں۔'' اس نے پھر نفی میں سر ہلایا

''میں ایسی ایک سرنگ سے واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کہاں سے شروع ہوتی ہے مگر میں اسے کھولنے کے طریقے سے ناواقف ہوں۔''

''اگر تم جانتے ہو تو میں اسے کھول لوں گی۔'' اس کے لہجے میں اعتماد تھا۔ ''تم مجھے وہ جگہ دکھا سکتے ہو۔''

''ہاں لیکن اس کے لیے معبد کے اندر جانا ہوگا۔'' میں نے مایوسی سے کہا۔ ''اور میں معبد کے اندر نہیں جا سکتا۔''

''کیوں نہیں جا سکتے؟ میں لے کر جاؤں گی۔'' وہ بولی۔ ''میں تم کو اس طرح چھپا کر لے جاؤں گی کہ کسی کو بھی پتا نہیں چلے گا۔''

اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ معبد اس جگہ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ درختوں سے نکلتے ہی اس کے سنہرے کلس کی جھلک دکھائی دی تھی۔ سامیرا ایک چٹان تک آئی اور جھک کر اس کے نیچے جڑ میں ہاتھ ڈال کر کچھ کیا تو چٹان ایک طرف سرک گئی اور ایک چھوٹا سا راستہ ظاہر ہو گیا۔ ہم اس میں داخل ہوئے تو راستہ خود بہ خود بند ہو گیا۔ یہ خاصی کشادہ سرنگ تھی تبھی چار آدمی بیک وقت مجھے پکڑ کر لے آئے تھے۔

''اگر اس وقت کوئی ہمیں مل گیا تو؟''

''تب میں کچھ نہیں کر سکوں گی مگر ایک بار تم کو یہاں سے نکال کر لے گئی تو پھر کوئی تم کو تلاش نہیں کر سکے گا۔''

ہم کوئی دس پندرہ منٹ تک اس سرنگ میں سفر کرتے رہے تھے۔ پھر سامیرا ایک جگہ رکی۔ ''ہم پہنچ گئے۔'' اس نے کہا اور دیوار کا کوئی حصہ دبایا تو دیوار سرک گئی اور اوپر جانے کا راستہ بن گیا۔ ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ اس کی آرائش اور نزاکت سے واضح تھا کہ یہ کسی خاتون کا کمرہ تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔

''یہ تمہارا کمرہ ہے۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''ہاں اچھا ہے نا؟''

''ظاہر ہے جب تم اچھی ہو تو تمہاری ہر چیز بھی اچھی ہے۔'' میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔

''تمہیں بھوک لگی ہے؟''

میں چونکا۔ ''میں تو بھول ہی گیا تھا میں نے کئی وقت سے کچھ نہیں کھایا ہے۔''

اس نے میرے لیے کھانے پینے کی کئی چیزوں کا اہتمام کیا۔ وہ اس طرح سے مطمئن تھی جیسے اسے یقین ہو کہ یہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا ہے۔ مگر وہ بھول گئی تھی کہ ایک شخص ایسا ہے جسے اس کے کمرے میں آنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے سامیرا سے کہا۔

''میرے کپڑے گندے ہو گئے ہیں کیا تمہارے پاس کوئی مردانہ لباس ہے؟''

''میرے پاس بابا کا ایک لباس ہے۔'' اس نے کہا اور ایک طرف بنی الماری سے مجھے ہلکے نیلے رنگ کا لباس نکال کر دیا۔ اب مسئلہ لباس بدلنے کا تھا کیونکہ اس کمرے میں آڑ والی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس نے میری پریشانی بھانپ لی اور سادگی سے بولی۔ ''میں دوسری طرف منہ کر لیتی ہوں تم لباس بدل لو۔''

میں پھر بھی دروازے کی آڑ میں ہو گیا تھا اور میں نے جیسے ہی لباس بدلا دروازہ اچانک کھلا اور اورگان اندر آ گیا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ میرے ساتھ سامیرا بھی بری طرح چونکی تھی۔

''بابا...... تم؟''

''ہاں...... کیا بات ہے تم پریشان ہو۔'' اورگان نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے کہا۔

''نہیں...... نہیں تو بابا۔'' اس نے ہراساں انداز میں کہا۔

میں کسی مجرم کی طرح عین اورگان کے پیچھے کھڑا تھا۔ ''کیا بات ہے تم اس طرح کیوں بات کر رہی ہو؟''

''وہ تم اچانک آئے تو میں ڈر گئی۔'' اس نے کہا اس بار اس نے خود کو کسی قدر سنبھال لیا تھا۔

''اچھا اچھا...... میں یہ کہنے آیا تھا کہ آج کمرے سے مت نکلنا۔''

''کیوں بابا؟''

''بس معبد میں کچھ کام ہو رہا ہے۔'' اورگان نے کہا اور اسی طرح پشت کیے ہوئے واپس چلا گیا۔ اس روز میری نہ جانے کون سی نیکی کام آئی تھی جو میں بال بال بچا تھا اگر وہ ذرا سا بھی مڑتا تو مجھے دیکھ لیتا۔ اس کے دروازہ بند کرتے ہی میں نے کب سے دبا سانس خارج کیا اور سامیرا نے لپک کر دروازہ بند کر دیا۔

''آج تو بس بچ گئے۔'' میں نے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔ ''شکر ہے اورگان نے بو بھی محسوس نہیں کی۔'' میرا اشارہ ہمارے پاس سے آتی وہ مخصوص بو تھی جس سے جانور بھڑکتے تھے۔

''بابا بو کیسے محسوس کرتا اس کے اپنے پاس سے یہ بو آ رہی تھی۔'' سامیرا ہنسی۔ بچ جانے کے بعد اسے شوخی سوجھ رہی تھی۔

''یہ تو میں بھول گیا تھا۔'' میں نے سر پر ہاتھ مارا۔ ''سامیرا اب مجھے جلد از جلد یہاں سے جانا ہوگا ورنہ اسی قسم کا کوئی اتفاق مجھے مروا دے گا۔''

اس کا چہرہ اداس ہو گیا تھا۔ ''تم ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ گے؟''

''تم جانتی ہو میں جان بچا کر جا رہا ہوں۔ اور میرے پھر آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔''

اس نے غور سے مجھے دیکھا۔ ''او مر مجھے لگتا ہے تم ایک بار آؤ گے۔''

''ایسا ممکن نہیں ہے۔'' میں نے اسے کسی خوش فہمی میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ''ایک بار یہاں سے جانے کے بعد میں پھر کبھی واپس نہیں آؤں گا۔''

''نہیں میرا دل کہہ رہا ہے کہ تم واپس ضرور آؤ گے۔'' اس نے جذباتی انداز میں کہا۔ ''او مر میں تمہارا انتظار کروں گی۔''

''بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ تم شادی کر کے اپنا گھر بسانا اور اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ خوش رہنا۔''

''میں خوش نہیں رہ سکتی۔''

''سامیرا یہ بات ہم پہلے طے کر چکے ہیں کہ ہمارا ملاپ ممکن نہیں ہے۔'' میں نے اسے سمجھایا۔ ''اس لیے تم خود کو مضبوط کرو مجھے یقین ہے تمہارا شوہر کوئی اچھا آدمی ہوگا اور وہ تم کو بہت اچھی طرح رکھے گا۔''

''لیکن وہ تم تو نہیں ہو گے۔'' اس نے رونے والے لہجے میں کہا میں نے محسوس کیا کہ رفتہ رفتہ اس کا حوصلہ جواب دے رہا تھا اور جذبات اس پر غالب آ رہے تھے۔

''ہاں وہ میں نہیں ہوں گا کیونکہ وہ میں ہو بھی نہیں سکتا اس لیے تم خود کو سنبھالو ورنہ میں مشکل میں پڑ جاؤں گا۔''

''میں جانتی ہوں۔'' اس نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ ''لیکن اپنے دل کا کیا کروں جو مچلتا ہے۔''

''اسے سمجھاؤ۔'' میں نے کہا۔

اب میرا یہاں سے جلد چلے جانا اور بھی ضروری ہو گیا تھا۔ میری جان بچانا ضروری تھا۔ تو اب سامیرا

سے دور جانا بھی اتنا ہی اہم ہو گیا تھا۔ اس کے انداز میں نوجوانی کی جذباتیت آتی جا رہی تھی۔ اور یہ میرے پاؤں کی زنجیر بن سکتی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ ''سنو یہاں مہا پجاری کے لیے مخصوص حصہ کہاں ہے؟''

''اس جگہ سے کچھ دور ہے۔''

''اس کے ساتھ کچھ دور ایک کمرہ ہے جو مہمانوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے دروازہ پر سورج کا دائرہ بنا ہے۔''

''ہاں ایک ایسا کمرہ ہے۔'' اس نے یاد کیا۔

''اس کمرے سے ایک سرنگ نکلتی ہے جو سیدھی اوپر کی چٹانوں کی طرف جاتی ہے اور وہیں سے اوپر جانے والا راستہ ہے۔ مگر مجھے اس سرنگ کا راستہ کھولنے کا طریقہ نہیں آتا ہے۔''

''اگر ایسا ہے تو میں سرنگ کا راستہ کھول سکتی ہوں۔''

''ہم اس کمرے تک کیسے جا سکتے ہیں؟''

''ابھی تو نہیں جا سکتے کیونکہ دن میں یہاں ہر وقت لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور پھر مجھے دیکھنا ہوگا کہ اس کمرے میں کوئی ہے تو نہیں۔ اس لیے رات کا وقت ہی مناسب رہے گا۔'' اس نے خود پر قابو پا لیا تھا میں نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ وہ جذباتی ہو جاتی تو مجھے اس کو سنبھالنا پڑتا اور سچی بات تھی میں خود کو کمزور انسان ہی سمجھتا تھا جس سے کسی وقت بھی بھول ہو سکتی تھی اور میں ایسا کوئی لمحہ آنے سے ڈرتا تھا کہ میں خود اپنی نظر میں گر جاتا۔

سامیرا نے مجھے ایک محلول دیا تھا جس کی مدد سے میں نے اپنے گندے ہو جانے والے ہاتھ پاؤں صاف کیے تھے۔ یہ حیرت انگیز چیز تھا اس سے میرے ہاتھ پاؤں یوں صاف ہو گئے جیسے کبھی گندے ہوئے ہی نہیں تھے۔ اس وادی میں لوگ سادہ ہونے کے ساتھ پُرکار بھی تھے انہوں نے جو بنایا تھا وہ انوکھا تھا جو ہماری جدید دنیا میں بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ میں نے سامیرا سے اس کے بابا کے بارے میں پوچھا۔ سامیرا نے بتایا کہ اورگان کو شروع سے عجیب و غریب کام کرنے کا شوق تھا۔ میرے آنے سے پہلے اس کا بیشتر وقت تجربات میں گزرتا تھا اور وہ اس ویرانے میں اپنی زندگی سے بے حد خوش تھا۔ کیونکہ یہاں اس کے کام میں مداخلت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس نے ایسی دوائیں بنائی تھیں جن سے انسان بہت جلد صحت یاب ہو جاتا تھا اور ان کی مدد سے گہرے سے گہرے زخم بھی آسانی سے بھر جاتے تھے۔ اورگان ان دواؤں میں ایک خاص پتھر کا سفوف استعمال کرتا تھا جو زمین سے پانی کے چشموں کے ساتھ نکل آتا تھا اور اس وادی میں کثرت سے ملتا تھا۔ کسی کو اس کی خاصیت کے بارے میں نہیں معلوم تھا۔

سامیرا کو بچپن سے مصوری کا شوق تھا اور اس نے کسی کی رہنمائی کے بغیر خود اس فن پر عبور حاصل کر لیا تھا میں نے اس کی بنائی ہوئی تصویریں دیکھی تھیں ان میں کسی فن کار کی سی پختگی جھلکتی تھی اور خاص طور سے وہ تصویر جس میں اس نے اس وادی کو دکھایا تھا۔ میں نے جب اسے دیکھا تھا تو مجھے ایک لمحے کو لگا کہ اس میں نظر آنے والے جانور زندہ ہو گئے تھے۔

''تم نے یہ تصویر کیسے بنائی؟''

''یہ تصویر میں نے کیسے بنائی مجھے یاد نہیں ہے۔'' اس نے کہا۔

''یاد نہیں ہے؟''

''ہاں بس ایک روز میں اسے تصویر بنانے بیٹھی تھی کہ مجھے لگا جیسے مجھے نیند آ رہی ہے اور جب میں جاگی تو تصویر ایسے ہی بنی تھی۔ اسے میں نے بنایا تھا کیونکہ میرے ہاتھ اور لباس پر رنگ لگا تھا۔ مگر مجھے نہیں یاد کہ میں نے کب اور کیسے یہ تصویر بنائی تھی۔''

''یعنی تم سوتے میں مصوری کرتی رہیں۔'' میں ہنسا تھا مگر وہ سنجیدہ رہی تھی۔

''تم اسے مذاق مت سمجھو۔ اس کے بعد آنے والی رات میں نے خواب میں برف والے کو دیکھا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ یہ تصویر میں باہر سے آنے والے اس شخص کو دے دوں جو مجھے اچھا لگے۔''

''مجھے دینے کو کہا تھا؟'' میں حیران ہوا تھا۔

اس نے سر ہلایا۔ ''ہاں...... مجھے یقین ہے کہ برف والے کا اشارہ تمہاری طرف تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم مجھ سے ایک چیز اور مانگو گے میں وہ بھی تم کو دے دوں۔''

''وہ کیا چیز ہے؟''

''مجھے کیا پتا۔'' اس نے سادگی سے کہا۔ ''جب تم مانگو گے تو پتا چلے گا۔''

''کیا تم نے برف والے کو دیکھا ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر تم کو کیسے پتا چلا کہ وہ برف والا ہے؟''

''بس مجھے پتا چل گیا تھا اور میرا یہ خواب سچا تھا تبھی تو تم آ گئے اور مجھے اچھے بھی لگے تھے جب میں نے تم کو پہلی بار دیکھا تھا تب ہی مجھے لگا تھا کہ تم وہی ہو جس کے بارے میں برف والے نے بتایا ہے۔''

''تو تم وہ تصویر مجھے دے دو گی؟''

''ہاں اور اس کے ساتھ جو تم مانگو گے وہ بھی۔''

''چاہے میں کچھ بھی مانگ لوں؟''

میرے اس سوال پر اس کے رخسار ایک لمحے کو گلابی ہوئے تھے۔ ''ہاں چاہے جو بھی مانگ لو۔''

''تب مجھے وہ پتھر لا دو جس سے اورگان دوا تیار کرتا ہے۔''

میرے اس مطالبے پر وہ ایک لمحے کے لیے مرجھا گئی تھی شاید وہ کچھ اور سوچے بیٹھی تھی جو میں اس سے طلب کرتا۔ پھر اس نے سر ہلایا۔ ''میں لا دوں گی، بلکہ ایک تحفہ اور دوں گی۔''

''وہ کیا ہے؟''

''جب لا دوں گی تب تم دیکھ لینا۔''

میں نے اصرار نہیں کیا۔ ہم باتیں کرتے رہے تھے۔ پھر مجھے خیال آیا۔ ''سامیرا مجھے اس سفر کے لیے بہت ساری چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔''

''مجھے معلوم ہے تم کو گرم لباس چاہیے ہوگا اور راستے کے لیے خوراک کی ضرورت ہوگی۔''

"اس کے علاوہ مجھے ہتھیار بھی درکار ہیں کیونکہ راستے میں برفانی آدمی سے ٹکراؤ کا بھی امکان ہے۔"

"میں لاٹھی اور تیر کمان بھی لا دوں گی۔"

"سامیرا ان تمام چیزوں کا ابھی بندوبست کر لو ممکن ہے میرا راز کھل جائے اور مجھے یہاں سے بھاگنا پڑے۔"

"تم بے فکر رہو ایسا نہیں ہوگا۔" اس نے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا اور میرے ذرا نزدیک آ گئی "ابھی میں صرف تمہارے پاس رہنا چاہتی ہوں۔"

بند دروازہ اور اس کے قریب آنے کی خواہش بھی کسی امتحان سے کم نہیں تھی۔ میں نے جلدی سے دور ہٹ کر کہا۔ "سامیرا حالات کی نزاکت کو سمجھو ابھی کسی وجہ سے بھی میری یہاں موجودگی کا پتا چل گیا تو تم جانتی ہو اورگان میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔"

"اچھا پھر میں کیا کروں؟" اس نے بے دلی سے کہا۔

"تم فوری طور پر میری یہاں سے روانگی کا بندوبست کرو۔"

وہ کچھ دیر مجھے حسرت سے دیکھتی رہی تھی پھر ایک سرد آہ بھر کر اٹھ گئی تھی اس کے کمرے سے جانے کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا تھا اور فوراً ہی مجھے یہ فکر لاحق ہوگئی تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں کوئی اندر نہ آ جائے۔ اس لیے میں پوری طرح ہوشیار تھا کوئی ایک گھنٹے بعد دروازے پر آہٹ ہوئی تو میں چھلانگ مار کر دروازے کے پیچھے جا کھڑا ہوا تھا۔ دروازہ کھلا اور سامیرا اندر آئی تو مجھے نہ پا کر حیران رہ گئی تھی۔

"میں یہاں ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا

اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔ اس نے بے ساختہ سینے پر ہاتھ رکھا۔ "اومرتم نے مجھے ڈرا دیا۔"

"میں تو خود ڈر گیا تھا۔"

"میں نے ساری چیزوں کا انتظام کر لیا ہے۔"

وہ خالی ہاتھ آئی تھی۔ "چیزیں کہاں ہیں؟"

"میں نے ایک جگہ رکھ دی ہیں ابھی یہاں نہیں لا سکتی تھی۔" اس نے جواب دیا۔ "جب تم جاؤ گے تب دے دوں گی۔"

یہاں گھڑی نہیں تھی اور آسمان پر بھی ہمہ وقت بادل ہی رہا کرتے تھے میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ لوگ وقت کا حساب کس طرح کرتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات تھی کہ بنا سورج کی روشنی کے ان کے سارے کام ہو جاتے تھے۔ ان کی چیزیں خشک رہتی تھیں ان کی فصلیں پک جاتی تھیں اور ان کے ماحول میں کسی قسم کی بو بھی پیدا نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی سیلن کا احساس ہوتا تھا۔ مجھے نہیں علم تھا کہ کیا وقت ہوا ہے میرا اندازہ تھا کہ شام قریب ہے۔ سامیرا اداس تھی اس نے ایک کپڑے کا تھیلا کھولا اور اس میں سے وہی تصویر نکال کر مجھے دی۔

"یہ تمہارے لیے ہے۔"

"تمہارا شکریہ۔"

پھر اس نے وہی سیاہ رنگ کا پتھر دیا جس میں لہریں سی اٹھتی تھیں۔ ''یہ میری طرف سے ہے۔''

''تم اس تحفے کا کہہ رہی تھیں۔''

''ہاں اور تم نے جو مانگا ہے وہ میں بابا کے سامان سے نکال کر جاتے وقت تم کو دوں گی۔''

بولتے ہوئے بار بار اس کی آواز بھرا رہی تھی اور وہ خود پر قابو رکھے ہوئے تھے۔ مجھے خطرہ تھا کہ کسی وقت اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تو اس کے بعد آنے والا سیلاب مجھے بہا لے جائے گا۔ اسی لیے میں اسے باتوں میں بہلا رہا تھا۔ حتیٰ کہ میرے اندازے کے مطابق رات ہو گئی تو میں نے سامیرا سے کہا۔ ''میرا خیال ہے اب مجھے جانا ہوگا میں صبح سے پہلے اس وادی سے نکل جانا چاہتا ہوں۔''

''نہیں ابھی لوگ اپنے کمروں سے باہر ہیں اور تم کسی کی نظر میں آ سکتے ہو اس لیے کچھ دیر اور رک جاؤ۔''

مجھے لگا وہ کسی کی نظروں سے بچانے سے زیادہ مجھے اپنی نظروں میں رکھنے کے لیے روک رہی تھی۔ میں نے اس کی بات مان لی۔ مگر میرے اندر بے چینی سی ہو رہی تھی کوئی چیز مجھے اندر سے خبردار کر رہی تھی کہ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں اگر میں آج رات یہاں سے نہ نکل سکا تو شاید پھر کبھی نہ نکل سکوں۔ میں نے سامیرا سے پھر کہا تو وہ سر ہلاتی کھڑی ہو گئی۔

''تم کچھ دیر رکو میں ابھی دیکھ کر آتی ہوں مجھے سامان بھی سرنگ میں پہنچانا ہے۔''

''تم نے سرنگ کا راستہ کھول لیا ہے؟'' میں نے خوشی سے کہا۔

''ہاں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے میں ابھی آئی۔''

اس کے جانے کے بعد میں نے تصویر اور پتھر کو احتیاط سے کپڑے کے تھیلے میں لپیٹ دیا تھا۔ سیاہ پتھر زیادہ وزنی نہیں تھا اس کا وزن مشکل سے دو ڈھائی کلوگرام تھا۔ مجھے اٹھانے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ سامیرا کوئی ایک گھنٹے بعد آئی تھی اس نے آتے ہی عجلت میں کہا۔ ''اومر جلدی کرو ابھی کوئی پہریدار بھی نہیں ہے تم سرنگ تک آسانی سے جا سکتے ہو۔''

ہم اس کے کمرے سے نکلے تھے۔ اور مختلف راہ داریوں سے ہوتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے جہاں کبھی ولیم ٹھہرا تھا اور وہ اسی سرنگ سے فرار ہوا تھا۔ سامیرا نے سرنگ کا راستہ کھولا اور ہم اندر اتر گئے۔ میں نے سامیرا سے کہا۔ ''اب تم جاؤ یہاں سے میں خود چلا جاؤں گا۔''

''نہیں میں تمہارے ساتھ آخر تک جاؤں گی۔''

''سامیرا اگر تم اپنے کمرے سے غائب پائی گئیں تو ممکن ہے تمہاری تلاش میں کوئی اس طرف آ جائے۔''

''کوئی نہیں آئے گا۔'' اس نے اعتماد سے کہا۔ ''رات کو کوئی میرے کمرے میں نہیں آ سکتا۔''

سرنگ میں ایک خاصا وزنی قسم کا گرم لباس تھا یہ کسی جانور کی کھال کا بنا تھا اسی طرح کے جوتے اور سر پر پہننے والی اونی ٹوپی تھی۔ ہاتھوں کے دستانے تھے اس نے مکمل بندوبست کیا تھا اس کے ایک تھیلا تھا جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ اس نے تھیلے میں سے ایک چیز نکالی یہ سفید آٹے سے بنی لگ رہی تھی۔

''اسے شوگ کہتے ہیں۔'' اس نے بتایا۔ ''میں نے بہت ساری رکھ دی ہیں اگر تم دس دن سے زیادہ سفر کرو گے تو پہلے دوسری چیزیں کھانا پھر اسے کھانا شروع کرنا۔''

دوسری چیزوں میں ابلے ہوئے انڈے، مکھن، پنیر، اور ثابت دانہ جیسی ایک چیز تھی۔ میں نے اس کو چکھ کر دیکھا اس کا ذائقہ اچھا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ میں احتیاط سے کام لوں تو یہ خوراک بیس دن چل سکتی تھی۔ اور میں اتنے دن میں آرام سے ہمالیہ کے پہاڑوں سے نیچے جا سکتا تھا۔ ہم جون کے مہینے میں آئے تھے اور مجھے یہاں آئے یہ دوسرا مہینہ تھا اس کا مطلب تھا کہ اگست جاری تھا یا ختم ہو چکا تھا۔ اور میرے پاس ابھی وقت تھا کہ میں موسم سخت ہونے سے پہلے یہاں سے نکل سکوں۔ میں نے سامان اٹھالیا اور ہم سرنگ کے دوسری طرف روانہ ہو گئے۔ یہ بہت طویل سرنگ تھی اور مجھے حیرت تھی کہ اسے راز داری سے کس طرح تیار کیا گیا تھا۔ اس کی تیاری میں یقیناً بے شمار افراد نے برسوں کام کیا ہوگا۔

ہم تیز قدموں سے جا رہے تھے سامیرا بہت دیر سے چپ تھی اس نے زبان کھولی۔ ''اومر کیا تم کو یہاں سے جاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے؟''

''ہاں...... مگر اس کے ساتھ تم سے بچھڑنے کا دکھ بھی ہے۔''

''تم مجھے یاد کرو گے۔'' اس کے لہجے میں حسرت تھی۔

''سامیرا جس دن میں تم کو بھول گیا تو شاید شرم سے مر جاؤں گا۔''

''میں تم کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔''

''سامیرا بہتر ہے تم مجھے بھول جانا اور اپنی زندگی بسر کرنا۔'' میں نے کہا۔ ''مجھے ڈر ہے کہ تم میری خاطر اپنی زندگی نہ برباد کر لو۔''

وہ چپ رہی، سرنگ میں ہمارے قدموں کی چاپ گونج رہی تھی۔ نہ جانے کب دوسرا سرا آ گیا مجھے حیرت ہوئی ایسا لگا جیسے دوسرا سرا اچانک اور بہت جلد آ گیا ہے۔ میں نے سامان فرش پر رکھا اور سامیرا کی طرف گھوما۔

''سامیرا اب تم جاؤ۔''

وہ اچانک میرے سینے سے لگ گئی اور اس لمحے میرا شدت سے دل چاہا کہ یہاں سے جانے کا فیصلہ بدل دوں۔ یا اسے اپنے ساتھ لے جاؤں۔

اسی لمحے اس نے کہا۔ ''اومر...... تم مت جاؤ یا مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔''

میں دم بخود رہ گیا تھا ہم دونوں کے ذہن میں بیک وقت ایک ہی بات آئی تھی۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔

''سامیرا یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم دو مختلف دنیاؤں کے باسی ہیں اور ہمارا ایک ہونا ممکن نہیں ہے۔''

''کیوں ممکن نہیں ہے؟'' اس نے تڑپ کر پوچھا۔

''تم جانتی ہو۔'' میں نے نرمی سے اسے خود سے الگ کر دیا۔ ''سامیرا اب میرے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔''

اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔ ''میں جذباتی ہو گئی تھی۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر جب تم واپس آؤ گے تو میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔''

''میں واپس نہیں آؤں گا۔''

"نہیں تم ضرور آؤ گے۔" اس نے کہا۔ "میرا دل کہتا ہے۔"

میں نے دروازہ کھولا تو باہر سے سرد ہوا کا جھونکا آیا تھا۔ موسم بدل رہا تھا کیونکہ رات کو یہاں سردی اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ میں نے سامیرا کا ہاتھ تھام کر پہلی اور آخری بار اسے ہونٹوں سے لگایا اور پھر سامان اٹھا کر جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ عقب سے سامیرا نے پکارا۔ "اومر۔"

"راستہ بند کرلو اور لوٹ جاؤ۔" میں نے مڑے بغیر کہا۔ کچھ دیر بعد عقب سے پتھریلا راستہ بند ہونے کی آواز آئی تھی تو میں ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ مجھے وہ راستہ یاد تھا اور آج چاند بھی پورا تھا اس لیے مجھے امید تھی کہ میں بھٹکوں گا نہیں۔ میں تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ صبح ہونے سے پہلے میں اس وادی سے نکل جاؤں۔ ان بھول بھلیوں جیسی چٹانوں کے درمیان ایک خاص جگہ تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔ وہ بھی اس صورت میں جب کہ ساری چٹانیں ایک جیسی تھیں۔

اچانک مجھے عقب میں ایسی آواز آئی جیسے گھوڑا چل رہا ہو اور مجھے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو کوئی تیس گز کے فاصلے پر ایک ہارن کھڑا تھا۔ وہ کس وقت وہاں آیا تھا مجھے قطعی پتا نہیں چلا تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا یہ وہی ہارن تھا جس سے سامیرا نے مجھے بچایا تھا۔ نہ جانے یہ کیسے اس وقت یہاں چلا آیا تھا۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ یہ اصل میں میری تاک میں ہی تھا۔ اور شاید اسے کسی طرح پتا چل گیا تھا کہ میں یہاں موجود تھا۔ یہ سب میرے ذہن میں ایک لمحے میں آیا تھا اور اگلے ہی لمحے میں بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ مجھے بھاگتے دیکھ کر ہارن خوف ناک انداز میں غراتا میری طرف لپکا تھا۔ اس کی رفتار مجھ سے کہیں زیادہ تیز تھی مگر مجھے اس تنگ جگہ اس کے مقابلے میں یہ فائدہ تھا کہ میں چھوٹا اور پھرتیلا تھا جب کہ وہ جسیم اور حرکت کرنے کے معاملے میں سُست تھا۔ وہ سیدھ میں تو بہت تیز دوڑ سکتا تھا مگر مڑنے کے معاملے میں اتنا تیز نہیں تھا۔ میں بھاگ کر ایک چٹان کے عقب میں گھس گیا وہ گھوم کر آیا تو میں اتنی دیر میں ایک اور چٹان کے عقب میں جا چکا تھا۔

اب زندگی اور موت کا کھیل شروع ہوا تھا اور ہارن چٹانوں کے گرد بھاگ بھاگ کر مجھے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور میں اس سے بچنے کے لیے جسم و جان کی ساری توانائی استعمال کر رہا تھا۔ میں نے سامان اٹھا رکھا تھا اور میری کوشش تھی کہ یہ بھی میرے ہاتھ سے نہ جائے۔ ایک بار میں ایک چٹان سے نکلا تو میں نے غیر متوقع طور پر ہارن کو سامنے پایا اس نے چالاکی سے اندازہ کر لیا تھا کہ میں کہاں سے نکلوں گا اور وہ پہلے ہی وہاں موجود تھا میں تیزی میں خود پر قابو نہیں رکھ سکا تھا اور عین اس کے سامنے جا پہنچا۔

مجھے آج بھی حیرت ہوتی ہے کہ میں کیسے بچ گیا۔ میں رکنے کے بجائے سیدھا اس کی ٹانگوں کے درمیان میں گھس گیا تھا اور نکلتا چلا گیا اس نے بوکھلا کر اپنی ٹاپوں سے مجھے کچلنے کی کوشش کی مگر خدا نے مجھے محفوظ رکھا تھا اور میں اس کے عقب میں نکلنے میں کامیاب رہا اور جب تک وہ پلٹتا میں ایک پتلی سی دراڑ میں گھس گیا۔ اس جگہ اس کا گھسنا محال لگ رہا تھا پھر میں نے رکنے کے بجائے مزید اندر جانا مناسب سمجھا تھا۔ عقب سے اس کے غرانے اور اندر گھسنے کی کوشش کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اور شاید وہ اپنی بے پناہ طاقت کے بل پر کامیاب بھی ہو رہا تھا۔ میں اس سے دور رہنے کے لیے اندر گھسا جا رہا تھا۔

اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں اس دراڑ میں ہوں جو اوپر جانے والے راستے کے عین سامنے تھی۔ میر
خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ پہلے میں ڈر رہا تھا کہ یہ دراڑ کہیں اچانک بند نہ ہو جائے اور ہارن اس کے چوہے دان
میں مجھے دبوچ لے۔ مگر اب میں اس سے بچ سکتا تھا۔ میں نے دراڑ کا آخری سرا تلاش کیا اور مجھے اوپر جانے والا
سیڑھی نما راستہ نظر آ گیا تھا۔ اسی لمحے ہارن دراڑ کی دیواروں کو توڑتا ہوا نمودار ہوا تھا وہ مجھے مارنے کے لیے پاگل
ہو رہا تھا۔ میں نے تیزی سے سیڑھی چڑھی اور ایک بار پھر بال بال بچا تھا ہارن کے ہاتھ مجھے چھو کر رہ گئے تھے۔
میں اتنی اوپر پہنچا جہاں میں ہارن کی گرفت سے دور تھا۔ میں نے نیچے جھانکا تو ہارن سیڑھی پر قدم جمانے کی
کوشش کر رہا تھا مگر اپنے بھاری بھرکم وجود کی وجہ سے اسے دشواری ہو رہی تھی۔ مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ
کہیں وہ سیڑھی پر بھی نہ چڑھ جائے۔ اس لیے میں تیزی سے اوپر جانے لگا تھا۔

ابھی میں کچھ ہی اوپر گیا تھا کہ مجھے اوپر کی سمت سے لوگوں کے بات کرنے کی آوازیں آئیں۔ کچھ لوگ
اوپر سے نیچے آ رہے تھے۔ میں دونوں طرف سے گھر گیا تھا۔ نیچے ہارن تھا اور اوپر سے سپاہی آ رہے تھے جو اوپر
کی نگرانی کرتے تھے۔ شاید ان کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی اور ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو جانا تھا۔ میں تیزی سے واپس
آیا کیونکہ راستے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ ایک جگہ مجھے چھوٹی سی دراڑ نظر آئی تھی مگر جب میں نے اس کا
معائنہ کیا تو اس میں چھپنا مشکل دکھائی دیا تھا۔ یہ بہت چھوٹی تھی اور اس کے پاس سے گزرنے والے مجھے دیکھ
سکتے تھے۔

مجھے ایک خیال آیا اور میں نے سامان اس دراڑ میں ڈال دیا اور اس کے بعد خود سیڑھی کے ایک طرف
موجود خلا میں لٹک گیا تھا یہاں بعض پودوں کی جڑیں تھیں میں ان کے سہارے دیوار سے چپک گیا اور ساکت ہو
گیا میرے عین نیچے ہارن تھا مگر اس نے بھی اوپر سے آنے والوں کی آوازیں سن لی تھیں۔ اور غرانا بند کر دیا تھا۔
آنے والوں کی تعداد نصف درجن کے آس پاس تھی اور وہ بے خبری میں ہنستے بولتے ہارن کے سامنے جانے
والے تھے۔ مجھے ان پر ترس آنے لگا مجھے اندازہ تھا کہ ہارن ان کا کیا حال کر سکتا تھا وہ کسی صورت اس محدود سی
جگہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر ان پر ترس کھا کر میں ان کو خبردار کر بھی دیتا تو وہ مجھے کہاں بخشنے والے تھے
اس لیے میں چپ رہا۔ وہ میرے اوپر سے گزر کر نیچے پہنچے اور جیسے ہی پہلے آدمی نے نیچے قدم رکھا ہارن نے اسے
دبوچ لیا تھا۔ اس کی بھیانک چیخ سن کر میں پھرتی سے اوپر چڑھا۔ اپنا سامان اٹھایا اور ہر ممکن تیزی سے اوپر
جانے لگا۔ اب نیچے ایک کے بجائے کئی افراد چیخ رہے تھے شاید اپنے ساتھی کو چھڑانے کی کوشش میں باقی بھی
ہارن کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ یا وہ اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میرے پاس یہی مہلت تھی کہ میں
یہاں سے نکل جاؤں۔ خاصا اوپر آ کر میں نے نیچے جھانکا تو مجھے دھندلا سا نظر آیا تھا ہارن نے کم سے کم دو افراد کو
مار دیا تھا اور باقی اس پر حملے کر رہے تھے۔ وہ سپاہی تھے اور لڑنا ان کی مجبوری تھی ورنہ اس جیسی بلا کے سامنے تو
بھاگ جانا ہی بہترین حکمت عملی تھی۔

میں نے ایک بار پھر اوپر کا سفر شروع کیا۔ اب مجھے اطمینان تھا کہ اوپر کوئی نہیں ہوگا جو میرا راستہ روک
سکے۔ کوئی ایک ہزار فٹ اوپر آنے کے بعد راستہ ایک سرنگ میں گھس گیا تھا اس کے دہانے پر دو عدد مشعلیں
روشن تھیں میں نے ایک مشعل اتار لی اور اس کی روشنی میں سفر کرنے لگا تھا۔ یہ راستہ بہت طویل ثابت ہوا تھا

جب میں تھک جاتا تھا تو آرام کرنے کے لیے کہیں ٹک جاتا۔ اسی طرح آرام کرتے ہوئے میں نے کوئی نصف فاصلہ طے کرلیا تھا۔ اب برف شروع ہوگئی تھی اور مجھے سردی لگنے لگی تھی اس لیے میں نے گرم لباس پہن لیا۔

راستہ کئی جگہ چٹانوں کے اندر گیا تھا اور کئی جگہ مجھے کھلے میں سفر کرنا پڑا تھا کہیں ہموار ہو جاتا تھا اور کہیں بہت ہی ترچھا جس پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا تھا۔ ایک بار میں سرنگ میں سفر کر رہا تھا تو سرنگ ایک ہال میں جا نکلی اور وہاں متعدد مشعلیں روشن تھیں ایک کونے میں کچھ اس قسم کا سامان پڑا تھا جیسے وہاں کوئی رہتا ہو۔ مگر وہاں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید یہ اوپر سے آنے والوں کے لیے ستانے کی جگہ تھی۔ پھر مجھے خیال آیا کہیں یہ ...ل والے کی رہائش تو نہیں تھی جس کے بارے میں سامیرا نے بتایا تھا کہ وہ برف میں رہتا تھا اور برف کھاتا تھا۔ مگر یہاں پایا جانے والا سامان عام لوگوں کا تھا۔ اور یہاں برف نہیں تھی۔

میں اس سرنگ سے نکلا تو اس بار بہت سخت چڑھائی آئی تھی۔ نہ جانے یہ راستہ بھی کس طرح قائم رہ گیا تھا ورنہ پہاڑوں میں اس قسم راستے زیادہ دن برقرار نہیں رہتے ہیں۔ یہاں برف بھی زیادہ تھی اور موسم شدید سرد ہو رہا تھا یہاں گرم لباس کے بغیر گزارا ممکن نہیں تھا۔ ابھی تک صبح کے آثار نمودار نہیں ہوئے تھے مگر میرا اندازہ تھا کہ صبح ہونے والی تھی۔ اور میں شاید وادی کی دیواروں کے اوپری حصے میں تھا۔ جب نیچے سے دھند چڑھنا شروع ہوئی تو میں سمجھ کہ صبح ہونے والی ہے اس وقت تک تھکن سے میرا برا حال تھا اور شدید قسم کی بھوک بھی لگ رہی تھی مگر میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک اوپر نہیں پہنچ جاؤں گا کچھ کھاؤں گا نہیں۔

یونہی چڑھتے ہوئے ایک جگہ غار آیا تھا اس جگہ راستہ ذرا کشادہ تھا اور غار کا دہانہ بھی اتنا بڑا تھا کہ اس میں آرام سے آدمی جا سکے۔ خاص بات یہ تھی کہ اندر روشنی تھی۔ میں یک دم محتاط ہو گیا ممکن ہے یہ بھی پہرے داروں کا کوئی پڑاؤ ہو اور اندر کوئی موجود ہو۔ میں نے کونے سے اندر جھانکا تو پہلے تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا مگر چند لمحے بعد میری آنکھیں اندر دیکھنے کے قابل ہوگئی تھیں اور مجھے ایک دبلا سا آدمی نظر آیا جو دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا اس کے علاوہ اندر کوئی نہیں تھا مجھے اس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا اس لیے میں بے دھڑک اندر داخل ہوگیا۔ بوڑھا بہت زیادہ عمر کا تھا اس کی بھنویں تک سفید پڑ چکی تھیں اور عریاں سینے پر تمام پسلیاں گنی جا سکتی تھیں۔ اس نے صرف ایک پاجامہ نما کوئی چیز پہن رکھی تھی پہلے تو مجھے لگا وہ ایک لاش ہے مگر قریب جانے پر اس کے سینے کی خفیف سی حرکت محسوس ہوئی تھی۔ وہ زندہ تھا اور شاید سو رہا تھا۔ میں نے اسے چھیڑے بغیر غار کا معائنہ کیا۔ وہاں کچھ نہیں تھا بالکل خالی اور اجاڑ سا غار تھا۔ البتہ بوڑھا ایک کھال پر بیٹھا تھا جو گھس کر بہت پتلی رہ گئی تھی اور ایک طرف دیوار سے لگی مشعل روشن تھی۔ میں نے حیرت سے بوڑھے کو دیکھا جو اتنی شدید سردی میں بھی صرف ایک معمولی سے پاجامے میں تھا اور مجھے گرم لباس میں بھی سردی لگ رہی تھی۔

میں نے بوڑھے کو شانے سے ہلانے کے لیے پکڑنا چاہا تو مجھے لگا کہ میرا ہاتھ کسی شے نے جکڑ لیا ہو اور میں اس کا شانہ نہیں پکڑ سکا تھا۔ میں نے ہاتھ پیچھے کرنا چاہا تو وہ ہو گیا تھا مگر جب میں نے دوبارہ ہاتھ آگے کیا تو اسی طرح گرفت میں آگیا تھا۔ میں کسی قدر خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اچانک بوڑھے نے آنکھیں کھول دیں اور اس کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر روشن تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آنکھوں کے عقب میں بلب روشن ہوں۔ میں گھبرا کر پیچھے ہوا تھا۔

''کون کون ہو تم؟'' میں نے پوچھا۔
اس نے جواب نہیں دیا بس مجھے گھورتا رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ وہ برف والا تو نہیں تھا۔ اس
شخصیت میں برف والا کی تمام خصوصیات تھیں۔ وہ کسی لباس کے بغیر تھا اس کے پاس کھانے کا کوئی سامان
نہیں آ رہا تھا اور وہ بہت بوڑھا تھا۔ اورگان نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ بہت لمبی عمر پاتا ہے
جب مرنے والا ہوتا ہے تو نیچے وادی سے کوئی نوجوان چن کر لے جاتا ہے اور اسے اپنے سارے علوم سکھا
جاتا ہے۔ میں یہ سوچ رہا تھا تو اس نے سر ہلا کر میری تائید کی۔
''تم نے ٹھیک جانا میں برف والا ہوں۔''
''اچھا تم مجھے جانتے ہو؟'' میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا در حقیقت میں اس وقت بوکھلایا ہوا تھا۔
''ہاں میں تم کو جانتا ہوں۔''
''کیا جانتے ہو؟''
''یہی کہ تم باہر سے آئے ہو تم پہلے بھی ایک بار آ چکے ہو مگر اس وقت تم نے وادی کی زمین کو نہیں چھوا
اور تم ایک بار پھر یہاں آؤ گے۔''
''تم نے سامیرا کو خواب میں کہا تھا کہ میں اس سے جو مانگوں وہ دے دے۔''
اس نے سر ہلایا۔ ''ہاں مگر یہ تمہارے لیے نہیں ہے یہ کسی اور کے لیے ہے تمہارے مقدر میں بس ایک
اور یہاں آنا ہے۔''
''میرا پھر یہاں آنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔''
''ارادوں سے کچھ نہیں ہوتا۔'' اس کا لہجہ دھیما ہو گیا تھا۔ ''ہوتا وہی ہے جو اوپر والا چاہتا ہے۔''
''تمہارا مطلب ہے تمہارا دیوتا سینتور؟''
''تم اسے جو چاہو کہہ لو مگر وہ ایک ہی ہے۔'' اس نے ایک سرمستی کے عالم میں کہا۔ ''یہ بتاؤ تم کیا چا
ہو؟''
''میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔''
''تم یہاں سے چلے جاؤ گے لیکن میرا ایک کام کرو گے۔'' اس کا انداز سوالیہ نہیں بلکہ تحکمانہ تھا۔
''کیسا کام؟''
اس نے ہاتھ آگے کیا تو اس کی ہتھیلی پر ایک سرخ رنگ کا ہیرا رکھا تھا وہ ہیرا ہی تھا اور مشعل کی ہلکی
میں بھی خوب جگ مگا رہا تھا۔ ''یہ اس شخص کو دینا ہے جس کی دائیں آنکھ میں تل ہے۔''
''ولیم شا۔'' میں ششدر رہ گیا تھا۔ اسی کی دائیں آنکھ میں تل تھا۔
''مجھے نام نہیں معلوم۔'' بوڑھے کا لہجہ گونج دار ہو گیا تھا۔ ''جب تم برف سے نکلو گے تو اس سے ملو
وقت اسے یہ دے دینا۔''
''میں دے دوں گا۔'' میں نے کہا اور اس کی ہتھیلی سے کبوتر کے انڈے کے سائز کا یہ ہیرا اٹھا لیا۔
معلوم تھا یہ بہت قیمتی تھا ممکن ہے لعل بدخشانی سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جس شخص

اس وادی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اسے برف والا اتنا قیمتی ہیرا کیوں دے رہا تھا۔ مگر اس وقت میں اس سے سوال کرنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے جو حکم دیا تھا وہ میں لازماً پورا کروں گا۔ مجھے اس وقت خیال ہی نہیں آیا تھا کہ یہ ہیرا میں ولیم شا کو دینے کے بجائے خود بھی رکھ سکتا تھا۔ اور نہ ہی مجھے بعد میں یہ خیال آیا تھا۔ میں نے ہیرا لے کر اپنے پاس سامان میں رکھ لیا تھا۔

''تم نے سامیرا سے یہ کیوں کہا تھا کہ میں اس سے اور بھی کچھ مانگوں گا اور وہ مجھے دے دے۔''

''تم نے اس سے سیاہ پتھر مانگا ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''یہ تمہارے لیے نہیں ہے۔''

''پھر کس کے لیے ہے؟''

''یہ ہاتھ والے کے لیے ہے۔''

''ہاتھ والا کون؟'' میں نے پوچھا۔

''ابھی تم اسے نہیں جانتے۔ وہ تمہارے پاس آئے گا وہ نصیب یاور ہے۔ اس کا مقدر اس وادی کو بچائے گا۔ وہ یہاں آئے گا۔'' بوڑھا یوں اوپر آنکھیں کیے بول رہا تھا جیسے تقدیر کا لکھا پڑھ رہا ہو۔ ''میں اس کا انتظار کروں گا۔''

میں حیران تھا کہ وہ کس ہاتھ والے کا ذکر کر رہا تھا۔ پھر مجھے سامیرا کی بات یاد آئی۔ میں نے بوڑھے سے پوچھا۔ ''کیا میں پھر اس وادی میں آؤں گا؟''

''ہاں یہ تمہارا مقدر ہے۔'' اس نے سر ہلایا۔ ''تمہیں ایک کام اور کرنا ہوگا۔ ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے جانا ہوگا۔''

''کسے؟'' میں نے تعجب سے کہا۔ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا استخوانی جسم بالکل سیدھا اور مضبوط لگ رہا تھا۔ وہ مجھے لے کر باہر آیا۔ پھر اس نے نہ جانے کیا کہ ایک طرف سے چٹان کی دیوار سرک گئی اور اندر جانے کے لیے راستہ بن گیا۔ اس کے اشارے پر میں اندر داخل ہوا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا اور وہاں بہت ساری چیزیں تھیں دیکھنے میں وہ جگہ کوئی سائنسی تجربہ گاہ لگ رہی تھی۔ بوڑھا مجھے ایک طرف لے گیا۔ اور اس نے ایک بستر پر سوئے شخص کو جگایا۔ وہ اٹھا تو میں نے دیکھا وہ سانولے رنگ کا سولہ سترہ سال کا لڑکا تھا۔ وہ اس وادی کا نہیں تھا بلکہ باہر سے آیا تھا۔ یہ میرے لیے حیرت انگیز انکشاف تھا کہ ہم سے پہلے بھی باہر کا کوئی انسان یہاں آ چکا تھا۔

''یہ کون ہے؟''

''اس کا نام ویاس ہے۔ اسے برفانی آدمی کی مادہ اٹھا لائی تھی۔'' بوڑھے نے وضاحت کی۔ ''تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔''

ویاس بالکل تیار تھا اس نے گرم جوتے تک پہن رکھے تھے اور ایسا لگ رہا تھا برف والے نے اسے پہلے ہی سفر کے لیے تیار کر لیا تھا۔ حد یہ کہ اس کا سفری سامان بھی موجود تھا۔ جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ وہ

ہمارے ساتھ باہر آیا۔ اس نے بوڑھے کے ہاتھ چومے۔ اور اس نے کہا

''اب تم جاؤ۔ پھر ملاقات ہوگی۔''

میں حیران تھا۔ برف والے نے میرے دوبارہ یہاں آنے کی بات کی تھی مگر اس کے نزدیک اصل اہمیت کسی ہاتھ والے کی تھی جو ان کی وادی کو بچاتا۔ جب کہ میرا یہاں دوبارہ آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ یہی بات مجھ سے سامیرا نے کہی تھی۔ اور اب برف والا بھی یہی کہہ رہا تھا۔ کیا واقعی میرے مقدر میں اس جگہ واپس آنا لکھا تھا۔ میں سوچتا ہوا دیاس نامی لڑکے کے ساتھ باہر آیا۔ وہ بالکل گم صم تھا اور جب برف والے نے اسے میرے ساتھ جانے کے لیے کہا تو وہ یوں اٹھ کر چل پڑا جیسے اس کا معمول ہو۔ میں نے باہر آ کر برف والے سے پوچھا۔

''یہ تمہارے پاس کیسے پہنچا؟''

''تم اس چکر میں مت پڑو، اوپر والے کو اس کی زندگی منظور تھی۔ اس لیے یہ بچ گیا۔'' اس نے کہا۔ ''یاد رکھنا یہ ہیرا اس شخص کو دے دینا، اگر تم نے اسے نہیں دیا تو یہ تمہارے لیے مصیبت بن جائے گا اب جاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے غار کی طرف مڑ گیا تھا۔ ہمارے باہر آتے ہی ہال کا راستہ بند ہو گیا تھا۔ میں نے دیاس کو غور سے دیکھ اور پوچھا۔ ''تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟''

اس نے جواب شمالی ہندوستان میں بولی جانے والی کسی زبان میں دیا تھا وہ اردو یا ہندی سے نابلد لگتا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ سمجھا تو اس نے مجھے کسی نامانوس جگہ کا نام بتایا تھا۔ وہ نام میں بھول گیا ہوں۔ اگر چہ برف والے نے مجھے تجسس میں ڈال دیا تھا اور میں اس سے مزید پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر میرے ذہن سے خطرے کا احساس ٹلا نہیں تھا اور کوئی مجھے اندر سے اکسا رہا تھا کہ مجھے جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' میں نے دیاس سے کہا۔

اب ہم وادی کے اوپری حصے کے بہت نزدیک تھے۔ ہم اوپر چڑھتے رہے اور نہ جانے کس وقت وادی سے باہر جانے والی جگہ پہنچ گئے تھے۔ یہ ایک تنگ سی دراڑ تھی جیسی میں نے اس جگہ دیکھی تھی جہاں سے میں وادی میں گرا تھا۔ پھر کنارے جھلکنے لگے تھے۔ اوپر سورج کی تیز روشنی پھیل رہی تھی مگر نیچے وادی میں گہری دھند تھی اور یہ دھند اوپر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ دراڑ زیادہ طویل نہیں تھی اور کوئی چند سو گز کے بعد اوپری چٹانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

ہمالیہ سے واپس آنے کے بعد میں نے اس بارے میں جستجو کی کہ زمین میں اتنا گہرا گڑھا کس طرح وجود میں آتا ہے۔ مجھے پتا چلا کہ دنیا میں اور بھی مقامات پر اس قسم کے گڑھے ہیں جو خلا سے آنے والے سیارچوں کے زمین سے ٹکرانے سے وجود میں آتے ہیں۔ ممکن ہے اس مقام پر بھی کوئی ایسا ہی سیارچہ آ کر گرا ہو اور اس کی وجہ سے یہاں یہ بہت گہری اور بڑی وادی وجود میں آ گئی۔ کیونکہ یہاں انتہا درجے کی سردی تھی اور بارش نہیں ہوتی تھی اس لیے وادی کی دیواریں ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رہی تھیں۔ اس کے چاروں طرف موجود اونچے پہاڑوں نے اسے سہارا دے رکھا تھا اور یہ ہمالیہ کے قدرتی حصار میں باقی دنیا سے الگ تھلگ اور محفوظ تھی۔

☆======☆======☆

وادی سے باہر آنے کے بعد ہم نے اس کے کنارے چلنا شروع کیا میں اس جگہ تک جانا چاہتا تھا جہاں

ہم نے کیمپ لگایا تھا اور جہاں سے برفانی آدمی نے مجھے نیچے پھینکا تھا۔ وہیں سے میں واپسی کے سفر کا آغاز کرتا کیونکہ راستے کی نشانیاں مجھے اسی مقام سے یاد تھیں اگر میں اس جگہ سے سفر کرنے کی کوشش کرتا تو ممکن ہے بھٹک جاتا۔ اوپر آتے ہوئے مجھے تھکن کا اتنا احساس نہیں تھا مگر اب دل چاہ رہا تھا کہ کہیں پڑ کر سو جاؤں۔ مگر دن میں سفر کر کے میں اپنی منزل کے قریب ہو سکتا تھا اس لیے میں نے دل پر جبر کر کے چلتے رہنے کو ترجیح دی۔ ویاس ویسے ہی تازہ دم تھا اس لیے اس کے لیے چلنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ویسے میرا اندازہ تھا کہ ہم شام تک ہی اس جگہ پہنچ سکتے تھے جہاں ہم نے کیمپ لگایا تھا۔ وادی کا قطر اوپر سے کوئی تیس میل تھا۔ ہم اس کے شمالی حصے میں نکلے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمیں دن میں کوئی چالیس میل کا سفر طے کرنا تھا۔ شکر ہے کہ وادی کے چاروں طرف زمین ہموار تھی اور کوئی اونچی پہاڑی یا ڈھلان نہیں تھی۔ اس لیے ہمیں چلنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔

دھوپ نکل آئی تھی اور وادی کے سوا ہر طرف اس کا چمکیلا غبار پھیلا ہوا تھا۔ کسی مقام پر وادی میں جھانکنے کا موقع ملتا تھا تو اندر سوائے گہری دھند کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ قدرت نے اس طرح وادی کو کیموفلاج کر دیا تھا کہ وہ اوپر سے بھی نظر نہیں آتی تھی۔ آج سیٹلائیٹس کا دور ہے مگر یہ وادی ان سے بھی نظر نہیں آتی ہے کیونکہ دن میں دھند کی وجہ سے یہ اوپر سے ہمالیہ کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے اور کسی کو شبہ بھی نہیں ہوتا کہ یہاں کوئی بہت بڑی اور گہری وادی ہے۔

دوپہر کے قریب ہم نے ایک جگہ رک کر کچھ دیر ستانے کے ساتھ تھوڑا پنیر اور مکھن کھایا۔ اس کے بعد میں دل پر جبر کرتے ہوئے پھر سے چلنے لگا تھا میرے پاؤں وزنی ہو رہے تھے اور شانے پر لدا سامان بوجھ لگ رہا تھا۔ ایک بار مجھے خیال آیا کہ میں کم سے کم تیر کمان اتار کر پھینک دوں۔ لاٹھی سے میں سہارے کا کام لے رہا تھا۔ مگر پھر میں نے ارادہ ترک کر دیا۔ نہ جانے راستے میں اور کس بلا سے واسطہ پڑے اور میرا مسلح ہونا ضروری تھا۔ مجھے خاص طور سے برفانی آدمی سے خطرہ تھا کیونکہ جہاں ایک برفانی آدمی تھا وہاں دوسرے کی موجودگی بھی عین ممکن تھی۔ اس کے موقع پر ویاس کام آیا تھا اس نے بھانپ لیا تھا کہ میں تھک گیا ہوں اس لیے اس نے مجھ سے تیار کمان لے لیا تھا۔

شام تک سفر کرنے کے بعد بھی وہ مقام نہیں آیا تھا جہاں ہم نے کیمپ لگایا تھا وہ جگہ مجھے اچھی طرح یاد تھی اور اب تک اس کو آ جانا چاہیے تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں نے غلط اندازہ لگایا تھا اور میں وادی کے جنوب مغربی کونے میں نکلا تھا اور میں نے غلط سمت اختیار کی تھی۔ اس وجہ سے ہمیں لمبا چکر پڑ گیا تھا۔ جب سورج کی روشنی ڈھل گئی۔ تب میں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے جو لباس پہنا تھا اس میں سردی سے محفوظ تھا۔ مگر اس کے باوجود جب چلتے ہوئے رکا اور سونے کی کوشش کی تو سردی مزاج پوچھنے لگی تھی۔ ویاس کی کوئی مرضی نہیں تھی اس نے خود کو میرے حوالے کر دیا تھا۔ اس لیے جیسا میں کہتا تھا وہ ویسا ہی کرتا تھا۔ ہم سکڑ سمٹ کر خاصی دیر تک ٹھٹھرتے رہے تھے تب کہیں جا کر نیند آئی تھی۔

میں ایسا بے حال سویا تھا کہ صبح جب سورج کی روشنی براہِ راست میرے چہرے پر آئی تھی تب میری آنکھ کھلی تھی۔ رات کی سردی میں جسم اکڑ گیا تھا۔ بمشکل میں نے جسم کھولا۔ ویاس جاگ گیا تھا اور ایک طرف بیٹھا تھا۔ میں نے اٹھ کر سامان سے روٹی نما شوگ نکالی اور ہم دونوں نے یہی کھائی تھی۔ پانی کے لیے ہر طرف برف

تھی جب پیاس لگتی تو تھوڑی سی برف منہ میں ڈال کر چوس لیتا تھا ویسے یہاں اتنی پیاس نہیں لگتی کیونکہ موسم سرد تھا البتہ جب دھوپ تیز ہوتی تو حلق جلدی جلدی خشک ہو جاتا تھا۔ ناشتہ کر کے ہم پھر وادی کے کنارے سفر کرنے لگے تھا۔ کہیں دوپہر کو جا کر مجھے وہ جگہ ملی جہاں ہم نے کیمپ لگایا تھا۔

اس جگہ ابھی تک اس تباہی کے آثار تھے جو برفانی آدمی نے پھیلائی تھی۔ جا بجا ٹوٹی ہوئی چیزیں پڑی تھیں مجھے یاد تھا کہ ایک جگہ مٹی کے تیل کی ایک بوتل بچی تھی اسے ولیم شا نے سنبھال کر رکھ لیا تھا اور ایک پستول بھی تھا۔ مجھے ان دونوں چیزوں کی تلاش تھی۔ مٹی کے تیل کی بوتل مجھے ایک جگہ مل گئی تھی مگر پستول غائب تھا جب میں برفانی آدمی سے لڑ رہا تھا تو وہ کہیں چٹانوں میں گم گیا تھا میں نیچے بھی اترا تھا جہاں تک ممکن ہوا میں نے پستول دیکھا۔ مگر وہ نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔ تباہ شدہ اشیا سے میں نے ایسی چیزیں سمیٹ لیں جن کو آگ دکھائی جا سکتی تھی اور ان سے ہمیں کچھ حرارت مل جاتی۔ روانہ ہونے سے پہلے ہم نے تھوڑا سا شوگ کھایا۔ یہ بھرپور توانائی والی غذا تھی۔

اس سارے دن سفر کے دوران میں ایک خاص چوٹی کو مدِ نظر رکھ کر سفر کرتا رہا تھا۔ یہ ہماری راہ میں آنے والی سب سے بلند چوٹی تھی اور اسے بڑی مشکل سے سر کیا تھا۔ ہمیں اس تک جانے میں دو دن لگ جاتے۔ جب رات ہوئی تو ہم ایک وسیع و عریض ڈھلان پر تھا یہاں رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی اس لیے ہم ایک جگہ برف کھود کر اس میں لیٹ گیا تھا۔ اس رات میں نسبتاً سکون سے سویا تھا۔ اور صبح اٹھا تو تازہ دم تھا۔ کھانے کے بعد ہم روانہ ہوئے تو سفر خاصا تیز تھا۔ دن بھر میں کوئی بیس میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ جب رات ہوئی تو ہم چوٹی سے اتنے ہی فاصلے پر تھے۔ اگر ہم اگلے روز اس کے دامن تک پہنچ جاتے تو اگلے دن اسے سر کر سکتے تھے۔ اس کے بعد کا سفر آسان تھا۔ ایک وسیع برف زار میں سفر کرنا آسان نہیں ہوتا ہے۔ آدمی پہاڑوں اور ویرانی کی دہشت سے ادھ موا ہو جاتا ہے اور اس کا ذہن قابو سے باہر ہونے لگتا ہے۔ کبھی کبھی سفر کے دوران ایسا بھی ہوتا کہ مجھے لگتا جیسے میں حواس کھو دوں گا۔ مگر میں خود پر قابو رکھتا تھا کیونکہ اس جگہ ہوش کھونے کا مطلب زندگی کھونا تھا۔

اُس روز سفر کر کے حسبِ توقع چوٹی کے دامن تک پہنچ گئے تھے اور اب اس سفر کا سب سے خطرناک مرحلہ شروع ہوا تھا۔ جب میں ولیم اور ایلن کے ساتھ یہاں آیا تھا تو ہمارے پاس تمام سامان اور ضروری چیزیں تھیں جن کی مدد سے اس چوٹی کو عبور کیا جا سکتا تھا مگر اب ہمارے پاس سوائے خالی ہاتھوں اور پیروں کے کچھ نہیں تھا اور ہمیں ان کی مدد سے اس بائیس ہزار فٹ بلند چوٹی کو عبور کرنا تھا۔ ویاس کا مجھے نہیں معلوم تھا مگر میرے لیے اس چوٹی کو سر کرنا ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے سے کم نہیں تھا۔ یہ رات ہم نے ایک برفانی کھوہ میں بسر کی اور سردی سے بچنے کے لیے آگ جلانی پڑی تھی۔ تھرمامیٹر تو نہیں تھا مگر رگوں میں جمتا خون بتا رہا تھا کہ باہر درجہ حرارت صفر سے خاصا نیچے ہے۔ یہ رات میں نے بہت بے چینی سے بسر کی مجھے سانس لینے میں بھی دشواری ہو رہی تھی ویاس کا حال بھی مجھ سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ ہم کم سے کم بھی بیس ہزار فٹ کی بلندی پر تھے اور اتنی بلندی پر ہوا بہت ہلکی رہ جاتی ہے سمجھ لیں کہ سطح سمندر کے مقابلے میں صرف تہائی حصہ رہ جاتی ہے اور اس میں سانس لینا پھیپھڑوں کے لیے آسان نہیں ہوتا ہے۔ دمے کا مریض اس میں سانس لے ہی نہیں سکتا۔ صبح میرے سر میں

شدید درد ہو رہا تھا اور میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں تھا روشنی ہونے پر ہم اپنی کھوہ سے نکلے اور ناشتہ کر کے چلنے کی تیاری کر رہے تھے کہ برف پر ایک نشان دیکھ کر میرا خون پھر سے رگوں میں جمنے لگا تھا۔

یہ کسی بہت بڑے انسانی پاؤں کا نشان تھا۔ یہ برفانی آدمی کے پاؤں کا نشان تھا۔ اور میں اسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ نشان اس کھوہ سے کچھ ہی دور تھا میں نے پاس جا کر دیکھا تو یہ نشان اس سمت سے آیا تھا۔ جس طرف سے ہم آئے تھے اور پہاڑ کی طرف جا رہا تھا۔ رات کسی وقت ہلکی برف باری ہوئی تھی اس کی وجہ سے باقی نشان مٹ گئے تھے۔ صرف یہ نشان تھا کیونکہ یہ ایک نسبتاً گہرے گڑھے میں تھا۔ اس لیے محفوظ رہا۔ اب سوال یہ تھا کہ برفانی آدمی کہاں سے آ رہا تھا اور کہاں جا رہا تھا۔ پھر ہم اس سے کس طرح محفوظ رہے تھے؟ شاید اسے وہ کھوہ نظر نہیں آئی تھی جس میں ہم نے رات گزاری تھی۔ ویاس نے بھی نشان دیکھ لیا تھا اور وہ مارے خوف کے کانپنے لگا تھا۔ وہ بھی برفانی آدمی کا سامنا کر چکا تھا اور میری طرح خوش قسمت نکلا تھا کہ اس کے باوجود بچ گیا تھا۔ برف والے کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ اسے برفانی آدمی کی مادہ اٹھا لائی تھی۔ برفانی آدمی کی مادہ کو انسان سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

میں نے تشویش سے چوٹی کی طرف دیکھا۔ میرے ذہن میں ایک خدشہ اور بھی تھا کہ یہ وہی برفانی آدمی تو نہیں تھا جس نے ہمارا پیچھا کیا تھا اور ہمیں مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھی میری طرح اوپر سے گرنے سے مر گیا تھا یا اس کی لاش ابھی تک کہیں چٹانوں میں اٹکی ہوئی تھی۔ میں نے دوبارہ اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا کہ اس سے پھر سامنا ہو سکتا ہے۔

اگر یہ برفانی آدمی دوسرا تھا تب بھی یہ اچھی صورتِ حال نہیں تھی کیونکہ میں اس مخلوق کی درندگی دیکھ چکا تھا اور برف پر پاؤں کا نشان بتا رہا تھا کہ وہ بہت بڑا درندہ تھا۔ کم سے کم اس برفانی آدمی کے برابر ضرور تھا جس نے ہمارا پیچھا لے لیا تھا۔ میں اوپر جاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا کہ کہیں اس سے سامنا نہ ہو جائے مگر جانا بھی لازمی تھا۔ ہم یہاں بیٹھے بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے اللہ کا نام لیا اور ویاس کے ساتھ اوپر چڑھنے لگا۔ موسم سرد ہونے سے برف سخت ہو رہی تھی۔ اس پر چڑھنا آسان تھا۔ میرے پاس لاٹھی تھی اس کی مدد سے میں برف تلے آنے والے گڑھوں سے بچ رہا تھا اور کئی جگہوں پر چھپے گڑھے لاٹھی کی مدد سے سامنے آ گئے ویاس میرے بالکل پیچھے تھا۔ بلند ہوتے پہاڑوں میں اس قسم کے چھپے گڑھے اکثر پائے جاتے ہیں اور بے خبری میں کوہ پیما اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جیسے جیسے چوٹی پاس آ رہی تھی چڑھائی دشوار ہوتی جا رہی تھی۔ میری کوشش تھی کہ جلد از جلد چوٹی تک پہنچ جاؤں تاکہ رات سے پہلے دوسری طرف اتر سکوں۔ میں چوٹی سے جتنا نیچے جا کر قیام کرتا ہمیں اتنی ہی کم سردی کا سامنا کرنا پڑتا۔ چوٹی کے پاس درجہ حرارت بہت کم تھا مگر مسلسل حرکت میں رہنے کی وجہ سے جسم گرم تھا۔ دوپہر کے ذرا بعد ہم چوٹی تک پہنچنے میں کامیاب رہے۔ ویاس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ کمزور جثے کا مالک ہے اور میرا ساتھ نہیں دے سکے مگر اس کوہ پیمائی میں وہ کسی وقت بھی مجھ سے پیچھے نہیں رہا تھا۔ وہ بھی شاید کوہ پیمائی کے فن سے واقف تھا۔ چوٹی پر ایلین کا لگایا پرچم ابھی تک موجود تھا۔ ولیم نے اسے شابریڈ خان کا نام دیا تھا جو ہمارے ناموں کے آخری حصوں کو ملانے سے بنا تھا۔ کچھ دیر ستانے اور سانس درست کرنے کے بعد ہم دوسری

طرف اترنے لگے۔

برفانی پہاڑوں پر چڑھنا جتنا دشوار ہوتا ہے اترنا بھی اتنا ہی دشوار ہوتا ہے کیونکہ راستہ کبھی سیدھا نہیں ہوتا ہے اور اکثر چڑھنے اترنے کا عمل ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔ اس کے باوجود ہم بنا کسی رسے اور دوسری چیزوں کی مدد کے اس چوٹی سے اترنے میں کامیاب رہے۔ شام سے پہلے ہم دامن میں تھے۔ جس کے بعد ایک طویل ڈھلان تھی اس کی نرم برف پر سفر سب سے دشوار ثابت ہوا تھا۔ مگر اس بار یہ میدان بھی سخت تھا اور برف پر سفر کرنا آسان تھا۔ میں نے خدا کی اس مہربانی پر شکریہ ادا کیا، ہم جس رفتار سے آئے تھے۔ اس سے زیادہ تیزی سے واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ اس تیز رفتاری کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مجھ پر بوجھ کم تھا اور مجھے یہاں سے نکلنے کی جلدی بھی تھی۔ میں برفانی آدمی کے خطرے سے بھی پوری طرح چوکنا تھا۔ مگر مجھے اس جگہ کہیں اس کا نشان نہیں ملا تھا۔ شاید وہ چوٹی سے ہو کر کسی اور طرف نکل گیا تھا۔ جب دامن تک پہنچنے کے بعد بھی مجھے اس کے آثار نہیں ملے تھے تو میں ذہنی طور پر مطمئن ہو گیا تھا۔

شام ہم نے ایک چھوٹے سے ٹیلے کے دامن میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں سردی نسبتاً زیادہ تھی کیونکہ شمال سے سرد ہوا بہہ رہی تھی۔ اس سے بچنے کے لیے یہی ایک جگہ ملی تھی۔ برف کو مزید کھود کر اس ہوا سے بچاؤ کا بندوبست کر کے ہم نے تاریکی ہونے سے پہلے کھانا کھایا اور سونے کے لیے لیٹ گئے۔ دن ابھی بڑا تھا اور رات دس گھنٹے سے کم کی ہوتی تھی۔ اس لیے ہمیں چوبیس گھنٹے میں سے آرام کے لیے صرف آٹھ نو گھنٹے مل رہے تھے۔ عام حالات میں اتنی دیر کا آرام کافی ہوتا ہے مگر ہم سارا دن مستقل سفر کرتے تھے اور اس دوران میں دشوار گزار راستوں سے گزرتے تھے۔ پھر قیامت کی سردی تھی۔ رات مجھے سونے سے پہلے ایک دو گھنٹے ٹھٹھرنا پڑتا تھا تب کہیں جا کر نیند آتی تھی۔

اس رات بھی مجھے دیر سے نیند آئی کھوہ بنانے کے باوجود یخ بستہ ہوا رگ و پے میں گھسی جا رہی تھی۔ میرے پاس مٹی کا تیل تھا مگر کوئی ایسی چیز نہیں رہی تھی جس کو میں جلا کر حرارت حاصل کر سکتا۔ جب نیند آئی تب بھی میں بار بار چونکتا رہا تھا کبھی کبھی مجھے لگتا تھا کہ آس پاس کوئی ہے اور میں برفانی آدمی کا سوچ کر گھبرا جاتا تھا۔ رات کسی وقت برف باری بھی ہو گئی تھی اس وقت ہوا کی آفت سے ذرا دیر کے لیے نجات ملی تھی لیکن جیسے ہی برف باری رکی ہوا دوبارہ چلنے لگی تھی۔ ویاس مجھ سے جڑ کر لیٹا ہوا تھا اور ہم ایک دوسرے کے جسموں سے حرارت کشید کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسے ناکام کوشش کہا جا سکتا تھا کیونکہ حرارت ہم میں سے کسی کے پاس نہیں تھی۔

صبح میں بیدار ہوا تو جسم شل تھا اور میں بڑی مشکل سے کھوہ سے نکلا تھا کچھ یہی حالت ویاس کی تھی۔ شوگ کھا کر ہمارے حواس بحال ہوئے تھے اور ہم سفر کرنے کے قابل ہوئے تھے۔ دھوپ نکلی تو اس کی حرارت سے حالت مزید بہتر ہوئی تھی۔ مگر چلنے کے چند گھنٹے بعد میرا سر چکرانے لگا تھا شاید مجھے رات چلنے والی ہوا لگ گئی تھی اور اس کے اثر سے میرے رگ و پٹھے جام ہو رہے تھے۔ جب میری حالت زیادہ ہی خراب ہونے لگی تو میں ایک جگہ رک گیا ویاس پریشان تھا کیونکہ اس ویران جگہ میں ہی اس کا رہنما اور سہارا تھا۔ یہاں دونوں طرف پہاڑ تھے اور درمیان میں تنگ سا راستہ تھا جس پر ہم سفر کر رہے تھے۔ یہ جگہ بہت خطرناک تھی کیونکہ کسی وقت بھی لینڈ

سلائیڈنگ ہوتی اور ہم ٹنوں برف تلے دفن ہو کر رہ جاتے۔

میں ایک طرف برف کے چھجے تلے لیٹ گیا تھا۔ اور ذرا دیر بعد مجھے اپنا ہوش نہیں رہا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر اسی کیفیت میں گزر گئی تھی کہ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی مجھے چھیڑ رہا ہے اس کے سخت ہاتھ مجھے الٹ پلٹ رہے تھے۔ میں نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی تو وہ زبردست انداز میں غرایا تھا اور مجھے ہوش آ گیا۔ میرے عین سامنے ایک برفانی آدمی تھا اور وہی مجھے الٹ پلٹ رہا تھا مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر وہ بدک کر پیچھے ہوا تھا اور غرانے لگا۔ مجھے ایک لمحے کو شبہ ہوا کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں مگر اگلے ہی لمحے میں اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میرے اچھلنے سے برفانی آدمی غراتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اور ایسا لگا جیسے وہ مجھ پر حملہ کرنے والا ہے۔ میں نے بے ساختہ لاٹھی اٹھائی تھی اور وہ بدک کر ذرا دور بھاگا۔ خاصا بزدل قسم کا برفانی آدمی لگ رہا تھا۔

میں نے دیاس کو دیکھا تو وہ مجھے آس پاس نظر نہیں آیا تھا اور مزے کی بات تھی کہ اس کا سامان بھی غائب تھا جو وہ برف والے کے ہاں سے لے کر چلا تھا۔ تو کیا وہ مجھے بے ہوش دیکھ کر اس ویران جگہ چھوڑ گیا تھا۔ اس کا خیال ہوگا کہ اب میں بچ نہیں سکوں گا۔ یہی ہوا تھا ورنہ اس کا سامان نہ غائب ہوتا۔ یہ غصے کا موقع نہیں تھا کیونکہ ذرا دور ایک برفانی آدمی کھڑا غرا رہا تھا۔ میں نے لاٹھی سے اسے ڈرایا تو وہ چپ ہو گیا۔ میری غفلت اور شاید دیاس بھی اسے دیکھ کر بھاگ گیا تھا۔ اب میں پوری طرح چوکنا تھا مگر جب میں نے لاٹھی پکڑی تھی تو اس کا جارحانہ رویہ یک دم بدل گیا تھا اور اب وہ شرافت سے کھڑا میرا معائنہ کر رہا تھا۔

تیر کمان ذرا دور پڑے تھے اور میں جانتا تھا کہ لاٹھی اس کے مقابلے میں زیادہ کارآمد نہیں تھی۔ میں آہستہ سے پیچھے سرکنے لگا۔ اس نے میرے حرکت کرنے پر بھی کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ بس خاموشی سے کھڑا رہا تھا میں نے بہت آہستہ سے جھک کر تیر کمان اٹھایا اور ایک تیر چلے پر چڑھا کر رخ اس کی طرف کیا تو بھی وہ ساکت کھڑا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اسے خطرے کا احساس ہی نہ ہو۔ میں نے اس کے سینے کا نشانہ لیا تھا۔ اور تانت کھینچی مگر نہ جانے کیوں میرا ہاتھ رک گیا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی جارحیت نہیں تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ میں اس کے نزدیک محض ایک عام سی چیز تھا۔ اس کے باوجود میں اس پر بھروسہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھا ممکن ہے فی الحال اسے مجھ سے دلچسپی نہ ہو لیکن اچانک ہی دوسرے پل اس کا رویہ کیا ہو میں کہہ نہیں سکتا تھا۔

میں نے تانت ڈھیلی کر دی اور تیر کمان تھامے تھامے اپنا سامان سمیٹنے لگا تھا اس دوران میں برفانی آدمی دور کھڑا رہا اس نے میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا اور الٹے قدموں اسے نظر میں رکھتے ہوئے چلنے لگا تھا۔ کچھ دیر وہ بھی کھڑا رہا پھر میری ہی رفتار سے میرے ساتھ چلنے لگا اس نے اپنے اور میرے درمیان ایک فاصلہ برقرار رکھا تھا۔ میں نے اسے دھمکایا اور غصہ ور آوازیں نکالیں۔ مگر وہ ڈھٹائی سے میرا پیچھا کرتا رہا تھا۔ اس کے چکر میں، مَیں ایک خطرے کو فراموش کر بیٹھا تھا کہ یہاں جا بہ جا برف تلے گڑھے ہوتے ہیں جن پر جمی برف ذرا سا بوجھ آتے ہی بیٹھ جاتی ہے۔ میرے پاؤں تلے سے اچانک زمین نکلی اور میں ایک گڑھے میں جا گرا تھا۔ میرے منہ سے اضطراری طور پر چیخ نکلی تھی مگر مجھے کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ گڑھا صرف دس گیارہ فٹ گہرا تھا اور اس کی تہہ میں نرم برف تھی۔ میرا سامان بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ ذرا سنبھل کر اس گڑھے کا معائنہ کیا تو پتا چلا کہ اس تکون نما گڑھے کی دیواریں عمودی تھیں اور ان پر چڑھنا آسان

نہیں تھا۔

یہ ایک اور مصیبت تھی۔ برفانی آدمی اوپر موجود تھا وہ اس صورتِ حال میں نہ جانے کیا ردِعمل دکھاتا۔ وہ کچھ دیر بعد اس طرح گڑھے کے کنارے نمودار ہوا تھا کہ صرف اس کا سر نظر آ رہا تھا۔ وہ منہ کے بل لیٹ کر کنارے تک آیا تھا۔ اس نے میرا معائنہ کیا اور مجھے زندہ سلامت پا کر دانت نکالے۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔

''مجھے یہاں سے نکالو۔''

جواب میں اس نے نہ سمجھ میں آنے والی غوں غاں کی تھی اور آرام سے لیٹا رہا تھا۔ مجھے یہ برفانی آدمی اس سے بالکل مختلف لگا تھا جس نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی۔ وہ درندہ صفت تھا اور اس میں کسی قدر شرافت نظر آ رہی تھی اب اس شرافت کی وجہ کیا تھی یہ میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ بہر حال وہ مجھے نقصان پہنچانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''اوہ خدا کے بندے مجھے باہر نکالو۔'' میں نے پھر کہا تو وہ دانت نکال کر رہ گیا تھا۔ میں اسے اپنی بات نہیں سمجھا پا رہا تھا اس لیے مجبوراً گڑھے میں ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔ جب تک یہ میرے سر پر مسلط تھا میں اس جگہ سے نکلنے کی جدوجہد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کچھ دیر اسی طرح مجھے دیکھتا رہا پھر چلا گیا اس کے جانے کے بعد میں نے لاٹھی کی نوک سے ایک طرف سے برف کھودنا شروع کی۔ مگر جلد مجھے پتا چل گیا کہ گڑھے کی برف لوہے کی طرح سخت تھی اور اسے کھودنا بہت مشکل تھا۔ پھر بھی میں کوشش کرتا رہا۔

جس وقت میں گڑھے میں گرا سورج ڈھلنے کے قریب تھا۔ اور جب میں نے برف کھودنا شروع کی تو اندھیرا چھانے لگا تھا۔ ذرا دیر بعد تاریکی اتنی ہو گئی تھی کہ کچھ نظر آنا بند ہو گیا۔ اب میں سوائے سکون سے بیٹھ کر اگلی صبح کا انتظار کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دن میں بھی بادل رہے تھے اور رات کو بھی مطلع ابر آلود رہنے کا امکان تھا یعنی چاند کی روشنی بھی نہ ہوتی۔ بس بادلوں کی وجہ سے اجالے کا ایک ہلکا سا احساس رہتا۔ میں نے کچھ پنیر اور مکھن شوگ کے ساتھ کھایا تا کہ میری توانائی بحال رہے۔ اب میری طبیعت بہت بہتر تھی۔ شاید برفانی آدمی کو دیکھ کر میرے اندر ہمت آ گئی تھی اور اس نے بیماری کا احساس دبا دیا تھا۔ مجھے دیاس کا خیال بھی آیا تھا۔ وہ نہ جانے کہاں تھا۔

کچھ دیر میں چاند نکل آیا تھا تو کسی قدر روشنی ہوئی۔ مجھے گڑھے میں تھوڑا بہت نظر آنے لگا۔ میں نے صبح کے بجائے ابھی گڑھے کی برف کھود کر نکلنے کا سوچا اور لاٹھی کی مدد سے برف کھرچنے لگا تھا۔ پوری برف اتارنے کے بجائے میں اس میں کھانچے بنا کر ان کی مدد سے اوپر چڑھ سکتا تھا میں یہی کام کرنے لگا۔ ابھی ایک کھانچہ بنایا تھا کہ اوپر سے آہٹ ہوئی اور میرے عین اوپر برفانی آدمی کا بڑا سا منہ نمودار ہوا تھا۔ میں بے ساختہ بدک کر پیچھے ہٹا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے مگر ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ پہلے کی طرح لیٹ کر میرا جائزہ لے رہا تھا۔ اس دوران میں وہ نہ جانے کہاں رہا تھا شاید کھانے گیا تھا۔ میرے بارے میں اسے اطمینان تھا کہ میں اتنی آسانی سے اس گڑھے سے نہیں نکل سکوں گا اور وہ آرام سے اپنا کام کر کے آ گیا تھا۔

کچھ دیر مجھے دیکھنے کے بعد اس نے اچانک کوئی شے اندر پھینکی۔ میں نے اسے دیکھا یہ ایک رسی تھی اور

اس کا دوسرا سرا اس کے پاس تھا۔ میں نے حیرت سے رسی کو دیکھا کیا وہ میری مدد کے لیے یہ رسی لایا تھا۔ میں نے رسی پکڑ کر کھینچی۔ ذرا دیر بعد وہ تن گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ برفانی آدمی نے رسی مضبوطی سے تھام رکھی ہے۔ مجھے رسی کے ساتھ الجھے دیکھ کر اس نے ایک دوستانہ سی آواز نکالی جس کا مطلب شاید یہ تھا کہ میں رسی کی مدد سے اوپر آ جاؤ۔ مگر میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا اگر وہ گڑھے سے نکلتے ہی مجھے دبوچ لیتا تو میں کیا کرتا۔ اس وقت میں مدافعت کی پوزیشن میں نہیں ہوتا اور اس کے ہاتھ سے مارا جاتا۔

اس خطرے کے ساتھ ہی مجھے یہ احساس بھی تھا کہ اس کا رویہ کسی طور بھی جارحانہ نہیں ہے بلکہ وہ کسی حد تک دوستی کا اظہار کر رہا ہے۔ پھر بھی میں اس پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا بہر حال وہ ایک درندہ تھا جو کسی وقت بھی پھر کر مجھے کسی کھلونے کی طرح توڑ مروڑ سکتا تھا۔ میں اس کی جناتی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے رسی پکڑ کر اوپر جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب کہ برفانی آدمی وقفے وقفے سے آوازیں نکال کر مجھے ترغیب دے رہا تھا کہ میں رسی تھام لوں اور باہر نکل آؤں۔ اس کی ترغیب پر دھیان دینے کے بجائے میں نے تیر کمان سنبھال لیا تا کہ جب اپنی کوشش میں ناکامی کے بعد اسے غصہ آئے تو میں اس سے نمٹنے کے لیے بالکل تیار ہوں۔ مشتعل ہو کر اس گڑھے میں گھس آتا تو مجھے سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ میں ایک طرف دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ برف کا یہ گڑھا باہر کے مقابلے میں کم سرد تھا۔ باہر اس وقت بھی یخ بستہ ہوا چل رہی تھی۔

وقت گزرتا گیا کبھی کبھی مجھے نیند کا جھونکا آ جاتا تھا۔ مگر فوراً ہی میں ہوشیار ہو جاتا تھا۔ پھر صبح کے آثار نمودار ہوئے اور میں اب پوری طرح چوکنا ہو گیا کیونکہ رات کی تاریکی کے مقابلے میں دن میں برفانی آدمی کے حملے کا زیادہ خطرہ تھا۔ وہ ساری رات گڑھے کے کنارے لیٹا رہا تھا۔ اسے نہ تو سردی لگی تھی اور نہ ہی وہ تھکن یا نیند کی کمی کا شکار نظر آ رہا تھا۔ اس کا اسٹیمنا غیر معمولی تھا اور وہ بالکل چاک و چوبند تھا۔ مجھے اٹھتے دیکھ کر اس نے دوستانہ آواز نکالی جس میں مجھ سے رسی تھام کر اوپر آنے کی التجا تھی۔

میں جھنجھلا گیا تھا وہ میرا دشمن نہیں تھا مگر بلا وجہ مجھ پر مسلط ہو رہا تھا۔ میں نے غصیلے انداز میں ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا وہ نہ سمجھنے کے انداز میں منہ کھولے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ میں نے پھر اسے جانے کا اشارہ کیا اس بار اس نے سمجھ کر نفی میں سر ہلایا اور رسی کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس کی مدد سے باہر آ جاؤں۔ مجبوراً میں نے اسے ڈرانے کے لیے اس سے ذرا نیچے ایک تیر مارا۔ شائیں کی آواز کے ساتھ تیر برف میں گڑ گیا۔ وہ گھبرا کر ہٹا اور ذرا دور چلا گیا۔ میں نے اچھل کر تیر برف سے نکال لیا۔ برفانی آدمی گڑھے کے آس پاس ہی تھا مگر پھر کنارے نہیں آیا۔

اب میں نے گڑھے سے نکلنے کے بارے میں سوچا رسی ابھی تک لٹک رہی تھی۔ میں نے اسے کھینچ کر دیکھا۔ رسی کھنچی چلی آئی تھی اس کا مطلب تھا کہ برفانی آدمی نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ رسی ساری نیچے آ گئی اور میں اس کی مدد سے نکلنے کی ترکیب سوچنے لگا مگر مجھے کھانچے بنا کر باہر نکلنے کے سوا اور کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ میں نے ایک بار پھر کھانچے بنانا شروع کر دیئے اس کام میں دیر تو لگی تھی مگر دو گھنٹے کی محنت کے بعد میں ایسے کھانچے بنانے میں کامیاب رہا تھا جن کی مدد سے اوپر چڑھا جا سکتا تھا میں نے پہلے آزمائشی طور پر چڑھ کر دیکھا۔ کنارے سے سر نکال کر دیکھا تو برفانی آدمی کو ایک طرف بیٹھے پایا اس کا منہ میری طرف نہیں تھا اس لیے

اسے علم نہیں ہوا تھا میں نے موقع غنیمت جانا اور جلدی سے نیچے اتر کر سارا سامان ایک جگہ کر کے باندھا اور رسی کو کمر سے باندھ کر کھانچوں کی مدد سے اوپر آیا۔ باہر آتے ہی میں نے سامان بھی اوپر کھینچ لیا تھا۔ اس دوران میں برفانی آدمی کو علم ہو گیا تھا۔ وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے ایک تیر اور کمان سے لگا کر رخ اس کی طرف کیا تو اس کے چہرے پر پہلی بار خوف کے آثار دکھائی دیئے تھے شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ نقصان پہنچانے والا ہتھیار تھا۔ میں نے اسے ڈرانے کے لیے تیر اس کے پاؤں کے پاس مارا تھا مگر بدقسمتی سے وہ اس کے پنجے میں جا لگا۔ اس نے ایک چنگھاڑ ماری۔ تیر اپنے پاؤں سے نکال کر پھینک دیا اور سرپٹ ایک طرف بھاگ نکلا تھا۔ زخمی ہونے کے باوجود اس کی رفتار حیرت انگیز تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک پہاڑی کے پیچھے غائب ہو گیا تھا۔ میں نے جان چھوٹنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور فوری طور پر سامان سمیٹ کر وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ میں نے بھوک لگنے کے باوجود کھانے کے لیے رکنے کی زحمت نہیں کی تھی اور چلتے چلتے کچھ حلق سے اتار لیا تھا۔ ایک دن کے آرام سے میری تھکن بڑی حد تک کم ہو گئی تھی اور گزشتہ رات جاگنے کا بھی اثر نہیں تھا میں خود کو تازہ دم محسوس کر رہا تھا۔

دوپہر تک میں ان دو پہاڑوں کے درمیان سے نکل آیا تھا اور اب ایک تہہ در تہہ ڈھلان پر سفر کر رہا تھا۔ یہ کوئی گلیشیئر تھا جو بتدریج جنوب کی طرف ڈھلان کی صورت لیے ہوئے تھا اور موسم سرد ہونے سے اس کی برف بھی سخت ہو رہی تھی اس لیے اس پر سفر کرنا آسان تھا۔ مگر میں پوشیدہ دراڑوں سے محتاط تھا۔ میری خوش قسمتی کہ کل جس دراڑ میں گرا تھا وہ چھوٹی سی تھی۔ کسی گلیشیئر میں پائی جانے والی دراڑیں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں کیونکہ گلیشیئر کے کھسکنے سے اس کے اندر ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور اس سے ایسی دراڑیں وجود میں آتی ہیں جو کئی سو گز تک گہری ہو سکتی ہیں اور جن میں گرنے کے بعد کسی بھی شخص کے زندہ بچنے کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ میں ایسی کسی دراڑ میں گرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ مجھے تو بچانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ میں لاٹھی کو ٹیک ٹیک کر احتیاط سے آگے بڑھتا رہا تھا۔ اس کے باوجود میری رفتار خاصی تیز تھی۔

شام سے پہلے میں نے ایک درہ عبور کرنے کے دوران پلٹ کر پیچھے دیکھا تو مجھے بہت دور ایک سیاہ دھبہ دکھائی دیا تھا وہ اتنے فاصلے پر تھا کہ نہ تو اس کی صورت واضح تھی اور نہ ہی یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے یا ساکت ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی چٹان ہو۔ میں نے خود کو تسلی دی۔ مگر میرے ذہن میں تھا کہ یہ برفانی آدمی بھی ہو سکتا تھا۔ جن دو برفانی آدمیوں سے میرا واسطہ پڑا تھا وہ بالکل سفید نہیں تھے۔ بلکہ وہ کسی قدر سرمئی مائل بالوں والے تھے اور دور سے سیاہ ہی لگتے تھے۔

میں درے سے اترتے ہوئے فکر مند تھا اگر وہ برفانی آدمی تھا تو اس کا مطلب تھا اس نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ میں اب بھی خطرے میں تھا اس کے دور ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ اتنا فاصلہ وہ چند گھنٹے میں طے کر سکتا تھا۔ ابھی تو وہ زخمی ہونے کی وجہ سے ذرا پیچھے تھا مگر جیسے ہی اس کا زخم ذرا ٹھیک ہوتا وہ حیرت انگیز رفتار سے مجھے آ لیتا۔ میرا جلد از جلد اس سے دور نکل جانا ضروری تھا یہی سوچ کر میں نے رفتار میں اضافہ کر دیا تھا۔ ڈھلان کی وجہ سے مجھے آسانی ہو رہی تھی۔ اب میں پندرہ ہزار فٹ کی بلندی سے نیچے آ چکا تھا۔ یہاں پر بھی چاروں طرف برف کا راج تھا مگر سردی میں واضح طور پر کمی محسوس ہو رہی تھی۔

رات ہونے سے پہلے میں نے ایک ٹیلا تلاش کر لیا تھا۔ جس کے تلے میں ہواؤں سے محفوظ رہ کر رات گزار سکتا تھا۔ میں نے ایک گڑھا بھی کھود لیا تھا گزشتہ تجربے سے ثابت تھا کہ برف کے گڑھے میں سردی کم لگتی تھی۔ آج تھکن بھی اتنی نہیں تھی مگر مجھے برفانی آدمی کی طرف سے کھٹکا ہو گیا تھا۔ اگر وہ میرے تعاقب میں تھا تو کسی بھی وقت مجھ تک آ سکتا تھا۔ کھانے کے بعد میں گڑھے میں گھس کر لیٹ گیا تھا جسم گرم ہونے میں کچھ وقت لگا تھا اس کے بعد مجھے نیند آ گئی تھی۔

نیند کے دوران مجھے خطرے کا احساس ہوا تھا تو میں چونک کر اٹھا تھا اسی لمحے ایک زبردست غراہٹ کے ساتھ کسی نے مجھے کھوہ سے باہر کھینچ کر دور برف پر اچھال دیا تھا میں قلابازی کھا کر گرا اور فوراً ہی اٹھ گیا۔ نیم تاریکی میں برفانی آدمی کا ہیولہ واضح تھا۔ اس نے مجھے کھوہ سے نکال کر پھینک دیا تھا شکر ہے اس نے مجھے اچھالنے پر اکتفا کیا تھا ورنہ وہ مجھے پکڑ کر توڑ مروڑ بھی سکتا تھا لیکن کھوہ سے دور جا گرنے کی وجہ سے میں نہتا رہ گیا تھا میر کمان اور لاٹھی کھوہ کے پاس پڑی تھی۔ جیسے ہی میں برف سے اٹھا وہ پھر غراتا ہوا میری طرف لپکا تھا۔ اس کی گرفت سے بچنے کے لیے میں بھاگا مگر وہ چند چھلانگوں میں میرے سر پر آ گیا اور اس نے ہاتھ گھما کر میرے سر پر مارنے کی کوشش کی۔ اگر اس کا یہ ہاتھ لگ جاتا تو میرا سر یا گردن دونوں میں سے ایک چیز ٹوٹ جاتی۔ مگر میں جھکائی دے کر بچ گیا تھا۔ وہ اپنی جھونک میں آگے نکل گیا تو میں پلٹ کر ٹیلے کی طرف بھاگا تھا۔ وہاں میری لاٹھی اور تیر کمان پڑا تھا اگر میں ان میں سے کوئی چیز اٹھا لیتا تو برفانی آدمی کے سامنے بالکل نہتا بھی نہ رہتا۔ گزشتہ روز کے مقابلے میں اس کا رویہ بالکل بدلا ہوا تھا۔ وہ سخت خون خوار ہو رہا تھا۔

مجھے بھاگتے دیکھ کر وہ پھر میرے پیچھے آیا تھا اور جیسے ہی میں نے لاٹھی اٹھانے کی کوشش کی اس نے عقب سے میرا کالر پکڑ کر مجھے کھینچ لیا تھا۔ اس نے اصل میں میری گردن پکڑنے کی کوشش کی تھی مگر ہاتھ میں کالر آیا تھا شاید اسے بھی احساس تھا کہ میں کوئی ہتھیار حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اس لیے وہ مجھے روک رہا تھا۔ میں پلٹ گیا تو اس نے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں تڑپ کر نیچے گرا تھا۔ ایک بار میں اس کی گرفت میں آ جاتا تو موت ہی مجھے اس کے چنگل سے نکالتی۔ زمین پر گرتے ہوئے میں نے اس کے پیٹ میں لات ماری جو اس کی بلندی کی وجہ سے اس کی ران پر لگی۔ اس پر خاک بھی اثر نہیں ہوا تھا مگر لات کے زور سے میں خود اس سے ذرا پیچھے ہو گیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مجھے پکڑنا چاہا تو میں نے اس کے ہاتھوں پر لات ماری۔ وہ ہر بار لات کھا کر ذرا پیچھے ہو جاتا تھا مگر اس کے عزائم میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اور مجھے بھی احساس تھا کہ میں ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا تھا میں اس پر حاوی نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ میں اسے خود پر حاوی ہونے سے نہیں روک سکتا تھا۔

اچانک اس نے خود کو مجھ پر گرا دیا۔ اس کا زبردست وزن آیا تو مجھے لگا جیسے میری پسلیاں ٹوٹ گئی ہوں میرے منہ سے چیخ نکلی تھی اور سینے میں شدید ٹیس اٹھی تھی۔ میں نے اسے خود سے دور کرنے کی رائیگاں کوشش کی تھی وہ اتنا وزنی تھا کہ میں اس کے بوجھ تلے خود کو ہلانے سے بھی قاصر تھا۔ اس کے بالوں سے بھرے جسم سے بدبو آ رہی تھی۔ اور اس کے بے تاب ہاتھ میری گردن تلاش کر رہے تھے۔ اس کا مقصد میرا مکمل خاتمہ تھا۔ میں نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا۔ اس کے بعد اس کا یہ رویہ منطقی تھا میں نے اس کا پاؤں زخمی کر کے دشمنی کی

بنیاد رکھی تھی۔ وہ اس کا حساب چکا رہا تھا۔ میرے ہاتھ آزاد تھے اور میں اس سے گردن بچانے کی کوشش کر
تھا۔ مگر کب تک آخر اس نے میری گردن تلاش کر ہی لی تھی۔ اس کی جناتی گرفت سے بچنے کے لیے میں
ہاتھ اوپر کر لیے تھے۔

مگر اس کے دباؤ سے میرا دم گھٹ رہا تھا اور ذہن پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ جب اس نے گردن پر ادھ
گرفت کی تو یہ اندھیرا اور بھی مکمل ہو گیا تھا۔ تاریکی میں ڈوبتے ہوئے میں نے ہاتھ مارے تھے اور اس کے
میں یک دم ہی بے ہوش ہو گیا تھا مجھے نہیں معلوم کہ بے ہوشی کی یہ کیفیت کتنی دیر جاری رہی تھی۔ مگر جب
دوبارہ ہوش آیا تو میرے اوپر سے بوجھ ہٹ چکا تھا اور پاس ہی غراہٹوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جیسے دو درند
آپس میں پیکار ہوں۔

میرا جسم بے جان ہو رہا تھا۔ مگر میں کوشش کر کے اٹھا تھا۔ اس وقت چاند نکل آیا تھا اور اس کی روشنی
مجھے دو عدد برفانی آدمی ایک دوسرے سے گتھم گتھا نظر آئے تھے۔ وہ لڑنے کے ساتھ خوف ناک انداز
آوازیں بھی نکال رہے تھے۔ میری سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ دوسرا برفانی آدمی کہاں سے آ گیا تھا اور یہ آپس
کیوں لڑ رہے تھے؟ میری جان بچانے میں دوسرے برفانی آدمی کا عمل دخل تھا یا وہ میری جان لینے کے لیے ا
سے آگے رہنا چاہتا تھا لیکن ایک بات یقینی تھی کہ میری جان اس دوسرے برفانی آدمی کی وجہ سے بچی تھی۔
لڑکھڑاتے ہوئے ٹیلے تک آیا تھا۔ وہاں سامان بکھرا ہوا تھا اور اس میں سے مجھے لاٹھی تلاش کرنے میں بہ
مشکل ہوئی تھی۔ میرا جسم اور ذہن ابھی تک قابو میں نہیں تھا۔ لاٹھی لے کر میں برفانی آدمیوں کی بڑھا۔

برفانی آدمیوں میں سے ایک نے دوسرے کو نیچے گرا رکھا تھا اور اس کی گردن دبا رہا تھا دوسرا اپنی جا
بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ جس طرح بے بسی سے ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ اس دم نکلنے والا ہے
پہلے میں نے سوچا کہ انتظار کروں کہ اس کا کام تمام ہو جائے اس کے بعد دوسرے پر حملہ کروں مگر پھر یہ خیال
کہ وہ اس سے فارغ ہو گیا تو اس پر حملہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ میں نے لاٹھی کا فولادی انی والا حصہ ہوا میں بل
کیا اور اسے برفانی آدمی کی گردن میں اتار دیا مجھے اس کے جسم کا سب سے کمزور حصہ وہی لگا تھا۔ فولادی انی ایک
طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل گئی تھی۔ برفانی آدمی اتنے بھیانک انداز میں غرایا تھا کہ میں پلٹ
بے ساختہ بھاگا تھا۔

کھوہ کے پاس آ کر میں نے تیر کمان تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ ان دونوں کی جنگ میں نہ جا
کہاں چلا گیا تھا۔ غراتا اور کراہتا برفانی آدمی میری طرف آ رہا تھا اس سے بچنے کے لیے میں ٹیلے کے او
چڑھنے لگا تھا مگر اس نے میری ٹانگ پکڑ کر نیچے کھینچ لی تھی۔ گرتے ہوئے میرا سر نہ جانے کس چیز سے ٹکرایا تھا کہ
میں فی الفور بے ہوش ہو گیا تھا اور یہ بے ہوشی گہری اور خاصی طویل ثابت ہوئی تھی۔

☆======☆======☆

جب مجھے ہوش آیا تو ایک برفانی آدمی کی لاش میرے برابر میں پڑی تھی اس کی گردن میں ابھی تک لاٹھی
پروئی ہوئی تھی۔ اور اس کے ہاتھ میں ابھی تک میری ٹانگ تھی۔ اجل نے اسے مہلت نہیں دی تھی کہ وہ میری
جان لے سکے۔ بس وہ مجھے ٹیلے سے گرا کر بے ہوش ہی کر سکا تھا۔ دوسرا برفانی آدمی کچھ دور برف پر ساکت پڑ

مگر وہ مرا نہیں تھا بلکہ اس کا سینہ ہلکے ہلکے حرکت کر رہا تھا۔

مجھے پوری طرح ہوشیار ہونے میں اور صورتِ حال کا معائنہ کرنے میں کچھ دیر لگی تھی۔ اس کے بعد یہ انگیز انکشاف ہوا تھا کہ میرے ہاتھوں مارا جانا والا برفانی آدمی وہی تھا جس نے مجھے وادی میں اچھال دیا اس کے جسم پر گولی کا نشان بھی موجود تھا جب کہ دوسرا وہ تھا جسے میں نے گزشتہ روز تیر مارا تھا۔ اس کے اس، تیر کا نشان تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ پہلا برفانی آدمی بچ بھی گیا تھا تو اسے میرے بارے میں کس علم ہوا تھا۔ کیا وہ میری تاک میں تھا؟ اور وہ وادی کے آس پاس منڈلاتا رہتا تھا اسی طرح یہ بھی میری سمجھ بالاتر تھا کہ دوسرے برفانی آدمی نے مجھے بچانے کی کوشش کیوں کی تھی۔ اور ایسی کوشش کی کہ اپنی جان سے نے والا تھا کیونکہ اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی اور وہ کچھ دیر کا مہمان نظر آ رہا تھا۔ مگر جب میں نے مزید سے اس کا جائزہ لیا تو ایک اور انکشاف ہوا کہ دوسرا برفانی آدمی اصل میں آدمی نہیں بلکہ عورت تھی۔ اسے فانی عورت کہنا درست ہوتا۔ مگر لمبے بالوں کی وجہ سے اس کا پتا نہیں چل رہا تھا اور شاید وہ اسی وجہ سے میری نے کے بجائے مجھ میں دلچسپی لے رہی تھی۔ اور شاید یہ وہی برفانی عورت تھی جو ویاس کو اٹھا کر لائی تھی۔ ے آدمیوں سے دلچسپی تھی۔ اسی وجہ سے وہ میرے پیچھے لگی تھی اور دوستانہ رویے کا اظہار کر کے مجھے لے کی کوشش کر رہی تھی۔

پہلا برفانی آدمی میرے تعاقب میں تھا اور اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ برفانی عورت نے آ کر مجھے بچا لیا تھا۔ اور اس کوشش میں خود ماری گئی تھی۔ میں اس کے پاس آیا تو اس نے اچانک ہی ہیں کھول کر مجھے دیکھا تھا۔ کچھ دیر دیکھتی رہی تھی اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چند لمحے بعد اس کے زیر و بم بھی رک گیا تھا۔ وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ میرے احساسات عجیب سے تھے مجھے اس کے مرنے کا دکھ تھا اور یہ اطمینان بھی کہ اب وہ میرے پیچھے نہیں آ سکتی تھی۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس برفانی آدمی کے لی تھی جو ہمارے پیچھے لگا تھا اور اس نے مجھے مارنے کی پوری کوشش کی تھی۔ میں نے زور لگا کر اس کی ان سے لاٹھی نکالی تھی۔ اس کا خون برف پر مل کر صاف کیا۔ اپنا سارا سامان سمیٹا اور اس جگہ سے روانہ ہونے ہو گیا۔ صبح قریب تھی اور روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ میں بوجھل دل کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔

میں چار پانچ گھنٹے سفر کے بعد ایک جگہ رکا کچھ کھایا اور پھر سفر کرنے لگا تھا۔ اپنے حساب سے میں پانچ سفر کر چکا تھا اور ابھی اتنا ہی سفر اور بھی باقی تھا۔ میرے پاس کھانے کے لیے خاصا کچھ تھا اور میں اپنے ان سے بھی نجات حاصل کر چکا تھا اس لیے بظاہر آگے سفر میں کوئی دشواری نہیں تھی۔ پھر برف زار بھی کم لے لگا تھا۔ چاروں طرف ابھی بھی برف پوش چوٹیاں تھیں لیکن درمیان میں ایسے خطے آنے لگے تھے کہ جہاں بہت کم تھی۔ بلندی بھی مسلسل کم ہو رہی تھی۔

برفانی آدمیوں سے نجات کے تیسرے دن میں نے پہلا سبزے کا نشان دیکھا یہ ایک قسم کی کائی تھی جو جم والی ندی کی تہہ میں تھی۔ اگلے برس جب یہ ندی پھر سے رواں ہوتی تو یہ کائی بھی تین چار ہفتے کے لیے جی۔ ان خطوں میں نباتات کی زندگی اور پرورش کا عرصہ بہت مختصر ہوتا ہے۔ گرمیوں کے چند مہینے اور بعض چند ہفتے ہی ملتے ہیں جن میں یہ بڑھتے ہیں۔ ابھی بلندی چودہ ہزار فٹ سے اوپر ہی تھی اور اتنی بلندی پر

یہاں مستقل برف جمی رہتی ہے اس لیے یہاں بڑے پودوں کی موجودگی ممکن نہیں ہے۔ درختوں کی آخری حد
ہزار فٹ کی بلندی ہے۔ اس کے بعد درخت نہیں ملتے ہیں۔ پودے بھی چھوٹے ہوتے ہوتے آخر کار کائی کی ش
اختیار کر لیتے ہیں اور پندرہ ہزار فٹ کے بعد شاذ ہی کوئی نباتات ملتی ہے۔

میرے حساب سے اب دو دن کا سفر باقی تھا۔ میری کوشش تھی کہ جلد از جلد یہ سفر طے کر کے انسانوں
درمیان پہنچ جاؤں۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا میری بے تابی بڑھتی جا رہی تھی۔ میں صبح روشنی پوری طرح پ
سے پہلے ہی سفر شروع کر دیتا تھا اور رات ہونے تک سفر جاری رکھتا تھا درمیان میں صرف ایک آدھ گھنٹے
لیے رکتا تھا۔ پانچویں دن ایک چھوٹا سا درہ عبور کرتے ہی مجھے وہ سرسبز علاقہ دکھائی دیا تھا جہاں سے ہم نے
آغاز کیا تھا اور وہ ائر اسٹرپ اس جگہ سے صرف ایک دن کی مسافت پر تھی جہاں ہمیں ایک طیارے نے ا
تھا۔ اور اسے پندرہ دن بعد ہم کو واپس لے جانا تھا۔ اگر ہم اسے نہ ملتے تو ہر ایک ہفتے بعد چکر لگاتا اور برف ب
کے آغاز تک چکر لگاتا رہتا۔ یہ علاقہ کوئی دس ہزار فٹ بلند تھا سبزہ مرجھانا شروع ہو گیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ
برف باری شروع ہونے میں دو ہفتے تھے۔

اس سارے سفر کے دوران مجھے ویاس نہیں ملا تھا اور نہ ہی اس کا کوئی نشان نظر آیا تھا۔ جس سے پ
کہ وہ اس جگہ سفر کرتا رہا تھا یا اسے کوئی حادثہ پیش آ گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی اور راستے کی طرف مڑ گ
اور اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ اس پر کیا بیتی تھی۔ اس روز میں کوشش کے باوجود ائر اسٹرپ تک رسائی حا
نہیں کر سکا تھا کیونکہ رات سے پہلے بارش نے آ لیا تھا اور مجھے رات ایک چٹان تلے بسر کرنا پڑی تھی۔ پہا
میں برف سے زیادہ چبھنے والی سردی بارش کے بعد ہوتی ہے اور رات مجھے اس کا تجربہ ہوا تھا۔

ساری رات ٹھٹھرتے ہوئے گزری تھی اور جب صبح سورج نکلا تو جان میں جان آئی تھی۔ آڑ میں ہ
کے باوجود میرا لباس بھیگ گیا تھا اور سردی نے اعصاب شل کر دیئے تھے بڑی مشکل سے میں حرکت کرنے
قابل ہوا تھا اور جب دھوپ سے کسی قدر حرارت ملی تو میں چلنے کے قابل ہوا۔ سفر کرنے سے جسم میں جان آ
لباس بھی خشک ہو گیا تو میں پوری طرح چاک و چوبند ہو گیا۔ اس کے بعد کا سفر آسان تھا۔ دوپہر کے قریب
ائر اسٹرپ تک پہنچ گیا تھا۔ یہ پتھروں اور مٹی سے بنا رن وے تھا اور کئی سال سے دیکھ بھال نہ ہونے کے ب
اس کی حالت اچھی تھی۔

انگریزوں میں لاکھ برائیاں سہی لیکن کام کرنے کے معاملے میں یہ قوم مخلص اور محنتی ہے۔ اس نے
دور میں برصغیر میں جو جو کام کیے وہ بہترین اور معیاری تھے۔ یہی وجہ ہے ان کی بنائی چیزیں آج تک استعما
رہی ہیں۔ جب کہ ان کے بعد جب وہی چیزیں بنیں تو ان میں نہ مضبوطی تھی اور نہ معیار۔ اور وہ کچھ عرصے
ختم ہو گئیں یا استعمال کے قابل نہ رہیں۔ ان میں چائے کے برتن سے لے کر بہت بڑے تعمیراتی پروجیکٹس
شامل تھے۔ جن کو بنانے میں انگریزوں نے اپنی مہارت کا ثبوت دیا تھا۔ یہ رن وے بھی اس کی ایک مثال
مجھے یاد ہے کسی نے مجھے بتایا تھا کہ جب اسے تعمیر کرنے کی ضرورت پڑی تھی تو اسے صرف ایک مہینے میں
گیا تھا۔ اتنی تیزی سے تعمیر کے باوجود اس میں پائیداری کا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب بھی
طیارہ بے کھٹکے لینڈ کیا جا سکتا تھا۔

یہ سادہ سی ائیر اسٹرپ تھی جس پر کسی قسم کی کوئی تنصیب نہیں تھی۔ بس ایک چھوٹا سا کمرہ بنا تھا جو ہنگامی حالات میں پناہ کے لیے تھا۔ میں نے ائر اسٹرپ میں داخل ہوتے ہی اس کمرے کا رخ کیا تھا۔ اگرچہ ہمارے لیے اضافی خوراک کا سامان ایک چٹان پر رکھ کر محفوظ کر دیا گیا تھا۔ مگر مجھے خوراک کی نہیں پناہ کی تلاش تھی اور میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا۔ یہ کمرہ پتھروں اور مٹی سے بنا تھا اس کے اوپر ٹین کی چھت تھی جسے تیز ہواؤں سے بچانے کے لیے اوپر پتھر رکھ دیئے گئے تھے۔ میں اس کے پاس پہنچا تو ٹھٹک گیا۔ باہر کچھ سامان پڑا تھا اور ایک طرف فضلے کا ڈھیر لگا تھا جس سے عفونت کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ میں نے اندر جھانکا تو پہلے تو نیم تاریکی میں کچھ نظر نہیں آیا پھر مجھے دو عدد ڈھانچے دکھائی دیئے تھے جو فرش پر بے سدھ پڑے تھے۔ یہ ولیم شا اور ایلن بریڈ تھے جن کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ کن حالات سے گزرے تھے اور اس وقت مرنے کے قریب تھے۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا تھا وہاں اس اضافی خوراک کے ڈبے پڑے تھے جو طیارہ چھوڑ گیا تھا۔

''او مرڈراز۔'' ولیم نے نحیف سی آواز میں کہا۔

''ہاں یہ میں ہوں۔'' میں نے طنز کیا۔ ''کیا تمہیں حیرت ہو رہی ہے کہ میں تمہاری تمام تر کوشش کے باوجود زندہ کس طرح بچ گیا۔''

''میں نے تم کو مارنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی بلکہ میں نے تو موران سے سفارش بھی کی تھی مگر وہ تمہارا دشمن ہو رہا تھا۔'' اس نے نہایت ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔

''ولیم...... جھوٹ بولنا تم لوگوں کی گھٹی میں پڑا ہے اس لیے مجھے بے وقوف مت بناؤ۔''

''تمہاری مرضی۔'' اس نے مایوسی سے کہا۔ پھر کسی قدر حریصانہ انداز میں پوچھا۔ ''کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟''

''فرض کرلو کہ میرے پاس کھانے کو کچھ ہے تو کیا میں تم کو دے دوں گا؟'' میں نے ہنس کر کہا۔

''تم دے دو گے کیونکہ تم ایک اچھے آدمی ہو۔'' اس کے لہجے میں یقین تھا۔

''یہاں پر کھانے کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا اس کا کیا ہوا؟''

''وہ میں نے اور ایلن نے مل کر ختم کر دیا۔ ہم بہت برے حال میں یہاں تک آئے تھے اور جب کھانا دیکھا تو خود پر قابو نہیں رکھ سکے ہم نے بے تحاشہ کھایا۔ ہمیں الٹیاں اور دست لگ گئے تھے مگر ہم کھانے سے باز نہیں آئے جب تک کھانے کا سامان باقی رہا ہم کھاتے رہے اور پھر کھانے کی ساری چیزیں ختم ہو گئی تھیں۔ دو دن سے ہم نے کچھ نہیں کھایا ہے۔''

''یہاں ہر ہفتے طیارہ آتا ہے کیا تم لوگوں کے آنے کے بعد طیارہ نہیں آیا۔'' میں نے تعجب سے کہا۔

''جب ہم پانچ دن پہلے یہاں پہنچے تو طیارہ واپسی کے لیے اُڑ چکا تھا۔ ہم اسے روکنے کے لیے کچھ نہیں کر سکے تھے۔'' اس نے حسرت سے جواب دیا۔

''یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ اگر تم لوگ چلے جاتے تو میرے لیے کوئی طیارہ نہ آتا اور مجھے باقی سفر بھی پیدل کرنا پڑتا۔''

''طیارہ پرسوں آئے گا۔''

''تب تک تم کھانے کے بغیر زندہ رہ سکو گے؟''

''نہیں...... ایلن تو مر جائے گا اس کی حالت زیادہ بری ہے۔'' اس نے ایلن کی طرف اشارہ کیا جو ہوش میں تھا مگر بے ہوشوں کی طرح منہ کھولے لیٹا تھا اس دوران میں اس نے مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ولیم کی گرسنہ نگاہیں میرے تھیلے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''میں تم لوگوں کو کھانے کو دوں گا۔ مگر ایسے نہیں۔'' میں نے کہا تو ایلن جواب تک بے سدھ پڑا تھا پھرتی سے کھڑا ہو گیا اور مجھ پر جھپٹا۔

''کہاں ہے مجھے دو۔''

میں نے بے رحمی سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔'' آرام سے رہو۔ میں اس طرح کھانے کو نہیں دے سکتا کہ تم کتوں کی طرح کھاؤ اور الٹیاں کرو۔ میرے پاس اتنا ہے بھی نہیں۔''

میں نے پہلے ان لوگوں کو تھوڑا پنیر دیا تاکہ ان کا پیٹ خوراک سہار سکے۔ کچھ پیٹ میں گیا تو ان کی بھوک جاگ اٹھی تھی۔ وہ مجھ سے التجائیں کرنے لگے تھے کہ ان کو کھانے کو اور دوں۔ مگر میں ان کو ابھی کچھ دینا نہیں چاہتا تھا۔ ویسے بھی چیزیں کم رہ گئی تھیں اور ابھی دو دن تک طیارہ آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ میں نے پہلے کمرہ صاف کیا جو ان دونوں نے بہت غلیظ کر رکھا تھا۔ وہاں سے کچھ دور پانی کا ایک چشمہ تھا میں اس سے پانی بھر بھر کر لایا۔ پانی لانے کے لیے ٹین کا ایک کنستر تھا۔ میں نے اس کی مدد سے پانی لا کر کمرہ دھویا اور ان کو وارننگ دی کہ اب کسی نے کمرے میں رفع حاجت کی تو میں اسے کمرے سے باہر پھینک دوں گا۔ ان سے کھانے کا سامان بچانے کے لیے میں نے اسے باہر چٹان پر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد وہ متعفن ڈھیر کمرے کے پاس سے دور پھینکا۔ جس کی بو کمرے میں بھی دماغ خراب کر رہی تھی۔ ذاتی صفائی اور نہانے دھونے کے معاملے میں، میں نے اکثر انگریزوں کو لاپروا پایا ہے۔ اگر وہ خوشبو لگا کر نہ رکھیں تو ان کے پاس سے بدبو کے بھبکے آتے ہیں۔

میں ان کو وقفے وقفے سے کھانے کو تھوڑا تھوڑا کر کے دیتا رہا تھا اس سے اگلے روز تک ان کی حالت اتنی اچھی ہو گئی تھی کہ انہوں نے مجھ پر غرانا شروع کر دیا تھا مگر میں نے ان پر واضح کر دیا کہ وہ بھول جائیں کہ میں ان کا ماتحت ہوں ابھی وہ میرے رحم و کرم پر تھے اور انہیں مجھ سے انسان کی طرح بات کرنا ہو گی۔ ورنہ میں ان کا کھانا پانی بند کر دوں گا۔ اس دھمکی کے بعد وہ پھر سے انسان بن گئے اور مجھ سے شرافت سے بات کرنے لگے تھے۔ ایلن تو مجھ سے لاتعلق تھا مگر ولیم کو تجسس تھا کہ میں وہاں سے کس طرح نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔ وہ اس بارے میں مجھ سے کرید کرید کر سوالات کرتا رہا تھا اور میں ممکن حد تک اسے ٹالتا رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے فرار کی ادھوری اور مبہم سی داستان سنائی تھی۔ میں نے اسے وہاں ہونے والی ناکام بغاوت کے بارے میں صرف اتنا بتایا تھا کہ موران ناکام رہا تھا اور مارا گیا تھا اور راب اورگان وہاں کا مہا پجاری تھا۔ ولیم نے دانت پیسے۔

''موران کی موت ان لوگوں کو بہت مہنگی پڑے گی۔ بہت جلد اس وادی میں ہماری فوج اترے گی۔''

''میرا نہیں خیال کہ ایسا ہو گا۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں اور تم بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز یہاں سے اپنا بوریا بستر گول کرنے کی تیاری کر رہے ہیں اور فی الحال کسی قسم کی مہم جوئی ممکن نہیں ہے۔ خاص طور سے ہمالیہ کے دوسری طرف جہاں کمیونسٹ چین ابھر رہا ہے۔''

اس بات پر ولیم کا چہرہ کسی سؤر کی طرح بگڑ گیا تھا اس نے چین کو چند غلیظ گالیاں دیں۔ ''ان چوہوں کا کس بل ہم نے افیون کی جنگوں میں نکال دیا تھا۔''

''اسے پرانا چین مت سمجھو۔'' میں نے اسے خبردار کیا۔ ''وہ اپنی سرزمین کی طرف کوئی مہم جوئی برداشت نہیں کرے گا۔''

اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ ''چلو گریٹ برٹن نہ سہی۔ چین ہی اس وادی پر قبضہ کر لے گا۔''

میں سمجھ رہا تھا وہ اپنا منصوبہ ناکام ہونے کا بدلہ وادی کے لوگوں سے لینا چاہتا تھا۔ اور ان کو کسی نہ کسی ملک کی غلامی کے شکنجے میں جکڑنا چاہتا تھا۔

''کیا تم ان لوگوں کے بارے میں دنیا کو بتا دو گے۔''

''ہاں ایسا کرنا ان کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔''

''ترقی کے لیے یا تباہی کے لیے؟'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''تم لوگ ساری دنیا میں جو کرتے رہے ہو اسے ترقی کسی صورت نہیں کہا جا سکتا ہے۔''

''یہ تم لوگوں کی تنگ نظری ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔ ''یہ بتاؤ کہ یہاں ریل کون لایا۔ تار سے لے کر ٹیلی فون تک ہم لائے۔''

''ٹھیک ہے مگر اس کے بدلے تم لوگوں نے ہمیں غلام بھی تو بنایا۔''

اس کے چہرے پر غرور سے پُر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ ''برتر لوگ حکومت کرتے ہیں جب کہ کم تر لوگ غلام ہی ہوتے ہیں۔''

میں نے اس سے بحث فضول سمجھی تھی۔ وہ ماننے والی اور سمجھنے والی مخلوق نہیں تھی۔ میں نے کھانے پینے کا سامان واپس کمرے میں رکھ دیا تھا کیونکہ ان کی حالت ٹھیک ہو گئی تھی۔ اور اب ان کو کھانے کا ہوکا نہیں رہا تھا۔ مگر میں ایک بات بھول گیا تھا کہ میرے سامان میں سامیرا کے دیئے ہوئے تحفے بھی تھے۔ ایک بار میں کسی وجہ سے باہر گیا تھا واپس آیا تو ولیم شا تصویر اور پتھر کا معائنہ کر رہا تھا۔ میں نے جھپٹ کر اس سے یہ چیزیں لے لیں۔

''تمہیں جرأت کیسے ہوئی میرے سامان کو ہاتھ لگانے کی۔''

''میں دیکھ رہا تھا۔'' اس نے لاپروائی سے کہا۔ ''ویسے تم نے یہ کہاں سے چرایا۔''

''تم شاید بھول رہے ہو میرا تعلق ایسٹ انڈیا کمپنی سے نہیں ہے۔'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اور یہ کسی کا تحفہ ہے۔''

''کس کا؟''

''یہ جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے۔'' میں نے چیزیں اپنے تھیلے میں ڈال لیں۔

''یہ پتھر کچھ عجیب سا نہیں ہے؟''

''ولیم شا اپنے کام سے کام رکھو۔'' میں اسے کہہ کر تھیلے سمیت باہر آ گیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ میں نے اسے بروقت پکڑ لیا ورنہ وہ غائب کر دیتا اور مجھے پتا بھی نہ چلتا۔ ہمارے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہونے

والا تھا مگر مجھے اطمینان تھا کہ کل طیارہ آ جائے گا۔ یہاں سردی زیادہ نہیں تھی اور جلانے کے لیے لکڑی بھی مل جاتی تھی۔ اس لیے رات سکون سے گزر جاتی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے جاتے ہی ائرفورس سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ اور اپنے علاقے چلا جاؤں گا۔ میں اپنی ادھوری تعلیم مکمل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ولیم شا نے جب میرے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے بھی جواب میں اس سے پوچھا کہ وہ کس طرح وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوا تھا اس سوال پر اس کے چہرے پر ایک شاطرانہ سی مسکراہٹ آئی تھی۔ اس نے کہا۔

''میں نے پہلے ہی وہاں سے نکلنے کا راستہ تلاش کر لیا تھا احمق موران سمجھ رہا تھا کہ مجھے معبد کے رازوں کا نہیں پتا تھا۔''

''تم نے اسے رام کیسے کیا؟''

''وہ اصل میں اقتدار کا لالچی تھا اور میں نے اسے لالچ دیا تھا کہ میں اسے پوری وادی کا حکمران بنا سکتا ہوں۔''

''گویا تم نے وہاں پر بھی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کھیلی تھی۔''

وہ ہنسا۔ ''درست کہا تم نے۔''

''تم اسی سرنگ سے نکل بھاگے تھے؟''

''ہاں ان لوگوں نے میرا پیچھا بھی کیا تھا مگر میں ان سے آگے رہا تھا۔''

میں نے دل میں سوچا کہ اس کے پیچھے تو میں تھا اور اگر اورگان درمیان میں مداخلت نہ کرتا تو وہ اس وقت یہاں بیٹھ کر بڑھکیں نہ مار رہا ہوتا، مگر میں نے اسے یہ بات بتائی نہیں۔ وہ وادی سے نکلنے میں کامیاب رہے تھے اور ان کے پاس مشکل سے پانچ چھ دن کی خوراک تھی اسی وجہ سے انہوں نے تیز رفتاری سے سفر کیا اس کے باوجود آخری دو دن ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا اور جب وہ ائر اسٹرپ تک پہنچے تو بھوک سے قریب المرگ تھے۔ یہاں کھانے کو اچھا خاصا تھا مگر انہوں نے اسے ہوس میں ضائع کر دیا اور خود مرنے کے قریب ہو گئے تھے۔ اگر میں نہ آتا تو شاید اگلی بار آنے والا طیارہ ان کی لاشیں لے کر واپس جاتا۔

میرا اندازہ تھا کہ ولیم شا نے جب موران کے ساتھ مل کر یہ سازش تیار کی تھی تب ہی اس نے اپنے بچاؤ کا راستہ تلاش کر لیا تھا کیونکہ سازش ناکام ہو جاتی تو موران کے ساتھ وہ بھی مارا جاتا۔ اس نے بہت چالاکی سے حالات پر نظر رکھی اور جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ بازی پلٹ گئی ہے اس نے فرار ہونے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی تھی اور اسی وجہ سے اس کی جان بچ گئی تھی۔ اس نے فرار کے لیے سامان بھی پہلے سے تیار رکھا تھا۔ مگر طویل مسافت کی وجہ سے وہ وادی سے وہاں کی کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں لے سکا تھا۔ جب کہ میرے پاس وہاں کی چار چیزیں تھیں ایک سامیرا کی بنائی تصویر، دوسرا اس کا دیا پتھر، تیسرا اورگان کا دریافت کیا جادو اثر پتھر جس سے دوائی بنتی تھی اور چوتھا برف والے کا دیا قیمتی ہیرا۔

میں نے ابھی تک وہ ہیرا ولیم کے حوالے نہیں کیا اگرچہ میرے ذہن میں کہیں نہیں تھا کہ مجھے یہ ہیرا خود رکھنا ہے مگر میں فی الحال اسے ولیم شا کے حوالے کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں ابھی اس کا رویہ دیکھنا چاہ رہا تھا

بس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ اس نے مجھے مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور یہاں پر بھی میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس کے انداز میں ذرا بھی ندامت نہیں تھی۔ وہ مجھ سے نارمل انداز میں پوری ڈھٹائی سے بات کرتا تھا۔ اگر میں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہوتا تو وہ واپس آتے ہی میرا کورٹ مارشل کروا دیتا۔

اس رات ہم نے آخری کھانا کھایا کیونکہ اس کے بعد کھانے کی کوئی شے ہمارے پاس باقی نہیں رہی تھی لیکن یہ اطمینان بھی تھا کہ کل طیارہ آجائے گا اور ہمیں یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔ کھانے کے بعد ہم سوکھی ہوئی لکڑیاں جلا کر سو گئے یہاں سردی کم تھی اور آگ جلانے کے بعد وہ بھی نہ ہونے کے برابر رہ جاتی تھی۔ صبح ہوتے ہی ہم بے تابی سے جنوب کی طرف نظریں جما کر بیٹھ گئے کیونکہ طیارے نے اس طرف سے آنا تھا۔ کبھی کبھی ہم میں سے کوئی بور ہو جاتا تھا تو ٹہلنے نکل جاتا تھا۔ احتیاطاً میں نے چیزوں والا تھیلا اپنے ساتھ رکھا تھا کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ ولیم ان چیزوں میں زیادہ ہی دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے کئی بار مجھے اس بارے میں کریدنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اسے صفائی سے ٹالتا رہا۔

صبح دوپہر میں بدل گئی تو ہمیں تشویش ہونے لگی تھی۔ کیونکہ طیارہ آنے کا بہترین وقت گزرتا جا رہا تھا۔ اور جب سورج مغرب کی طرف ڈھلنے لگا تو ہم مایوس ہو گئے تھے۔ میں نے سوچا اور کھانے کی کوئی تلاش کرنے نکل کھڑا ہوا تھا کیونکہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں اینٹھن ہونے لگی تھی۔ آس پاس سبزہ تو تھا مگر یہ ایسا تھا کہ اس میں نہ تو کوئی پھول تھا اور نہ کوئی پھل۔

میں مایوس ہو کر واپس جا رہا تھا کہ اچانک کسی چیز کی حرکت نے میری توجہ کھینچ لی تھی۔ وہ کچھ دور ڈھلان پر تھی۔ میں زمین پر لیٹ کر ساکت ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس چیز نے پھر زمین سے سر نکالا اور اس بار میں نے اسے کانوں سے پہچان لیا۔ وہ ایک پہاڑی خرگوش تھا۔ میں نے سنا تھا کہ خرگوش اپنے پنجوں کی وجہ سے مکروہ ہوتا ہے مگر میں کئی وقت کے فاقے سے تھا اس لیے یہ میرے لیے حلال تھا۔ میں واپس آیا اور تیر کمان لے جا کر ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گیا اور تیر کمان سنبھال لیا۔ یہ کام خاصا صبر آزما تھا کیونکہ خرگوش جب تک باہر نکل کر سامنے نہیں آتا میں اسے نشانہ نہیں بنا سکتا تھا اور اس کا پاس ہونا بھی ضروری تھا۔ ورنہ میں کون سا ماہر تیر انداز تھا۔

شام کا وقت تھا اور اب طیارہ آنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا تھا۔ خدا خدا کر کے ایک خرگوش باہر آیا اور پھدک کر ڈھلان پر گھاس کھانے لگا تھا۔ میں اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ خرگوش کی نظر کمزور ہوتی ہے اور اسے چند گز سے آگے صاف دکھائی نہیں دیتا ہے مگر اس کی سننے کی حس بہت تیز ہوتی ہے اس لیے میں بالکل ساکت تھا۔ میری طرف سے معمولی سی آہٹ بھی اسے ہوشیار کر سکتی تھی اور وہ فوراً غائب ہو جاتا۔ گھاس چرتے ہوئے وہ رفتہ رفتہ میرے پاس آنے لگا تھا۔ وہ بیس فٹ کی دوری تک آجاتا تو میرا کام آسان ہو جاتا۔ آخر کار وہ نزدیک آگیا تھا اور میں نے کمان کھینچی تھی کہ پاس سے ولیم شا کی آواز آئی۔

''خرگوش۔''

آواز آتے ہی خرگوش اچھل کر بھاگا تھا اور میں نے بے ساختہ تیر چھوڑ دیا۔ اب یہ سراسر خوش قسمتی تھی کہ تیر جا کر اس کے جسم میں لگا اور وہ قلابازی کھا کر گرا تھا۔ میں نے دوڑ کر اسے اٹھا لیا۔ ولیم شا بھاگا بھاگا آیا۔

''شاباش۔''اس نے میرا شانہ تھپتھپایا۔

''تم نے اسے بھگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''میں نے غصے سے اسے دیکھا تو وہ ہنسنے لگا۔

''بھاگا تو نہیں نا...... آؤ اب اسے پکاتے ہیں۔''

ہم نے خشک لکڑیاں جمع کیں اور خرگوش کی کھال اتار کر اسے بھوننے کی تیاری کرنے لگے تھے۔ بہت دنوں بعد تازہ گوشت کھایا تھا اس لیے مزے کا لگا۔ کھانے کے بعد ولیم شا کو تشویش ہونے لگی۔

''طیارہ کیوں نہیں آیا؟''

''شاید موسم ٹھیک نہیں ہے۔''ایلن نے کہا۔

''اس صورت میں طیارے کو کل آنا چاہیے۔''ولیم بولا۔

''یہ بھی ممکن ہے۔ ان لوگوں نے مایوس ہو کر طیارہ بھیجنا بند کر دیا ہو۔''

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ طیارے کو برف باری کے آغاز تک آنا تھا۔''ولیم شا کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''تب انتظار کرو۔''

''اگر طیارہ کل بھی نہ آیا تو؟''ایلن نے سوال کیا۔

''اس صورت میں ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔''میں نے کہا کیونکہ زیادہ دن انتظار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے موسم سخت ہو گیا تو ہم یہاں سے نکل بھی نہیں سکتے۔''

''خوراک کا مسئلہ بھی ہے۔''ایلن نے تائید کی۔

''پیدل جانے کی صورت میں ہمیں کوئی دو سو میل کا سفر طے کرنا ہو گا راستہ بہت دشوار اور خطرناک ہے راستے میں ایسے قبائل ہیں جو کسی بھی اجنبی کو اپنے علاقے میں برداشت نہیں کرتے ہیں۔''ولیم شا نے ہمیں خبردار کیا۔

میں نے سوچ کر کہا۔''میرا خیال ہے ہمیں ایک ہفتہ اور انتظار کرنا چاہیے کیونکہ ابھی یہاں خاصے خرگوش ہیں۔ ہم روز ایک شکار کر لیں تو گزارا ہو سکتا ہے۔''

''اس کے بعد؟''ایلن نے پوچھا۔

''اس کے بعد ہم پیدل روانہ ہوں گے۔''میں نے جواب دیا۔''ہم اضافی شکار کر سکتے ہیں تاکہ راستے میں کھانے کا مسئلہ نہ ہو اس موسم میں گوشت اتنی جلدی خراب نہیں ہو گا۔''

''پھر بھی یہ سفر بہت مشکل ہے۔''ولیم شا پریشان تھا۔

''مشکل ہو یا آسان ہم نے ساری زندگی یہاں نہیں رہنا ہے۔''میں نے ملائمت سے کہا۔''اس لیے اگر ایک ہفتے کے اندر طیارہ نہیں آیا تو ہم پیدل ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔''

ایلن مجھ سے متفق تھا مگر ولیم شا کسی قدر مزاحمت کر رہا تھا اس کا کہنا تھا کہ یہ سفر بہت دشوار تھا اور اس میں صحیح سلامت منزل پر پہنچنے کا امکان کم تھا۔ مگر مجھے فکر اس بات کی تھی سردی شروع ہو گئی تو راستے بند نہ ہو جائیں کیونکہ راستے میں آنے والے ندی نالے یخ بستہ ہو جاتے اور ان کو عبور کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔ خرگوش کا گوشت پیٹ بھر کر کھانے کے لیے ناکافی تھا مگر اس سے ہماری خاصی حد تک تشفی ہو گئی تھی۔ اور میں نے اگلے روز کے

لیے پھر شکار کا ارادہ کر لیا تھا ولیم شا نے مجھ سے کہا کہ وہ شکار کرے گا مگر میں نے انکار کر دیا۔ اس نے اصرار کیا۔

''میں تیر اندازی سے واقف ہوں اور میرا نشانہ بھی بہت اچھا ہے۔''

مگر میں اسے تیر کمان نہیں دینا چاہتا تھا اول تو یہ میرا ہتھیار تھا دوسرے اس کا کیا شکار میں نہیں کھا سکتا تھا کیونکہ وہ مسلمان نہیں تھا اس کا کیا شکار میرے لیے حرام ہو جاتا۔ جب کہ وہ میرا کیا شکار کھا سکتا تھا اس لیے میں نے یہی بہانہ کر دیا۔ اس نے چالاکی سے کہا۔

''چلو تم میرا کیا شکار نہیں کھا سکتے مگر میں اپنے اور ایلن کے لیے تو شکار کر سکتا ہوں۔''

''نہیں یہاں نہ جانے خرگوشوں کی تعداد کتنی ہے اور اگر وہ کم ہوئے تو میں کھانے سے رہ جاؤں گا اس لیے شکار میں ہی کروں گا۔''

اس نے منہ بنایا۔ ''تب میں تمہارا شکار کیا ہوا کیوں کھاؤں۔''

''یہ تمہاری مرضی ہے۔'' میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

ولیم شا مجھے خون خوار نظروں سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ میں نے دن بھر میں کوشش کر کے دو خرگوش اور شکار کر لیے تھے۔ اب ہمیں کم سے کم دو دن کھانے کی فکر نہیں تھی۔ ان کا گوشت نکال کر سکھانے کے لیے لٹکا دیا تھا یہاں کا خشک موسم اور تیز دھوپ جلد گوشت خشک کر دیتی۔ شام کے قریب میں رن وے پر ٹہل رہا تھا۔ کہ اچانک مجھے بھنبھناہٹ سی سنائی دی۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا مگر وہ صاف تھا۔ میں نے آواز کو اپنا وہم سمجھا لیکن کچھ دیر بعد بھنبھناہٹ کی آواز دوبارہ آئی اور اس بار یہ بہت نمایاں تھی میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو اس بار مجھے جنوب سے ایک باریک سا مکھی نما نکتہ دکھائی دیا تھا۔ میں خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ یہ کوئی طیارہ تھا جو ائر اسٹرپ کی سمت آ رہا تھا اور ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ایک فوجی ٹرانسپورٹر میرے سر کے اوپر سے گزر کر گھوم کر رن وے پر اترنے کی تیاری کرنے لگا تھا۔ میں کمرے کی طرف بھاگا۔ ایلن بھی طیارے کی آواز سن کر دوڑا آ رہا تھا۔ مگر ولیم غائب تھا میں نے ایلن سے پوچھا۔

''ولیم کہاں ہے؟''

مگر وہ میرے پاس سے دوڑتا چلا گیا تھا۔ میں کمرے کی طرف بھاگا۔ اندر جاتے ہی میں نے دیکھ لیا تھا کہ ولیم ایک جگہ کھدی زمین سے کوئی چیز نکال رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''یہ کیا کر رہے ہو چلنے کی تیاری کرو۔ طیارہ آ گیا ہے۔''

''ابھی چلتے ہیں۔'' اس نے رخ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی مگر میں دیکھ نہیں سکا تھا۔

''دیر مت کرو ویسے بھی شام ہو چکی ہے۔'' میں نے اپنا سامان اٹھایا۔

''ہاں ہاں۔'' وہ پھر بولا۔ وہ ابھی تک دیوار کی طرف منہ کیے کچھ کر رہا تھا۔ پھر اچانک کلک کی آواز آئی اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اس بار میں نے وہ چیز دیکھ لی تھی یہ ایک عدد پستول تھا اور اس کا رخ میری طرف تھا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''وہ تصویر اور پتھر میرے حوالے کر دو۔''

میں حیران تھا، ولیم شا نے نہ جانے کہاں سے یہ پستول حاصل کیا تھا اور اس نے بہت چالاکی سے اسے یہاں زمین میں چھپا رکھا تھا۔ باہر سے آتی طیارے کی آواز بتا رہی تھی کہ وہ رن وے پر اترنے کی تیاری کر رہا ہے۔ میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اگر میں تم کو نہیں دوں تب؟''

''تو میں تم کو شوٹ کر دوں گا۔'' اس نے جواب دیا۔

''اور دوسروں کو اس کی کیا وضاحت پیش کرو گے۔''

''یہ میرا مسئلہ ہے۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''کوئی وضاحت کرنا میرے لیے مشکل نہیں ہے۔''

میں نے سوچا اور تھیلے سے تصویر اور سیاہ پتھر نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ جادو اثر رکھنے والا پتھر اس کی نظر میں کسی اہمیت کا حامل نہیں تھا اس لیے اس نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور برف والے نے مجھے اس کے لیے جو ہیرا دیا وہ اس سے بے خبر تھا۔ مجھے اس کی ذہنیت کا بہ خوبی اندازہ تھا اور مجھے یقین تھا کہ میں نے انکار کیا تو وہ مجھے مارنے میں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ہچکچائے گا۔ اس کے لیے بعد میں کوئی وضاحت پیش کرنا مشکل نہیں تھا۔ وہ انگریز تھا اور اسے عدالت سے ایک ہندوستانی کے قتل کے جرم میں سزا ہونا ممکن نہیں تھا۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو انگریزوں کے انصاف کے گن گاتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ جب معاملہ دو مساوی فریقوں کا ہوتو انگریز کی عدالت انصاف سے کام لیتی تھی لیکن جب ایک فریق گورا ہوتا تھا تو یہی عدالت انصاف کے زریں اصولوں کو فراموش کر کے گورے کے حق میں فیصلہ دیتی تھی۔ اسی طرح جب معاملہ ہندو اور مسلم کا آتا تھا تو عدالت کا جھکاؤ ہندو کی طرف ہو جاتا تھا۔

ولیم شا نے تصویر اور پتھر ایک کینوس بیگ میں ڈالے اور مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ ''مجھے افسوس ہے لیکن میرا خیال ہے ان چیزوں پر مہم کے سربراہ کی حیثیت سے میرا حق ہے۔''

''یہ بات شاید تم اپنے نام نہاد ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے کہہ رہے ہو؟'' میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

''چلو طیارہ لینڈ کر گیا ہے۔'' وہ میری بات نظر انداز کر کے بولا۔

ہم باہر آئے ایلن پاگلوں کی طرح طیارے کے گرد ناچ رہا تھا۔ طیارے سے اس کا ہندوستانی پائلٹ اتر آیا تھا اور ایک طرف خاموش کھڑا تھا۔ ولیم شا نے جاتے ہی اس سے پوچھا۔ ''گزشتہ بار طیارہ تم لے کر آئے تھے؟''

''یس سر۔'' اس نے اٹینشن ہو کر کہا۔

جب ولیم شا نے اچانک اسے تھپڑ مارا تو ہمارے ساتھ پائلٹ بھی ششدر رہ گیا تھا۔ ولیم شا گرجا۔ ''کتیا کے بچے، ہم تجھے اشارے کر رہے تھے اور تو طیارہ لے کر چلا گیا۔''

''میں نے دیکھا نہیں تھا سر۔'' اس نے بمشکل کہا۔

ولیم شا نے بدمزگی سے اسے دیکھا۔ ''میں تمہاری رپورٹ کروں گا اب چلنے کی تیاری کرو۔''

''یس سر۔'' پائلٹ نے کہا اور بے عزتی بھلا کر پھرتی سے طیارے میں بیٹھ گیا۔ میرا خون کھول رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ ولیم شا نے جان بوجھ کر مجھے دکھانے کے لیے پائلٹ کو تھپڑ مارا تھا۔ وہ مجھے جتانا چاہتا تھا کہ ایک

ہندوستانی کی اس کے سامنے کیا اوقات تھی۔ ولیم شا اور ایلن بھی اپنا سامان لے آئے تھے۔ ہم طیارے میں سوار ہوئے اور پائلٹ نے اس کا انجن اسٹارٹ کر کے اسے رن وے پر چلانا شروع کیا ایک منٹ میں ہم فضاء میں تھے۔ میں نے پائلٹ سے پوچھا۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''روئینگ۔'' اس نے رکھائی سے جواب دیا۔

یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی قصبہ ہے۔ جنگ کے زمانے میں یہاں ایک ایئر بیس تھا۔ میں کئی بار یہاں جا چکا تھا۔ مگر وہاں جانے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ میں نے پائلٹ سے پوچھا تو اس نے کہا۔ ''رات ہونے تک ہم وہیں جا سکتے ہیں۔ اس سے آگے جانا ممکن نہیں ہے۔''

میں نے سر ہلا دیا تھا۔ ولیم شا اور ایلن عقبی نشستوں پر بیٹھے تھے۔ وہ آپس میں سر جوڑے باتیں کر رہے تھے۔ میں ابھی تک نہیں جان سکا تھا کہ ولیم شا اور ایلن وادی کے بارے میں انگریز حکام کو رپورٹ کریں گے یا نہیں۔ اگر ولیم نے رپورٹ کر دی تو یہ بات یقینی تھی کہ انگریز کوئی نہ کوئی مہم اس طرف روانہ کریں گے۔ بے شک وہ وادی پر قبضہ نہ بھی کریں تب بھی ان کے اس اقدام سے وادی کا راز دنیا پر کھل جاتا۔ اس دو گھنٹے کے سفر میں، مَیں اسی فکر میں رہا تھا۔ طیارہ اترا تو ہمیں ایک چھوٹی سی بیرک میں ٹھہرایا گیا تھا۔ مجھے بھی اسی جگہ ایک کمرہ ملا۔ اور ہم نے رات وہاں بسر کی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے والد کو تار بھیجا کہ میں خیریت سے ہوں۔ مجھے پتا تھا وہ اور میرے دوسرے گھر والے میری گم شدگی پر پریشان ہوں گے۔

☆======☆======☆

اگلے روز ہم کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ اور وہاں پر ائیر فورس کے ایک کمانڈر نے ہمارا استقبال کیا تھا کیونکہ ولیم شا نے یہ مہم سرکاری خرچ پر کی تھی۔ اس لیے وہ اس کے بارے میں رپورٹ دینے کا پابند تھا۔ میں نے سفر کے دوران اس سے پوچھا۔ ''کیا تم وادی کا ذکر کرو گے؟''

''کیا مجھے نہیں کرنا چاہیے؟'' اس نے شاطرانہ انداز میں کہا۔

''مرضی ہے تمہاری لیکن میرا خیال ہے اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔''

''کیوں؟''

''پتا نہیں۔'' میں نے سرد آہ بھری۔ ''دنیا میں کوئی تو ایسی جگہ ہو جو لوگوں کی دست برد سے محفوظ ہو اور کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا ہو۔''

''میں بھی یہی سوچتا ہوں لیکن پھر خیال آتا ہے کہ کسی اور نے اس وادی کو دریافت کر لیا تو ہمارا کریڈٹ رہ جائے گا۔''

''مجھے یقین ہے کوئی اور اسے دریافت نہیں کر سکے گا۔'' میں نے اعتماد سے کہا تھا۔

''تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''بس میں محسوس کرتا ہوں۔'' میں نے واضح جواب دینے سے گریز کیا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اسے وادی کی ان باتوں کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا جو صرف میرے علم میں تھیں۔

ولیم شا چپ ہو گیا تھا۔ کلکتہ پر اترنے کے بعد جب سرکاری فوٹو گرافر چلا گیا تو ولیم شا نے ایک نجی فوٹو گرافر کا بندوبست کیا اور اس نے تصویر اور سیاہ پتھر کے ساتھ تصویریں بنوائیں تھیں۔ میں خون کے گھونٹ پی کر اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے میری یہ چیزیں کتنی آسانی سے ہتھیا لی تھیں۔ اور ہر جگہ ان کو اپنا ظاہر کیا تھا۔ میرے پاس ابھی کچھ چھٹی باقی تھی اس لیے میں نے سوچا کہ استعفاء دینے سے پہلے ایک بار گھر کا چکر لگا کر والد صاحب سے اجازت بھی لے لوں۔ اس لیے میں نے میس میں آتے ہی جانے کی تیاری شروع کر دی تھی۔

میں نے ابھی تک ہیرا ولیم شا کو نہیں دیا تھا بلکہ اسے اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ ورنہ وہ اسے بھی ہتھیانے کی کوشش کرتے۔ وہ ایک اعلیٰ خاندان سے تھا اور ممکن ہے اپنے ملک میں ایک ماچس چرانے کو بھی بڑا جرم سمجھتا ہو لیکن ملک سے باہر اس کا رویہ بالکل خاص سفید فاموں والا تھا۔ یعنی وہ دوسروں کا مال ہتھیانے میں

کسی قسم کی شرم محسوس نہیں کرتے ہیں۔ مجھے رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔ تصویر اور پتھر دونوں سامیرا کا تحفہ تھے اور
یہ لیے ان کی خاص حیثیت تھی۔ جب ولیم شا کے لیے وہ صرف پُر اسرار وادی کے نوادرات تھے۔ میں نے
دیا کہ کیا میں اس سے اسے خرید نہیں سکتا تھا۔ میرے پاس دولت تھی۔ اگر چہ اتنی نہیں تھی۔ مگر میں اس وقت
لالا سے بھی لکھ پتی تھا۔

پھر اچانک مجھے ہیرے کا خیال آیا تھا۔ اور میں نے سوچا کہ اگر میں ہیرے کے بدلے ولیم شا سے تصویر
پھر لے لوں تو کیا وہ دے دے گا۔ مگر اس کے لیے پہلے مجھے ہیرے کی اصل مالیت کا علم ہونا ضروری تھا۔
کلکتہ میں میرے کچھ رشتے دار تھے ان میں ایک یہاں تاجر تھے۔ میں ان کے پاس پہنچا اور رسمی علیک سلیک کے
بعد میں نے ان سے کسی قابلِ اعتماد جوہری کا پوچھا جو مجھے صحیح بتا سکے۔ انہوں نے مجھے ایک جوہری لالہ دیش چند
کا پتا دیا۔ وہ ان کا جاننے والا تھا۔ میں ہیرا لے کر دیش چند کی دکان جا پہنچا جو کلکتہ کے ایک معروف بازار میں
تھی۔ میرے رشتے دار کا نام سن کر اس نے تپاک سے خیر مقدم کیا اور میرے لیے شربت منگوایا۔

"فرمایئے میں آپ کی کیا کھدمت کر سکتا ہوں۔" لالہ نے اپنے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کر کے کہا۔

میں نے ہیرا اس کے سامنے رکھ دیا۔ "لالہ جی میں اسے بیچنے نہیں آیا ہوں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ
اس کی صحیح مالیت کیا ہو سکتی ہے۔"

لالہ جی نے بے تابی سے ہیرا اٹھایا۔ چند لمحے بعد ان کے چہرے پر جو تاثرات آئے تھے اس سے میں
نے اندازہ لگایا کہ ہیرا بہت قیمتی تھا۔ انہوں نے محدب عدسے سے بھی اس کا معائنہ کیا۔ کوئی پندرہ منٹ بعد لالہ
جی نے ہیرا میرے سامنے رکھا۔

"میں نے ایسا بے عیب اور قیمتی سرخ ہیرا آج تک نہیں دیکھا ہے۔ اس کی قیمت کلکتہ کا کوئی جوہری ادا
نہیں کر سکتا ہے۔"

میں حیران ہوا تھا۔ میں نے اصرار کیا۔ "لیکن لالہ جی پھر بھی اس کی کوئی قیمت تو ہو گی؟"

لالہ جی نے سوچا اور اپنی چاروں طرف سے سجی اور زیورات سے بھری دکان کی طرف دیکھا۔ "اگر آپ
اس ہیرے کے بدلے یہ دکان لے لیں۔ میرے لیے یہ سودا بھی فائدے کا ہے۔"

میں دنگ رہ گیا تھا۔ یہ ہیرا اس قدر قیمتی تھا۔ لالہ جی نے ہمدردی سے کہا۔ "مہاشے جی میرا مشورہ ہے
آپ اتنی قیمتی چیز لے کر ایسے نہ پھریں۔ بھگوان نہ کرے کوئی اونچ نیچ ہو گئی۔"

"کچھ نہیں ہوتا لالہ جی۔" میں مسکرایا۔ "اگر میرے مقدر میں اس ہیرے سے محرومی لکھی ہے تو میں کسی
صورت اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا اور اگر یہ میرا ہے تو کوئی اسے مجھ سے چھین نہیں سکتا۔"

"یہ تو ہے۔" اس نے بے دلی سے کہا۔ "فرمایئے اب میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"کیا آپ اپنی رائے تحریر میں دے سکتے ہیں؟"

"اگر چہ میں ایسا کرتا نہیں ہوں لیکن آپ خان جی کے توسط سے آئے ہیں اس لیے تحریر دے دیتا ہوں پر
آپ کسی قانونی معاملے میں اسے نہیں پیش کر سکتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں مجھے صرف کسی کو مطمئن کرنا ہے۔" میں نے جواب دیا اور لالہ جی نے مجھے ایک تحریر لکھ

دی۔ مگر اس میں انہوں نے اپنا دامن بچا لیا تھا۔ میں ان کے ہاں سے نکلا اور سیدھا میس گیا تھا۔ وہاں مجھے ولیم شا کے بارے میں پتا چلا کہ وہ مقامی کمانڈر کے گھر کسی پارٹی میں مدعو ہے۔ اس لیے میں رات گئے تک اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔ وہ آیا تو نشے میں دھت تھا اور اس وقت اس سے بات کرنا بے کار تھا۔ اس لیے میں نے صبح بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر صبح مجھے پتا چلا کہ اسے اچانک ہی کسی کام سے آسام جانا پڑا تھا اور اب وہ اگلے روز وہاں سے واپس آتا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس دوران میں پشاور کے لیے ریل سے ٹکٹ بک کرا لوں۔ میں ریل اسٹیشن پہنچا۔ وہاں سے ٹکٹ لیا مجھے تین دن بعد کا ٹکٹ ملا تھا۔ اور جب ٹکٹ لے کر باہر آنے لگا تو کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے چونک کر دیکھا اور حیران رہ گیا۔

میرے سامنے ویاس کھڑا تھا۔ وہی ویاس جو مجھے برفانی آدمی کے رحم و کرم پر چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔ اس وقت اس نے جدید طرز کی پتلون اور شرٹ پہنی ہوئی تھی اور چہرے پر پُر اعتماد مسکراہٹ تھی۔

''تم۔'' میں نے حیرانی سے کہا۔ ''تم مجھے چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئے تھے۔''

''میں آپ کو چھوڑ کر غائب نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے برف والے کی ہدایت پر ایسا کیا تھا۔'' ویاس نے بڑی حد تک صاف اردو میں کہا تو میں پھر دنگ رہ گیا تھا۔

''تم اردو جانتے ہو، وہاں تو تم ایک اجنبی زبان بولتے تھے۔''

''ہاں میں جانتا ہوں، یہ بھی میں نے برف والے کے حکم پر کیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جب راستے میں آپ کی طبیعت خراب ہو تو میں آپ کو چھوڑ کر اپنا سفر جاری رکھوں۔''

''چاہے میں وہاں بیماری سے مر جاتا۔'' میں نے غصے سے کہا۔

''نہیں جناب برف والا کبھی غلط نہیں کہتا ہے اس نے کہا تھا کہ آپ مجھے کلکتہ کے ریل اسٹیشن کے ٹکٹ گھر کے باہر ملیں گے اور دیکھ لیں ایسا ہی ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر جاؤں لیکن برف والے کا حکم تھا اس لیے ماننا پڑا تھا۔''

میں حیران تھا کہ یہ برف والا کیا چیز تھا جسے اپنے غار میں بیٹھے بیٹھے ساری دنیا کی خبر تھی اور جو یہ بھی جانتا تھا کہ میں راستے میں بیمار ہو جاؤں گا۔ تو یہ وجہ تھی کہ ویاس مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اسی وجہ سے وہ برفانی آدمی اور برفانی عورت سے محفوظ رہا تھا۔ اچانک مجھے یاد آیا۔ برف والے نے ویاس کے بارے میں کہا تھا کہ اسے برفانی آدمی کی مادہ اٹھا کر لائی تھی تو ماری جانے والی برفانی عورت وہی تو نہیں تھی لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ ویاس کو لے کسی جگہ سکون سے بیٹھ کر اس سے بات کروں۔ میں نے پوچھا۔

''تم یہاں کہاں رکے ہو؟''

''ایک چھوٹی سی سرائے ہے جناب۔'' اس نے کہا۔ ''یہاں پاس ہی ہے۔ میں چار دن سے یہاں ہوں اور صبح ٹکٹ گھر کھلتے ہی یہاں آ جاتا تھا اور جب شام کو بند ہوتا تو واپس چلا جاتا۔''

''فرض کرو میں ٹکٹ گھر آتا ہی نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''کسی اور طریقے سے کلکتہ چلا جاتا تو؟''

ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا جناب۔'' اس نے یقین سے کہا۔ ''برف والے نے کہا تھا کہ آپ یہاں آئیں گے اس لیے مجھے پورا یقین تھا کہ آپ آئیں گے۔''

ویاس مجھے سرائے میں لایا۔ یہ معمولی درجے کی سرائے تھی اور وہ ایک کھولی نما کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے میرے لیے چائے منگوائی تھی۔ جب میں نے اسے برف والے کے پاس دیکھا تھا تو ہونق اور بے ڈول سا لڑکا لگا تھا لیکن اس وقت وہ بہت ہوشیار اور اپنی عمر سے زیادہ ذہین نظر آرہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''آپ یہاں کب آئے؟''

''دو دن ہوئے ہیں۔'' میں نے بتایا۔

''ولیم شا نے آپ کی چیزیں واپس کیں یا نہیں۔''

میں بھونچکا رہ گیا تھا۔ ''تم یہ بھی جانتے ہو؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''برف والے نے مجھے بہت کچھ بتا کر بھیجا ہے۔ آپ ہیرا اس کے حوالے کر دیں وہ آپ کو آپ کی چیزیں دے دے گا۔''

''اگر میں ہیرا اس کے حوالے نہ کروں تو؟''

''اس صورت میں یہ آپ کے لیے مصیبت بن جائے گا اور آپ کے کسی کام نہیں آئے گا۔''

''میرے کام نہیں آئے گا تو کس کے کام آئے گا؟''

''میرے کام آئے گا۔'' اس نے پورے اعتماد سے کہا۔ ''برف والے نے یہ ہیرا اصل میں مجھے دیا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ ہیرا مجھے گھوم پھر کر ملے گا۔''

''یہ برف والا کیا چیز ہے؟'' میں نے زچ ہو کر کہا۔ ''یہ تو ہمیں کٹھ پتلیوں کی طرح چلا رہا ہے۔''

''میں خود بھی نہیں جان سکا ہوں جناب۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن ایک بات ہے اس سے ملنے کے بعد مجھ میں تبدیلی آئی ہے۔''

''کیسی تبدیلی؟''

''میں ایسا نہیں تھا میں تو ایک چھوٹے سے گاؤں کا رہنے والا ہوں لیکن جب میں برف والے کے پاس رہا تو میرا ذہن بدلتا چلا گیا اور مجھے دنیا کی سمجھ آنے لگی۔ کس کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا چاہیے، کس موقع پر کیا کرنا چاہیے اور اپنے مسائل سے کس طرح نمٹنا چاہیے۔ میں یہ سب جان گیا ہوں۔ میں نے اکیلے کلکتہ کا سفر کیا ہے۔ اس سے پہلے راستے میں آنے والے تمام مسائل سے خود نمٹتا رہا ہوں۔''

یہ بات تو میں بھی محسوس کر رہا تھا اس کا انداز کہیں بھی سے بھی ایک سولہ سترہ سالہ لڑکے کا نہیں تھا۔ وہ بالکل کسی جوان آدمی کی طرح با اعتماد تھا۔

''تم کہاں کے رہنے والے ہو؟''

''اروناچل دیش کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ بھوٹان سے کچھ ہی دور ہے۔ میں وہاں رہتا ہوں۔''

''برفانی آدمی کی عورت کے ہاتھ کہاں سے آئے؟'' میں نے ہنس کر پوچھا تو وہ شرما گیا تھا۔

''میں اور میرا بھائی پہاڑوں میں گھوم رہے تھے۔''

''وہ کس لیے؟''

''ادھر سونا ملتا ہے۔ سونے والی ریت ہوتی ہے ہم اسے جمع کر کے لاتے ہیں اور اس سے سونا نکال لیتے

ہیں۔'' اس نے وضاحت کی۔ ''وہیں اس برفانی عورت نے حملہ کیا۔ میرا بھائی تو بھاگ نکلا مگر میں اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔''

میں نے سوچا۔ ''وہ جگہ تو وادی سے بہت دور ہے کم سے کم بھی دو سو میل کا فاصلہ ہے۔ پھر تم اتنی دور کیسے آئے؟''

''یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔ وہ مجھے پکڑ کر ایک جگہ لے گئی تھی جو چاروں طرف سے اونچے پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی اور وہاں اس نے......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''کیا کیا اس نے؟''

ویاس شرما رہا تھا۔ اس نے بمشکل بتایا کہ برفانی عورت اس سے انسانوں جیسی محبت چاہتی تھی اور وہ بے چارہ اس سے اپنی عزت بچا رہا تھا۔ میں نے شرارت سے پوچھا۔ ''پھر اس کش مکش کا انجام کیا ہوا؟''

''شکر ہے وہاں ایک اور برفانی آدمی آ گیا۔ اور برفانی عورت اس سے لڑنے لگی۔''

''وہ زخمی تو نہیں تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''آپ کیسے جانتے ہیں؟'' اس نے تعجب سے کہا۔ ''وہ واقعی زخمی تھا اور اس کے جسم پر دو عدد زخم تھے۔''

''یہ میں بعد میں بتاؤں گا پہلے تم اپنی بات جاری رکھو۔''

اس نے بتایا کہ برفانی آدمی اسے مار ڈالنے کے درپے ہو گیا تھا۔ مگر برفانی عورت اس کا تحفظ کر رہی تھی۔ اگر برفانی آدمی زخمی نہ ہوتا تو برفانی عورت بھی ویاس کو نہیں بچا سکتی تھی۔ اس نے برفانی آدمی کو زیر کر لیا اور پھر واس کو لے کر وہاں سے بھاگ نکلی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ اس کا عارضی طور پر مقابلہ کر سکتی تھی لیکن جیسے ہی اس کے زخم ٹھیک ہوتے وہ ویاس کو مار ڈالتا اور برفانی عورت ہر بار اسے نہیں بچا سکتی تھی۔ اس نے مناسب سمجھا کہ ویاس کو لے کر وہاں سے چلی جائے۔

''وہ مجھے لے کر شمال کے ان ویرانوں کی طرف جانے لگی جن میں کبھی ہمارے بزرگوں نے بھی قدم نہیں رکھا تھا۔ ہر طرف برف تھی اور ویرانی تھی۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اس سے بچ بھی گیا تو بھوک سے مر جاؤں گا۔ پھر وہ مجھے لے کر اس وادی کے کنارے پہنچی۔ اسے نیچے اترنے کا راستہ معلوم تھا۔ وہ مجھے لے کر نیچے جانے لگی۔ ایک جگہ نیچے سے کچھ لوگ آ رہے تھے تو وہ مجھے لے کر ایک ایسی دراڑ میں اتر گئی جس میں کوئی انسان نہیں گھس سکتا تھا۔ اس نے میرا منہ دبا لیا تاکہ میں آواز نہ نکال سکوں۔ جب انسان گزر گئے تو وہ مجھے لے کر پھر نیچے اترنے لگی۔ میرے لیے یہ وادی حیرت انگیز تھی کیونکہ میں نے اپنے بزرگوں سے ایسی کسی وادی کے بارے میں نہیں سنا تھا جو عین ہمالیہ کے وسط میں ہو۔ بہت نیچے آنے کے بعد سردی کم ہو گئی تھی اور دھند ہلکی ہونے سے وادی کی صورت بھی نظر آنے لگی تھی۔ وہ نہ جانے کیوں مجھے نیچے لے جا رہی تھی اور جب ہم وادی کی تہہ میں اترے تب مجھے صحیح معنوں میں اس وادی کی وسعت اور عظمت کا اندازہ ہوا تھا۔ یہ بہت بڑی پیالہ نما وادی تھی۔ اور اس کے نیچے موسم اتنا گرم تھا کہ میں نے کبھی اپنے گاؤں میں بھی ایسا موسم نہیں دیکھا۔ برفانی آدمی کی مادہ مجھے لے کر ایک جنگل میں گھس گئی اور اس نے ایک ہرن نما جانور مار ڈالا پھر اس کا گوشت نکالا اور مجھے کھانے کے لیے دیا تھا۔ بھوک سے میں مرنے والا ہو رہا تھا اس لیے میں نے مجبوراً یہ گوشت کھا لیا۔ برفانی عورت نے بھی گوشت

کھایا تھا۔

وہ میرے مقابلے میں بہت لمبی چوڑی تھی۔ اسی تناسب سے وزنی اور طاقتور بھی تھی۔ وہ مجھے کسی چھوٹے بچے کی طرح لیے لیے پھرتی تھی اور اس کے سامنے میں ذرا سی مزاحمت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اصرار کر کر کے مجھے اور گوشت کھلایا۔ حتیٰ کہ میرا پیٹ پھٹنے کے قریب ہو گیا تھا۔ پھر اس نے مجھے اٹھایا اور زبردستی اوپر کی طرف لے جانے لگی۔ مجھ سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ تو اس نے مجھے اٹھا کر شانے پر ڈال لیا اور اسی حالت میں آرام سے اوپر چڑھنے لگی تھی۔ کئی گھنٹے کے بعد پھر سے برف کا علاقہ شروع ہوا تو وہ مجھے ایک غار میں لے گئی۔"

اس کے بعد ویاس کے ساتھ جو ہوا وہ بتاتے ہوئے شرما رہا تھا۔ مگر مجھے اندازہ تھا اور اس سے ہمدردی بھی تھی۔ وہ ایک درندے کی درندگی کا ذرا دوسرے انداز میں شکار ہوا تھا۔ جب وہ قریب المرگ ہو گیا تو برفانی عورت اسے چھوڑ کر چلی گئی اور بہت دیر بعد شکار کر کے واپس آئی تھی۔ وہ حیرت انگیز طور پر بہت تیز اور ماہر شکاری تھی۔ دوڑ کر ہرن پکڑ لیتی تھی۔ اس نے زبردستی ویاس کو گوشت کھلایا اور پھر سے دست درازی پر اتر آئی تھی۔ یہ سلسلہ کئی دن تک چلتا رہا تھا۔ ویاس ایک انسان تھا اور وہ جناتی طاقت رکھتی تھی۔ اس لیے ویاس کی حالت ہر گزرتے دن خراب ہوتی جا رہی تھی۔ چند دن میں وہ جیسے نچڑ گیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اسی طرح ایک آدھ دن اور رہا تو مر جائے گا۔ برفانی عورت کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی اسے بس اپنی تفریح کی فکر تھی۔

وہ تیسری بار شکار کرنے گئی تو ویاس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا مگر اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ غار سے نکل سکتا۔ وہ بے بسی سے ایک جگہ پڑا رہ گیا تھا۔ پھر غار کے دہانے پر آہٹ ہوئی تو وہ سمجھا کہ برفانی عورت پھر آ گئی ہے۔ مگر اس کی جگہ ایک دبلا اور طویل قامت بہت بوڑھا آدمی اندر آیا تھا۔ اس کی آنکھیں جیسے چراغ کی طرح روشن تھیں اور اس نے اس سردی میں بھی ایک معمولی سا پاجامہ نما چیز پہن رکھی تھی۔ وہ برف والا تھا اس نے ویاس کے پاس آ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اسے لگا جیسے اس میں جان آ گئی ہو اور وہ بنا کسی سہارے کے کھڑا ہو گیا تھا۔ برف والے نے اسے ہاتھ سے پکڑا اور وہ اس کے ساتھ کسی معمول کی طرح چل پڑا۔ اسے نہیں یاد کہ برف والا اسے کہاں لایا تھا۔ بس وہ بہت اچھی اور آرام دہ جگہ تھی۔ برف والے نے اسے ایک محلول پینے کے لیے دیا۔ جسے پی کر اسے نیند آ گئی تھی اور جب وہ جاگا تو اس کی کمزوری میں واضح کمی آئی تھی۔ برف والے نے آ کر پھر اسے محلول پلایا اور وہ سو گیا تھا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا تھا۔ وہ جب جاگتا تھا برف والا اسے محلول پلا کر پھر سے سلا دیا کرتا تھا۔

پھر وہ ایک روز جاگا تو برف والے نے اس سے بات کی اور یہ سب کچھ اس نے اسے اسی وقت بتایا تھا۔ اس نے ویاس سے کہا کہ وہ فکر نہ کرے اسے یہ ساری باتیں یاد رہیں گی اور وہ ویسا ہی کرے جیسا کہ برف والا اس سے کہہ رہا تھا۔ اس کے چند دن بعد ایک دن برف والے نے اسے سوتے سے اٹھا کر اسے میرے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ ویاس کو اس کی ساری ہدایات یاد تھیں اور اس نے بالکل ویسا ہی کیا جیسا کہ برف والے نے اس سے کہا تھا۔

"اس نے میری جان بچائی پھر مجھے صحت مند کیا۔ اس کے باوجود شاید میں اس کی بات اتنی آسانی سے نہ مانتا مگر جب میں اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا سوچتا تھا تو بے اختیار سا ہو جاتا تھا اور پھر وہی کرتا تھا جس کا

برف والے نے حکم دیا ہوتا تھا۔"

"میرا خیال ہے اس نے تم کو کوئی بہت صحت بخش محلول پلایا تھا ورنہ تم اتنی جلدی صحت یاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے یقین کریں مجھے لگ رہا تھا کہ میرے اندر سے توانائی کا ایک ایک ذرہ نکل گیا تھا۔"

اس نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا اور میں نے اختصار کے ساتھ اسے اتنا ہی بتایا جتنا کہ اس کا جاننا ضروری تھا۔ یا وہ پہلے سے جانتا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ ہیرا بہت قیمتی تھا۔ ویاس فکرمند ہو گیا تھا۔

"تو آپ کا اسے ولیم شا کو دینے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"یہ تم سے کس نے کہا۔ اس کے برعکس میں اسے دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں لیکن وہ ابھی آسام گیا ہوا ہے وہاں سے آئے گا تب ہی اس سے بات کروں گا۔"

"جناب جلد از جلد یہ کام کر لیں۔"

"تم کو ہیرا حاصل کرنے کی جلدی ہے؟" میں طنز کیا۔

"نہیں...... مجھے برف والے کی پیشین گوئی کا خیال ہے اس کے مطابق آپ کسی مشکل میں نہ پڑ جائیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو میں شرمندہ ہو گیا تھا۔

"معاف کرنا میں صرف مذاق کر رہا تھا۔"

"آپ معافی نہ مانگیں جناب آپ میرے بڑے بھائی کی طرح ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"کیا تمہارے گھر والوں کو پتا ہے کہ تم یہاں ہو؟"

"ہاں میں پہلے گھر ہی گیا تھا۔" اس نے سر ہلایا۔ "گھر والے تو اپنے طور پر میرا کریا کرم بھی کر چکے تھے۔ مجھے زندہ پا کر خوشی سے پاگل ہو گئے تھے۔ ماں تو آنے ہی نہیں دے رہی تھی۔ بڑی مشکل سے اجازت لے کر آیا ہوں۔"

میں ویاس کے پاس کچھ دیر رکا پھر واپس میس آ گیا۔ ویاس نے میرا پتا جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور نہ میں نے اسے اپنا پتا دیا تھا۔ مجھے ولیم شا کے بارے میں پتا چلا کہ وہ اگلے دن صبح واپس آئے گا۔ دو دن بعد میری ٹکٹ تھی اگر ولیم شا کو کسی وجہ سے دیر ہو جاتی تو مجھے ٹکٹ کینسل کرانی پڑتی اسی روز والد صاحب کا تار موصول ہوا تھا اور انہوں نے مجھے جلد از جلد گھر آنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے جوابی تار میں بتایا کہ میں ایک ہفتے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔

اگلے روز ولیم شا ایک طیارے سے آیا تھا۔ جیسے ہی مجھے اس کی آمد کی اطلاع ملی میں اس کے پاس پہنچ گیا اس نے مجھے حیرت سے دیکھا۔

"او مرد دراز تم گئے نہیں۔"

"نہیں میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم تصویر اور پتھر کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہو تو کوئی بات نہیں ہو گی۔" اس نے صاف انکار کر

دیا۔

''اگر میں تم کو ان چیزوں کے بدلے ان سے بھی زیادہ کوئی قیمتی چیز دوں تو کیا تم تب بھی انکار کردو گے؟''

اس نے تمسخرانہ نظروں سے مجھے دیکھا۔''تم......کیا چیز دے سکتے ہو؟''

''مثلاً ایک ایسا ہیرا جس کی قیمت کلکتہ کا کوئی جوہری نہیں دے سکتا ہے۔''

اس نے بھویں سکیڑیں۔''تمہارے پاس ایسا ہیرا کہاں سے آیا؟''

''یہ بات چھوڑو۔ اگر تم تیار ہو تو میں نہ صرف تم کو ہیرا دکھا سکتا ہوں بلکہ ایک معروف جوہری سے اس کے بارے میں تصدیق بھی کرا سکتا ہوں۔''

''مجھے ہیرا دکھاؤ۔''اس نے مطالبہ کیا۔

''ہیرا یہاں نہیں ہے تم کو میرے ساتھ اس جوہری کی دکان تک چلنا پڑے گا۔''میں نے کہا۔ میں نے یہ جھوٹ اس لیے بولا تھا کہ مجھے ولیم شا جیسے شخص پر قطعی بھروسہ نہیں تھا وہ ہیرا ہتھیانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ وہ مسکرایا۔

''کیا تم کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا صرف بے حد طنزیہ انداز میں مسکرایا تھا وہ کھسیا گیا۔''ٹھیک ہے میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔''

میں اسے لے کر لالہ دیش چند کی دکان پر آیا تھا اور لالہ جی کے سامنے میں نے ہیرا نکال کر اسے دکھایا۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔''ہیرا تمہارے پاس تھا۔''

''ہاں لیکن میں نے مناسب سمجھا کی لالہ جی کے سامنے معاملے کی بات ہو جائے۔''

ہیرا دیکھ کر ولیم شا کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ اسے بھی ہیروں کی پہچان تھی۔ آخر اس کا تعلق ایک امرا خاندان سے تھا۔ اس کا باپ ایک لارڈ تھا۔ اور اس کے بعد وہی اپنے باپ کی جاگیر اور خطاب کا وارث تھا۔ اس نے بے ساختہ ہیرا اٹھایا۔ اس کا معائنہ کیا اور خاصی دیر بعد میری طرف دیکھا۔''کیا تم سچ مچ ان دو چیزوں کے بدلے یہ ہیرا مجھے دینے کو تیار ہو۔''

''میرا خیال ہے میرا تمہارے ساتھ مذاق کا رشتہ نہیں ہے۔''میں نے خشک لہجے میں کہا۔''لالہ جی گواہ ہیں اگر تم تصویر اور پتھر میرے حوالے کردو تو میں یہ ہیرا تم کو دے دوں گا۔''

لالہ جی کے لیے یہ معاملہ حیرت انگیز تھا کہ میں کسی تصویر اور پتھر کے بدلے یہ ہیرا اس انگریز کو دینے کے لیے تیار تھا۔ ولیم شا سوچ رہا تھا۔ غالباً وہ تصویر اور پتھر کے مقابلے میں اس ہیرے کی قیمت کا موازنہ کر رہا تھا۔ وہ ایک دکاندار قوم کا فرد تھا۔ تصویر کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اس کے لیے یہ عام سی تصویر تھی۔ میرے لیے اس کی ایک جذباتی حیثیت تھی۔ جب کہ پتھر کے بارے میں، مَیں بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ میرے لیے وہ بس ایک انوکھا پتھر تھا جس میں کوئی سیال شے بھری ہوئی تھی۔ آخر ولیم شا نے سر ہلایا۔

''میں تیار ہوں۔ اب تم بتاؤ تبادلہ کیسے ہوگا؟''

''اسی جگہ ہوگا۔ تم دونوں چیزیں لے آؤ۔ لالہ جی گواہ ہوں گے۔''

لالہ جی نے دونوں ہاتھ جوڑے۔ ''میں آپ کا خادم ہوں لیکن میں کسی قانونی معاملات میں نہیں پڑ
اس لیے مجھے گواہی کے چکر سے معافی دیں۔''

''تم فکر مت کرو۔'' ولیم شا نے اس سے کہا۔ ''تمہیں کہیں گواہی نہیں دینی ہوگی۔''

''ہم بس تمہارے سامنے کچھ چیزوں کا تبادلہ کریں گے۔''

''جیسی آپ کی مرضی۔'' لالہ جی نے بے دلی سے کہا۔

''میں ایک گھنٹے میں آتا ہوں۔'' ولیم شا نے مجھ سے کہا۔ ''تم یہاں میرا انتظار کرو۔''

''میں انتظار کر رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا لیکن جیسے ہی وہ لالہ جی کی دکان سے نکلا میں بھی وہا
سے نکل گیا۔ میں آخری لمحے تک ولیم شا پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں ایک گھنٹہ تک اسی بازار میں گھومتا
تھا اور پوری طرح ہوشیار رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد ولیم شا اکیلا ہی لالہ جی کی دکان میں داخل ہوتا نظر آیا تھا۔ م
نے کچھ دیر انتظار کیا تھا جب مجھے کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا تھا تو میں بھی دکان میں داخل ہو گیا ولیم شا نے
ناگواری سے دیکھا۔

''کہاں تھے تم؟''

''ادھر ہی تھا۔'' میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ ''تم دونوں چیزیں لے آئے ہو۔''

اس نے ایک کینوس بیگ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے کھولا اس میں سامیرا کی بنائی تصویر ا
سیاہ پتھر موجود تھا۔ اس موقع پر سب سے زیادہ اشتیاق لالہ جی نے دکھایا تھا انہوں نے بغور تصویر اور پتھر کا معا
کیا اور پھر ناقابلِ یقین نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ''آپ ان کے بدلے یہ ہیرا دے رہے ہیں؟''

''ہاں۔'' میں نے سر ہلایا۔ اور ہیرا نکال کر ولیم شا کے حوالے کر دیا۔ اس نے ایک بار پھر ہیرے کا ا
طرح معائنہ کیا اور مطمئن ہو کر سر ہلایا۔

''او مرڈراز تم نے کیا سوچ کر یہ ہیرا مجھے دیا ہے۔''

''سوچ کر نہیں دیا ہے ان چیزوں کے بدلے دیا ہے۔'' میں نے تصویر اور پتھر بیگ میں رکھتے ہو
کہا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے یہ چیزیں کم تر ہیں اس ہیرے کے مقابلے میں۔''

''ہاں یہ ہیرا بہت قیمتی ہے۔'' اس نے خوشی سے کہا۔

''میرے لیے یہ تصویر اور پتھر دنیا کی قیمتی ترین چیز ہیں کیونکہ یہ کسی کا تحفہ ہیں۔''

''تم مشرقی لوگ جذباتی ہوتے ہو۔'' اس نے حقارت سے کہا۔

''اور تم مغربی لوگ ہر چیز کو نفع نقصان کے لحاظ سے دیکھتے ہو تمہارے رشتے بھی کاروبار ہوتے ہیں
میں نے جوابی طنز کیا۔

''تم واپس جا رہے ہو؟'' اس نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں میری کچھ چھٹیاں باقی ہیں میں کل جا رہا ہوں۔''

''ریل سے ٹکٹ بک کرایا ہے؟''

''ہاں۔'' میں کسی قدر چوکنا ہوگیا اس نے یہ سوال کیوں پوچھا تھا۔ مگر اس نے پھر کچھ نہیں کہا اور جانے کے لیے کھڑا ہوگیا۔ معاملہ بنا کسی اختلاف کے خوش اسلوبی سے طے ہو جانے پر سب سے سکون کا سانس لالہ جی نے لیا تھا انہوں نے خوشامدانہ انداز میں ولیم سے کہا۔

''سرکار میری کسی کھدمت کی جرورت ہو تو میں حاجر ہوں۔''

ولیم شا اسے کوئی جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ دلیش چند نے کھسیا کر میری طرف دیکھا۔ ''بڑا حرامی انگریج ہے۔''

''لالہ جی اب گالیاں دینے کا فائدہ، بہرحال اب آپ کی مدد کا شکریہ۔'' میں نے بیگ سنبھالا اور اس کی دکان سے نکل آیا تھا۔ میں نے میس جانے کے بجائے اپنے رشتے دار کے گھر کا رخ کیا تھا اور اس کے پاس بیگ رکھوا کر پھر میس آیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جانے سے پہلے ایک بار پھر ویاس سے مل لوں۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ہیرا بالآخر اس کے پاس آئے گا۔ کیونکہ ایسا برف والے نے کہا تھا۔ یوں تو اس سفر میں مجھے ملنے والے تمام ہی کردار غیر معمولی تھے۔ حسین ترین سامیرا سے لے کر اور گان اور نیکاٹ تک سب کسی قدیم اساطیری داستان کے کردار لگتے تھے۔ مگر ان میں سب سے غیر معمولی برف والا تھا۔ جس کے پاس ماورائے عقل صلاحیتیں تھیں اور اپنے غار میں بیٹھ کر بھی سب دیکھتا اور جانتا تھا۔ میں اس قسم کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتا ہوں لیکن برف والے نے مجھے الجھا دیا تھا آخر اس کے پاس ایسی کون سی صلاحیت تھی کہ وہ سینکڑوں میل دور کے بارے میں بتا تا تھا اور یہی نہیں آنے والے واقعات کے بارے میں بھی اس طرح بات کرتا تھا جیسے اسے سب علم ہو۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ہیرا ولیم شا کے حوالے کر دوں اور شروع میں، مَیں نے سوچا نہیں تھا کہ میں ایسا ہی کروں گا بھلا میں ایک قیمتی ہیرا اس شخص کے حوالے کیوں کرتا جس نے میری جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مگر حیرت انگیز طور پر حالات ایسے ہو گئے تھے کہ میں نے خود ہیرا اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اب ویاس کا کہنا تھا کہ برف والے کے مطابق اصل میں یہ ہیرا اس کا مقدر تھا اور مجھے اسے ولیم شا کے حوالے ہی کرنا تھا تب وہ اس کے پاس آتا۔

میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہیرا کس طرح ولیم شا کے قبضے سے نکل کر ویاس کے پاس جاتا تھا۔ مگر ایک تو میری کل کی سیٹ بک تھی اور مجھے کلکتہ سے روانہ ہو جانا تھا۔ دوسرے میں جلد از جلد ولیم شا سے دور چلے جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس سازشی آدمی سے کچھ بعید نہیں تھا کہ ہیرا حاصل کرنے کے بعد وہ تصویر اور پتھر حاصل کرنے کے لیے کوئی چکر چلاتا۔

اگلے روز صبح سویرے میں نے روانگی کی تیاری شروع کی اور وقت سے پہلے میس سے نکل گیا۔ پہلے میں اپنے رشتے دار کے گھر گیا اور اس سے تصویر اور پتھر والا بیگ لیا۔ اس کے بعد میرا ارادہ ویاس کے پاس جانے کا تھا اس لیے ایک سائیکل رکشہ لے کر اس سرائے پہنچا تو ویاس بھی جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ ''میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔''

''خیریت؟''

اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ہاتھ باہر نکالا تو اس پر وہی ہیرا جگ مگا رہا تھا۔ میں دنگ رہ گیا۔

''ویاس یہ ہیرا تمہارے پاس کہاں سے آیا؟''

''میں نے کہا تھا نا برف والے نے اسے میرا مقدر قرار دیا ہے۔''

''تم نے اسے ولیم شا کے پاس سے چرایا ہے؟'' میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔

''نہیں جناب میں چور نہیں ہوں۔'' اس نے آزردگی سے کہا۔ ''آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔''

''اگر یہ غلط ہے تو پھر ہیرا تمہارے پاس کہاں سے آیا میں نے کل ہی اسے ولیم شا کے حوالے کیا تھا۔''

''کل رات یہ ہیرا اس کے کمرے سے چرا لیا گیا تھا اور چرانے والے دو نیپالی تھے جو وہیں کام کرتے ہیں۔ ہیرا چرا کر وہ وہاں سے بھاگے تو پولیس نے ان کا پیچھا کیا اور ان دونوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔''

''تب بھی یہ ہیرا تمہارے پاس کیسے آیا؟''

''اتفاق سے ان میں سے جس کے پاس ہیرا تھا وہ گولی کھانے کے باوجود کچھ دور بھاگا تھا اور جہاں گرا وہاں سے میں گزر رہا تھا اس لیے جب اس نے مرنے سے پہلے ہیرا میرے حوالے کیا تو میں بھی اتنا ہی حیران ہوا تھا جتنا کہ آپ اسے میرے پاس دیکھ کر حیران ہوئے ہیں۔''

اس کی کہانی مجھے ہضم نہیں ہو رہی تھی لیکن اس پر شک کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ نیپالی باشندوں کی پولیس کے ہاتھوں ہلاکت کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ ہیرا اگر ویاس کے پاس تھا تو میرے لیے زیادہ قابلِ قبول تھا بہ نسبت اس کے کہ یہ ولیم شا کے پاس ہو۔

''ٹھیک ہے مبارک ہو لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''برف والے نے کہا تھا کہ جب مجھے ہیرا مل جائے تو میں آپ کا انتظار کروں اور جب آپ آئیں تو آپ کے ساتھ چلا جاؤں۔''

''میرے ساتھ کیوں؟''

''یہ ہیرا میں آپ کی مدد سے بیچ سکتا ہوں۔''

''میری ٹرین روانہ ہونے والی ہے اگر تم چلنا چاہو تو شوق سے چلو۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''برف والے نے کہا تھا آپ کو منع کر دوں آپ جس طریقے سے جا رہے ہیں اس کے بجائے پانی کا راستہ اختیار کریں۔''

''پانی کا راستہ؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''برف والے نے یہی کہا تھا۔''

اب ضروری نہیں تھا کہ میں برف والے کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے عمل کرتا۔ مگر ہر بار حالات کچھ ایسے ہو جاتے تھے کہ اس کی بات پر عمل کرنا ہی پڑتا تھا اور اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ مجھے ولیم شا کی طرف سے ویسے ہی کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں ٹرین سے جا رہا ہوں۔ اگر اس نے تصویر اور پتھر کے بارے میں چوری کی رپورٹ کر دی تو میں پکڑا جاتا اور بہت سارے لوگ ولیم شا کے حق میں گواہی دینے کے لیے تیار ہو جاتے کہ یہ چیزیں اس کی تھیں۔ اب تو ہیرا بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اس لیے عین ممکن تھا وہ میری تلاش شروع کر دیتا۔ کلکتہ سے نکلنے کے کئی راستے تھے۔ ان میں ریل کے ساتھ سڑک کا راستہ بھی تھا لیکن سب سے آسان سمندر کا راستہ تھا کیونکہ ایک بار نکل جاتے تو پھر کوئی پکڑ نہیں سکتا تھا۔ مجھے ویاس کی بات درست لگی تھی۔

"میرا خیال ہے ہمیں سمندر کے راستے جانا ہوگا۔" میں نے اس سے کہا۔ اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔

"جیسی آپ کی مرضی برف والے نے کہا تھا کہ میں اس معاملے میں آپ پر پورا اعتماد کروں اور آپ جو کہیں اس کے مطابق چلوں۔"

برف والے نے ہمارے لیے پورا پلان تیار کر دیا تھا۔ میں نے ویاس کے ساتھ ریل اسٹیشن کے بجائے کلکتہ کی بندرگاہ کا رخ کیا۔ وہاں بے شمار بحری جہاز اور اسٹیمر جانے کے لیے تیار تھے۔ میں نے ایک اسٹیمر میں جو بمبئی جارہا تھا دو نشستیں بک کرالیں۔ یہ ایک چھ افراد کا کمپارٹ تھا۔ روانگی میں صرف دو گھنٹے باقی تھے اس دوران میں، مَیں نے ایک انگریزی کا اخبار خرید کر دیکھا اس میں نیپالی ملازمین کی جانب سے چوری اور پھر ان کے پولیس کے ہاتھوں مارے جانے کی خبر تھی۔ مگر اس میں ہیرے کا کہیں ذکر نہیں تھا۔ مگر یہ دیکھ کر میں اچھل پڑا کہ ولیم شا نے ایک تصویر اور ایک پتھر کے چوری ہونے کی رپورٹ کروائی تھی۔ میں بال بال بچا تھا اس وقت پولیس لازمی طور پر مجھے ٹرین میں تلاش کر رہی ہوگی۔ ولیم شا نے ایک بار پھر اپنی روایتی کمینگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں نے ویاس کو اس بارے میں نہیں بتایا۔ اس نے پہلی بار سمندر دیکھا تھا اور بہت پُر جوش ہو رہا تھا۔ اَس نے سمندر کے متعلق سوالات کر کر کے میرا دماغ خراب کر دیا تھا۔ میں ویسے ہی ولیم شا کی وجہ سے پریشان تھا اس لیے اسے جھڑک کر چپ کرا دیا۔

"اب چپ کر کے بیٹھو اور یاد رکھنا ولیم شا کا یا ہیرے کا غلطی سے بھی ذکر نہیں کرنا ہے۔"

اس نے منہ لٹکا کر کہا۔ "اچھا میں خیال رکھوں گا۔"

اسٹیمر سے بمبئی تک کا سفر دو دن میں طے ہونا تھا۔ اصل میں یہ ایک تیز رفتار تجارتی اسٹیمر تھا۔ جس میں تاجر سامان سمیت سفر کرتے تھے۔ ان کے آرام کے لیے اسٹیمر میں بہترین قسم کے کمرے مہیا کیے گئے تھے اور دوسری سفری سہولتیں بھی اچھی تھیں۔ ان میں کال گرلز تک شامل تھیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ تاجر اسٹیمر کا زیادہ کرایہ بھی بخوشی برداشت کر لیتے تھے۔ کال گرلز کے بارے میں مجھے بعد میں علم ہوا تھا۔ جب ایک لڑکی نے ویاس کو پرچانے کی کوشش کی تھی اور وہ اسے باہر عرشے پر لے گئی تھی۔ مگر ویاس کو ان معاملات کا پتا ہی نہیں تھا اس لیے جب کال گرل کی دال نہیں گلی تو اس نے جھنجھلا کر ویاس سے وقت گزاری کا معاوضہ مانگ لیا۔ اس نے انکار کر دیا اس پر ذرا سا ہنگامہ ہوا تھا۔ میں نے مداخلت کر کے بات ختم کر دی اور لڑکی کو کچھ رقم دے دی۔ اس کے بعد ویاس اس سفر کے دوران ڈر کے مارے کمرے سے نکلا ہی نہیں تھا۔

تیسرے دن صبح سویرے جب کہ سورج بھی نہیں نکلا تھا ہم بمبئی کی بندرگاہ پر تھے۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بندرگاہ کے قریب ہی ہوٹل پہنچے تھے۔ جہاں میں نے اپنے اور ویاس کے فرضی نام لکھوائے تھے۔ ممکن ہے پولیس یہاں بھی تلاش کر رہی ہو۔ ویاس نے کہا تھا کہ برف والے نے اسے میرے سپرد کیا ہے اس لیے اس کی مدد مجھ پر لازمی تھی۔ میں ہیرا بکوانے میں اس کی مدد کرتا۔ اسی شام کو میں نے ایک جاننے والے کے توسط سے ایک جوہری سے بات کی۔ ہیرا دیکھ کر اس نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ اسے نہیں خرید سکتا تھا۔ البتہ اس نے ایک مہاراجا کا پتا دیا کہ وہ ہیروں کے شوقین تھے اور اگر کوئی پتھر پسند آجائے تو اس کے عوض منہ مانگے دام دینے کو تیار

ہو جاتے تھے۔ یہ مہاراجا شنکر جی تھے۔ ان کی ریاست اتر پردیش کی طرف کہیں تھی اور ظاہر ہے معمولی سی ریاست تھی مگر ان کے نام کے ساتھ مہاراجا لگا تھا۔ بمبئی میں ان کی عیاشی کے قصے عام تھے اور فلم انڈسٹری سے تعلق رکھنے والی معمولی سی اداکارہ بھی ایسی نہیں تھی جس نے شرف باریابی حاصل کر کے گوہر مقصود نہ حاصل کیا ہو۔ ان مہاراجا تک رسائی کے لیے ہمیں کیا پاپڑ بیلنے پڑے تھے یہ ایک الگ داستان ہے۔

کسی نہ کسی طرح ہم نے ان تک رسائی حاصل کی اور ہیرا ان کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ ہیرا دیکھتے ہی دل و جان سے اس پر فدا ہو گئے تھے اور جب میں نے ان سے بیس لاکھ روپے مانگے تو وہ کسی قدر پس و پیش کے بعد راضی بھی ہو گئے تھے۔ یہ قیمت میں نے مشورہ دینے والے جوہری سے پوچھ کر لگائی تھی۔ بلکہ اس نے پندرہ لاکھ کہے تھے اور میں نے بیس لاکھ روپے مانگ لیے۔ مہاراجا کا پس و پیش دور کرنے کے لیے میں نے ان کے ایک حریف مہاراجا سے ملاقات کا عندیہ دیا جس کے بعد وہ فوراً مان گئے تھے۔ بیس لاکھ روپے انہوں نے ویاس کے نام ایک اکاؤنٹ کھلوا کر اس میں منتقل کیے تھے۔ جب تک یہ سارا معاملہ نمٹا تھا ہم مہاراجا کے مہمان رہے تھے۔

اس زمانے میں بیس لاکھ روپے بہت بڑی رقم تھی۔ آج کے لحاظ سے سمجھنا چاہیں تو سونے کا حساب لگا لیں اس وقت سونا چالیس یا بیالیس روپے تولہ تھا۔ ویاس دیکھتے ہی دیکھتے کروڑ پتی بن گیا تھا۔ اس کی خوشی کا کیا عالم ہوگا اس کا اندازہ مجھے بھی نہیں تھا لیکن اس وقت مجھے سخت حیرت ہوئی جب اس نے مجھ سے کہا۔

''عمر بھائی اس میں سے آدھی رقم آپ کی ہے۔''

''کیوں میری کیوں ہے۔ برف والے نے ہیرا تم کو دیا تھا۔''

''لیکن آپ بھی اس میں حصے دار ہو۔'' اس نے اصرار کیا۔

''مجھے معاف رکھو۔'' میں نے انکار کیا۔ ''ویسے بھی مجھے اس سفر سے جو ملنا تھا مل گیا۔'' میں نے کینوس بیگ کی طرف دیکھا۔

ویاس نے بہت اصرار کیا مگر میرا انکار برقرار رہا۔ یہ اس چھوٹے سے لڑکے کا ظرف تھا جو مجھے اتنی بڑی رقم میں شریک کرنا چاہ رہا تھا۔ جب اس نے جان لیا کہ میں اس رقم میں سے کچھ نہیں لوں گا تو اس نے پوچھا۔

''آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں۔''

''کیا مطلب کیا کرو؟''

''مطلب اس رقم کا کیا کروں؟''

''برخوردار عیش کرو اور کیا کرو گے؟''

''نہیں عمر بھائی میری منزل صرف یہ بیس لاکھ روپے نہیں ہیں میں ان سے بہت آگے جانا چاہتا ہوں۔''

''وہ تو تم بنیوں کی خصوصیت ہوتی ہے ساری دنیا کی دولت بھی تمہیں مطمئن نہیں کر سکتی ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''عمر بھائی میں مذاق نہیں کر رہا۔'' اس نے احتجاج کیا۔

''تب اس رقم سے زمین خرید لو۔ ابھی وقت ہے ملک کے حالات غیر یقینی ہیں اور بے شمار لوگ اپنی

زمینیں بیچ کر جا رہے ہیں۔ یعنی مسلمان اپنے علاقے میں جا رہے ہیں اور ہندو اپنے علاقوں میں منتقل ہو رہے ہیں۔ اس لیے زمین بہت سستی مل رہی ہے۔ زمین بہت بڑی طاقت ہوتی ہے۔ کاروبار کے لیے ابھی تم ناتجربے کار ہو لیکن زمین خود تم کو سنبھال لے گی اور تمہاری دولت بھی محفوظ کر دے گی۔''

ویاس نے بعد میں ایسا ہی کیا تھا۔ اس نے شمالی بنگال میں ایک بہت بڑی زمین خرید لی تھی اور اس پر بعد میں اپنی اسٹیٹ قائم کر لی۔ اس نے نہ صرف اپنے خاندان والوں بلکہ اپنی پوری برادری کو بلا کر وہاں آباد کر لیا تھا۔ اس نے سچ مچ بہت ترقی کی تھی۔ بعد میں اس نے اور زمین خرید لی تھی۔ آج وہ مغربی بنگال کا ایک ایسا نام تھا جس کا اثر صوبائی کابینہ تک پر تھا اور اس کا چھوٹا بھائی اس کابینہ میں وزیر لگا ہوا تھا۔ علاقے کے قومی اور صوبائی اسمبلی کے لوگ اس کی آشیرباد سے بنتے تھے۔

☆======☆======☆

راجا عمر دراز چپ ہو گیا تھا لیکن اس کی سنائی کہانی کا سحر ابھی باقی تھا اور پھر جب میں نے شیشے کے پار باہر دیکھا تو وہاں بھی سحر نمودار ہو چکی تھی۔ رات گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ رانا ویاس اپنی کرسی پر لیٹے لیٹے سو گیا تھا۔ عمر دراز البتہ پوری طرح ہوشیار اور چاک و چوبند تھا۔ حالانکہ وہ عمر میں رانا ویاس سے سات آٹھ سال بڑا تھا۔ مگر اس کا اسٹیمنا قابلِ داد تھا۔ وہ کرسی پر جھول رہا تھا اور شاید خود بھی ماضی کی ان بھول بھلیوں میں بھٹک رہا تھا۔ جہاں سے عرصہ ہوا وہ نکل چکا تھا۔

''آپ ولیم شا کے بچھائے جال سے بچ نکلے تھے؟''

''ہاں میں اپنے علاقے میں آ گیا تھا۔'' اس نے چونک کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک ماضی کی دھند تھی۔ ''اس نے پوری کوشش کی تھی کہ کسی طرح مجھ سے تصویر اور پتھر واپس حاصل کر لے۔ اس کے پاس سے ہیرا جس طرح غائب ہوا تھا۔ اس کا شبہ مجھ پر گیا تھا مگر اس کے پاس ہیرے کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں تھا اس لیے وہ مجبور تھا۔ جب تک پاکستان نہیں بن گیا میں روپوش رہا تھا۔ اس کے بعد بھی ولیم شا نے کوشش کی تھی اور سفارتی ذرائع سے میرے خلاف انکوائری کرواتا رہا تھا۔ پھر وہ خود مر گیا اور اس کے بیٹے برٹ شا سے اس کے کزن ڈیوڈ شا نے جاگیر اور خطاب ہتھیا لیا تھا۔ برٹ شا کا کچھ پتا نہیں ہے۔''

''آپ شاید بھول رہے ہیں میں نے آپ کو بتایا تھا وہ فتح خان کی قید میں ہے۔ فتح خان نے اب تک ان گم شدہ ہیروں کی آس نہیں چھوڑی ہے۔''

''ہاں میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔'' اس نے کرسی ایک بار پھر جھلانا شروع کر دی۔ ''ویسے میں نے جو کہانی تم کو سنائی ہے کیا اس میں تم کو اپنے حوالے سے کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی ہے؟''

''ہاں غالباً آپ کا اشارہ برف والے کے بتائے مبینہ ہاتھ والے کی طرف ہے۔''

اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ ''تم سمجھ گئے ہو؟''

''ہاں اس میں نہ سمجھنے والی کون سی بات ہے۔ برف والے نے آپ سے کہا تھا کہ جادو اثر پتھر ہاتھ والے کے لیے ہے اور یہ میرا ہاتھ بچانے میں استعمال ہوا۔''

''اس کا مطلب ہے تم مانتے ہو کہ تم ان لوگوں کی تقدیر ہو اور ایک وقت ایسا آئے گا جب تم ان کو بچاؤ

کی۔"

"نہیں میں اس چیز کو نہیں مانتا کیونکہ میں ایک کمزور سا انسان ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"اس کے باوجود جو تم یہاں کرتے آئے۔ مجھے تمہارے کارناموں کا پتا چلا ہے۔ تم بھارتی حکومت کے مطلوب ترین فرد بن چکے ہو۔ تم نے ان کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔"
"میں نے جان کر کچھ نہیں کیا، کہیں اپنی جان بچانے کے لیے اور کہیں دوسروں کی جان بچانے کے لیے مجھے مداخلت میں آنا پڑا تھا۔"
"میں نے ویاس کو بڑی مشکل سے یقین دلایا ہے کہ تم دہشت گرد نہیں ہو اور پھر اس نے تمہاری مدد پر آمادگی لی تھی۔"
"میں جناب رانا کا شکر گزر رہوں لیکن اس ملک میں، مَیں نے اپنی جدوجہد کا ایک بہت بڑا حصہ بنا کسی امداد کے صرف اوپر والے کی مہربانی سے گزارا ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔
رانا ویاس نے جاگ کر انگڑائی لی تھی۔"اور سناؤ کہانی مکمل کر دی۔ بچے کو کیوں ڈرا رہے ہو۔ یہ کسی سے ڈرنے والا نہیں ہے۔ اس نے صحیح کہا اس نے اکیلے جو کام کیے ہیں پوری بھارتی حکومت ہل کر رہ گئی ہے۔ ابھی بھی طلاقہ میں اس کی تلاش جاری ہے۔"
"تم نے ان سب کے لیے پاسپورٹ بنوانے کے لیے کہا تھا۔"
"میں نے بلاس سے بات کر لی ہے ایک دو دن میں یہ کام بھی ہو جائے گا۔ وہ آنے والی الیکشن مہم میں مصروف ہے۔"
"ویاس بے وقوف کسی اور کو بنانا۔ میں جانتا ہوں اس الیکشن مہم کی حقیقت، پاسپورٹ دو دن میں بن جانے چاہئیں۔"
"بن جائیں گے۔" اس نے سر ہلایا۔"ناشتے کا نہ کہہ دوں۔"
راجا عمر دراز نے سر ہلایا۔ رانا ویاس وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے راجا عمر دراز سے پوچھا۔"اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ اگر ہمارے پاسپورٹ بن جائیں تو ہمیں پہلی فرصت میں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"
"جلدی نہیں برخوردار۔" اس نے کرسی جھلاتے ہوئے کہا۔"اب تم محفوظ ہو۔"
"یہی بات ہے جب تک میں اس ملک سے نکل نہیں جاتا خود کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا۔"
"رانا ویاس کے ہوتے کسی میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔"
میں راجا عمر دراز سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ میں خود کو محفوظ نہیں سمجھ رہا تھا۔ جب کہ راجا عمر دراز اس معاملے میں مطمئن لگ رہا تھا اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا تھا کہ اس نے مونا اور سفیر کو بھی یہاں بلا لیا تھا اگرچہ ان کو ذاتی طور پر یہاں کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن وہ اگر ہمارے ساتھ پکڑے جاتے تو وہ بھی مجرم ہی شمار ہوتے اور پھر ہمارا سب سے بڑا جرم پاکستانی ہونا بن جاتا۔ جس کی کم سے کم سزا یہاں یہ ہے کہ جیل میں ڈال کر بھول جاؤ، یا پھر مار مار کر ہلاک کر کے لاش تابوت میں ڈال کر وطن بھیج دو۔ اس لیے میں بالکل بھی مطمئن نہیں

ما۔ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ راجا عمر دراز مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''لگتا ہے تم مطمئن نہیں ہو۔'' اس نے درست تجزیہ کیا۔

''جناب میں نے ان چند مہینوں میں یہاں کے لوگوں اور خاص طور سے ہندوؤں کو جس طرح سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ میں ان پر قطعی اعتبار نہیں کرسکتا۔'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''راناویاس عام لوگوں سے مختلف ہے۔'' راجا عمر دراز بولا۔

''نہیں جناب وہ صرف آپ کا دوست ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا رویہ بھی وہی ہوتا جو دوسروں کا رہا ہے۔'' میں نے پھر صاف گوئی سے کہا تو راجا عمر دراز کچھ جھنجھلایا ہوا نظر آنے لگا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا۔

''کیا تم کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے؟''

''یہ بات نہیں ہے لیکن میں نے گزشتہ ایک سال میں ایک چیز بہت اچھی طرح سیکھ لی ہے کہ آپ خطرے سے جتنا دور رہیں اتنا اچھا ہے۔''

''کیا تم واپس جانا چاہتے ہو۔''

''میں نے اس بارے میں نہیں سوچا ہے۔ کیونکہ میں میرے ساتھی آپ کے ہاتھ میں ہیں۔''

''تمہارا خیال ہے میں تم لوگوں کو اپنی مرضی پر چلا رہا ہوں۔''

میں مسکرایا۔ ''آپ ناراض ہو رہے ہیں لیکن جناب ذرا میری اور میرے ساتھیوں کی پوزیشن پر غور کریں ہم ایک چوٹی کے کنارے پر کھڑے ہیں اور ذرا سا دھکا ہمیں کسی نامعلوم سفر پر روانہ کرسکتا ہے۔ اگر ہم بدستور اس چوٹی کی کنارے کھڑے رہیں تو یہ حماقت ہی گی۔ کسی بھی کام کی ایک وجہ ہوتی ہے اگر آدمی کو وجہ پتا ہو تو وہ خطرے کے سامنے کھڑا رہ سکتا ہے۔''

راجا عمر دراز غور سے میری بات سن رہا تھا۔ اس نے سر ہلایا۔ ''یعنی تم جاننا چاہ رہے کہ میں یہاں کیوں رکا ہوا ہوں؟''

''لازمی سی بات ہے جناب۔''

''میں تم کو بتا چکا ہوں کہ میں ڈیوڈ شا کو بہر صورت اس وادی تک جانے سے روکنا چاہتا ہوں۔''

''سوال یہ ہے کہ ڈیوڈ شا اگر اس وادی تک چلا جاتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟''

راجا عمر دراز کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا ''اگر وہ وہاں پہنچ گیا تو یہ وادی تباہ ہو جائے گی۔''

''معاف کیجئے گا راجا صاحب یہ بات کچھ فضا سی لگتی ہے اگر یہ وادی دریافت ہو بھی گئی تو اس سے وہاں کے لوگوں کو کیا فرق پڑے گا؟''

''تمہارا مطلب ہے میرا وہاں جانا اور ڈیوڈ شا کو روکنے کی کوشش کرنا بے کار ہے۔'' راجا عمر دراز کے لہجے میں برہمی آ گئی تھی۔

''میں نے یہ نہیں کہا ہے لیکن جناب سوچنے کی بات ہے یہ وادی کب تک چھپی رہے گی ایک مسلمان کی

حیثیت سے میرا عقیدہ ہے کہ چھپی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے یا جس چیز کو وہ چھپانا چاہتا ہے۔ باقی کوئی بھی چیز ہمیشہ چھپی نہیں رہتی ہے۔''

''تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ مجھے ڈیوڈ شا کو کھلی چھوٹ دے دینی چاہیے۔''

''جناب اگر ہم اسے ابھی روک بھی دیں گے تو کیا وہ پھر نہیں آ سکتا؟''

''میں نے یہ سب نہیں سوچا ہے مجھے معلوم ہے وہ وادی کی طرف جانے کی تیاری کر رہا ہے اور ممکن ہے وہ وہاں جا کر لوگوں کو اپنا غلام بنا لے۔''

''اور آپ ایسا نہیں چاہتے ہیں۔''

''ظاہر ہے اس وادی سے میری جذباتی وابستگی ہے۔''

''بس یہی وجہ ہے؟''

اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔''تو کیا یہ وجہ کم ہے اور تم جانتے تو ہو۔ برف والے نے بھی کہا تھا کہ میں ایک بار وہاں آؤں گا۔ اور تم بھی میرے ساتھ ہو گے۔''

''یعنی آپ مجھے صرف اس وجہ سے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔''

اس نے سر ہلایا۔''تمہارا ہونا بہت ضروری ہے لیکن اس سے یہ مت سمجھنا کہ میں تم کو زبردستی لے جانا چاہ رہا ہوں۔''

میں کہتے کہتے رک گیا کہ اس کا انداز تو یہی تھا اس نے مجھ سے پوچھے بغیر تیاری کر لی تھی اور سب سے بڑھ کر مونا اور سفیر کو بلا لیا تھا۔ میں، وسیم اور بیتو تو مجبور تھے لیکن مونا اور سفیر کو بلانا بالکل بھی درست نہیں تھا۔ وہ آج کسی وقت یہاں آ جاتے۔ اس طرح شاید راجا عمر دراز مجھے مجبور کر رہا تھا۔

''یعنی اگر میں نہ جانا چاہوں تو اپنی مرضی کے لیے آزاد ہوں گا۔''

''ہاں میں تم کو مجبور نہیں کروں گا اور تم کو تمہارے ساتھیوں سمیت پاکستان بھیج دوں گا۔'' اس نے کسی قدر رکھائی سے کہا۔

میں چپ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد ویاس کے سیکرٹری نے آ کر اطلاع دی۔''رانا صاحب ناشتے کی میز پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

ہم کھانے کے کمرے میں آ گئے۔ اس وقت وہاں صرف رانا ویاس تھا۔ اس کی فیملی کا کوئی فرد نہیں تھا۔ وسیم اور بیتو بھی آ گئے تھے۔ راجا عمر دراز نے بہت تھوڑا سا لیا تھا اور پھر تھکن کا کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا اس کا موڈ واضح طور پر خراب تھا۔ وسیم نے آنکھوں میں مجھ سے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے شانے ہلائے تھے۔ ناشتے کے بعد رانا ویاس کے سیکرٹری نے مجھ سے کہا۔''سر آپ کو ہمارے ساتھ کلکتہ جانا ہو گا۔''

''میں تیار ہوں۔'' میں نے کہا۔

''کلکتہ کیوں؟'' وسیم نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

میں نے اسے بتایا۔''میں نے ہیرے رانا صاحب کو بیچ دیئے ہیں ادائیگی کے لیے میرا اکاؤنٹ کھلنا ہے اسی لیے کلکتہ جا رہا ہوں۔''

''مونا بی بی اور سفر صاحب بھی آ رہے ہیں۔''

میں نے سیکرٹری کی طرف دیکھا۔''ان کی فلائٹ کب کی ہے؟''

''وہ رات کو آئیں گے سر۔''

''تب تک میں واپس آ جاؤں گا۔'' میں نے وسیم سے کہا۔

''آپ کا کلکتہ جانا بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔'' وسیم نے فکرمندی سے کہا۔''آپ جانتے ہیں کہ آپ کی تلاش کس طرح کی جا رہی ہے۔''

''ہاں خطرہ تو ہے مگر رانا صاحب نے کہا ہے تو مجھے جانا چاہیے باقی معاملات وہ دیکھ رہے ہیں۔''

وسیم مطمئن نہیں تھا اور سچی بات ہے کہ میں بھی مطمئن نہیں تھا مگر خطروں کے ڈر سے چھپ کر بیٹھ جانا بھی تو دانش مندی نہیں تھی۔ جانے سے پہلے تیاری کے دوران میں نے وسیم اور بیتو کو راجا عمر دراز کی کہانی اختصار سے سنائی تھی۔ میں نے کہا۔''راجا ہمیں اپنے ساتھ وادی کے سفر پر لے جانا چاہتا ہے۔''

''آپ کا کیا خیال ہے؟''

''اس پر میں آ کر بات کروں گا۔'' میں نے کہا۔

وسیم اور بیتو بھی میرے ساتھ جانا چاہتے تھے مگر میں نے روک دیا۔ اگر کوئی خطرہ ہو تو سب نہ پھنسیں۔ میرے ساتھ رانا ویاس کا سیکرٹری منظور اور ایک ڈرائیور تھا۔ ہم ایک سیاہ شیشوں والی کار میں روانہ ہوئے تھے۔ اس کی رفتار اس وین کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی جس میں ہم کلکتہ سے آئے تھے۔ اس لیے کلکتہ تک پہنچنے میں صرف ڈھائی گھنٹے لگے تھے۔ ایک معروف کمرشل علاقے میں واقع اس غیر ملکی بنک میں میرا اکاؤنٹ کھولا گیا تھا اور یہ بین الاقوامی اکاؤنٹ تھا جسے میں کہیں سے بھی آپریٹ کر سکتا تھا اس کے لیے مجھے کسی چیک بک کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اسے انٹرنیٹ سے بھی آپریٹ کر سکتا تھا۔ وہیں میرا انٹرنیٹ کا اکاؤنٹ بن گیا۔ مستقبل میں، مَیں جب چاہتا اس بنک کی کسی بھی برانچ سے اپنے لیے گولڈ کریڈٹ کارڈ بنوا سکتا تھا۔ ان سارے کاموں میں ایک گھنٹہ لگا تھا۔ منظور سب کے لیے لنچ لینے چلا گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ ہم راستے میں کہیں رکے بغیر کار میں لنچ کر لیں گے۔

جب تک وہ آیا میرا کام ہو گیا تھا۔ منظور نے ایک ملین ڈالرز کا چیک میرے اکاؤنٹ میں جمع کرانے کو دیا۔ چیک جمع ہوتے ہی ہم وہاں سے نکل آئے تھے۔ کار میں بیٹھ کر واپسی کا سفر شروع ہوا تو میں نے سکون کا سانس لیا تھا۔ میرے خدشات کے برعکس کچھ نہیں ہوا تھا۔ اور ہم ایک گھنٹے بعد کلکتہ سے نکل چکے تھے۔ منظور نے لنچ پیک کھولا۔ وہ بیف برگر اور ساتھ میں پزا لایا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ کلکتہ میں فاسٹ فوڈ کا رواج زیادہ تھا۔ اور روایتی کھانے اب کم کھائے جاتے تھے۔

کھانے کے ساتھ کولڈ ڈرنک کے ٹن تھے۔ میں ایک ٹن کھول رہا تھا کہ اچانک ڈرائیور نے کار کو بریک لگایا۔ بریک اتنی اچانک لگائی تھی کہ میں اور منظور بالکل نہیں سنبھل سکے تھے۔ اس کے بعد کار کسی دوسری گاڑی سے ٹکرائی اور شیشے بکھرنے کی سمع خراش آواز آئی تھی۔ جب تک میں اور منظور سنبھلتے دونوں طرف کے دروازے کھلے اور کچھ لوگوں نے ہمیں پکڑ کر باہر کھینچ لیا تھا۔ ڈرائیور چلا رہا تھا کہ اچانک ہلکی سی ٹھک کی آواز آئی اور اس کا

چلانا بند ہوگیا۔ منظور بھی مزاحمت کر رہا تھا۔ مگر ایک اور ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی اس کی مزاحمت بھی ختم ہوگئی۔ وہ افراد نے مجھے زمین کی طرف رخ کر کے دبا رکھا تھا۔ اور میری مزاحمت کو ناکام بنا دیا تھا وہ پیشہ ور لگ رہے تھے۔ کسی نے میرے ہاتھوں میں عقب سے ہتھکڑی ڈالی اور اس کے بعد میرے پیروں میں بھی ایسی ہی بیڑی ڈال دی تھی۔ پھر مجھے کھینچ کر کھڑا کر دیا تھا۔ آخر میں میرے سر پر کپڑے کا ایک غلاف چڑھا دیا اور مجھے کھینچ کر کسی گاڑی کے فرش پر ڈال دیا۔ میں نے ان کی جو جھلک دیکھی تھی۔ وہ سب مقامی لوگ تھے اور انہوں نے سیاہ پینٹ اور شرٹ پہن رکھی تھی۔ جب مجھے غلاف پہنایا جا رہا تھا تو میں نے ڈرائیور کی لاش دیکھی تھی۔ وہ کار کے پہلو میں پڑا تھا جب کہ منظور نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا انہوں نے اسے بھی مار دیا تھا۔ جب مجھے گاڑی میں ڈالا گیا تو میں نے ان لوگوں سے پوچھا۔ ''تم کون ہو مجھے کیوں پکڑا ہے؟''

مجھے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہوا اور گاڑی تیز رفتاری سے روانہ ہوگئی۔ میرا خیال تھا کہ اس گاڑی نے اچانک سامنے آ کر ہماری کار کے ڈرائیور کو بریک لگانے پر مجبور کیا ہوگا۔ تصادم کے بعد جب تک ہم سنبھلتے انہوں نے ہمیں چھاپ لیا تھا۔ وہ میرے لیے آئے تھے۔ منظور اور ڈرائیور کو گولی مار دی اور مجھے اس طرح سے جکڑ کر لے جا رہے تھے۔ ایک بات تو طے تھی کہ وہ سرکار کے یا کسی بھی خفیہ ایجنسی کے آدمی نہیں تھے۔ ان کو یہ طریقہ کار اختیار کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی منظور اور ڈرائیور کو مارنا لازمی تھا۔ مجھے منظور کا سوچ کر دکھ ہو رہا تھا۔ ابھی چند منٹ پہلے وہ مجھ سے بات کر رہا تھا اور اب اس کی لاش سڑک پر پڑی تھی۔

یہ لوگ کون تھے۔ میرے فرشتے بھی اس سے لاعلم تھے۔ میرا شبہ کنور خاندان کی طرف گیا تھا کیونکہ وہی میرے اس حد تک دشمن تھے لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ یہ لوگ کنوروں سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بے شک وہ بہت طاقتور اور بارسوخ لوگ تھے لیکن وہ کچھ جاگیردار قسم کے بدمعاش تھے جو ایسی کسی کارروائی کہ اہلیت نہیں رکھتے تھے انہوں نے بدمعاش بھی ایسے پال رکھے تھے جو دور سے بدمعاشی کا اشتہار دکھائی دیتے تھے۔ یہ لوگ مجھے پیشہ ور دہشت گرد لگ رہے تھے۔ انہوں نے نہایت مہارت اور صفائی سے اپنا کام کیا تھا اور بنا کسی شور شرابے کے دو انسانوں کو مار کر مجھے اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔

یہ گاڑی بڑی تھی۔ شاید عقب سے بند ہو جانے والی وین تھی۔ اور میں اس کے فرش پر پڑا تھا۔ میں نے ذرا ہل جل کر اندازہ کرنے کی کوشش کی کہ میرے آس پاس کتنے لوگ ہیں۔ فوراً ہی مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا کسی نے اپنے ہتھیار کے دستے سے میرے گھٹنے پر ضرب لگائی تھی۔ تکلیف سے میں سیدھا ہوگیا تھا۔ مارنے والا تشدد کا ماہر لگ رہا تھا اس نے بالکل ٹھیک جگہ ضرب لگائی تھی۔ اس کے بعد میں نے حرکت کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ سب قطعی خاموش تھے۔ اس دوران میں، مَیں نے کسی ایک فرد کی ایک آواز نہیں آئی تھی۔ وہ سب مکمل طور پر محتاط اور چپ تھے۔

مجھے جس طرح سے اغوا کیا گیا تھا اس سے لگ رہا تھا کہ وہ میرے پیچھے تھے اور ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا تھا۔ انہوں نے پیچھا کرنے کے بعد بالکل درست جگہ کارروائی اور اپنی کارروائی کر کے منٹوں میں وہاں سے نکل گئے تھے۔ مجھے یقین ہے کسی نے ان کو تو کیا ان کی گاڑی کو بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ میرے منہ پر چڑھایا جانے والا کپڑا ایسا تھا کہ مجھے اس میں سانس لینے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی لیکن مجھے اردگرد کچھ نظر

نہیں آرہا تھا۔ یہ لوگ مجھے اس جگہ سے بے خبر رکھنا چاہتے تھے جہاں لے جارہے تھے۔
میرا اندازہ ہے کہ یہ سفر کوئی ایک گھنٹے جارہا تھا اور اس دوران میں گاڑی زیادہ تر چڑھائی چڑھتی رہی تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ ہم کلکتہ سے دور شمال کی طرف جارہے تھے۔ اب کلکتہ والی گرمی بھی محسوس نہیں ہورہی تھی۔ اور موسم کسی قدر خنک ہوتا جارہا تھا۔ نہ جانے مجھے کہاں لے جایا جاتا اور میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا اس لیے میں نے بہتر سمجھا کہ اپنے پیاروں کو یاد کرلوں۔ گھر والوں کو یاد کرنے سے میں دانستہ گریز کرتا تھا کیونکہ جب ان کو یاد کرتا تھا تو سب سے پہلے دو سیاہ آنکھیں میری یادوں میں در آتی تھیں۔ اور میں ان کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ نیلم، بیتو اور پھر مونا اور سفیر جب آکر مجھے نہ پاتے تو نہ جانے ان پر کیا گزرتی۔ وہ مجھ سے ملنے کے لیے اتنا ہی بے تاب ہوں گے جتنا کہ میں ان سے ملنے کے لیے تھا لیکن ہماری قسمت میں ایک بار پھر بچھڑنا تھا اور اس بار میں ان سے دور لے جایا جارہا تھا۔
اچانک گاڑی رکی اور کسی نے دروازے کھولا اور مجھے مشینی انداز میں نیچے گھسیٹ لیا گیا تھا۔ اپنے پیروں پر کھڑا کر کے مجھے چلانے کا تکلف کیے بغیر گھسیٹ کر ہی لے جایا جانے لگا تھا۔ ایک جگہ سیڑھیاں آئیں تو ان سے بھی مجھے اسی انداز میں گزارا گیا تھا۔ پھر مجھے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ اور کسی نے مشینی سے انداز میں بنگالی والے لہجے میں اردو بولی۔
''اپنا بندہ دیکھ لو شوب اور اپن کو پیشہ دو۔''
کسی نے میرے منہ سے غلاف کھینچ لیا تھا اور میں نے دیکھا اس چھوٹے سے کمرے میں دو سیاہ پوش اور ایک آدمی موجود تھا۔ وہ ان سے الگ ہی تھا اور میں اسے پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ غلاف اسی نے اتارا تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر ان دونوں کو ایک نوٹوں کی گڈی دی اور وہ اباؤٹ ٹرن کے انداز میں گھوم کر چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے اس شخص کی طرف دیکھا۔ ''میرے لیے اتنی زحمت کیوں کہ گئی ہے؟''
وہ مسکرایا۔ ''ابھی تو تم آئے ہو تھوڑا بیٹھو اس کے بعد بات بھی کریں گے۔'' وہ بالکل صاف اردو بول رہا تھا۔ اس کا رنگ صاف اور لہجے سے وہ پنجابی لگ رہا تھا۔
''اس حالت میں، مَیں کیسے بیٹھوں۔'' میں نے سر سے اپنے بندھے ہاتھ پیروں کی طرف اشارہ کیا تھا۔
اس نے اپنی جیب سے ایک چابی نکالی اور پہلے میری ہاتھ کی اور پھر پاؤں کی بیڑی بھی کھول دی۔ اس نے اس دوران میں مجھ سے محتاط ہونے کی ذرا بھی کوشش نہیں کہ تھی۔ مگر میں نے موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے پاؤں آزاد ہوتے ہی اس کے منہ پر لات مارنا چاہی لیکن نہ جانے کیا ہوا کہ میں خود فرش پر پڑا تھا اور وہ اتنی پھرتی سے میرے وار سے بچا تھا۔ مجھے کوئی خاص چوٹ نہیں آئی تھی۔ اس لیے میں نے دوسری کوشش کی اور لیٹے لیٹے اس کے پاؤں پر ٹھوکر مارنا چاہی تو وہ اچھل کر بچ گیا۔ دو مسلسل کوششوں کے بعد میں نے اٹھنا چاہا تو اس نے اس طرح مجھے دوبارہ فرش پر دھکیل دیا کہ اس کی ٹھوکر سے مجھے چوٹ نہیں آئی تھی
''اوکے۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''فی الحال میں نے ہار مان لی۔''
وہ ہنسا۔ ''یعنی تم بعد میں پھر کوشش کرو گے؟''
''اس بارے میں ابھی سے کیا کہہ سکتا ہوں۔'' میں کھڑا ہو گیا۔ ''آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور وہ

اسے حاصل کرنے کے لیے آزاد ہوتا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور یوں گھوم کر اعتماد سے اندر کی طرف بڑھا جیسے اسے پورا اعتماد ہو کہ میں اسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں اس کے پیچھے بڑھا۔ وہ مجھے ایک اور کمرے میں لایا۔ یہاں فرنیچر تھا اس۔ مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "کیا پیو گے؟"

میں صوفے پر گر گیا تھا۔ "اصولاً تو مجھے تمہارا خون پینا چاہیے لیکن فی الحال کسی شے کی خواہش نہیں ہے۔"

اس نے غور سے مجھے دیکھا اور خفیف سے انداز میں مسکرایا۔ "کیا تمہیں خدشہ ہے کہ میں تم کو زہر دے دوں گا۔"

"نہیں زہر آج کل خالص مشکل سے ملتا ہے اور مہنگا بھی ہوتا ہے اس کے مقابلے میں چند روپے کی ایک گولی یقیناً سستی پڑتی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ تو ہے۔" وہ میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"دس کرو بادشاہو۔"

"مجھے اغوا کرانے کے لیے کیا دو افراد کی جان لینا ضروری تھا۔"

"کن دو افراد کی؟" اس نے انجان بن کر پوچھا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"اس قسم کے کاموں میں ایسا تو ہوتا ہے۔ یہ کام کرنے والوں نے اپنا بچاؤ بھی تو کرنا ہوتا ہے۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا مجھے اغوا کرنے کی وجہ بتا سکتے ہو؟"

"ہاں...... میں نے یہ کام رقم کے لیے کیا ہے۔" اس نے بلا جھجک کہا

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "اغوا برائے تاوان؟"

"نہیں کسی نے مجھے تمہیں اغوا کرانے کا معاوضہ دیا ہے۔"

"اور ظاہر ہے تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتا سکتے ہو؟"

"میں خود بھی نہیں جانتا۔"

"ایسا کیسے ممکن ہے؟"

"یہاں سب ممکن ہے مجھے صرف رقم سے غرض ہے۔ باقی باتیں بے کار ہوتی ہیں۔"

ہم اتنے سکون سے بات کر رہے تھے، جیسے میں اس کا مہمان تھا اور ابھی وہ میری خاطر تواضع کرنے والا تھا۔ جس کے بعد میں اس سے شیک ہینڈ کر کے اپنے گھر کی راہ لیتا۔ یہ اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ میرا اغوا کنندہ تھا۔ اور مجھے کچھ دیر پہلے میرے دو ساتھیوں کو مار کر اغوا کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے میں اس سے کچھ اور کہتا اچانک ایک طرف سے پردہ ہٹا اور ایک عورت اندر آئی۔ اس نے ایک ٹی ٹرالی تھام رکھی تھی جس پر چائے سمیت متعلقہ لوازمات تھے۔ عورت خاصی دلکش تھی۔ اس نے پھولدار ریشمی شلوار سوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ قد آور عورت تھی۔ مگر

الی جسامت موزوں مقامات پر تھی۔ لمبی ہونے کے باوجود وہ بے ڈول نہیں تھی۔
''میں نے کہا تم لوگ تو باتیں کرتے رہو گے میں خود لے آتی ہوں۔'' اس نے ٹرالی سے چائے اور
دسری چیزیں سینٹر ٹیبل پر رکھنا شروع کیں۔ آدمی نے تعارف کرایا۔
''یہ میری گھر والی ہے ریشم کور۔''
میں چونکا۔ ''تم سکھ ہو؟''
''ہاں۔'' وہ مسکرایا۔ ''بڑا روایتی نام ہے میرا، مکھن سنگھ۔''
میں بے ساختہ ہنسا۔ ''اور یہ تم کو کہتی ہوگی کہ لسی پر منے کے ابا تیر رہے ہیں۔''
ریشم کور مسکرائی۔ ''میں اتنی بیک ورڈ نہیں ہوں۔''
''اور میں بھی بس نام نہاد ہی سکھ ہوں۔ موناہبھی نہیں ہوں۔ کلین شیو ہوں۔'' مکھن سنگھ ہنسا۔
ریشم کور نے سلیقے سے چائے نکال کر مجھے سرو کی اور اس سے پہلے کہ میں پرچ تھامتا۔ مکھن سنگھ نے
تول نکال لیا۔ میں نے طنز کیا۔ ''کیا یہ بھی خاطر تواضع میں شامل ہے؟''
''نہیں یہ صرف اس لیے ہے کہ تم کوئی حماقت مت کرو۔ ممکن ہے گرم چائے کی پیالی دیکھ کر تم کو کوئی
ال آجائے۔''
''مکھن یہ مہمان ہے۔'' ریشم کور نے نرمی سے کہا۔ ''پستول رکھ لے۔''
''میں قیدی ہوں۔'' میں نے پرچ تھام کر اسے لاپروائی سے ایک طرف پھینک دیا۔ پیالی دیوار سے ٹکرا
ر چھناکے سے بکھر گئی۔ مگر ان دونوں میاں بیوی نے کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ ریشم کور یوں دوسرے کپ
ں انڈیلنے لگی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ مکھن سنگھ نے سر ہلایا اور پستول واپس رکھ لیا۔ ریشم نے دوسری پیالی مجھے
ا۔
''اسے بھی مارنا ہو تو بتادو میں اندر سے پورا سیٹ لے آتی ہوں۔''
مجھے ان دونوں میاں بیوی کے اس رویے سے الجھن ہو رہی تھی۔ وہ کسی اسٹیج کے اداکار کی طرح ری
لٹ کر رہے تھے۔ میں نے اپنی جھنجلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے پرچ تھام لی اور مسکرایا۔ ''معاف کرنا ریشم کور
ہ تمہارے آدمی کے رویے پر غصہ آ گیا تھا۔''
''کیا کرے سکھ ہے نا، کبھی کبھی ایسا کر جاتا ہے۔'' وہ اسی نرم انداز میں بولی، لہرا کر اٹھی اور مست چال
ی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔
''تمہاری بیوی خوب عورت ہے۔'' میں نے مکھن سنگھ کی طرف دیکھا۔ ''کیا یہ بزنس پارٹنر بھی ہے۔''
''ظاہر ہے کوئی گھریلو عورت اس طرح ہو سکتی ہے۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
''خوب صورت بھی ہے کیا یہ سچ مچ تمہاری بیوی ہے؟''
''اگر نہیں ہے تو تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟''
''فرق تو نہیں پڑتا میں نے سوچا کہ میں بھی قسمت آزمائی کر لوں، آخر تم سے کم نہیں ہوں۔''
ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں سرخی لہرائی تھی مگر اس نے فوراً خود پر قابو پالیا۔ ''تم کوئی اور بات نہیں کر

سکتے ؟"

"او کے ہم کام کی بات پر آتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ اب میرا کیا کرنا ہے؟"

"یہ تو وہ جانے جس نے مجھے کام دیا ہے۔"

"وہ کہاں ہے اور کب سامنے آئے گا؟"

"وہ کہاں ہے یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم مگر آج رات کسی وقت وہ مجھ سے تمہاری ڈلیوری لے لے گا۔"

"اور اس سے پہلے میں بھاگ گیا تو؟"

وہ مسکرایا۔" آج تک تو ایسا نہیں ہوا کہ مکھن سنگھ نے کسی کو پکڑا ہو اور وہ بھاگ جائے۔"

دیکھنے میں تم شریف آدمی لگتے ہو اور تمہاری بیوی بھی گھریلو عورت ہے پھر یہ دھندہ......"

"اس میں پیسے اچھے ملتے ہیں۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"جرم کی راہ ایسی ہوتی ہے کبھی پو بارہ اور کبھی بارہ۔"

"یہ بھی ہے لیکن ابھی تک تو اپنے بارہ نہیں بجے۔"

"مکھن سنگھ بارہ کبھی بتا کر نہیں بجتے ہیں۔" میں نے چائے کی پیالی میز پر رکھ دی۔" خیر اب میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"کچھ نہیں آرام کرو۔" وہ کھڑا ہو گیا۔" میں بھی اس کو بتا دوں مال آ گیا ہے ڈلیوری لینے آ جاؤ۔"

میں نے اس کی طرف دیکھنا چاہا تو یک لخت میرا سر بھاری ہو گیا۔ اسے اوپر اٹھانا دشوار ہو گیا تھا۔" تم نے مجھے کچھ دیا؟" میں نے بمشکل کہا اب زبان بھی میرا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔

"میں نے نہیں ریشم کور نے۔" وہ بولا۔" اس قسم کے کام وہی کرتی ہے۔ اب تم سو جاؤ۔"

میں صوفے پر جہاں بیٹھا تھا وہیں بیٹھا رہ گیا اور آنکھیں بند کر لیں، ابھی میرے حواس برقرار تھے اور میں ہوش میں رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مکھن سنگھ نے میری آنکھ کی پتلی دیکھی اور ریشم کور کو آواز دی۔ وہ آ گئی۔

"کیا ہے کیوں بلایا ہے؟" اس وقت اس کے لہجے سے نرمی اور لوچ غائب تھا اس کی ترشی اور تلخی تھی۔

"دوا کتنی ڈالی تھی؟"

"جتنی تُو نے کہی تھی۔"

"بکواس نہ کر میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دے۔"

"تین کپ کے پانی میں بارہ قطرے ڈالی تھی۔"

"یہ ابھی بے ہوش نہیں ہوا ہے۔"

"تو کیا ہوا، چار گھنٹے سے پہلے ہل بھی نہیں سکے گا۔" ریشم کور لاپروائی سے بولی۔" تُو جا کر اپنا کام کر آ۔"

مکھن سنگھ مطمئن نہیں تھا مگر اس نے ریشم کور سے کچھ کہا نہیں اور خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ریشم کور نے میز پر رکھا دوسرا سامان سمیٹا اور وہ بھی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے بمشکل آنکھ کھولی۔ دوا یقیناً زود اثر تھی۔ اس کے باوجود میں بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ یہ حیرت انگیز بات تھی۔ غنودگی کی کیفیت طاری ہونے کے باوجود میرا ذہن ابھی قابو میں تھا۔ میں نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی مگر اس میں

کامیابی نہیں ہوئی دوا نے میرے جسم کو متاثر کیا تھا۔ اب وہ نہ جانے کون سی دوا تھی یا زہر تھا۔

میں کوشش کررہا تھا کہ میرے حواس قابو میں رہیں۔ ریشم کوردس پندرہ منٹ بعد پھر اندر آئی تھی اس نے میرے برابر میں بیٹھ کر پہلے میری نبض دیکھی اور اس کے بعد آنکھ کھول کر پتلی چیک کی۔ ''مکھنا صحیح کہہ رہا تھا تُو پوری طرح بے ہوش نہیں ہوا ہے۔''

میں نے آنکھ کھول دی۔ ''تم......ٹھیک......کہہ رہی ہو۔''

وہ بدک کر پیچھے ہوئی تھی لیکن پھر مجھے بے حرکت پا کر مطمئن ہوگئی۔ ''تُو جاندار آدمی ہے اس وجہ سے دوا کا اثر کم ہوا ہے اور سچی بات ہے میں نے دوا کم رکھی تھی۔ مکھنا نے بارہ قطرے کہی تھی پر میں نے صرف دس قطرے ڈالی تھی۔''

''اس......مہربانی......کی وجہ؟''

وہ مسکرائی۔ ''بس تو مجھے اچھا لگا تھا اس لیے میں نے سوچا تجھ سے ذرا گل بات ہوجائے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مجھ سے چپک کر بیٹھ گئی۔ اس کے جسم میں واقعی ریشم کی سی نرمی اور گرمی تھی۔

''اس کا......فائدہ......میں تو بے......حس ہورہا ہوں۔''

''کچھ نہیں......میں نے کون سا تجھ سے یاری لگانی ہے۔'' وہ اپنے جسم کو ہولے ہولے حرکت دینے لگی۔ یک لخت اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں اور آواز میں نشے کی سی کیفیت آگئی تھی۔ وہ لمس کی لذت حاصل کررہی تھی۔

''اگر......ابھی......مکھن آ......جائے؟''

''وہ ابھی نہیں آئے گا۔ وہ ان لوگوں کو بتانے گیا ہے جنہوں نے تجھے اغوا کرایا ہے۔''

''تم لوگ......یہی کام......کر......تے ہو؟''

''ہاں۔'' اس نے پُرخمار لہجے میں کہا اور اچانک میرا منہ بند کردیا۔ میں بنا کسی احساس اور سنسنی کے اس کے ہونٹوں کا نرم گرم لمس محسوس کررہا تھا۔ اس دوا نے میرے احساسات بھی شل کردیئے تھے۔ اور یہ ایک طرح سے اچھی بات تھی۔ وہ دیر تک مجھ سے کھیلتی رہی اور خود ہی بے حال ہوتی رہی۔ میری کیفیت ایسی تھی کہ چاہنے کے باوجود مجھے غصہ بھی نہیں آرہا تھا۔ ایک عجیب بے حسی کی کیفیت تھی۔ میں نے آنکھیں بند کرتھیں۔ آخر وہ مجھ سے الگ ہوئی۔ پہلے اس نے اپنا منہ صاف کیا اور پھر میرا چہرہ صاف کرنے لگی جس پر جابجا اس کے ہونٹوں کی لالی اتر آئی تھی۔ وہ کمرے سے چلی گئی اور جب واپس آئی تو منہ ہاتھ دھوکر اپنے بال باندھ لیے تھے اور اس وقت وہ پہلے کی طرح ایک عام سی گھریلو عورت لگ رہی تھی۔ جو پوری طرح اپنے شوہر کی وفادار ہو۔ یہ اور بات تھی کہ اس کے اندر کی طوائف کھل کر میرے سامنے آگئی تھی۔

''مکھن نہیں آیا ابھی تک؟'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''نہیں اسے دیر لگے گی۔'' ریشم نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ ''کاش کہ تُو دوا کی وجہ سے مفلوج نہ ہوتا۔''

''تب تُو کیا کرتی؟''

''تجھے پوری طرح حاصل کر لیتی۔'' اس نے بلا جھجک کہا۔

میرا خون ایک لمحے کو کھولا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری بے حسی کم ہو رہی تھی اب مجھے غصہ آنے لگا تھا ساتھ ہی مجھے امید کی ایک کرن نظر آئی تھی اور میں نے اس کے جذبات کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ''تو اب کیا مسئلہ ہے، کیا اس دوا کا توڑ نہیں ہے؟'' میں نے دل پر جبر کر کے کہا۔

''نہیں یہ بہت جدید دوا ہے ایک بار اسے کسی کو دے دیا جائے تو جب تک اس کا وقت پورا نہیں ہوگا وہ شخص ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے۔''

''ممکن ہے چائے کافی سے اس کا اثر کم ہو جاتا ہو۔''

وہ پھر میرے قریب آئی۔ ''کیا میں تجھے زیادہ ہی اچھی لگی ہوں۔''

''میں نے تجھ جیسی حسین عورتیں کم دیکھی ہیں۔''

''سچ؟'' وہ خوش ہو گئی تھی۔

''ہاں۔'' میں نے دل پر جبر کر کے اسے اکسانے کے لیے کچھ ناگفتہ قسم کی تعریفیں بھی کی تھیں۔ وہ پاگل سی ہو گئی تھی۔ اور اس نے ایک بار پھر اپنی دیوانگی کا اظہار کیا۔ اس بار میں نے واضح طور پر اپنے اندر مزاحمت محسوس کی تھی۔ ممکن ہے میرے ہاتھوں میں جان ہوتی تو میں اس کی گردن مروڑ دیتا۔ پہلے میں اسے ایک کمزور عورت سمجھا تھا لیکن اس دوسرے راؤنڈ میں اس نے بتا دیا کہ وہ اصل میں جنسی مریض ہے۔ پہلے کی طرح تھک ہار کر اس نے میری طرف دیکھا۔

''کاش تُو مجھے پہلے ملا ہوتا۔'' اس کے لہجے میں حسرت تھی۔

''کیا مکھن تجھے اچھا نہیں لگتا؟''

''وہ بس میرا شوہر ہے۔'' اس نے بے دلی سے کہا۔ ''نام نہاد شوہر اصل میں اس نے مجھے ڈھال کے طور پر رکھا ہے۔ جس سے اسے خطرہ ہوتا ہے مجھے آگے کر دیتا ہے۔''

''مکھن سنگھ جرائم پیشہ ہے اس سے ایسی ہی توقع کی جا سکتی ہے۔ تُو اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتی۔''

''اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں، ماتا پتا کا گھر تو اس کی خاطر دس سال پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہاں واپس گئی تو بھائی ٹکڑے کر دیں گے۔ اور کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔''

''میرے ساتھ چل۔'' میں نے کہا۔

''تیرے ساتھ۔'' اس نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ ''تُو مذاق کر رہا ہے۔''

میں نے عجلت میں غلطی کر دی تھی اور وہ ایک لمحے میں میری طرف سے مشکوک ہو گئی تھی۔ ''ہاں اگر تُو مجھے آزاد کر دے تو میں تجھے اس کی قید سے آزاد کرا دوں گا۔''

وہ کھڑی ہو گئی اور اس نے نفرت سے کہا۔ ''میں جذباتی ہو کر بھول گئی تھی۔ تُو بھی ایک مرد ہے جو عورت کو صرف استعمال کرتا ہے۔''

''ریشم میں تیرے ساتھ مخلص ہوں۔''

''بکواس نہ کر ریشم بے وقوف نہیں ہے۔ تیرے جیسے دس میری جوتی کے نیچے رہ چکے ہیں۔''

''ریشم تُو خود کو دھوکا دے رہی ہے۔''

''تیرا مطلب ہے میں مکھن سے دھوکا کھا رہوں اس لیے تجھ سے بھی دھوکا کھا لوں۔ نہ بابا دھوکا ایک ہی مرا کا اچھا ہوتا ہے۔''

''تیری مرضی۔'' میں نے کہا اور نڈھال سے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ رفتہ رفتہ میری طاقت واپس آ رہی تھی لیکن یہ عورت اتنی چالاک نکلے گی میں نے سوچا بھی نہیں تھا وہ کچھ دیر بعد آئی اور اچانک ہی میرے ہاتھوں میں وہی ہتھکڑی ڈال دی اور اس سے پہلے کہ مزاحمت کرتا اس نے میرے پاؤں بھی بیڑی میں جکڑ دیئے گئے۔ میں نے ناکام مزاحمت کے بعد کسمسا کر کہا۔ ''یہ کیا کر رہی ہو؟''

''تمہیں کسی غلط حرکت سے روک رہی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''ممکن ہے مکھنا کو آنے میں دیر ہو جائے اور تُو ٹھیک ہو جائے میں اکیلی عورت تجھے کہاں روک سکتی ہوں۔''

''تم واقعی بہت چالاک ہو۔'' میں نے گہری سانس لی۔ ''یہ بتا تیرے شوہر کو تیری ان حرکتوں کا علم ہے؟''

وہ مسکرائی۔ ''لے وہ خود مجھے اپنے کام نکلوانے کے لیے دوسروں کے پاس بھیجتا رہا ہے اور جس کے پاس بھیجتا ہے وہ مجھے کوئی راکھی تھوڑی باندھتا ہے۔''

''یعنی تم دونوں میاں بیوی بے غیرت ہو۔''

اس بار وہ ہنسی۔ ''مذاق کر رہے ہو، مکھنا میرا ساجن ہے پر شوہر نہیں ہے۔''

''تم دونوں بنا شادی کے ساتھ رہ رہے ہو؟'' مجھے کسی قدر تعجب ہوا تھا حالانکہ وہ جس قسم کے انسان تھے ان سے سب بعید تھا۔

''ہاں ہمارے تین بچے بھی ہیں۔'' اس نے سر ہلایا۔

''وہ کہاں ہیں؟''

''مکھنا کی ماں کے پاس ہوتے ہیں وہ بھی مجھے اپنی بیاہتا بہو سمجھتی ہے اسے معلوم ہو جائے کہ میں اور مکھن بنا شادی کے رہ رہے ہیں تو اس کا تو مرن ہو جائے۔''

''مجھے پیاس لگی ہے۔'' میں نے کچھ دیر بعد کہا۔

اس نے نشیلے انداز میں میری طرف دیکھا۔ ''کاش میں تیری پیاس کسی اور طرح سے بجھاتی پر ابھی تُو پانی پی لے۔''

اس نے مجھے پانی لا کر دیا اور پھر اندر چلی گئی۔ میں صوفے پر نیم دراز تھا۔ ہتھکڑی اور بیڑی نے مجھے بے کار کر دیا تھا۔ اب میں اٹھ بیٹھ سکتا تھا لیکن میری حرکت محدود تھی۔ باہر جانے والا دروازہ باہر سے بند تھا مکھن سنگھ جاتے ہوئے بند کر گیا تھا۔ اندر میں کہاں جاتا؟ پھر بھی میں نے کوشش ضرور کرنا چاہی جیسے ہی میرا جسم میرے قابو میں آیا میں کھڑا ہو گیا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر پردے کی طرف بڑھا تھا کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور مکھن سنگھ اندر آ گیا وہ مجھے کھڑے اور جکڑے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

''تم اتنی جلدی کیسے ہوش میں آ گئے؟''

''میں بے ہوش کہاں ہوا تھا بس ہلکا سا سرور آ گیا تھا۔'' میں نے گہری سانس لی۔ اور واپس صوفے آ گیا۔ اس نے غصے سے ریشم کو آواز دی۔

''ریشمے کہاں ہے تُو؟''

''آئی۔'' اس کی آواز آئی اور پھر وہ خود اس حال میں آئی کہ نہا کر اس نے محض ایک تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔ جو بمشکل اس کی رانوں تک آ رہا تھا۔

''یہ کیسے اتنی جلدی ہوش میں آ گیا؟'' اس نے مشکوک لہجے میں کہا۔ ''اور تجھے اس وقت نہانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟''

''مجھے کیا پتا۔'' اس نے تنگ کر کہا۔ ''اور کیا میں تجھ سے پوچھ کر نہایا دھویا کروں۔''

مکھن سنگھ کو اس کی پروا نہیں تھی کہ وہ کس حال میں میرے سامنے کھڑی ہے۔ خیر یہ ان کے لیے خاص بات نہیں تھی۔ مکھن سنگھ کو صرف اس کی فکر تھی کہ میں وقت سے پہلے ہوش میں کیسے آ گیا۔ وہ ریشم سے جھگڑنے لگا اور پھر دونوں اندر چلے گئے۔ کچھ دیر ان کے جھگڑنے کی آواز آتی رہی پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر باہر جانے والا دروازہ چیک کیا وہ لاک نکلا اور اندر جانے والا دروازہ بھی دوسری طرف سے بند تھا۔ گویا میں اس کمرے میں قید تھا۔ یہاں کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی۔ صرف ایک چھوٹا سا روشن دان تھا۔ جس میں ایگزوسٹ فین لگا تھا۔ اس کی وجہ سے اس بند کمرے میں بھی گھٹن کا نام و نشان نہیں تھا۔ میری کلائی پر بندھی گھڑی کے مطابق شام کے سات بج رہے تھے۔ اغوا کرنے والوں نے میری جیب سے ہر چیز نکال لی تھی لیکن کلائی کی گھڑی چھوڑ دی تھی۔

دو گھنٹے بعد اندر والا دروازہ کھلا اور ریشم کور اندر آئی تھی۔ اس نے ایک ٹرے اٹھا رکھی تھی جس میں روٹی اور سرسوں کا ساگ تھا۔ روٹی پر مکھن رکھا ہوا تھا۔ اس نے ٹرے میز پر رکھ دی اور خود میرے سامنے بیٹھ گئی۔

''لے کھانا کھا لے۔ کچھ دیر میں تجھے لینے والے آ رہے ہیں، پتا نہیں اس کے بعد تیرے مقدر میں کیا ہو؟''

''ہاں یہ تو ہے۔'' میں نے ٹرے اپنی طرف کی ریشم نے میرے ہاتھ سامنے سے بند کیے تھے اس لیے میں نے کسی قدر دقت کے ساتھ بندھے ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ ''کیا بات ہے اچانک ہی تم لوگوں کی لڑائی ختم ہو گئی تھی۔''

''وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ ''لڑائی ختم کہاں ہوئی تھی، بس طریقہ بدل گیا تھا۔''

لاحول ولا۔'' میں نے زیر لب کہا۔ ''مکھن کہاں ہے؟''

''یہ رہا۔'' وہ روٹی کی طرف اشارہ کر کے ہنسی۔

''میں تمہارے نام نہاد خصم کی بات کر رہا ہوں۔''

''وہ سو رہا ہے، تھک گیا نا۔'' اس نے کہا تو میں نے دل ہی دل میں پھر لاحول پڑھی۔ یہ سخت واہیات قسم کی عورت تھی۔ کھانے کے بعد میں اس نے سے کہا۔ ''مجھے واش روم جانا ہے۔''

''ایک منٹ رکنا۔'' وہ اٹھ کر اندر گئی۔ ذرا دیر بعد آ کر اس نے مجھے اشارہ کیا۔ ''چلو۔''

''اس حالت میں۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر دکھایا۔

''ہاں اسی حالت میں۔'' وہ بولی۔ واش روم برابر والے کمرے۔سے اٹیچ تھا اور میری رہنمائی کے دوران ریشم مجھ سے ایک فاصلے پر رہی تھی۔ بمشکل میں ضروریات سے فارغ ہوا تھا۔ اور دل ہی دل میں ان دونوں کو سناتا باہر آ گیا۔ ریشم کور نے مجھے پھر کمرے میں بند کر دیا تھا۔ میں نے بہتر سمجھا کہ یہاں سے لے جائے جانے سے پہلے کچھ آرام کرلوں۔ میں سوفے پر دراز ہو گیا۔ کچھ عرصے سے زندگی اس قدر ہنگامہ خیز ہو گئی تھی کہ اب اس قسم واقعات معمول کا ایک حصہ لگتے تھے۔ اور مجھ پر ان کا زیادہ اثر نہیں ہوتا تھا۔ یہ تو میں بہت پہلے سمجھ چکا تھا کہ جب تک میرا وقت نہیں آئے گا کوئی مجھے مار نہیں سکتا ہے۔ اور جب وقت آئے گا تو فرشتہ اجل کسی کے مارے بغیر بھی مجھے ساتھ لے جائے گا۔

☆======☆======☆

بارہ بجے مکھن سنگھ اندر آیا وہ بہت تازہ دم لگ رہا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا چست لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے بعد ریشم کور اندر آئی اس نے بھی کچھ ایسا ہی لباس پہن رکھا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس نے ہلکے نیلے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور وہ اس کے جسم پر اس طرح چسپاں تھا کہ اس کا ایک ایک نقش واضح تھا۔ مکھن سنگھ نے مجھ سے کہا۔

''چلو۔''

میں کھڑا ہو گیا۔ ''کہاں؟''

''جہاں میں تمہیں لے جا رہا ہوں۔'' اس نے کہا اور ریشم کی طرف دیکھا۔ ''اس کے سر پر غلاف چڑھا دو۔''

''اس کی کیا ضرورت ہے؟'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''میں ویسے بھی بندھا ہوا ہوں۔''

''ضرورت مجھے پتا ہے۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا اور پستول نکال لیا۔ ''کوئی غلط حرکت مت کرنا۔''

ریشم نے میرے سر پر پھر وہی کپڑے کا غلاف چڑھا دیا۔ پھر مکھن سنگھ مجھے پکڑ کر چلنے لگا۔ وہ یقیناً مجھ سے اپنا یہ ٹھکانہ چھپانا چاہتے تھے۔ کچھ دیر بعد میں کھلی فضا میں تھا اور ہلکی سی خنکی محسوس کی جا سکتی تھی۔ مجھے کسی کار کی عقبی نشست پر دھکیل دیا گیا۔ میں نے جلدی سے اس کے ہینڈلز چیک کیے تو پتا چلا اندر اس قسم کی کوئی چیز نہیں تھی۔ یعنی میں دروازے یا شیشے کو اندر سے نہیں کھول سکتا تھا۔ ریشم اور مکھن سنگھ آگے چلے گئے۔ کار اسٹارٹ ہوئی اور روانہ ہو گئی۔

اس بار بھی راستے میں چڑھائی زیادہ تھی اور اترائی کم تھی۔ اس کا مطلب تھا ہم شمال کی طرف جا رہے تھے۔ رات ہونے کی وجہ سے مکھن سنگھ نے رفتار کم رکھی تھی۔ ریشم نے اس سے پوچھا۔ ''یہ پروگرام میں اچانک تبدیلی کیسے آئی؟''

''ان کا آدمی آیا تھا لیکن وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی ڈلیوری ان کے ٹھکانے پر دوں۔''

''یہاں کیا مسئلہ ہے؟'' ریشم تشویش سے بولی۔ ''مجھے تو کوئی چکر لگ رہا ہے۔''

''کیسا چکر؟''

''ممکن ہے ہم اسے پہنچانے جا رہے ہیں اور خود بھی کبھی واپس نہ آئیں۔ اپنا ٹھکانہ دکھانا کون پسند کرتا ہے۔''

اس کی بات مکھن سنگھ کو لگی تھی۔ اس لیے اس نے کچھ دیر بعد کہا۔''ہاں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اب کیا کریں؟''

''ان کو کہو کہ تم ان کا آدمی لا رہے ہو لیکن ان کے ٹھکانے پر نہیں آؤ گے۔ وہ اپنے آدمی اور رقم بھیجیں اور اسے لے جائیں۔''

''اگر وہ نہ مانے تو؟''

''مانیں گے کیسے نہیں۔ ان کو بندہ نہیں چاہیے۔''

''ہاں یہ بھی ہے۔'' مکھن سنگھ نے کہا۔

''تب ان کو کال کر اور بول کہ وہ اپنا بندہ لینے کہیں اور آئیں۔''

یہ بات مکھن سنگھ کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس نے کار ایک طرف روک دی اور شاید موبائل پر کسی سے رابطہ کیا۔''مکھن بول رہا ہوں۔ ہاں ایک مسئلہ ہو گیا ہے...... گاڑی میں...... میں راستے میں ہوں نہیں آ سکتا...... اپنا بندہ ادھر آ کر لے جاؤ...... اوئے کاکے...... نوی گڈی بھی لے لاں گے تسی پیسے تے دو۔'' اس نے موبائل بند کر کے اس شخص کو گالی دی جس سے وہ بات کر رہا تھا۔''کہتا ہے بندہ پیدل لاؤ...... اس کی ماں۔''

''وہ آئیں گے۔'' ریشم نے یقین سے کہا۔''پر انہوں نے ہمارے بارے میں کچھ غلط سوچا ہے تو وہ یہاں بھی ہو سکتا ہے۔''

وہ دونوں تشویش زدہ ہو گئے تھے۔ میں نے پہلی بار کہا۔''تم لوگ واقعی مصیبت میں پھنس گئے ہو۔ میرے دشمن اسی قسم کے ہیں۔ وہ جس سے کام لیتے ہیں راز داری کے خیال سے اسے مروا دیتے ہیں۔''

''بکواس مت کر۔'' مکھن سنگھ غرایا۔''میں اتنا تر نوالہ نہیں ہوں۔''

میں تمسخرانہ انداز میں ہنسا۔''وہ کھاتے نہیں ہیں تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ تم مجھے ان کے حوالے کرد اور اس کے بعد ایک راکٹ آ کر تمہاری گاڑی پر لگے اور سب خلاص۔''

''تم ہمیں ڈرا نہیں سکتے۔'' ریشم بولی۔''موت کا کھیل کھیلنا ہمیں بھی آتا ہے۔''

''شکاری سب ہوتے ہیں لیکن خرگوش اور شیر کے شکاری میں بڑا فرق ہوتا ہے۔''

''وہ اتنے ہی سورما ہیں تو تجھے خود کیوں نہیں اٹھایا۔'' مکھن سنگھ نے طنز کیا۔

''تم نے بھی تو مجھے کسی کی مدد سے اغوا کیا ہے۔ وہ اس قسم کے چھوٹے موٹے کام خود نہیں کرتے ہیں۔''

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر چلے گئے تھے۔ مکھن سنگھ نے چابی نکال لی ہو گی اور ویسے بھی اس حالت میں میں کیسے بھاگ سکتا تھا۔ وہ یقیناً کوئی پلاننگ کرنے گئے تھے۔ وہ ویسے ہی مشکوک تھے۔ میں نے ان کے شبہات کو اور ہوا دی تھی۔ کچھ دیر کے بعد مکھن سنگھ واپس آیا تھا۔ میں نے ڈکی کھلنے کی آواز سنی تھی۔ وہ کچھ کر رہے تھے۔ میں نے ریشم کی مدھم سی آواز سنی۔

''اسے کہاں لگانا ہے۔ یہ بہت بھاری گن ہے۔''

''اس ٹیلے پر چلی جا۔ وہاں سے تجھے سب نظر آئے گا۔'' مکھن سنگھ نے جواب دیا۔ وہ لوگ حفاظتی تدبیر کر رہے تھے۔ ریشم کسی بھاری گن سمیت کسی ٹیلے پر مورچہ بنانے جا رہی تھی اور مکھن سنگھ باقی معاملات دیکھنے کے لیے نیچے تھا۔ اس نے کار کا دروازہ کھول کر مجھے دھمکی دی۔

''آرام سے بیٹھے رہنا ورنہ بے ہوش کرنا پڑے گا۔''

''اب اس سے زیادہ اور کیا آرام سے بیٹھوں۔'' میں ہنسا۔ ''ویسے کیا تم لوگ باہر سہاگ رات کی تجدید کر رہے ہو۔''

''بکواس نہ کر۔'' مکھن سنگھ غرایا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ باہر رہ کر آنے والوں کا انتظار کر رہا تھا۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد ایک بھاری انجن کی غراہٹ سنائی دی تھی۔ گاڑی آ کر مکھن سنگھ کی کار کے پاس رکی اور اس میں سے کوئی اترا۔ میں نے ایک آدمی کی آواز سنی۔

''بندہ کہاں ہے؟''

''مال کہاں ہے؟'' مکھن سنگھ نے اسی کے انداز میں پوچھا۔

''مال یہ رہا۔'' آنے والے نے مکھن سنگھ سے کہا۔ اس نے شاید رقم چیک کی اور بولا۔

''ٹھیک ہے بندہ کار میں ہے۔''

اسی لمحے میں نے ذرا آگے ہو کر کار کی ہینڈ بریک کھینچ دی۔ کار ایک ڈھلانی سطح پر تھی اور اسے ہینڈ بریک سے روکا ہوا تھا۔ میں نے شروع سے اس چیز کو نوٹ کر لیا تھا۔ جیسے ہی کار پیچھے کی طرف سرکی میں نے غلاف اتار پھینکا اور اگلی سیٹ پر آ گیا۔ بندھے ہاتھوں کے ساتھ یہ کام مشکل ثابت ہوا تھا مگر میں نے مکھن سنگھ کے آنے سے پہلے ہی اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا۔ اس نے بھاگتے ہوئے کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے کھل جانے والا دروازہ ہی اسے دے مارا اور وہ پیچھے جا گرا تھا۔ شیشے کے پار مجھے ایک بڑی جیپ نظر آئی تھی۔ اس کے پاس ایک لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا۔ چٹکتی چاندنی میں ۔ ب ۔ اف نظر آ رہا تھا۔

کار کی رفتار اب تیز ہو گئی تھی اور میں اسٹیرنگ گھما کر اسے سڑک پر سیدھا رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گیئر نیوٹرل تھا اس لیے کار روانی سے جا رہی تھی۔ مکھن سنگھ نے غالباً اس صورتِ حال کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہو گا۔ سڑک سیدھی نہیں تھی بلکہ خاصی بل کھائی ہوئی تھی۔ جب تک مکھن سنگھ اٹھتا کار اس سے دور جا چکی تھی۔ اس نے بھاگتے ہوئے پستول نکالا اور میری طرف سیدھا کیا تھا کہ جیپ سے اترنے والے نے اسے عقب سے گولی مار دی۔ وہ ہوا میں اچھلا اور منہ کے بل گرا تھا۔ اسی اثنا میں اوپر کہیں موجود ریشم نے مشین گن کا برسٹ مارا اور جیپ سے اترنے والا سو فی صد مارا گیا تھا میں نے اس کا نصف سر اڑتے دیکھا تھا۔ اس دوران میں، مَیں کار کو کسی کھائی میں جانے سے بچانے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ میں بریک لگا کر رفتار قابو کر سکتا تھا لیکن میں جلد از جلد مشین گن کی مار سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ ریشم کسی وقت بھی مجھے نشانہ بنا سکتی تھی اور مشین گن کی مار سے بچنا آسان نہیں تھا لیکن اسے مکھن کی موت نے دیوانہ کر دیا تھا اور وہ بے دریغ جیپ والوں پر گولیاں برسا رہی تھی۔

ایک موڑ مڑنے سے پہلے میں نے جیپ کو ایک دھماکے سے اڑتے دیکھا تھا پتا نہیں اس کا فیول ٹینک اُڑ گیا تھا یا پھر اس کے اندر رکھے کسی بم کو گولی لگی تھی۔ اس کے پرزے بکھر گئے تھے اور شاید ان لوگوں کے بھی جو اس کے

اندر سوار تھے۔

اس جگہ جہاں موڑ تھا سڑک کسی قدر کشادہ تھی اور ڈھلان بھی کسی قدر کم تھی۔ میں نے رفتار کا فائدہ اٹھا کر کار کو موڑا اور اب یہ سیدھی ڈھلان پر سفر کرنے لگی تھی۔ عقب سے کچھ برسٹ ایسے آئے تھے جیسے ریشم نے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ مگر میں اس کی نظر سے اوجھل تھا۔ جیپ کی تباہی نے میری رہی سہی فکر بھی دور کر دی تھی۔ اب کوئی میرے پیچھے نہیں آ سکتا تھا۔ مکھن مارا گیا تھا یا شدید زخمی تھا اور ریشم کو اپنی جان کی فکر تھی وہ پیدل کہاں کار کے پیچھے بھاگتی۔

کار سیدھی کر کے میں نے اسے پھر ڈھلان پر چھوڑ دیا۔ اس کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی۔ کہیں کہیں تو یہ اتنی تیز ہو جاتی تھی کہ مجھے بریک لگا کر قابو کرنا پڑتا تھا۔ میں اس جگہ سے خاصی دور نکل آیا تھا۔ یہ سڑک چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے درمیان میں بل کھاتی جا رہی تھی۔ اس میں کہیں کہیں سڑک سے دور آبادی نظر آ رہی تھی لیکن سڑک کے ساتھ کوئی آبادی نہیں تھی۔ مجھے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ یہ جگہ ویاس کے شہر سے کتنی دور تھی۔ یا کلکتہ سے کتنی دور تھی۔

میرے ہاتھ اور پیروں میں پڑی زنجیریں میرے لیے مشکل پیدا کر رہی تھیں۔ مجھے ان سے نجات حاصل کرنی تھی۔ ایک جگہ ڈھلان پر کار روک کر میں نے پہلے ہینڈ بریک لگائے اور پھر ڈیش بورڈ کی تلاشی لی۔ اس کے اندر کوئی چابی تو نہیں تھی مگر مجھے سخت تار کا ایک ٹکڑا مل گیا اسے موڑ کر اور اس کی ایک شکل بنا کر میں نے اس کی مدد سے ہاتھ کا لاک کھولنے کی کوشش کی اور اس وقت مجھے خوش گوار حیرت ہوئی جب کچھ دیر کے بعد کھٹ کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔ اس ہتھکڑی کو اتار کر میں نے پیروں کی بیڑی کھولنے کی کوشش شروع کی۔ اس میں الگ الگ لاک تھے اس لیے ذرا دشواری پیش آئی تھی مگر اسے بھی کھول لیا۔ ان کو سڑک سے دور اچھال کر میں نے سکون کا سانس لیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

خاصی دیر بعد جا کر ایک جگہ جھگی ہوٹل نظر آیا جسے ہمارے ہاں ڈھابہ کہتے ہیں۔ رات کے ڈیڑھ بجے ہوٹل بند ہی تھا۔ میں نے کار ایک طرف روک دی۔ انجن بند تھا اس لیے شور کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کار سے اتر کر میں نے ہوٹل کے سامنے سونے والے آدمی کو اٹھایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور اس کی گھگی بندھ گئی تھی اس نے مقامی زبان میں گڑگڑا کر کچھ کہا۔

''ہندی میں بات کرو۔ میں ڈاکو نہیں ہوں۔''

''اچھا اچھا شوب۔'' اس نے مطمئن ہو کر کہا۔ ''کیا بات ہے ابھی ہوٹل بند ہے۔''

''مجھے نظر آ رہا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میری کار کی چابی گر گئی ہے یہاں کوئی مکینک ہے جو اسے ٹھیک کر دے۔''

''چابی کیسے ٹھیک کرے گا؟'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''میرا مطلب ہے اسے اسٹارٹ کر دے۔''

''ابھی ادھر مکینک کدھر ملے گا شوب۔'' اس نے کہا پھر تجسس سے بولا۔ ''چابی کیسے گم ہوا شوب۔''

میں نے چھوٹی انگلی دکھائی۔ ''اس لیے گیا تھا چابی گر گئی پتا بھی نہیں چلا۔''

''ابھی یہاں رک جاؤ۔شوبا مکینک مل جائے گا۔''

لیکن میں سوچ رہا تھا کہ انجن کو ہاٹ وائر کر کے یہاں سے نکل جاؤں۔ میں کار کی طرف آیا۔ پہلے ڈ لی لینے کی کوشش کی مگر وہ لاک تھی۔ ظاہر ہے چابی مکھن سنگھ کے پاس تھی۔ میں نے اندر گھس کر اسٹیئرنگ کے نیچے سے تاروں کا گچھا نکالا اور اسے دانتوں سے چھیلنے لگا میرے پاس کچھ اور تھا نہیں۔ کرنٹ والی وائر چھیلتے ہوئے ہلکا سا جھٹکا لگتا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ میں انجن اسٹارٹ کرتا کسی گاڑی کے تیزی سے آنے اور رکنے کی آواز آئی۔ میری چھٹی حس نے پکارا اور میں لیٹے لیٹے ہی کار سے باہر نکل آیا اور نزدیکی جھاڑیوں میں گھس گیا تھا۔

''یہ کار کس کی ہے؟'' کسی نے بلند آواز میں کہا۔

''ادھر شوب آیا ہے۔اس کی ہے۔'' ہوٹل کے نوکر نے بھانڈہ پھوڑ دیا۔''اپنی کار میں ہے۔''

میں تیزی سے اس جگہ سے دور جانے لگا۔ اس طرف ڈھلان تھی اور اس پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ان میں صرف بیٹھ کر آڑ لی جاسکتی تھی۔ کھڑے ہونے کی صورت میں، مَیں فوراً نظروں میں آ جاتا۔ آنے والے کار تک آئے اور اسی شخص نے کہا۔''ادھر نہیں ہے اسے تلاش کرو۔''

''کہاں؟'' کسی نے سوال کیا۔ اس پر اس شخص نے سوال کرنے والے کی ماں کے حوالے سے ایک ناقابلِ بیان بات کی تھی۔

''آس پاس دیکھو۔''

میں نے دیکھا وہ کم سے کم پانچ افراد تھے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھیار نظر آ رہے تھے۔ بولنے والے کے پاس شاٹ گن تھی جب کہ باقی کے پاس چھوٹے ہتھیار دکھائی دے رہے تھے۔ میں پھر پیچھے سرکنے لگا تھا۔ اس ڈھلان پر ذرا آگے ایک چھوٹا سا جنگل تھا۔ میں اس کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سب ڈھلان پر پھیل کر نیچے آنے لگے۔ ان کا انداز پیشہ ور کے بجائے بدمعاشوں جیسا تھا۔ وہ شور کرتے اور لاپروائی سے آ رہے تھے۔ میں نے ان کی توجہ ہٹانے کے لیے ایک پتھر لے کر اسے دور مخالف سمت میں اچھا دیا تھا۔ آواز ہوئی تو سب بیک وقت اسی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ وہ اس طرف بڑھے تو میں تیزی سے جنگل کی طرف سرکنے لگا تھا۔ عین اس وقت جب میں درختوں میں داخل ہونے والا تھا میرے پیر تلے ایک پتھر آیا اور لڑھک کر آواز کے ساتھ گرا تھا۔

''ادھر......ادھر دیکھو۔'' اوپر سے ان لوگوں کا سرغنہ چلانے لگا تھا۔''وہ جا رہا ہے تمہاری ماں کا یار۔''

میں احتیاط بالائے طاق رکھ کر درختوں میں گھس گیا۔ ان میں سے کسی جذباتی نے فائر کیا تھا۔ مگر گولی مجھ سے کہیں دور نکل گئی۔ اندر تاریکی تھی اور سانپوں کا خطرہ بھی تھا۔ مگر میں گھستا چلا گیا۔ ایک جگہ کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گرا تو اسے ٹٹول کر دیکھا۔ یہ درخت کی گری ہوئی شاخ تھی۔ کوئی چار فٹ لمبی اور خاصی موٹی تھی۔ میں نے اسے ہتھیار کے طور پر اٹھا لیا تھا۔ کچھ نہ ہونے سے یہ ہونا بھی بہتر ہی تھا۔ شاخ کے ہاتھ میں آتے ہی میرا موڈ دفاعی سے جارحانہ ہو گیا تھا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اب ان کا شکار کر کے کوئی ہتھیار حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں ایک ایسے درخت پر چڑھ گیا جس کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اور یہ گزرگاہ پر تھا۔ میرا خیال تھا یہاں سے کوئی گزرے گا اور میں اسے چھاپ لوں گا۔

وہ لوگ درختوں میں داخل ہو گئے تھے۔ یہاں پر بھی وہ اسی لاپروائی اور بے وقوفی سے چل پھر رہے

تھے۔ مجھے ان کی آہٹیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ بلکہ ان میں سے دو تو باتیں بھی کر رہے تھے۔ پھر ان میں سے کسی نے روشنی کی اور اس کی زبان چاروں طرف لپلپانے لگی تھی۔ مگر میں درخت پر محفوظ تھا۔ وہ مجھے زمین پر تلاش کر رہے تھے۔ ان کے خیال میں، مَیں بھاگنے کی فکر میں ہوں گا۔ درخت کی طرف کسی کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔

اس میں شبہ نہیں تھا کہ ان لوگوں کا تعلق اس گروپ سے تھا جو مجھے وصول کرنے آیا تھا۔ پہلا گروپ میرے سامنے ہی ریشم کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور اس جیپ میں موجود کوئی فرد بچ بھی گیا تھا تو وہ اس قابل نہیں تھا کہ میرے پیچھے آسکے۔ یہ بعد میں آنے والے تھے۔ بدقسمتی سے اس علاقے میں یہ واحد سڑک تھی۔ اور وہ سیدھا میرے پیچھے آئے تھے۔ میری خوش قسمتی کہ میں کار سے نکلنے میں کامیاب رہا تھا۔ اگر میں ڈرائیو کر رہا ہوتا تو یہ مجھے آ لیتے۔ اب میں ان کی گرفت سے دور تھا۔

ایک آدمی اس راستے پر نمودار ہوا جس سے میں آیا تھا۔ اس کے عقب میں لہراتی روشنی اسے نمایاں کر رہی تھی۔ اس نے ایک کوئی پستول یا ریوالور اٹھا رکھا تھا۔ وہ محتاط تھا۔ مگر وہ مجھے غلط جگہ تلاش کر رہا تھا۔ یعنی زمین پر جب کہ میں اوپر تھا۔ وہ درخت سے کچھ فاصلے پر رک گیا تھا۔ وہ تھوڑا سا اور آگے آتا تو میرے لیے بہترین نشانہ بن جاتا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور واپس جانے لگا تھا کہ اس درخت کے پیچھے سے کوئی آہٹ ہوئی اور وہ ایک دم واپس آیا تھا۔ اس نے پستول یوں آگے کر لیا تھا جیسے ایک لمحے میں گولی چلا دے گا۔ اس نے بہت محتاط انداز میں آگے آکر دیکھنے کی کوشش کی تھی ایک گلہری درخت سے اتر کر بھاگی تھی۔ اس نے سکون کا سانس لیا اور اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کر جانے لگا تھا کہ میں نے تاک کر اس کے سر پر شاخ رسید کی۔ اس نے چیخ ماری اور بوری کی طرح زمین پر لڑھک گیا تھا۔ وہ فوراً ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔ مگر اس کی چیخ نے باقی سب کو ہوشیار کر دیا تھا۔ میں چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور ٹٹول کر اس کا پستول تلاش کرنے لگا۔ وہ اس کے ہاتھ سے نکل کر کہیں کھو گیا تھا۔ اسی لمحے ایک شخص درختوں کے درمیان سے نمودار ہوا اور یہ وہ تھا جس کے پاس ٹارچ تھی۔ جیسے ہی میں روشنی میں آیا اس نے عجلت میں چلا کر اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ میں نے چھلانگ لگائی اور جس جگہ گرا وہاں مجھے زمین پر کوئی چیز محسوس ہوئی تھی۔ میں نے اسے ٹٹولا تو وہ پستول نکلا تھا۔ اسے اٹھا کر میں درختوں میں گھستا چلا گیا تھا۔

مجھے حیرت تھی کہ ٹارچ والے نے مجھ پر گولی کیوں نہیں چلائی تھی۔ وہ یقینی طور پر مسلح تھا۔ اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی تھی کہ وہ مجھے زندہ پکڑنا چاہتے تھے۔ میرے پیچھے شور سنائی دے رہا تھا اور بھاگنے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ باقی چار مجھے تلاش کر رہے تھے۔ ان کا سرغنہ چلا چلا کر ہدایات دے رہے تھے جس کا نوے فی صد حصہ انواع و اقسام کی گالیوں پر مشتمل تھا۔ وہ مجھے کسی کی ولدیت میں شامل کر رہا تھا اور کسی کا بہنوئی قرار دے رہا تھا۔ ان لوگوں کے انداز سے مجھے شبہ ہونے لگا کہ مجھے اغوا کرانے والے تھرڈ کلاس قسم کے تھے۔ حیرت ہے میرا یہاں کوئی ایسا دشمن بھی پیدا ہو گیا تھا ورنہ میں اب تک سرکار سے بچتا پھر رہا تھا۔

بھاگتے ہوئے میں درختوں سے نکلا تو میرے سامنے چائے کے باغات کا طویل سلسلہ تھا۔ اس میں چائے کے چار پانچ فٹ اونچے پودے لگے ہوئے تھے۔ یہاں میں درختوں کی نسبت کم محفوظ ہوتا لیکن میں رک نہیں سکتا تھا۔ درختوں میں وہ جلد یا بدیر مجھے تلاش کر لیتے اور ضروری نہیں تھا کہ وہ مجھے بہر صورت زندہ گرفتار

کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر میں مزاحمت کرتا اوران کی جان پر بن آتی تو مجھے ماردیتے۔ ایک کے مقابلے میں چار مسلح افراد بہرحال برتری رکھتے ہیں۔

میں نے ایک لمحے کو سوچا اور چائے کے پودوں میں گھستا چلا گیا۔ یوں تو چائے کا پودا پورے بارانی خطوں میں اُگتا ہے لیکن اسے ایسی سطح بہت راس آتی ہے جس میں ڈھلان ہواور پانی رکے نہیں۔ ڈھلان کا رخ سمندر کی طرف ہوتو اور بھی اچھا ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سارا بنگال، آسام اور اس کے آس پاس کے علاقے چائے کی پیداوار کے لیے مثالی ہیں۔ بھارت اور بنگلہ دیش چائے پیدا کرنے والے بڑے ممالک ہیں۔ یہاں اعلیٰ درجے کی چائے پیدا ہوتی ہے۔ اب افریقہ اور جنوبی امریکہ کے استوائی ممالک بھی چائے کی پیداوار میں آگے آرہے ہیں لیکن وہ معیار کے معاملے میں بھارت اور بنگلہ دیش کا مقابلہ نہیں کرسکتے ہیں۔

چائے کی جھاڑیوں کے درمیان زمین خشک تھی اس لیے مجھے بھاگنے میں کوئی دشواری نہیں ہورہی تھی۔ فضاء میں چائے کی ہلکی سے خوشبو رچی ہوئی تھی۔ اصل میں چائے میں خوشبو اس وقت آتی ہے جب اس کی پتیوں کو خشک کرلیا جاتا ہے۔ یہ باغات بہت دورتک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں مجھے کہیں آبادی نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے سنا تھا کہ جن پہاڑیوں پر چائے کے باغات لگتے ہیں لوگ ان پر رہائش نہیں رکھتے ہیں کیوں کہ ایسی جگہیں کم ہیں، رہائش عام طور سے پہاڑیوں کی شمالی سمت ہوتی ہے۔ جب کہ میں جنوبی سمت میں تھا۔ ایک جگہ ایک چھوٹا سا خوب صورت ہٹ نظر آرہا تھا جس کی چھت سرخ کھپریل کی تھی۔ مگر وہاں مکمل تاریکی تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔

اچانک مجھے کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی۔ آواز سامنے کی سمت سے آرہی تھی۔ میں نے رخ بدل لیا اور بائیں طرف جانے لگا۔ شاید باغ میں رکھوالی کے کتے تھے۔ اور انہوں نے میری بو سونگھ لی تھی۔ میں کتون سے دور رہنا پسند کرتا ہوں۔ پالتو جانوروں میں یہ واحد جانور ہے جس سے مجھے خوف آتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ بعد میں انجکشن لگوانے سے خوف آتا ہے۔ کتے بھونکتے ہوئے قریب آرہے تھے۔ یہ ایک اور مصیبت تھی۔ کتے نہ صرف اپنے مالکوں کو بلکہ میرے پیچھے آنے والے دشمن کو بھی بتارہے تھے کہ میں کہاں تھا۔

یہاں باغ ختم ہورہا تھا۔ اس کے فوراً دوسرا باغ شروع ہوگیا تھا اور اس کی حد بندی بتارہی تھی کہ یہ کسی اور کا باغ ہے۔ میں بلا جھجک حد پھلانگ کر اس میں داخل ہوگیا اور ایسا کرتے ہوئے میں پیچھے آنے والوں کی نظر میں آگیا تھا۔ انہوں نے چلّا چلّا کر ایک دوسرے کو بتانا شروع کردیا۔ یہ ان کی ایک اور حماقت تھی کیونکہ سب نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ ان کو نقصان یہ ہوا کہ میرے پیچھے آنے والے کتوں نے ان کو دیکھ لیا۔ نیز انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ میں تو ان کے باغ کی حد سے نکل گیا تھا مگر تعاقب میں آنے والے باغ کی حد میں تھے۔ اس لیے کتوں نے میری جان بخشی کرتے ہوئے ان کی طرف رُخ کرلیا۔ اور کچھ دیر بعد ان لوگوں کے چلانے اور کتوں کے شور کے ساتھ فائرز کی آوازیں بھی آنے لگی تھیں۔ اپنی جان بچانے کے لیے انہوں نے کتوں پر گولیاں چلا دی تھیں۔ میں مسکراتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔ کچھ دور ایک بستی کی روشنیاں نظر آرہی تھیں اور اس کے باسی سکون کی نیند سو رہے تھے۔ یہ وہ محنت کش تھے جو سارا دن کی محنت کے بعد اپنی محنت کا پھل کھا کر سو جاتے تھے اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کے چھن جانے کا ڈر ہو اس لیے وہ لمبی تان کر سوتے ہیں۔

بستی کچھ فاصلے پر تھی اس لیے وہاں تک فائرنگ کی آواز نہیں گئی تھی یا بہت کم آواز گئی تھی اس لیے کوئی نہیں چونکا تھا۔ میں احتیاط کے طور پر بستی کا اچھی طرح معائنہ کر کے گیا تھا کہ وہاں بھی تو کتے نہیں ہیں۔ مگر وہاں کتے نہیں تھے۔ بستی کے ساتھ چھوٹا سا مندر بتا رہا تھا کہ یہ ہندوؤں کی آبادی تھی۔ مجھے مدد کی ضرورت تھی۔ مجھے معلوم کرنا تھا کہ میں کہاں تھا اور میں ویاس کے پاس کس طرح پہنچ سکتا تھا لیکن میں کسی گھر کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے ہچکچا رہا تھا لیکن مجھے مدد تو چاہیے تھی اس لیے دل کڑا کر کے میں نے ایک دروازے پر دستک دے دی۔

''کون ہے؟'' اندر سے ایک سہمی ہوئی نسوانی آواز نے پوچھا۔

''ایک مسافر ہوں کوئی مرد ہے تو اسے بھیجو۔'' میں نے نرمی سے کہا مگر فوراً ہی دروازہ کھلا اور کوئی بگولے کی طرح باہر نکلا اور مجھ سے چمٹ گیا۔ ایک لمحے کو میں دفاعی انداز میں چلا گیا تھا لیکن فوراً مجھے احساس ہو گیا کہ چمٹنے والی عورت تھی اور اس کا انداز جارحانہ نہیں تھا۔

''اے چھوڑو مجھے۔'' میں نے کسمسا کر کہا۔

''شہباز۔'' عورت نے بھیگی آواز میں کہا تو میں چونکا تھا پہلے بھی اس کی آواز سن کر مجھے کچھ لگا تھا۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا جو آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا اور ہکا بکا رہ گیا۔ وہ سادھنا تھا۔ کنوروں کی بہن سادھنا۔

''سادھنا تم۔''

وہ جواب دیئے بنا مجھے کھینچ کر اندر لے گئی اور اس طرح ٹٹول کر دیکھنے لگی جیسے اسے میرے وجود پر یقین نہیں آ رہا ہو۔ ''سادی میں شہباز ہی ہوں۔ کمار کہاں ہے؟''

''شکر ہے بھگوان کا۔'' اس نے بھیگے لہجے میں کہا۔ ''میں ابھی پرارتھنا کر رہی تھی۔''

''کس بات کے لیے اور تم نے کمار کا نہیں بتایا۔''

''اندر آؤ۔'' اس نے کہا اور مجھے بازو سے پکڑ کر اندر لے گئی۔ یہ ایک کمرے کا مکان تھا اور اندر صرف ایک چارپائی تھی۔ اور اس پر کمار بے سدھ پڑا تھا۔ ''اسے دیکھو یہ مرنے والا ہے۔'' سادھنا رونے لگی تھی۔

میں نے کمار کا معائنہ کیا وہ بیمار تھا اور اس کی صحت ان چند دنوں میں بہت گر گئی تھی۔ میں نے سادھنا کی طرف دیکھا۔ ''اسے کیا ہوا ہے؟''

''میں نے ایک ڈاکٹر کو دکھایا تھا وہ کہہ رہا ہے اسے ہپاٹائٹس ہو گیا ہے۔ اسے اسپتال لے جانا ہوگا۔''

''تو اسے اسپتال کیوں نہیں لے گئیں۔''

''میرے پاس اب کچھ نہیں ہے۔ میں اسے اسپتال کیسے لے جاتی۔''

''کیوں تم دونوں کے پاس اچھی خاصی رقم تھی اور پھر ہیرے بھی تھے؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

جواب میں سادھنا نے آنسوؤں کے ساتھ خود پر گزرنے والی داستان سنائی۔ وہ اور کمار کلکتہ ائیر پورٹ پر اترے تو وہ بہت خوش تھے۔ کمار نے فیصلہ کیا کہ وہ ٹیکسی کی مدد سے اپنی منزل کی طرف جائیں گے کیونکہ بسوں وغیرہ میں چیکنگ کا خطرہ تھا اور وہ ابھی تک سہما ہوا تھا۔ اس نے ائیر پورٹ سے نکلتے ہی ایک ٹیکسی والے سے بات کی اور وہ ان کو کوئی پانچ سو میل دوران کے مطلوبہ مقام پر لے جانے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

وہ کلکتہ سے ہی کچھ شاپنگ کر کے روانہ ہوئے تھے کیونکہ ان کے پاس بہت ساری چیزیں نہیں تھیں اور رقم والی تھی۔ پھر ہیرے بھی تھے اس لیے انہوں نے دل کھول کر شاپنگ کی تھی۔ بدقسمتی سے سادہ لوحی کے باعث انہوں نے اپنی رقم ٹیکسی والے کے سامنے کھول لی۔ جب وہ کلکتہ سے روانہ ہوئے تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ٹیکسی والا ان کو دھوکا دے جائے۔ اس نے راستے میں کمار سے بات کر کے اسے ایسا شیشے میں اتارا کہ دوست بن گئے تھے۔ ایک جگہ روک کر ٹیکسی والا ان کے لیے چائے لے کر آیا تھا اور جب وہ چائے پی کر روانہ ہوئے تو کمار اور سادھنا کو پتا بھی نہیں چلا کہ وہ کب سو گئے تھے۔ اور جب ان کی آنکھ کھلی تو وہ سڑک کنارے جھاڑیوں میں اس طرح پڑے تھے کہ ان کا سارا سامان غائب تھا اور سوائے لباس کے ان کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ کمار کی حالت زیادہ خراب تھی اور وہ بڑی مشکل سے ہوش میں آیا تھا۔

اسی وقت وہاں سے ایک چرواہا گزرا تھا اور وہ ان دونوں کو اپنے گھر لے آیا۔ یہ اسی کا گھر تھا۔ وہ غریب تھا لیکن اس نے ان دونوں کی ممکن حد تک خدمت کی تھی۔ کمار کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو وہ ڈاکٹر کو بھی لایا تھا۔ ڈاکٹر نے شبہ ظاہر کیا ہے کہ کمار کا جگر متاثر تھا اور ان دنوں اس علاقے میں ہیپاٹائٹس کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے سادھنا کو مشورہ دیا کہ کمار کو فوری طور پر کسی اسپتال منتقل کیا جائے جہاں اس کا صحیح سے علاج کیا جا سکے۔ مگر سادھنا کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تھا جس سے وہ کمار کا علاج کرا سکتی۔ ان کا میزبان سندر کہیں گیا ہوا تھا۔

"آپ کہاں تھے اور یہاں کیسے آئے؟" اپنی کہانی سنانے کے بعد سادھنا نے پوچھا۔ "باقی لوگ کہاں ہیں انیتا اور وسیم۔"

"سب یہیں ہیں۔" میں نے بتایا۔ "میں شامت کا مارا ہوں، کہیں نہ کہیں سے دشمن پیچھے لگ ہی جاتا ہے۔"

میری کہانی سن کر سادھنا پریشان ہوگئی تھی۔ "اگر وہ لوگ یہاں آگئے تو کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں تم فکر مت کرو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "اول تو کتوں کے حملے میں ان کو اپنی پڑ گئی ہوگی اور پھر یہ جگہ وہاں سے بہت دور ہے۔ میرا نہیں خیال کہ یہاں تک آسکتے ہیں۔"

"ان ہونی کبھی بھی ہوسکتی ہے۔" سادھنا بولی۔ "کچھ عرصے میں اتنی اونچ نیچ دیکھ لی ہے کہ ہر چیز پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔"

"سندر کہاں گیا ہے؟"

"وہ کسی وید سے کمار کے لیے دوا لینے گیا ہے۔"

میں نے کمار کی نبض دیکھی۔ وہ غیر متوازن تھی اور یہ تشویش کی علامت تھی۔ اسے اسپتال لے جانا لازمی تھا لیکن اس وقت میں خود بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔ میرا دیاس اور راجا عمر دراز تک پہنچنا لازمی تھا تب ہی میں کمار کے لیے کچھ کرسکتا تھا۔ اچانک کمار نے کراہ کر آنکھیں کھولیں۔ اور مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

"شہباز تم یہاں؟"

"ہاں اب کیسے ہو تم؟" میں نے اس پر جھک کر کہا۔

"پتا نہیں اندر سے ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی چیز کاٹ رہی ہو۔" اس نے بے چینی سے کہا۔

"تم فکر مت کرو ابھی سندر آ جاتا ہے تو میں تم کو یہاں سے لیے چلتا ہوں۔" میں نے اس کا ہاتھ دبا اور سادھنا کی طرف دیکھا۔

"کچھ اندازہ ہے سندر کہاں گیا ہے اور کتنی دیر میں آ جائے گا؟"

"پتا نہیں اسے گئے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ پاس کوئی گاؤں ہے جہاں اس کا جاننے والا وید رہتا ہے۔"

"وہ آ جائے تو اس کی مدد سے کوئی ٹیکسی منگوا کر یہاں سے چلتے ہیں۔" میں نے کمار کی طرف دیکھا وہ غشی میں چلا گیا تھا اور یہ اچھی علامت نہیں تھی۔ میں سادھنا کو لے کر صحن میں آیا۔ "کمار کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اسے اسپتال لے جانا لازمی ہے لیکن اس کے لیے کسی گاڑی اور رقم کی ضرورت ہے۔ یہ دونوں چیزیں میرے پاس نہیں ہیں۔"

سادھنا ہراساں ہو گئی تھی۔ "پھر کیا کریں؟"

"اگر سندر ایک گھنٹے کے اندر نہیں آیا تو میں یہاں سے نکل جاؤں گا اور رانا دیاس تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ایک بار اس تک پہنچ گیا تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"مگر اس میں تو بہت دیر لگے گی اور کمار کی طبیعت خراب ہوتی جا رہی ہے۔" اس نے روہانسے لہجے میں کہا۔ "بھگوان نہ کرے اسے کچھ ہو جائے۔"

"سادھنا اللہ سے اچھی امید رکھو۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "اللہ نے چاہا تو کمار بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔ "آپ لوگوں سے بچھڑ کر ہم بالکل بے یار و مددگار رہ گئے تھے۔ اب آپ سے الگ نہیں ہوں گے۔"

"اس وقت مجبوری تھی مگر اب میں خود تم لوگوں کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔" میں نے اس کا سر تھپتھپایا۔ "پریشان مت ہو۔ مونا اور سفیر بھی آنے والے ہیں ان سے بھی تمہاری ملاقات ہو گی۔"

"سچ۔" اس نے اشتیاق سے کہا۔ "مجھے اس سے ملنے کا بہت شوق ہے۔"

صحن میں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ سادھنا کہیں سے ایک موڑھا لے آئی تھی۔ اس کے اصرار پر میں بیٹھ گیا۔ اس نے پانی پلایا اور اس کے علاوہ وہاں کچھ تھا نہیں ورنہ وہ پیش کرتی۔ ویسے بھی یہ کسی اور کا گھر تھا۔ وقت گزر رہا تھا۔ ایک گھنٹے سے اوپر وقت ہو گیا تو میں نے سادھنا سے کہا۔

"میں جاتا ہوں دیر کرنے سے کمار کو نقصان ہو گا۔"

اس نے سر ہلایا۔ "پلیز اس کے لیے کچھ کریں۔"

میں دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ "تم محتاط رہنا اور میرے آنے تک کہیں جانا نہیں۔ اور اگر کہیں جانا پڑے تو اپنا کوئی نشان پتا چھوڑ کر جانا۔"

سندر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ صبح ہی آئے گا لیکن جیسے ہی میں دروازے کے قریب پہنچا

اس پر ہلکی سی دستک ہوئی اور سادھنا نے لپک کر دروازہ کھولا۔ باہر ایک بوڑھا کھڑا تھا۔

''بابا کیا ہوا؟'' سادھنا نے بے قراری سے کہا۔

''بتاتا ہوں۔'' وہ اندر آیا اور مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ''یہ کون ہے۔''

''یہ میرا بھائی ہے جس کا میں نے بتایا تھا۔''

''اچھا اچھا۔'' اس کے تاثرات بدل گئے۔ ''میں اس کے لیے دوا لے آیا ہوں۔''

''بابا اسے اسپتال لے جانے کی ضرورت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''یہ بتاؤ یہاں کوئی گاڑی والا ہے۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''ادھر ایک ٹیکسی چلاتا ہے۔''

''یہ تو اچھا ہے کیونکہ ہمیں دور جانا ہوگا۔'' میں نے کہا۔ ''ٹیکسی کہاں ہے۔ ہمیں ابھی جانا ہے۔''

''گاؤں میں ہی ہے۔'' اس نے کہا۔

''میرے ساتھ چلو۔ میں اسے عام معاوضے سے زیادہ دوں گا۔''

سندر مسکرایا۔ ''پھر تو جرور جائے گا۔''

میں سندر کے ساتھ باہر آیا۔ گاؤں میں سکون تھا یعنی ان بدمعاشوں نے اس طرف کا رخ نہیں کیا تھا۔ یا لال نے ان کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔ سندر ایک جھونپڑی کے پاس پہنچا۔ جس کے ساتھ ایک خستہ حال ٹیکسی کھڑی تھی۔ میں نے شک سے پوچھا۔ ''یہ چلتی بھی ہے۔''

''اس کی جاہری صورت پر مت جاؤ بابو۔'' سندر نے کہا۔ ''چلنے میں ٹھیک ہے۔''

دروازہ بجانے پر ایک بھنایا ہوا نوجوان باہر نکلا۔ اور پھاڑ کھانے والے انداز میں سندر سے کہا۔ ''کیا بات ہے تیری کو آدھی رات کو کیا مصیبت ہے۔''

''بک بک نہ کر تیرے لیے گاہک لایا ہوں۔'' سندر نے اسی انداز میں جواب دیا۔ یہ سنتے ہی نوجوان کے تاثرات اتنی تیزی سے بدلے تھے کہ میں حیران رہ گیا تھا۔

''اچھا اچھا، کہاں جانا ہے؟'' اس نے میری طرف دیکھا۔

میں نے کہا۔ ''مجھے شہر کا نام یاد نہیں ہے۔''

میں نے اسے نشانیوں کی مدد سے سمجھایا تو اس نے جلدی سے سر ہلایا۔ ''ہم سمجھ گیا صاحب، پر وہ جگہ تو ادھر سے کوئی سو میل دور ہے۔''

''جانا ضروری ہے ایک مریض ہے جسے اسپتال میں داخل کرانا ہے۔ یہ بتاؤ تم کیا لوگے؟''

اس نے سوچا اور بولا۔ ''تین سو روپے دے دینا۔''

''میں پانچ سو دوں گا لیکن ہمیں جلدی پہنچانا ہوگا۔''

پانچ سو کا سن کر اس کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ ''گولی کا مافک لے جائے گا صاحب۔''

''ٹیکسی لے کر سندر کے گھر آ جاؤ، بیمار وہیں ہے۔'' میں نے کہا اور واپس سندر کے گھر آیا۔ میں نے سادھنا سے تیار ہونے کو کہا۔ ٹیکسی والا ایک منٹ میں ٹیکسی لے آیا تھا۔ میں نے سندر کی مدد سے بے ہوش کمار کو ٹیکسی میں ڈالا اور روانہ ہونے سے پہلے سندر کا شکریہ ادا کیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ موقع ملا تو اسے کسی کے ہاتھ

کچھ رقم بھیج دوں گا۔ وہ اتنا شریف آدمی تھا کہ اس نے خود سے کوئی مطالبہ بھی نہیں کیا تھا۔
ٹیکسی والے نوجوان کا نام جگنی تھا پورا نام تو مجھے یاد نہیں بس جگنی یاد ہے۔ اس نے کچھ دور تک ۔
پر ٹیکسی چلائی۔ اور پھر نہ جانے کہاں سے سڑک پر آ گیا جب کہ میرے حساب سے سڑک یہاں سے ؛
تھی۔ اس نے سڑک پر آتے ہی تیز رفتاری سے ٹیکسی دوڑائی تھی۔ سندر نے ٹھیک کہا تھا کہ ٹیکسی دیکھنے :
حال تھی ورنہ چلنے میں بہت اچھی تھی۔ اس نے نہ جانے کون سے راستے اختیار کیے تھے۔ آدھے گھنٹے بع
سڑک پر جا نکلا تھا۔ جس سے ہم کلکتہ سے آئے تھے۔

رات کے چار بج چکے تھے اور سڑک پر سناٹے کا راج تھا کہیں کہیں اکا دکا ٹرک چل رہے تھے
سادھنا کمار کا سر اپنی گود میں رکھے بیٹھی تھی۔ مجھے کمار کی حال کی طرف سے تشویش تھی لیکن میں نے ساد
خیال سے اس بارے میں زیادہ بات نہیں کی تھی اور اسے یہی تسلی دیتا رہا تھا کہ کمار جلد ٹھیک ہو جائے
وقت بھی وہ بار بار اسے دیکھ کر مجھ سے کہہ رہی تھی۔ ''اس سے کہو تیز چلے۔''

''سادھنا اس سے زیادہ رفتار خطرناک ہو سکتی ہے یہ ناہموار علاقہ ہے اور اگر ٹیکسی خراب ہو گئی تو
سے بھی جائیں گے۔'' میں نے اسے سمجھایا تو وہ چپ کر گئی تھی مگر اس کی تشویش کم نہیں ہوئی تھی۔ کبھی کبھی
دبی سی سسکیاں لینے لگتی تھی۔ ایک جگہ رک کر ہم نے پانی پیا اور کمار کو پلانے کی کوشش کی مگر وہ مکمل طور پر۔
تھا پانی اس کے منہ سے نیچے نہیں گیا تھا۔ یہ ایک اور تشویش ناک علامت تھی۔ گاؤں سے روانگی کے ایک
شہر کے مضافات شروع ہو گئے تھے۔ میرے ذہن میں بعض نشانیاں تھیں ان کی مدد سے میں جگنی کو گائیڈ
لگا۔ نصف گھنٹے بعد ہم ویاس کے محل کے سامنے تھے۔ جگنی تو اس کی چار دیواری کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا تھا
''تم ادھر آیا ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے اترتے ہوئے کہا۔ دروازے کے مستعد گارڈز نے فوراً ٹیکسی کو گھیر لیا تھا۔ میں
تعارف کرایا ایک گارڈ نے مجھے شناخت کر لیا تھا۔ اندر اطلاع کی گئی اور پانچ منٹ بعد میں رانا ویاس کے
تھا۔ وہ بے حد پریشان لگ رہا تھا لیکن اس سے پہلے وہ مجھ سے سوالات کرتا میں نے کہا۔ ''میرے سا
بیمار ساتھی ہے اسے فوری طور پر اسپتال روانہ کرنا ہے اس کے بعد میں آپ کو ساری بات بتاؤں گا۔''
رانا ویاس نے انٹرکام پر کمار کو محل کے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کو کہا۔ ''یہاں بھی ساری س
ہیں۔'' اس نے مجھ سے کہا۔

''کیا میں ڈاکٹر سے مل سکتا ہوں؟'' میں نے کہا۔ ''جب تک مجھے کمار کی حالت کا پتا نہیں چلے گا
مند رہوں گا۔''

رانا ویاس نے ایک ملازم سے کہا کہ وہ مجھے محل کے اسپتال والے حصے میں لے جائے۔ میں ا
ساتھ روانہ ہوا تھا اور اسپتال والے حصے کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ وہاں وہ تمام سہولیات تھیں جو ایک اسپتا
ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہاں لیب بھی تھی۔ کمرے تھے اور ایک چھوٹا سا آپریشن روم بھی تھا۔ کم سے کم دو ڈاکٹر ہ
وہاں ڈیوٹی پر ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک اس وقت کمار کا معائنہ کر رہا تھا۔ سادھنا اس کے ساتھ تھی۔ :
اس کا ہاتھ تھاما۔

''تم تھک گئی ہو آؤ میرے ساتھ۔''

''نہیں جب تک کمار کا نہیں معلوم ہوتا میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔''

''اسے ڈاکٹر دیکھ رہے ہیں۔ ان کو سمجھنے میں کچھ وقت لگے گا جب تک تم آرام کرلو اور کچھ کھا پی لو۔''

میں اسے زور دے کر وہاں سے لے آیا تھا۔ دراصل مجھے ڈاکٹر کے تاثرات نے چونکا دیا تھا۔ وہ تشویش زدہ لگ رہا تھا اور میں سادھنا کے سامنے اس سے کمار کے بارے میں بات کرنا نہیں چاہ رہا تھا۔ سادھنا کو محل کے مہمان خانے کے منتظم کے سپرد کر دیا تھا۔ اسی اثنا میں وسیم وہاں آ گیا۔ اس نے حیرت سے سادھنا کو دیکھا۔

''تم یہاں کیسے؟''

''یہ تمہیں میں بتاتا ہوں۔ اسے آرام کی ضرورت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''بیتو کہاں ہے؟''

''اندر اپنے کمرے میں ہے۔''

میں سادھنا کو اس کے پاس چھوڑ کر واپس آیا تھا۔ وسیم اور میں اسپتال پہنچے۔ راستے میں، مَیں نے اسے خود پر گزرنے والی اور پھر سادھنا اور کمار تک پہنچنے کی داستان سنائی۔ ''ایسا لگ رہا جیسے یہ واقعہ ہوا ہی اس لیے تھا کہ میں کمار اور سادھنا سے جا ملوں۔''

کمار کو دیکھ کر وسیم بھی فکر مند ہو گیا تھا۔ ''شہباز صاحب اس کی حالت اچھی نہیں لگ رہی ہے۔''

ایک نرس اسے ڈرپ لگا رہی تھی۔ ڈاکٹر وہاں نہیں تھا۔ میں نے نرس سے اس کے بارے میں پوچھا۔

''ڈاکٹر کہاں ہے؟''

''وہ مریض کا خون ٹیسٹ کرا رہے ہیں۔'' نرس نے جواب دیا۔

میں ڈاکٹر کے پاس آیا۔ ''پیشنٹ کی حالت کیسی ہے؟''

''ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے لیکن مجھے شبہ ہے جگر کا مسئلہ ہے۔''

''اسے کسی بڑے اسپتال میں نہ منتقل کر دیا جائے؟''

''اس کی ضرورت نہیں ہے یہاں بھی علاج کی تمام سہولیات ہیں۔ ابھی میں نے کچھ ٹیسٹ ہونے کو دیئے ہیں۔ چند گھنٹوں میں ان کی رپورٹ آ جائے گی تو صورتِ حال سامنے آ جائے گی۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

میں واپس وسیم کے پاس آیا۔ اسے باقی کہانی سنا کر میں پھر رانا ویاس کے پاس پہنچا۔ وہ بے تابی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ پولیس کو کار کے پاس سے سیکرٹری منظور اور ڈرائیور کی لاش ملی تھی۔ اور میں غائب تھا۔ ''میں نے آف دی ریکارڈ تمہاری تلاش کی کوشش کی تھی۔''

میں سمجھ رہا تھا کہ ویاس میرے بارے میں پولیس کو رپورٹ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اسے اپنے اغوا اور پھر رہائی کی کوشش کی جدوجہد سے آگاہ کیا۔ وہ حیران سا سن رہا تھا۔ یہ تو بالی ووڈ کی کسی فلم کا سین لگتا ہے۔''

میں نے سرد آہ بھری۔ ''زندگی کچھ عرصے سے فلم بن کر رہ گئی ہے، کبھی ہالی ووڈ کی بن جاتی ہے، کبھی بالی ووڈ کی اور کبھی لالی ووڈ کی۔''

ویاس کو کمار اور سادھنا کے بارے میں پہلے بھی بتایا تھا۔ اس نے کہا۔

''سادھنا کہاں ہے؟''

''میں نے اسے آرام کرنے کے لیے بھیج دیا ہے۔ اس کی حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔''
''حوصلے والی لڑکی ہے۔'' ویاس نے کہا۔
اچانک مجھے خیال آیا۔ پریشانی میں، مَیں مونا اور سفیر کو بھول گیا تھا۔ میں نے رانا ویاس سے پوچھا۔
''میرے دو ساتھی آنے والے تھے۔''
''راجا عمر دراز نے تمہاری گم شدگی کے بعد ان کو آنے سے روک دیا ہے۔ وہ ابھی دبئی میں ہی ہیں۔''
میں نے سر ہلایا۔ ''یہ انہوں نے اچھا کیا ہے۔ خود راجا صاحب کہاں ہیں؟''
''وہ کہیں گیا ہوا ہے۔'' رانا ویاس نے بتایا۔ ''لیکن مجھے نہیں معلوم وہ کہاں گیا ہے۔''
''کیا راجا صاحب کا یہاں بھی اپنا کوئی سیٹ اَپ ہے؟'' میں نے ذرا محتاط انداز میں پوچھا۔
''وہ بہت پُر اسرار آدمی ہے۔ مجھے صحیح سے نہیں معلوم لیکن یہاں اس کے اور بھی ذرائع ہیں۔ وہ کسی پر انحصار کرنے والا آدمی نہیں ہے۔''
''میری گم شدگی کا سن کر کہیں گئے ہیں؟''
''ہاں اس کے بعد سے غائب ہیں اور تمہارے ساتھیوں کی خصوصی حفاظت کا کہہ گیا ہے۔ ان کو باہر نہیں جانے دینا۔''
''ظاہر ہے جو یہ تک جانتے ہیں کہ میں کہاں سے کہاں گیا اور مجھے کس جگہ سے اغوا کرنا ہے۔ ان سے بچنا چاہیے۔''
''میں نے محل کے گرد سیکورٹی سخت کر دی ہے۔ یہ بتاؤ تم نے اندازہ لگایا کہ اغوا کرانے والے کون تھے۔''
''نہیں وہ سامنے نہیں آئے تھے۔ وہ کوئی تیسری پارٹی ہے جس نے مجھے اغوا کرانے کا ٹھیکا دیا تھا اور اغوا کرنے والے بھی ان سے لاعلم تھے۔''
''اس کا مطلب ہے کہ تم لوگوں کے دشمن پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔'' رانا ویاس نے کہا۔ ''یہ جگہ ان لوگوں کے علم میں آ چکی ہے اس لیے تم لوگوں کو کہیں اور منتقل کر دینا چاہیے لیکن پہلے راجا عمر دراز سے بات کر لوں۔''
''کیا اس سے فون پر بھی رابطہ نہیں ہے؟''
''اس کے دو نمبرز ہیں اور دونوں بند ہیں۔''
مجھے خدشات ستانے لگے۔ ''کہیں راجا صاحب بھی تو دشمن کے ہتھے نہیں چڑھ گئے۔''
ویاس نے سوچا اور بولا۔ ''میرا خیال ہے ایسا نہیں ہے۔ وہ کہیں خود گیا ہے۔''
حالات اچانک ہی بدل گئے تھے اور مجھے رانا ویاس کے محل میں آنے کے بعد جو تھوڑا سکون ملا تھا وہ اب ختم ہو چکا تھا۔ نئے خدشات لاحق ہو گئے تھے کہ یہ نئے دشمن کون تھے۔ جو میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میں نے رانا ویاس سے کہا۔ ''ہمیں کس طرح یہاں سے منتقل کرنا ہے اور کہاں بھیجیں گے؟''
اس نے جواب دیا۔ ''ابھی اس بارے میں سوچا نہیں ہے لیکن میرا شمالی آسام میں ایک سمر ہاؤس ہے یہاں جب شدت کی گرمی ہوتی ہے تو میں وہاں چلا جاتا ہوں۔''

''عام لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں کہ سمر ہاؤس آپ کا ہے؟''

''ہاں بہت سارے لوگ جانتے ہیں۔''

''تب وہاں جانا بھی مناسب نہیں ہوگا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''کیا بہتر نہیں ہوگا ہمیں کسی ایسی جگہ بھیج دیا جائے جس کے بارے میں کسی کو علم نہ ہو۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ''میری ذاتی رہائش گاہیں تو سب کے علم میں ہیں۔ مگر یہاں سے کوئی سو میل شمال میں ایک کاٹیج ہے جو میرے ایک غیر ملکی دوست کا ہے اس کی دیکھ بھال میرے سپرد ہے۔ وہ سال دو سال بعد چکر لگاتا ہے۔''

''وہ مناسب رہے گا۔ اگر کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا ہے۔''

''میرے ملازم بھی اس کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔''

''مجھے منظور اور ڈرائیور کی موت کا دکھ ہے۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''اس کی بیوی مجھے بھائی کہتی ہے۔ اس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ میں نے اسے میت کے ساتھ اس کے آبائی گاؤں بھیج دیا ہے۔''

میں نے سرد آہ بھری۔ ''میں ایسا ہی کچھ سبز قدم آدمی ہوں جہاں جاتا ہوں کچھ لوگ مر جاتے ہیں۔''

''یہ سب تقدیر کی بات ہے۔'' ویاس نے ناصحانہ انداز میں کہا۔ ''اس بارے میں زیادہ مت سوچو۔ ابھی تمہارے ساتھی کی حالت کیسی ہے؟''

''اچھی نہیں ہے ڈاکٹر کو شبہ ہے اس کا جگر متاثر ہوا ہے مگر اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اسے کسی اسپتال میں منتقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''وہ ٹھیک کہتا ہے یہاں ہر وہ سہولت ہے جو کسی جدید اسپتال میں مل سکتی ہے۔''

میرا تھکن سے برا حال تھا لیکن مہمان خانے میں جانے سے پہلے میں نے ایک بار پھر کمار کے بارے میں معلوم کیا۔ ڈاکٹر نے بتایا۔ ''حتمی حالت رپورٹس آنے کے بعد ہی پتا چلے گی۔ ٹیسٹ ابھی پروسیس میں تھے اور ان کا نتیجہ آنے میں کئی گھنٹے باقی تھے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس وقت تک کے لیے سو جاؤں۔ وسیم جاگ رہا تھا۔ میں نے اس سے سادھنا کا پوچھا۔ اس نے بتایا۔

''وہ بہت رو رہی تھی میں نے اسے نیند کی گولی دے کر سلا دیا ہے۔ کمار کی طبیعت کیسی ہے؟''

میں نے مایوسی سے سر ہلایا۔ ''ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹر کہہ رہا ہے رپورٹس کے آنے پر ہی وہ کچھ کہہ سکے گا۔''

''آپ سو جائیں تھک گئے ہیں۔ سادھنا کی دیکھ بھال کے لیے بیتو ہے۔'' وسیم نے مشورہ دیا اور میں پہلے ہی سوچ رہا تھا لیکن جب سونے کے لیے لیٹا تو خاصی دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ معاملات الجھتے جا رہے تھے۔ میں نے راجا عمر دراز کی کہانی سنی تھی لیکن اس کے باوجود میں اس کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ میں اب اپنے ساتھیوں سمیت واپس پاکستان جانا چاہتا تھا کیونکہ ایک بار میں بھارتی حکومت کے ہاتھ آ جاتا تو میری رہائی محال ہو جاتی۔ یہاں تو جو بے قصور پاکستانی ہیں جو وہ بھی سالوں سے بنا کسی مقدمے کے جیل میں پڑے سڑ رہے ہیں

اور بے شمار تو ہمیشہ کے لیے لاپتا ہو چکے ہیں۔ میں ان میں شامل ہونا نہیں چاہتا تھا مگر راجا عمر دراز مجھے اور میرے ساتھیوں کو لاحق تمام خطرات کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اسے اعتماد تھا کہ وہ اور رانا ویاس میری اور میرے ساتھیوں کی حفاظت کر سکتے ہیں لیکن مجھے یہ اعتماد حد سے زیادہ لگ رہا تھا۔

میں جاگا تو دوپہر کا وقت قریب تھا اور میرا جسم کسلمندی سے ٹوٹ رہا تھا۔ نہا کر اور لباس بدل کر میں باہر آیا تو مہمان خانے کی نشست گاہ میں وسیم، بیتو اور سادھنا موجود تھے۔ تینوں ہی متفکر تھے۔ میں نے وسیم سے کمار کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا۔ ''ہیپا ٹائٹس تشخیص ہوا ہے ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے ہیں۔''

سادھنا رونے لگی تھی۔ ''شہباز پلیز اس کے لیے کچھ کرو۔''

میں نے بے بسی سے کہا۔ ''سادھنا ہم کیا کر سکتے ہیں سوائے دعا مانگنے کے۔ باقی دنیا میں جو ہمارے بس میں ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''اسے کسی بڑے اسپتال میں نہیں لے جا سکتے۔ یہاں تو بس دو ڈاکٹر ہیں وہ کیا کر لیں گے۔''

اسپتال سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ کہ علاج اور ڈاکٹر کی تمام سہولت یہاں بھی تھی لیکن سادھنا کی تسلی کے لیے میں نے اسے ساتھ لیا اور ہم ڈاکٹر کے پاس پہنچے۔ اس وقت کمار کے جسم سے کچھ مشینیں منسلک کی جا رہی تھیں۔ میں نے ڈاکٹر سے کمار کی حالت پوچھی اس نے صاف گوئی سے کہا۔ ''سچی بات ہے کہ زیادہ امید نہیں ہے۔ کیونکہ علاج میں دیر ہوئی ہے۔ ہیپا ٹائٹس بگڑ چکا ہے۔''

سادھنا نے اپنی چیخ روکنے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ میں نے کہا۔ ''ڈاکٹر اگر ہم اسے کسی بڑے اسپتال میں لے جائیں؟''

''ہاں لے جا سکتے ہیں لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہاں پر بھی یہی ساری ٹریٹ منٹ دی جائے گی بلکہ لے جانے کے دوران میں نقصان کا خطرہ ہے۔''

''دنیا کا کوئی ایسا علاج یا چیز جو اس کی جان بچا سکے۔''

''ہمارے بس میں جو ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔'' اس نے یقین دلایا۔ ''دنیا کا کوئی ڈاکٹر اور دوا نہیں ہے جو اسے ہم سے زیادہ ٹھیک کر سکے اس کے لیے سب سے زیادہ پرارتھنا کی ضرورت ہے۔''

کمار مرجھائے چہرے کے ساتھ بستر پر ساکت پڑا تھا۔ سادھنا اسے دیکھ دیکھ کر رو رہی تھی اور میرا دل بھی دکھ رہا تھا۔ کمار میرا ساتھی کچھ عرصے پہلے ہی بنا تھا اور مجھے وہ ایسا عزیز تو نہیں تھا جیسے سفیر اور وسیم تھے لیکن پھر بھی اس سے ایک انسیت ہو گئی تھی اور اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے تکلیف ہو رہی تھی۔ اس کے لیے دعا کر کے میں سادھنا کو وہاں سے لے آیا تھا ورنہ وہ رو رو کر اپنی حالت بری کر لیتی۔ اس نے ناشتہ نہیں کیا تھا میں نے اسے اپنے ساتھ ناشتہ کرایا۔ بہت زور دینے پر اس نے بہت تھوڑا سا کھایا تھا۔ البتہ اورنج جوس لے لیا تھا۔ وسیم اور بیتو ایک طرف سر جوڑے بیٹھے کچھ بات کر رہے تھے۔

میں اور سادھنا آمنے سامنے صوفوں پر گم صم سے بیٹھے تھے۔ اچانک ایک ملازم نے مجھے فون کا کورڈ لیس لا کر دیا۔ ''آپ کا فون ہے صاحب۔''

میرا خیال تھا کہ راجا عمر دراز ہو گا مگر دوسری طرف سے سفیر کی آواز سن کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ ''سفیر...... میری جان یہ تُو ہے۔''

''ہاں سکندرِ اعظم کے گھوڑے، یہ میں ہوں۔'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''سنا ہے تُو بحرِ ظلمات میں بگٹٹ دوڑ رہا ہے۔''

''عقل کی طرح تیری ہسٹری بھی کمزور ہے۔ سکندرِ اعظم اور اس کا گھوڑا دونوں بحرِ ظلمات کی مخالف سمت میں آئے تھے۔''

''ہم طیارے میں سوار ہونے کے لیے نکل گئے تھے لیکن عین موقع پر راجا عمر دراز کا فون آ گیا اور ہم واپس آ گئے۔ مجھے تو کچھ محسوس نہیں ہوا لیکن یہ کھٹک گئی۔'' سفیر نے مونا کا ذکر کیا تو اس سے برداشت نہیں ہوا اور اس نے سفیر سے فون چھین لیا۔

''شوبی کیسے ہیں آپ؟''

''ٹھیک ہوں بھابی صاحبہ۔'' میں نے ادب سے کہا

''خبردار آپ مجھے بھابی نہیں کہیں گے۔'' اس نے چلا کر کہا۔ ''میں آپ کے لیے صرف مونا ہوں اور آپ میرے لیے شوبی ہیں۔''

''اچھا اچھا بابا اور تم پر کون سا بھابی اچھا لگتا ہے۔ تم مونا ہی ٹھیک ہو۔''

''آپ ٹھیک ہیں نا؟''

''کل رات تک تو نہیں تھا لیکن اب ٹھیک ہوں۔'' میں نے کہا اور ذرا ڈھکے چھپے انداز میں ان کو خود پر گزرنے والی سنائی تھی۔ کمار اور سادھنا کے ملنے کا سن کر وہ بھی حیران ہوئے تھے۔ کمار کے بارے میں سن کر پریشان بھی ہوئے تھے۔ میں نے مونا اور سفیر سے کہا۔ ''ان کے لیے دعا کرنا۔''

''ہم ضرور دعا کریں گے۔'' سفیر نے کہا۔ ''لیکن یار اب تُو وہاں سے نکل جا۔ ہم بھی یہاں پڑے پڑے تنگ آ گئے ہیں۔''

''ہم تو یہاں سے نکل جائیں گے لیکن تم دونوں ابھی واپس نہیں آؤ گے۔ جب تک میں تم دونوں کو آنے کے لیے نہ کہوں۔''

''جی نہیں ہم اب یہاں نہیں رہ سکتے۔'' مونا نے کہا۔

''دیکھو میں ابھی بہت پریشان ہوں مجھے اور پریشان مت کرو۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یہ میرا حکم ہے اب دونوں وہاں سے میری اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرو گے چاہے تمہیں راجا عمر دراز کی طرف سے حکم ملے۔''

''راجا صاحب کہیں تب بھی؟'' سفیر نے حیرت سے کہا۔

''ہاں راجا صاحب اچانک بتائے بغیر غائب ہیں اور امکان ہے کہ وہ خیریت سے ہوں گے لیکن ہم کسی اور امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔ یہاں بھی میرے دشمن سرگرمِ عمل ہو گئے ہیں۔ اس لیے جب راجا صاحب کی طرف سے تم کو کوئی حکم ملے تو تم میری طرف سے تصدیق کیے بغیر اس پر عمل نہیں کرو گے۔''

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔" سفیر نے کہا تو مونا نے اس سے فون چھین لیا۔ اس نے کہا۔
"شوبی اب ہم تم سے دور نہیں رہ سکتے، انڈیا میں تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
"نہیں بی بی ہمارے لیے خطرہ کہاں نہیں ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ "یہاں بھی میری جان کے گاہک پیدا ہو گئے ہیں۔"
"سنو مجھے ایک اطلاع ملی ہے۔" مونا نے کہا۔
"وہ کیا؟"
"سنا ہے الیکشن میں کامیابی کے بعد مرشد علی کے وزیر بننے کے امکانات ہو گئے ہیں۔"
"یہ تم کو کس نے بتایا؟" میرا دوران خون مرشد علی کا نام سن کر تیز ہو گیا تھا میرے تمام مسائل کی جڑ یہی شخص تھا اور اسی کی وجہ سے میں در بدر مارا مارا پھر رہا تھا۔
"کس نے کہنا ہے میں نے اسے ٹی وی پر دیکھا ہے۔ آپ کو شاید ٹی وی دیکھنے کی فرصت نہیں ہے مگر آج کل پاکستان میں بھی میڈیا بہت تیزی سے آگے آ رہا ہے کئی چینل کھل گئے ہیں۔ ایک چینل پر وہ اپنے عزائم کا اظہار کر رہا تھا اس کا دعویٰ ہے کہ اسے ملک کے سب سے اعلیٰ سربراہ کی طرف سے دعوت ملی ہے۔"
میرے لہجے میں تلخی آ گئی تھی۔ "اس ملک میں جب کوئی چور راستے سے حکومت میں آتا ہے۔ ایسے لوگ ہی اس کی مدد کے لیے پیش پیش ہوتے ہیں۔"
"مجھے تو یہ سوچ کر پریشانی ہو رہی ہے کہ اگر وہ اقتدار میں آ گیا تو ہمارے لیے مزید کتنی مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔"
"تم بے فکر رہو وہ کچھ بھی کر لے بچانے والے سے زیادہ طاقتور نہیں ہو سکتا ہے۔" میں نے اس کو تسلی دی۔ "تم لوگ اس کی گرفت سے دور آزاد ہو میرے لیے یہ سب سے اچھی بات ہے۔ سفیر سے کہو وہاں کوئی جاب کر لے۔ اور رقم کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے۔"
"وہ کیسے؟" مونا بولی۔
"بس ہو گیا ہے فون پر نہیں بتا سکتا۔ سفیر سے میری بات کراؤ۔" وہ لائن پر آیا تو میں نے اسے مختصر الفاظ میں ہیروں سے فروخت شدہ رقم کے بارے میں بتایا۔ "میں چاہتا ہوں اسے تیرے اکاؤنٹ میں منتقل کر دوں۔"
"مجھے تو معاف رکھ۔" اس نے بدک کر کہا۔ "میں اتنی بڑی ذمے داری نہیں اٹھا سکتا۔"
"بکواس نہ کر ہم سب میں بس تُو ہی محفوظ ہے اس لیے رقم بھی تیرے پاس ہی محفوظ رہے گی۔ میں اگر غائب ہو گیا تو رقم بھی غائب ہو جائے گی۔ اس کا ایسی جگہ ہونا ضروری ہے جہاں سے اسے کوئی بھی حاصل کر سکے۔"
"تو میں کیا کروں؟" اس نے بے دلی سے کہا۔
"تُو سب سے پہلے ایک ایسا اکاؤنٹ کھلوا جسے تُو دبئی یا اس سے باہر کہیں سے بھی آپریٹ کر سکے۔ اکاؤنٹ ڈالرز کا ہو اور اس کا کریڈٹ کارڈ بنوا لے۔"
"یہ تو یہاں بہت آسان ہے۔" اس نے کہا۔ "رقم کتنی ہے؟"

''ایک کروڑ ڈالرز ہیں۔''

''کیا ایک کروڑ ڈالرز؟'' وہ چلا اٹھا تھا۔

''ہاں میرے یار ہم کروڑ پتی بن گئے ہیں۔''

''ہم نہیں تو۔''

''بکواس نہ کر ہم میں سے کوئی الگ نہیں ہے۔ تُو یہ کام کل تک کر لے اس کے بعد میں انٹرنیٹ کے ذریعے تیرے اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کر دوں گا۔''

جب میں نے اکاؤنٹ کھلوایا تھا تو بنک والوں نے اس کے ساتھ ہی مجھے اسے آپریٹ کرنے کے لیے میرا ای بینکنگ کا اکاؤنٹ بھی بنوا دیا تھا۔ اس کا پاس ورڈ اور آئی ڈی مجھے زبانی یاد کرنا تھا کیونکہ یہ بہت حساس معلومات تھیں اگر کسی شخص کو ان کا پتا چل جاتا تو وہ میرا اکاؤنٹ ایک منٹ میں خالی کر سکتا تھا۔ سفیر کو ساری بات سمجھا کر میں نے فون وسیم کو دیا وہ اس سے بات کرنے کے لیے بے چین تھا۔ بیتو نے پوچھا۔

''یہ سفیر بھائی تھا؟''

''ہاں اور تمہاری مونا دیدی بھی۔''

اس نے جھجک کر کہا۔ ''کیا ہم ان سے بات کر سکتا ہے؟''

''ہاں وسیم کر لے پھر تم بھی بات کر لینا۔'' میں نے جواب دیا۔

سادھنا ایک طرف خاموشی سے بیٹھی خلا میں گھور رہی تھی۔ وہ یہاں نہیں تھی اسے یقیناً کمار کی فکر تھی۔ میں اس کے پاس آ بیٹھا۔ ''سادی فکر مت کرو خدا نے چاہا تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

اس نے میری طرف دیکھا اور سسکی لے کر بولی۔ ''پتا نہیں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔''

''اس قسم کے حالات میں یہ قدرتی بات ہے۔ کسی کا کوئی پیارا اسپتال میں ہو تو دل گھبراتا ہی ہے اور ذہن میں ڈرا دینے والے خیالات آتے ہیں۔''

''کمار ٹھیک ہو جائے گا نا؟''

''ان شاء اللہ۔'' میں نے یقین سے کہا۔ یہ یقین دل میں نہیں تھا لیکن میں نے سادھنا کی تسلی کے لیے اسے زبان سے ضرور ادا کیا تھا۔ وہ کسی قدر مطمئن نظر آنے لگی تھی۔

''کاش ہم آپ لوگوں سے جدا نہ ہوتے۔ یہ سب اسی وجہ سے ہوا ہے۔'' اس نے حسرت سے کہا۔

''ایسا نہیں ہے جو بھی ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ ہم انسان اس کے سامنے بے بس ہیں۔'' میں آہستہ آہستہ اسے تیار کرنے لگا۔ ''بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو انسان چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر طرح کی صورتِ حال کے لیے تیار رہنا چاہیے۔''

سادھنا پڑھی لکھی اور حوصلے والی لڑکی تھی۔ اس نے میری بات سمجھ لی تھی۔ ''میں جانتی ہوں آدمی کو ہر چیز کے لیے تیار رہنا چاہیے۔''

''یہی میں تم کو سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ کمار کے لیے دعا کرتی رہو لیکن اس کے ساتھ ہر صورتِ حال کے لیے بھی تیار رہو۔''

اب بیتو سفیر اور مونا سے بات کر رہا تھا اور وسیم اسے درمیان میں بول بول کر پریشان کر رہا تھا۔ تنگ آ کر بیتو نے فون بند کر دیا۔ ''وسیم بھائی آپ ہم کو پریشان کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔''

''نہیں منے میری پیدائش کے اور بھی مقاصد تھے۔ تم تو اس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہو۔''

''یار کیوں اسے تنگ کر رہے ہو۔''

بیتو چہکا۔ ''مونا دیدی ہم سے بہت خوش ہے۔''

''جوکروں سے سب خوش ہوتے ہیں۔'' وسیم نے لقمہ دیا۔

''آپ خود جوکر ہوگا۔''

میں نے سادھنا کے خیال سے ہنسی ضبط کی۔ ''مونا کیا کہہ رہی تھی۔''

''اس نے ہم کو بھائی بنالیا ہے۔''

''ہاں بیٹے تمہاری صورت ہی ایسی ہے جو لڑکی دیکھتی ہے فوراً بھائی بنا لیتی ہے۔'' وسیم نے پھر مداخلت کی۔

''بھائی تو بنا تا ہے۔'' بیتو بھنا گیا تھا۔ ''آپ کو تو کچھ نہیں بناتا۔''

اس بار میں اور سادھنا بھی ہنس دیئے تھے۔ میں نے وسیم سے کہا۔

''واقعی بیتو کی بات قابلِ غور ہے۔''

وہ کھسیا گیا تھا۔ ''آپ بھی کس کی باتوں پر توجہ دے رہے ہیں اسے ابھی انڈے سے نکلے چار دن تو ہوئے نہیں ہیں۔''

''آپ خود انڈے سے نکلا ہوگا ہم تو ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔'' بیتو نے غصے سے کہا تو سادھنا کھسیا گئی تھی۔

''اوہ بھائی تم لوگ غصے میں بات کرتے ہوئے ارد گرد تو دیکھ لیا کرو اور ابھی کمار بیمار ہے اس کے لیے دعا کرو۔'' میں نے ان کو ڈانٹا۔ تو بیتو اور وسیم کچھ سنجیدہ ہوئے تھے۔ میں نے فون پر اسپتال والے حصے میں رابطہ کر کے ڈاکٹر سے کمار کی حالت پوچھی۔ اس نے مایوسی سے جواب دیا۔

''کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امید کم ہو رہی ہے۔''

''اس کے لیے اور کیا کیا جا سکتا ہے؟''

''بس دعا کریں ورنہ جو کسی بھی ڈاکٹر کے بس میں ہو سکتا ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔''

میں نے فون رکھا تو سادھنا نے میری صورت اور باتوں سے کسی حد تک اندازہ لگا لیا تھا۔ ''ڈاکٹر مایوس ہے؟'' اس نے پوچھا۔

میں نے سر ہلایا۔ ''کنڈیشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے اور یہ اچھی علامت نہیں ہے۔''

''اگر کمار کو کچھ ہو گیا تو میں بھی زندہ نہیں رہوں گی۔''

وسیم اور بیتو ہماری طرف متوجہ تھے۔ بیتو نے کہا۔ ''دیدی تم ایسا کیوں سوچتا ہے۔ ہم ہے نا تمہارے ساتھ۔ یہ شہباز بھائی ہے اور یہ وسیم بھائی بھی ہے۔'' وسیم کا نام لیتے ہوئے اس کے لہجے میں خفگی آ گئی تھی۔

''مجھے معلوم ہے تم سب میرے ساتھ ہو لیکن......'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔ میں سمجھ گیا تھا۔ ہم سب ساتھی تھے لیکن کمار اس کا جیون ساتھی تھا اور ابھی تو وہ میاں بیوی بنے بھی نہیں تھے کہ قدرت ان کے درمیان ہمیشہ کی جدائی ڈالنے والی تھی۔ سادھنا کے لیے وہی سب کچھ تھا اگر وہی نہ رہتا تو اس کے پاس جیسے سب ختم ہو جاتا۔ عورت کے لیے اس کا مرد ہی اصل حیثیت رکھتا ہے اس کے بغیر وہ ایسے ہو جاتی ہے جیسے کٹی پتنگ جو ہوا کے دوش پر اڑتی پھرتی ہے۔

''سادی ہم ہر صورت میں تمہارے ساتھ ہیں اور کبھی کسی حال میں تم کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ تم جانتی ہو ہاتی سب میں بھی کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے لیکن ہم ایک خاندان کی طرح ہیں۔''

بیتو بھی اسے حوصلہ دینے لگا تھا۔ سادھنا کسی حد تک سنبھل گئی تھی۔ ہم نے اصرار کر کے اسے دوپہر کا کھانا کھلایا۔ اور پھر بیتو اسے محل کے باغ میں لے گیا تھا۔ میں اور وسیم اسپتال میں آئے۔ کمار بدستور مشینوں کے سہارے سانس لے رہا تھا اور یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ بچ سکے گا یا نہیں۔ ہم اس کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔ وہ جب سے یہاں آیا تھا بے ہوش ہی تھا اور ڈاکٹر کے مطابق اس کی مسلسل بے ہوشی ہی خطرے کی علامت تھی۔

''شہباز صاحب اگر کمار کو کچھ ہو گیا تو سادھنا کا کیا ہو گا؟''

''کچھ نہیں، اگر وہ ہمارے ساتھ رہنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا یا وہ اپنی زندگی کے بارے میں کوئی اور فیصلہ کرنا چاہے گی تو وہ بھی مجھے قبول ہو گا۔''

شاید ہم دونوں کے ذہن میں تھا کہ کمار کا بچنا مشکل تھا اسی وجہ سے ہم آنے والے وقت پر غور کر رہے تھے۔ ابھی ہم بات کر رہے تھے کہ کمار کراہا۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا۔ ''کمار آنکھیں کھولو۔''

وسیم نے ڈاکٹر کو بلانے کے لیے بٹن دبایا تھا۔ میری آواز پر کمار نے آنکھیں کھولیں اور کچھ دیر دیکھتا رہا تھا۔ ''شہباز۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کمار میں ہوں۔''

وہ بے چین سا ہو رہا تھا۔ کارڈیوگراف پر اس کی دل کی دھڑکن بہت غیر متوازن تھی۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر آ گیا۔ اس نے کمار کو کوئی انجکشن دیا تو اس کی حالت کسی قدر بہتر ہوئی تھی۔ مگر ڈاکٹر کے انداز سے لگ رہا تھا وہ کمار کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اس نے مجھے ایک طرف بلا کر کہا۔

''ان کے پاس وقت کم ہے۔''

میں نے وسیم سے کہا۔ ''جا کر سادھنا کو لے آؤ۔''

''شہباز۔'' کمار نے مجھے پکارا تو میں اس کے پاس آ گیا۔

''ہاں دوست تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔''

''نہیں میرے پاس وقت نہیں ہے...... سادھنا کہاں ہے؟'' وہ جلدی جلدی کہہ رہا تھا۔

''وہ آ رہی ہے۔'' میں نے بتایا۔

کمار گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ ''شہباز...... میرے بعد تم سادی کو اپنے پاس رکھنا۔ میں اسے تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔''

''تم بے فکر رہو وہ ہماری ذمے داری ہے اور تم بھی اب ہمارے ساتھ رہو گے۔''

''نہیں مجھے لگ رہا ہے میرا آخری وقت قریب ہے۔ میں مرنے سے پہلے ایک بار سادھنا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''کمار تم بچ جاؤ گے۔''

وہ مسکرایا۔ ''شہباز ہم کتنے خطرناک مراحل سے گزر رہے تھے لیکن موت پاس سے گزر گئی اور آج میں بستر پر مر رہا ہوں۔''

میں اسے تسلی دینا چاہتا تھا مگر نہیں دے سکا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ''مجھ سے وعدہ کرو سادی کا خیال رکھو گے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں۔''

''اب میں سکون سے مر سکوں گا۔'' اس نے کہا اسی لمحے سادھنا اندر آئی تھی۔ وہ تیر کی طرح کمار کے پاس آئی۔

''کمار۔'' اس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

''سادی اب تُو ان کے ساتھ رہے گی۔ یہ تیری دیکھ بھال کریں گے۔''

''نہیں مجھے تیرے ساتھ رہنا ہے۔'' سادھنا نے مچل کر کہا۔ وہ رونے لگی تھی۔

''سادی دل بڑا کر۔'' کمار نے آہستہ سے کہا۔

''کیسے بڑا کروں تیرے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھے تھے اور اب تُو چھوڑ کر جانے کی بات کر رہا ہے۔''

کمار بے بسی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ اگر زندہ رہنا اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ کیوں مرتا لیکن موت سے بچنا کسی کے بس کی بات کہاں وہ اپنے وقت پر آتی ہے اور اچانک آدمی کو دبوچ کر لے جاتی ہے۔ سادھنا بول رہی تھی یا شاید کمار سے التجا کر رہی تھی۔ اسے نظر نہیں آ رہا تھا کہ کمار کی آنکھوں کی جوت رفتہ رفتہ بجھ رہی ہے۔ اور پھر وہ جوت بالکل ہی بجھ گئی۔ مشین پر دل کی لکیر سیدھی ہو گئی تھی۔ میں نے سادھنا کو پیچھے کیا جو اس کے سینے سے سر ٹکرا رہی تھی اور چادر سے کمار کا چہرہ ڈھک دیا۔ یہ دیکھ کر سادھنا بے ہوش ہو کر گر گئی تھی۔

☆======☆======☆

راناویاس کے محل کے اس حصے میں صبح سے خاموشی تھی۔ سادھنا کی طبیعت خراب تھی۔ کمار کی ارتھی کو آگ لگانے کے دوران وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے اسے اس وقت تک کے لیے سونے کو کہا جب تک وہ خود ہوش میں نہ آ جاتی۔۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہا گرا۔ سے ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی تو اسے نقصان ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا۔

''یہ دماغ کا خود حفاظتی سسٹم ہے جب کوئی صدمہ جان لیوا ہونے لگتا ہے تو وہ اس قسم کے حربے اختیار کرتا ہے۔ اب وہ جتنی دیر بے ہوش رہے گی۔ دماغ اس کی یادداشت کو دھندلا اور اعصاب کو مضبوط کر دے۔''

میں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ مگر ہم سب ہی افسردہ تھے۔ کمار کی ارتھی کو صبح سویرے آگ لگائی گئی تھی۔

اس کے بعد وسیم اور بیتو تو آرام کرنے چلے گئے تھے۔ وہ بھی رات سے جاگ رہے تھے۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی رانا ویاس کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اسے اب راجا عمر دراز کی طرف سے تشویش ہو چلی تھی کیونکہ اس کی طرف سے دو دن گزرنے کے بعد بھی کوئی رابطہ نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے ناشتے کے بعد کہا۔

''اگر وہ کسی حادثے سے دوچار ہو گیا ہے تو اب تک اس کی خبر آ جانی چاہیے تھی۔''

''راجا صاحب کا سب سے بڑا دشمن ڈیوڈ شا ہے اور وہ بہت ہی شاطر آدمی ہے میں اسے بھگت چکا ہوں۔ کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ انڈیا میں داخل ہوا ہے یا نہیں۔''

''اگر وہ پاسپورٹ پر آیا ہے تو معلوم ہو جائے گا۔'' رانا ویاس نے کہا۔ ''لیکن کچھ وقت لگے گا۔''

''یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ واقعی انڈیا میں ہے تو راجا صاحب کی گمشدگی زیادہ تشویش ناک ہو گی۔''

میں ناشتہ کر کے سادھنا کے کمرے میں آیا وہ سو رہی تھی اور اس کی دیکھ بھال کے لیے ایک نرس موجود تھی۔ اسے دیکھ کر میں لاؤنج میں آیا۔ میرے پاس سفیر کا دبئی والا نمبر تھا۔ میں نے اس کا نمبر ملایا۔ میں اسے کمار کے مرنے کی اطلاع دینا چاہتا تھا پھر اس سے بینک اکاؤنٹ کے بارے میں بھی پوچھ لیتا۔ اگر اس نے اکاؤنٹ کھلوا لیا تھا۔ تو میں اپنے اکاؤنٹ سے رقم اس کو ٹرانسفر کر دیتا۔ مگر اس کے فون کی گھنٹی بجتی رہی تھی اور کال ریسیو نہیں کی تھی۔ شاید وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ مجھے رہ رہ کر کمار کا خیال آ رہا تھا۔ وہ میرا بہت کم وقت کا ساتھی تھا لیکن اس نے اپنی خصوصیات اور خلوص سے میرا دل جیت لیا تھا۔ وہ اتنی سی عمر میں اچانک موت کا شکار ہو جائے میں نے سوچا نہیں تھا۔

دوپہر کے وقت میں سامنے والے لان میں تھا کہ میں نے رانا ویاس کے محل کے پورچ میں ایک شاندار لیموزین کو رکتے دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ شاید اس میں سے راجا عمر دراز برآمد ہو گا لیکن اس میں سے تین ہنستی کھلکھلاتی لڑکیاں نکلیں تھیں اور وہ اندر چلی گئیں۔ شاید وہ رانا ویاس کی پوتیاں تھیں جو کہیں تفریح کے لیے گئی تھیں اور اب واپس آ گئیں تھیں۔ مجھے کسی قدر مایوسی ہوئی تھی۔ راجا عمر دراز کے غائب ہونے سے ہم ایک طرح سے رانا ویاس کے رحم و کرم پر آ گئے تھے اور مجھے یہ بات اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ دوسرے اگر عمر دراز غائب ہو گیا تھا تو اس صورت میں میرا فرض بنتا تھا کہ میں اسے بازیاب کراتا۔ اگر وہ یہاں ہوتا تو اب تک میں شاید جانے کا فیصلہ بھی کر چکا ہوتا۔

لیکن اس صورتِ حال میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کم سے کم میرے جانے کا۔ اگر میں نہیں جاتا تو وسیم بھی نہ جاتا اور ظاہر ہے بیتو بھی نہیں جاتا۔ سادھنا کی کہیں جانے کی پوزیشن نہیں تھی اور فی الحال ہم ہی اسے سنبھالنے والے تھے۔ اس لیے میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورتِ حال میں کیا کرنا چاہیے۔ شام کے وقت میں سادھنا کے کمرے میں گیا تو وہ جاگ گئی تھی اور چپ چاپ لیٹی چھت کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے نرس کی طرف دیکھا تو وہ خاموشی سے کمرے سے چلی گئی تھی۔ میں نے کرسی بستر کے قریب گھسیٹ لی اور کچھ کہنے کے بجائے سادھنا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور غیر متوقع طور پر مسکرائی تھی۔

''میں نے تم لوگوں کو پریشان کیا نا؟''

''ہاں اور اب تم مزید پریشان کرنا بند کر دو۔''

''میں اب ٹھیک ہوں۔'' اس نے سر ہلایا۔ ''میں نے جو صدمہ برداشت کرنا تھا وہ کرلیا ہے۔''

''گڈ گرل اور میں تم کو بتانے کے لیے آیا ہوں کہ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔''

''شوبی آپ مجھے اپنے ساتھ رکھیں گے؟'' اس کے لہجے میں سوال تھا۔

''جب تک ہم میں سے کوئی زندہ ہے تم ہمارے ساتھ ہی رہوگی۔'' میں نے اسے یقین دلایا۔

وہ اٹھ بیٹھی۔ ''تم نے کھانا کھایا اور آرام کیا؟''

میں نے سچ بتایا۔ ''صبح ناشتہ کیا تھا اور آرام کو دل ہی نہیں چاہا۔''

''یہ غلط ہے۔ میں نے بھی بہت دیر سے کچھ نہیں کھایا ہے۔''

میں اسے لے کر لاؤنج میں آیا۔ وسیم اور بیٹو اٹھ گئے تھے۔ وسیم ایک اخبار دیکھ رہا تھا اور بیٹو کو اس میں سے خبریں پڑھ کر سنا رہا تھا۔ بیٹو سادھنا کو دیکھ کر لپک کر اٹھا۔ ''دیدی اب تم کیسا ہے؟''

''ٹھیک ہوں۔'' وہ بولی۔ ''تم لوگوں نے شوبی کا خیال نہیں رکھا اور خود سوتے رہے تھے۔''

''ہاں کیونکہ جب میں سوجاتا ہوں تو مجھے دوسروں کا پتا نہیں چلتا ہے۔'' وسیم نے سر ہلایا۔

''وسیم بھائی بہت زور سے خراٹا لیتا ہے۔'' بیٹو نے شکایت کی۔ ''ہم اپنے کمرے میں سن کر جاگتا رہا۔''

میں نے انٹر کام پر کھانے کا سامان لانے کو کہا۔ باقاعدہ کھانے کا وقت نہیں تھا اس لیے اسنیکس منگوا لیے تھے۔ سادھنا شاید میرے آنے سے پہلے منہ ہاتھ دھو چکی تھی اور اس کا چہرہ کسی بارش زدہ رات کی روشن صبح کی طرح نکھرا ہوا تھا۔ اس نے بال کنگھی کر کے باندھ لیے تھے۔ بیٹو اس کے ساتھ باتوں میں لگ گیا اور وسیم پھر اخبار دیکھنے لگا۔ میں نے اس کا ایک صفحہ اٹھالیا۔ یہ بین الاقوامی خبروں والا صفحہ تھا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا کہ ایک خبر نے میری توجہ کھینچ لی۔ اصل میں خبر کے ساتھ تصویر نے میری توجہ کھینچی تھی۔ یہ ایمن کی تصویر تھی۔ اور خبر یہ تھی کہ ایمن شا جو ایک معروف ٹی وی میزبان بن چکی تھی۔ اور وہ کسی ڈاکومینٹری کی تیاری کے سلسلے میں انڈیا آئی ہوئی تھی۔ اس نے ایک مقامی ہوٹل میں جذام کے مریضوں کے لیے ایک پروگرام میں شرکت کی تھی۔ یہ پروگرام بنارس میں ہوا تھا۔ ایمن شا کے بارے میں جان کر میں کسی قدر بے چین ہو گیا تھا۔ اس کے حوالے سے میری یادیں بہت خوش گوار تھیں۔ وہ مجھ سے محبت کا دعویٰ رکھتی تھی اور میں اسے پسند ضرور کرتا تھا لیکن اس پسند کو محبت نہیں کہا جا سکتا تھا۔ محبت آدمی زندگی میں شاید ایک بار ہی کرتا ہے۔ اور میں اپنی زندگی کا یہ خانہ بند کر چکا تھا۔ خبر میں اس مقامی ٹی وی کا ذکر بھی تھا جس کے اشتراک سے ایمن شا ڈاکومینٹری مووی بنانے آئی تھی۔ میں نے اس ٹی وی چینل کا نمبر انکوائری سے لیا اور وہاں سے ایمن شا کے بارے میں پوچھا۔ مجھے ایک ہوٹل کا بتایا گیا جہاں وہ ٹھہری ہوئی تھی اور اس ہوٹل کا نمبر بھی دے دیا۔ میں نے ہوٹل کا نمبر ملایا اور ایمن شا سے ملانے کو کہا۔ آپریٹر نے معذرت کی۔

''سوری سر ان کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔''

''اچھا اس کو ایک میسج کر دو کہ اس کا ایک پرانا دوست شہباز بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''آپ مجھے نمبر دے دیں۔'' اس نے کہا۔ ''اگر انہوں نے چاہا تو کال بیک کر لیں گی۔''

میں نے سوچا اور اسے رانا ویاس کے گھر کا یہ نمبر دے دیا میرا خیال ہے اس میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ فون کر کے میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے ایمن کے بارے میں بتایا۔ اس دوران میں چائے اور اسنیکس آ گئے تھے۔ سادھنا نے خود چائے نکالی اور چیزیں پلیٹ پر رکھ کر میری طرف بڑھائیں اور تجسس سے بولی۔ "یہ ایمن کون ہے؟"

میں نے کھانے پینے کے دوران اسے ایمن کے بارے میں بتایا۔ اگرچہ میں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ مجھے پسند کرتی تھی لیکن سادھنا کی خالص زنانہ چھٹی حس نے اس بات کو بھانپ لیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا وہ آپ میں انٹرسٹڈ ہے؟"

"شاید۔" میں نے مبہم انداز میں کہا۔ "مجھے اس بارے میں صحیح سے نہیں معلوم ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ "آپ چھپا رہے ہیں۔"

"بھئی دیکھو وہ ایک مغربی لڑکی ہے اور ان کا انداز ذرا کھلا ڈلا اور بے باک ہوتا ہے۔ اس لیے ان کے رویے کے بارے میں درست طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے۔"

"چلیے آپ مت بتائیں جب اس سے ملوں گی تو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔" اس نے تیکھے انداز میں کہا۔

"کوشش کرنا۔" میں نے کہا اور موضوع بدل دیا۔ "عجیب بات ہے جہاں میں جاتا ہوں۔ اتفاق سے یہ بھی پہنچ جاتی ہے۔"

"کیا سچ مچ اتفاق ہوتا ہے؟" سادھنا کے لہجے میں سوال آ گیا۔

"ہاں کیونکہ اسے بھلا کیا علم کہ میں حالات کے تھپیڑے کھاتا کہاں پہنچ گیا ہوں۔"

"ممکن ہے اس کا دل رہنمائی کرتا ہو۔"

اب مجھے اس موضوع سے بے زاری ہونے لگی تھی لیکن سادھنا کا دل رکھنے کے لیے میں کچھ دیر اس سے ایمن کی باتیں کرتا رہا۔ اسی اثناء میں ایک ملازم رانا ویاس کا پیغام لے کر آیا کہ ہم سب رات کا کھانا اس کے ساتھ کھائیں گے۔ اس نے ہمارے بارے میں شاید کوئی فیصلہ کر لیا تھا اور آج رات یہاں ہمارے اعزاز میں الوداعی کھانا دیا جا رہا تھا۔ اگر اس نے ہمیں کہیں اور منتقل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو میں یہ فیصلہ اسی صورت میں قبول کر سکتا تھا جب مجھے اطمینان ہو جاتا۔ حالات تیزی سے بدل رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر سفیر کا نمبر ملایا۔ اس بار اس نے کال ریسیو کر لی۔

"کہاں تھے تم دونوں؟" میں نے کسی قدر تیز لہجے میں کہا۔ "میں نے فون ملایا تھا تو کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔"

"ہم باہر گئے تھے۔" اس نے جواب دیا۔ "اور تُو ابا جان کیوں بن رہا ہے۔"

"یہاں حالات اچھے نہیں ہیں اور تم لوگوں کو گھومنے کی پڑی ہے میں نے ایک کام کہا تھا۔" مجھے غصہ آ گیا تھا۔

"اوہ یار تمہارے کام سے ہی نکلے تھے۔ کام ہو گیا ہے۔" اس نے کہا۔ "یہاں تو ڈالر اکاؤنٹ کھلوانا ہمارے ملک میں ڈاک خانے کا اکاؤنٹ کھلوانے سے بھی زیادہ آسان ہے۔"

میں شرمندہ ہو گیا۔ ''سوری یار میں ذرا ٹینس ہو گیا تھا۔''

''یاری میں سوری نہیں ہوتی ہے۔''

''اچھا اچھا اب تُو ابا نہ بن...... مجھے جلدی سے اکاؤنٹ نمبر اور ٹائٹل بتا ممکن ہے میں ابھی تجھے رقم کر دوں۔''

''اتنی جلدی؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''ہاں یار میری چھٹی حِس کہہ رہی ہے کہ یہاں سے بھی جلد بوریا بستر گول ہونے والا ہے۔'' میں نے پشتو میں کہا تاکہ کوئی ہماری بات سن رہا ہو تو اسے سمجھ نہ آئے۔ سفیر نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے پشتو میں ہی جواب دیا۔

''تیرا موبائل نمبر ہے میرے پاس میں اس پر ابھی ایس ایم ایس کرتا ہوں۔'' سفیر نے کہہ کر فون مونا کو پکڑا دیا۔ اور اس نے فوراً رونا شروع کر دیا۔

''شوبی یہ بہت کنجوس آدمی ہے اس نے میری معمولی سی خواہش بھی پوری نہیں کی ہے۔''

''فکر مت کرو کل تک یہ کروڑ پتی بن جائے گا اور تمہاری ساری خواہشیں پوری کرے گا۔''

''نہیں کرے گا۔'' وہ یقین سے بولی۔ ''یہ سخت کنجوس ہے۔''

''تم فکر مت کرو اگر اس نے اب تم کو شاپنگ کرانے سے انکار کیا تو ہم اسے گنجا کر دیں گے۔'' میں نے شاہانہ انداز میں کہا۔ اس دوران میں سفیر کا بھیجا ہوا ایس ایم ایس مل گیا تھا اور اس نے فوراً فون لیا۔

''خدا کے لیے تُو اس کی عادت سے واقف نہیں ہے۔ ہر دکان پر اور ہر چیز کے لیے کھڑی ہو جاتی ہے۔'' سفیر بھنایا ہوا تھا۔ ''اس کے لیے یہ رقم بالکل ناکافی ہے۔ اب کہ تُو کہیں سے ہیروں کی کان تلاش کر کے بیچنے کی کوشش کر۔''

''اچھا اچھا میں بھی سب سن رہا تھا۔ اب میں رقم ٹرانسفر کرتا ہوں اور تُو چیک کر کے مجھے فوراً فون کر۔''

میں نے فون سادھنا کو دے دیا اور وہیں موجود کمپیوٹر سے اپنا بنک اکاؤنٹ کھولا۔ اس میں ایک کروڑ ڈالرز کی رقم آ چکی تھی۔ میں نے تقریباً ساری رقم سفیر کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی تھی صرف پچاس ہزار ڈالرز چھوڑے تھے کہ یہ کہیں کام آ سکتے تھے۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ یہ رقم رانا دیاس کو دے کر اس کے بدلے اس سے بھارتی کرنسی لے لوں گا۔ پچاس ہزار ڈالرز کے کوئی بائیس لاکھ بھارتی روپے مل جاتے۔ دوسرے مجھے رانا سے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے پاسپورٹس کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ راجا عمر دراز نے اس سے کہا تھا کہ یہ دو دن میں بن جانے چاہیے تھے اور دو دن گزر چکے تھے۔

رات کے کھانے کا گجر بجا تو سب ہی محل کے مرکزی ڈائننگ ہال پہنچ گئے۔ رانا اور اس کے اہلِ خانہ چھوت چھات کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے وہ آرام سے ہمارے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور ان کی میز پر کئی طرح کا گوشت نظر آتا تھا۔ شاید اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ کسی نچلی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور دوسرے وہ روشن خیال تھے۔ میز پر رانا دیاس کی تینوں پوتیاں موجود تھیں اور اس نے ان کا تعارف کرایا تھا۔ ان میں سے ایک خاصی شوخ لگ رہی تھی۔ اس کا نام ریتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

''آپ کے بڑے کارنامے سنے ہیں۔'' اس نے انگریزی میں کہا تھا کیونکہ اسے ہندی خاص نہیں آتی تھی۔

''اگر کسی نے آپ کو میرے بارے میں بڑھا چڑھا کر بتایا ہے تو یہ اصل میں اس کا کارنامہ ہے۔ اور میں اس کا ذمے دار نہیں ہوں۔''

اس نے آنکھیں گھمائیں۔ ''گرینڈ پا کسی کی تعریف نہیں کرتے ہیں۔ آپ کی کر رہے تھے۔''

''بدقسمتی ہے میری۔'' میں نے دل میں کہا اور بولا۔ ''رانا صاحب خود بہت بڑے آدمی ہیں۔''

''چل چپ کر جا اب کھانا کھانے دے۔'' رانا دیاس نے اسے ڈانٹا۔ وہ منہ بنا کر چپ ہو گئی اور کھانے لگی۔ اس کی عمر مشکل سے بیس برس تھی اور میرے حساب سے وہ انڈر گریجویٹ تھی۔ یہ عمر ایسی ہی ہوتی ہے۔ بس وہ میری طرف توجہ نہ دیتی تو سب ٹھیک تھا۔ میں فی الحال کسی کی توجہ کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی ہم کھانا کھا رہے تھے کہ ایک ملازم نے آ کر مجھ سے آہستہ سے کہا۔

''سر آپ کی بنارس سے کال ہے کوئی ایمن شابات کریں گی۔''

اس کی آواز اگرچہ دھیمی تھی لیکن اتنی بھی نہیں تھی اس لیے سب نے ہی سنا تھا لیکن انہوں نے یوں ظاہر کیا جیسے نہیں سنا ہے البتہ ریتا نے آنکھیں گھمائیں اور بلند آواز سے بولی۔ ''یہ نام کچھ سنا ہوا لگ رہا ہے...... ارے کہیں یہ برطانیہ والی ایمن شا تو نہیں ہے جو یہاں ڈاکومینٹری بنانے آئی ہے؟''

''یہ وہی ہے۔'' میں نے نیپکن سے منہ صاف کیا اور ایکسکیوزمی کہتا ہوا اٹھ گیا۔ ملازم میرے لیے کارڈلیس لے آیا تھا۔ میں فون لے کر بالکونی میں آ گیا۔ ''ہیلو......''

دوسری طرف سے ایمن کی مرتعش آواز آئی تھی۔ ''یہ تم ہو؟''

''ہاں۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''نام لینا مناسب نہیں ہوگا۔''

''میں سمجھتی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''فی الحال مشکل ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتی۔'' اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

''پلیز حالات کو سمجھو۔ میں بہت مشکل میں ہوں اور آج کل کچھ لوگ میرے پیچھے ہیں۔''

''وہ کب نہیں ہوتے۔''

''مجھے شبہ ہے کہ تمہارا نام نہاد چچا یہاں موجود ہے اور میری مشکلات میں اضافے کے لیے کوشاں ہے۔''

''مجھے اس کے بارے میں نہیں پتا۔''

''دو دن سے راجا بھی غائب ہے۔''

''وہ بھی یہاں ہے؟''

''ہاں لیکن وہ درست طریقے سے آیا ہے۔ البتہ دو دن سے اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے مجھے اس کی فکر ہے۔''

''مجھے یقین ہے وہ کسی چکر میں ہے۔''

''ایمن تم کہاں جا رہی ہو۔''

''شمالی انڈیا میں ایک جگہ ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''یہ ویسٹ بنگال کا علاقہ ہے جو بھوٹان کے ساتھ لگتا ہے۔ یہاں کچھ ایسی انواع کی ڈاکومینٹری بنانی ہے جو معدومیت کے قریب ہیں۔ تم بھی بنگال میں ہو؟''

''ہاں لیکن میں اس جگہ سے بہت دور ہوں اس لیے تم سے ملاقات کا امکان کم ہے۔''

''پلیز مجھے آنے کی اجازت دو میں تم سے کہیں بھی ملنے کے لیے آ سکتی ہوں۔'' اس نے التجا کی۔

''ایمن یہ مناسب نہیں ہے۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔''

''ایسی باتیں مت کرو۔'' وہ روہانسی ہوگئی تھی۔ فون پر اس کی سسکیاں ابھرنے لگیں۔

''ایمن۔'' میں نے بے بسی سے کہا۔ ''میری مشکلات میں اضافہ مت کرو۔ تم سے بہتر کون جانتا ہے کہ میں کن مشکلات سے گزر رہا ہوں اور میرے دشمن میرے خون کے کیسے پیاسے ہیں۔''

''میں جانتی ہوں۔'' اس نے خود پر قابو پالیا۔ ''ٹھیک ہے میں تم سے نہیں ملوں گی لیکن تم مجھ سے رابطہ رکھو گے۔''

''گڈ۔'' اس کے خود کو سنبھالنے پر میں نے سکون کا سانس لیا۔ ''میں تم سے بعد میں رابطہ کروں گا اپنا کوئی موبائل نمبر ہے تو وہ دے دو۔''

اس نے مجھے اپنا موبائل نمبر دیا اور میں نے کچھ باتیں کر کے رابطہ ختم کر دیا۔ اصل میں مجھے بے چینی ہو رہی تھی۔ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ شاید میری چھٹی حس خطرے کا الارم بجا رہی تھی۔ جب میں فون کا بٹن کرا سے بند کر رہا تھا تو مجھے ایک ہلکی سی کلک کی آواز آئی جیسے کسی نے ایکسٹینشن رکھا ہو۔ کوئی ہماری باتیں سن رہا تھا۔ میں واپس آیا تو میں نے ریتا کو غائب پایا تھا۔ کوئی دومنٹ بعد وہ بھی آ گئی۔ مجھے شبہ ہوا کہ ہماری باتیں سن رہی تھی۔ کھانا مکمل کر کے ہم لوگ اٹھ گئے لیکن رانا ویاس نے مجھے اشارہ کیا تو میں رک گیا جب میز پر ہم دو میں رہ گئے تو اس نے کہا۔

''شہباز معاملہ خراب ہوتا جا رہا ہے۔''

''ہم سے متعلق کوئی خبر آئی ہے؟'' میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''آج شام کو ایک اعلیٰ افسر کی کال آئی تھی۔ اس نے مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں بتایا کہ مجھ پر شبہ کیا گیا ہے کہ میں نے حکومت کے کچھ انتہائی مطلوب افراد کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ اگر بات ہے تو میں پہلی فرصت میں ان لوگوں اپنی رہائش گاہ سے کسی ایسی جگہ منتقل کر دوں جس کے بارے میں کم سے کم سرکار کو پتا نہ ہو۔''

میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''کیا یہ افسر آپ کا قابلِ اعتماد ہے؟''

''ہاں...... لیکن بہرحال وہ سرکاری مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اس کو مشین کے مطابق ہی کام کرنا ہے۔''

''یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس طرح ہمیں آپ کے محل سے نکالنا چاہ رہے ہوں؟''

وہ مسکرایا۔ ''مجھے بھی یہ خیال آیا ہے لیکن اگر میں نے ایسا کیا تو یہ کام ایسے ہوگا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔''

''رانا صاحب کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کے محل میں کوئی مخبر ہو؟''

''یہ بات ناممکن نہیں ہے۔'' اس نے سوچ کر کہا۔ ''لیکن بہت مشکل ضرور ہے۔ میرے تمام ملازم بہت چنے ہوئے ہیں اور سب گھربار والے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ کسی غلط کام کا کیا نتیجہ نکلے گا۔''

''اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟''

اس نے سوچا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم کو جلد از جلد یہاں سے کسی اور جگہ منتقل کردوں۔''

''صرف مجھے؟''

''میرا مطلب ہے تمہارے تمام ساتھیوں کو بھی۔'' اس نے تصحیح کی۔

''آپ نے شمالی علاقے میں اپنے کسی کاٹیج کا ذکر کیا تھا۔ جو شاید آپ کے کسی غیر ملکی دوست کا ہے۔''

''ہاں میرا ارادہ تمہیں وہیں منتقل کرنے کا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اور یہ کام آج رات ہی ہوگا۔''

''رات میں یہ کام بہتر رہے گا۔'' مجھے اس کی بات سن کر سکون محسوس ہوا تھا۔ میں خود بھی جلد از جلد اس جگہ سے نکل جانا چاہ رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ اس جگہ میرے گرد گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ راجا عمر دراز کا اس طرح غائب ہونا میرے لیے انتہائی تشویش کا باعث تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ بے احتیاطی سے رانا ویاس کے محل سے نکلا تھا اور دشمن کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ یہ دشمن کون تھا ابھی یہ کہنا دشوار تھا۔

''ان لوگوں کا کچھ پتا چلا جنہوں نے مجھے اغوا کیا تھا؟''

''ہاں ان میں سے مکھن سنگھ اور کچھ لوگوں کی لاشیں ملی ہیں لیکن یہ سب کرائے کے لوگ تھے۔ ریشم نہیں ملی وہ شاید فرار ہوگئی۔''

''بڑی خطرناک عورت تھی اس نے اتنی مہارت سے مشین گن کا استعمال کیا تھا جیسے فوجی کرتے ہیں۔''

''یہ دونوں مشرقی پنجاب میں جاری خالصتان تحریک میں شامل تھے پھر مکھن سنگھ کے اپنے ساتھیوں سے اختلافات ہوگئے اور یہ ان کو چھوڑ کر یہاں آگیا۔ اس پر کم سے کم دس پولیس والوں کے قتل کا الزام ہے۔''

''ویسے مجھے اس کے مارے جانے کا افسوس ہے۔ وہ دلیر آدمی تھا۔''

رانا ویاس نے سر ہلایا۔ ''لیکن ان کے پیچھے جو لوگ تھے وہ تاریکی میں ہیں۔''

''وہی اصل لوگ ہیں۔ مجھے پھر شبہ ہو رہا ہے کہ ڈیوڈ شا یہاں آچکا ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو سمجھ لیں کہ یہاں بہت بڑی کوئی سازش جنم لینے والی ہے اسے ایسٹ انڈیا کمپنی سے کم مت سمجھیں۔''

''میں نے بھائی سے کہہ دیا ہے یہ بات اب کل تک معلوم ہوسکے گی۔''

''اتنی دیر سے؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''کیا اس قسم کی معلومات ابھی تک مینول رکھی جاتی ہیں جب کہ یہ کمپیوٹر کا دور ہے اور میرے خیال سے انڈیا اس معاملے میں بہت آگے ہے۔''

''ہم سوفٹ ویئر بنانے میں ضرور آگے ہیں لیکن جہاں تک عام شعبوں میں اس کے استعمال کا تعلق ہے تو ہم دوسرے ترقی پذیر ممالک سے آگے نہیں ہیں۔''

''میرا خیال ہے ہمیں جانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔''

اس نے سر ہلایا۔ ''ہاں اپنا سامان اور دوسری چیزیں تیار کرلو اور جیسے ہی میری طرف سے اشارہ ملے تم لوگ روانہ ہو جانا۔''

میں مہمان خانے میں آیا۔ جہاں وسیم اور دوسرے منتظر تھے۔ میں نے ان کو راناویاس کی ہدایت کے بارے میں بتایا تو وسیم نے سر ہلایا۔ ''مجھے لگ رہا تھا کہ جلد ہمیں یہاں سے نکلنا پڑے گا۔''

سادھنا ہراساں نظر آنے لگی۔ ''شوبی ہم کہاں جائیں گے؟''

''ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے۔'' میں نے ان کو بتانے سے گریز کیا کہ راناویاس ہمیں کہاں بھیج رہا تھا۔ میرے اندر خدشہ تھا کہ کوئی ہماری جاسوسی کر رہا ہے اس لیے منزل کا راز رہنا بہتر تھا۔ ''سب اپنا اپنا سامان تیار کرلیں، لیکن یہ کام خاموشی سے ہو ملازموں کو بھی پتا نہ چلے۔ ضرورت کی ہر چیز رکھ لو۔ پتا نہیں آگے کس چیز کی ضرورت پڑ جائے۔''

''لیس باس۔'' بیتو نے اٹھتے ہوئے کہا اور ہم سب اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔ سادھنا کے پاس زیادہ کپڑے نہیں تھے لیکن اس نے مہمان خانے کے وارڈ روب سے اپنے سائز کے کچھ کپڑے لے لیے تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ اس نے بہت تیزی سے خود کو سنبھال لیا تھا۔ شروع میں اگرچہ اس کی حالت بہت خراب رہی تھی لیکن اب ایسا لگ رہا تھا کہ اس نے سمجھوتہ کرلیا ہے۔ کمار اس کے لیے ماضی کا حصہ بن گیا تھا۔ اب وہ اس کی یاد دل میں دبا کر آگے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

میں واپس لاؤنج میں آیا تو وہ تیار ہو کر آ چکی تھی۔ وسیم اور بیتو اپنا سامان سمیٹ رہے تھے۔ ان کے پاس ویسے بھی خاصی چیزیں تھیں۔ وہ سارا سامان تھا جو انہوں نے کلکتہ سے لیا تھا۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا اور سادھنا سے کہا۔ ''سادھنا تم جانتی ہو ہمارا طرزِ زندگی کیا ہے؟''

''میں اچھی طرح جانتی ہوں شوبی، میں خود آپ کے ساتھ زندگی اور موت کے مرحلوں سے گزری ہوں۔''

''اس وقت شاید یہ تمہاری مجبوری تھی لیکن اب تم اگر چاہو تو......''

''میں بالکل بھی نہیں چاہوں گی۔'' اس نے میری بات کاٹی۔ ''اب یہ پہلے سے بھی زیادہ میری مجبوری ہے۔''

میں نے گہری سانس لی۔ ''سادھنا تم مجھے بہت عزیز ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تم محفوظ رہو۔ میں تم کو سفیر اور مونا کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن میں جانا نہیں چاہتی۔'' اس نے انکار کیا۔

''سادی مجھے لگ رہا ہے میرے گرد گھیرا تنگ ہو رہا ہے اور اگر میں پھنس گیا تو تم بلا وجہ اس کی لپیٹ میں آ جاؤ گی۔''

''اگر یہ آپ کی خواہش ہے تو الگ بات ہے ورنہ میں بھی ان سب کاموں میں برابر کی شریک رہی ہوں۔''

اس سے پہلے کہ میں اس سے کچھ اور کہتا بیتو اندر آ گیا اس نے ستائشی نظروں سے سادھنا کو دیکھا۔

''دیدی تم بہت اچھا لگ رہا ہے۔''

سادھنا نے ٹراؤزر اور سادہ ٹی شرٹ پہن رکھی تھی جو اس کے متناسب جسم پر سج رہی تھی۔ اس نے بالوں کو پیچھے کر کے ایک پونی ٹیل باندھ لی تھی۔ میں موبائل چیک کرنے لگا۔ سفیر کا ایس ایم ایس آ گیا تھا کہ اسے رقم اپنے اکاؤنٹ میں مل گئی ہے۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ پھر میں نے ملازم کے ذریعے راناویاس کو پیغام بھیجا۔

''میں رانا صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔''

کچھ دیر بعد راناویاس نے مجھے طلب کر لیا۔ ''کہو کیا بات ہے؟''

''رانا صاحب مجھے پچاس ہزار ڈالرز کے مساوی بھارتی کرنسی چاہیے۔ رقم میں آپ جس اکاؤنٹ میں کہیں ابھی ٹرانسفر کر دوں گا۔''

راناویاس نے مجھے گھورا۔ ''غیروں کی سی باتیں مت کرو اور یہ رقم کی ضرورت کیوں پیش آ گئی۔''

''احتیاطاً رانا صاحب...... آگے حالات کا کچھ نہیں پتا ہے۔ کسی بھی مشکل میں انسان کے بعد یہی چیز سب سے زیادہ کام آتی ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو رقم ابھی چاہیے؟'' اس نے سر ہلایا۔

''ہاں اور میں ڈالرز آپ اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیتا ہوں۔''

''اسے چھوڑو۔'' اس نے ٹالا۔ ''تم جا کر تیاری کرو۔ شاید آدھے گھنٹے میں تم لوگوں کو نکلنا ہو گا۔''

''ہم تیار ہیں۔'' میں نے اسے بتایا۔ اس نے سر ہلا کر فون پر کسی سے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ پھر میری طرف دیکھا۔ ''رقم کچھ دیر میں آ جائے گی۔''

''میں شکر گزار ہوں لیکن اگر آپ مجھ سے پچاس ہزار ڈالرز......''

''بس بس۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔ ''اب تم جا کر ہوشیار رہو۔ ممکن ہے بہت عجلت میں نکلنا پڑے۔''

میں واپس مہمان خانے میں آیا تو اس کے چند منٹ بعد ایک ملازم مجھے ایک چھوٹا بریف کیس دے گیا۔

''یہ رانا جی نے بھجوایا ہے۔''

اس کے جانے کے بعد میں نے بریف کیس کھولا تو اس میں ہزار اور پانچ سو کے نوٹوں والی انڈین کرنسی تھی۔ میں نے ان کی تعداد دیکھی تو یہ تقریباً پچیس لاکھ کی رقم تھی۔ گویا راناویاس نے مجھے پچاس ہزار ڈالر سے زیادہ ہی رقم دے دی تھی۔ میں نے بریف کیس اپنے بیگ میں ڈال لیا۔ وسیم بھی آ گیا تھا۔ بیتو کا بیگ سب سے بڑا تھا۔ وسیم اسے چھیڑ رہا تھا۔

''لگتا ہے اپنے ساتھ مہمان خانے کا سامان بھی جمع کر لیا۔''

حسبِ معمول بیتو چڑ گیا۔ ''ہم چور نہیں ہے۔''

''چوری کہاں سے ہوئی، رانا صاحب کی شادی کے قابل کئی پوتیاں ہیں ممکن ہے تم کو کسی کے لیے پسند کر لیں۔ اس طرح یہ تمہارا سسرال ہو گا اور سسرال کا مال اپنا ہوتا ہے۔''

''دیدی دیکھو یہ وسیم بھائی ہم کو چھیڑتا ہے۔'' اس نے سادھنا سے شکایت کی۔

''یہ تم سے مذاق کرتے ہیں۔'' سادھنا نے اسے سمجھایا۔
''ابھی اتنا بھی مذاق نہیں کرنا چاہیے۔'' بیتو سچ مچ خفا تھا۔ ''ہم کو چور کہہ دیا۔''
''یہ زیادتی ہے۔'' میں نے بیتو کی تائید کی۔ ''وسیم تم کو بیتو سے سوری کرنی چاہیے۔''
''سوری۔'' بیتو بدکا تھا۔ ''نہیں نہیں ہم کو سوری نہیں چاہیے۔''
میں نے غور کیا۔ ''سوری نہیں چاہیے۔ کیا مطلب؟''
سادھنا اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا
''کیا سوری کا کچھ اور مطلب بھی ہوتا ہے؟''
اس نے سر ہلایا اور شرما کر بولی۔ ''اس کا مطلب پیار دینا بھی ہوتا ہے ان کی زبان میں۔''
وسیم اٹھا۔ ''تب تو میں ضرور سوری دوں گا۔''
بیتو بھاگ کر صوفے کے پیچھے چلا گیا۔ ''وسیم بھائی تم ہمارے پاس آیا تو ہم کچھ کر لے گا۔''
''تم نہیں بیٹے میں کچھ کروں گا۔'' وسیم اس کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ ''میں سوری کروں گا۔''
اب ایک تماشہ لگ گیا۔ وسیم بیتو کے پیچھے پیچھے تھا اور وہ پورے لاؤنج میں بھاگتا پھر رہا تھا۔ میرا اور سادھنا کا ہنسی سے برا حال تھا۔ اچانک ہی رانا دیاس اندر آیا تو ایک لمحے کے لیے ہم سب ہی بوکھلا گئے تھے۔ رانا ایک لمحے کے لیے رکا۔ پھر اس نے کہا۔ ''تم سب عقبی لان کی طرف آ جاؤ۔ دس منٹ کے بعد وہاں ہونا۔''
''ہم تیار ہیں جناب۔'' میں نے کہا تو وہ سر ہلا کر واپس چلا گیا۔ وسیم نے میری طرف دیکھا۔
''یہ کیا تھا جناب؟''
''میرا خیال ہے ہم یہاں سے کسی ہیلی کاپٹر میں نکلیں گے۔'' میں نے بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔ سادھنا اپنا بیگ اٹھانے لگی تھی تو وسیم نے اس سے پہلے اٹھا لیا۔ بیتو اب اپنا سامان سے بھرا بیگ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وسیم نے مجھ سے کہا۔
''شہباز صاحب یہ بے عزتی کروائے گا۔ رانا صاحب سوچ سکتے ہیں کہ ہم ان کا مہمان خانہ لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''
''رانا صاحب آپ کی طرح چھوٹی سوچ نہیں رکھتا ہے۔'' بیتو نے اسے جواب دیا۔ واقعی اس کا بیگ بہت بھاری تھا اور وہ اسے بمشکل اٹھا رہا تھا۔ پہلے اس کا اتنا وزن نہیں تھا۔ ہم محل کی مختلف راہداریوں سے گزر کر عقبی لان میں آئے۔ مجھے حیرت ہوئی جب میں نے محل کے اس حصے کو مکمل طور پر خالی پایا۔ وہاں بیشتر روشنیاں بھی بجھی ہوئی تھیں۔ صرف چند ایک روشن تھیں جن میں راستہ نظر آ رہا تھا۔ لان بھی خالی تھا اور صرف ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی۔ موسم کسی قدر سرد ہو چلا تھا۔ اور جہاں ہم جا رہے تھے وہاں موسم خاصا سرد تھا اس لیے سب کے پاس گرم کپڑے بھی تھے۔
''یہاں تو کوئی نہیں ہے۔'' سادھنا نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے کہا۔ صرف ٹی شرٹ میں اسے سردی لگ رہی تھی۔ میں اسے کچھ اور پہن لینے کا مشورہ دینے جا رہا تھا کہ ایک طرف مجھے چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی اشارہ کرتی نظر آئی تھی۔ میں نے ان لوگوں کو رکنے کو کہا اور اس طرف بڑھ گیا۔ لان کے وسط میں درختوں

کی ایک قطار تھی کوئی اس کے پار سے اشارہ کررہا تھا۔ میں اس کے پاس پہنچا۔ وہ راناویاس کا ایک ملازم تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''اپنے ساتھیوں کو یہاں بلالیں۔ کچھ دیر میں ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔''

میں پلٹ کر آیا اور ان تینوں کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ اتنی پُر اسراریت سے مجھے الجھن ہورہی تھی۔ ہم لان سے آگے آئے۔ یہ وسیع میدان خالی تھا اور اس پر سوائے گھاس کے اور کچھ نہیں تھا۔ شاید اس جگہ کو صرف ہیلی پیڈ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ہم پانچ افراد خاموش کھڑے تھے۔ میں راناویاس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ بھی آگیا اور وہ خاصا مضطرب تھا۔

''راناصاحب خیریت ہے نا؟'' میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''نہیں...... محل کے باہر کچھ مشکوک افراد موجود ہیں اور امکان ہے وہ کسی ایجنسی سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''ہماری وجہ سے آپ مشکل میں پڑ گئے ہیں۔''

''نہیں بیٹا...... یہ اس زندگی کی قیمت ہے جو ہر آدمی کو کہیں نہ کہیں ادا کرنی پڑتی ہے۔ اگر میں اپنے گاؤں کا وہی غریب ساویاس ہوتا تو سکون سے اپنے کچے گھر میں سورہا ہوتا۔''

''یہ تو ہے۔ آدمی جتنا اوپر جاتا ہے اسے اتنا ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔'' میں نے اس کی تائید کی۔ اسی اثنا میں ہلکا سا شور بلند ہوا اور ایک منٹ کے اندر یہ کان کے پردے پھاڑنے لگا تھا۔ ایک چھوٹا سا ہیلی کاپٹر میدان میں اتر رہا تھا۔ اس موقع پر میدان میں لگی روشنیاں جل اٹھی تھیں اور ہیلی کاپٹر ان کی مدد سے ٹھیک جگہ اتر گیا تھا۔ رانا نے مجھ سے کہا۔

''چلو آؤ جلدی کرو۔''

ہم سب بھاگے اور ہیلی کاپٹر کے اندر گھس گئے۔ یہ دیکھنے میں چھوٹا سا لگتا تھا لیکن اندر سے خاصی گنجائش تھی۔ مجھے راناویاس کو ساتھ آتے دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ مگر ہیلی کاپٹر کے پنکھوں کے شور میں بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پائلٹ سیٹ پر ایک شخص تھا جو مکمل جمپ سوٹ میں تھا اور اس نے ہیلمٹ تک لگا رکھا تھا۔ ہمارے سوار ہوتے ہی اس نے ہیلی کاپٹر اوپر اٹھا لیا تھا۔ وہ مشکل سے دو منٹ زمین پر رہا تھا اور اس دوران میں اس کے پنکھے مستقل چلتے رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر بلندی پر آیا اور اس نے اپنا رخ شمال کی طرف کرلیا۔ اس دوران میں ہم سب اپنی سیٹ بیلٹوں سے الجھے ہوئے تھے۔ بمشکل سب نے سیٹ بیلٹس باندھیں، راناویاس آگے پائلٹ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ بلندی پر آنے کے بعد شور ذرا کم ہوا تھا۔ راناویاس نے ہیڈ فون پہن لیا تھا اور شاید پائلٹ سے بات کررہا تھا۔ عقب میں آمنے سامنے دو دو نشستیں تھیں۔ سادھنا میرے برابر میں تھی اور درمیان میں ہمارا سامان تھا جس کی وجہ سے بمشکل ٹانگیں رکھنے کی جگہ ملی تھی۔ وسیم بھنایا ہوا تھا کیونکہ بیتو کا بھاری بیگ اس کے پیروں کو دبا رہا تھا۔ وہ بیتو سے کچھ کہہ رہا تھا اور وہ سن نہیں پارہا تھا بعد میں اس نے بتایا کہ وہ سن رہا تھا۔ جان بوجھ کر انجان بنا ہوا تھا اس نے جان کر یہ بیگ یہاں رکھا تھا۔

کیبن کے اندر محدود سی روشنی تھی۔ اور باہر کچھ روشنیاں فلش کررہی تھیں لیکن ان کے علاوہ مجموعی طور پر تاریکی تھی۔ نیچے کہیں کہیں اکا دکا آبادیوں میں روشنی نظر آتی تھی اس کے بعد تاریکی چھا جاتی تھی۔ ذرا دیر میں

اونچے نیچے پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جیسے جیسے ہم شمال کی طرف جا رہے تھے۔ ان پہاڑوں کی بلندی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ شاید نومبر کا پہلا ہفتہ تھا اور پہاڑوں پر باقاعدہ سردی شروع ہو چکی تھی۔ ہیلی کاپٹر کے کیبن میں پتا نہیں چل رہا تھا کیونکہ یہ ائیر کنڈیشنڈ ہوتا ہے۔ ہمارا سفر کوئی چالیس منٹ جاری رہا تھا اور میں نے محسوس کیا کہ ہیلی کاپٹر اپنی پوری رفتار سے جا رہا ہے۔ اس دوران میں ہم نے کوئی ڈیڑھ سو کلو میٹر کا سفر طے کیا ہوگا۔

ایک جگہ پہنچ کر ہیلی کاپٹر پہاڑوں کے درمیان چکر لگانے لگا تھا۔ شاید وہ نیچے سے سگنل کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر اسے سگنل مل گیا اور وہ آہستہ سے نیچے آنے لگا اس دوران میں اس کی ساری بیرونی روشنیاں جل اٹھی تھیں تاکہ سارا منظر صاف نظر آئے۔ میں نے جھک کر دیکھا۔ یہ اوپر سے کسی قدر ہموار پہاڑی تھی اور اس پر کھڑا شخص ٹارچ سے اشارے کر کے پائلٹ کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کے اشاروں پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر اتار لیا۔ اور اس بار اس نے انجن بند کر دیا اور فوراً ہی کانوں کو سکون ملا تھا۔ اس کے مسلسل شور نے دماغ سن کر دیا تھا۔ ہم نیچے اترے۔ سردی کے احساس نے ہمیں لرزہ دیا تھا۔ خاص طور سے میرا اور وسیم کا حال برا ہوا تھا اور ہم نے ہی سب سے زیادہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ جب کہ بیتو اور سادھنا نارمل رہے تھے۔ شاید اس لیے کہ وہ سرد علاقے کے رہنے والے تھے اور وہ اس سے زیادہ سردی برداشت کرتے تھے۔ پائلٹ بھی ہمارے ساتھ ہی اتر آیا تھا۔ وہاں موجود اشارہ کرنے والے شخص نے اب ایک بڑی سے برقی لالٹین جلالی تھی۔ اس کی روشنی میں اردگرد کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ پائلٹ نے اپنا ہیلمٹ اتارا تو ہم سب حیران رہ گئے تھے۔ وہ راناو یاس کی پوتی ریتا تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ہیلی کاپٹر بھی اڑا سکتی ہو۔ تم نے بہت اچھا پائلٹ کیا ہے؟''

''شکریہ۔'' اس نے چہرے پر آنے والی ریشمی زلفوں کو جھٹکا۔ ''میں نے اس کی باقاعدہ تربیت لی ہے۔''

اشارہ کرنے والے شخص نے کہا۔ ''نیچے چلیں جناب یہاں بہت سردی ہے۔'' اس نے صاف انگریزی میں کہا تھا۔

ہم پہاڑی سے اترنے لگے تھے۔ یہاں باقاعدہ راستہ بنا ہوا تھا۔ ذرا دیر بعد ہم ایک عالی شان قسم کے پہاڑی ولا کے سامنے تھے۔ یہ پہاڑی پر ڈھلان پر تھا اور اس کے اردگرد گھنے درخت تھے۔ یہ پورا علاقہ گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا اور شاید آس پاس آبادی نہیں تھی۔ ولا اندر سے خوشگوار حد تک گرم تھا۔ ساتھ آنے والا ہمیں ایک نشست گاہ میں لایا جس کے آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اس نے ہم سے چائے کافی کا پوچھا اور وہاں سے چلا گیا۔

''یہی آپ کے غیر ملکی دوست کا کاٹیج ہے؟'' میں نے راناویاس سے پوچھا۔ اس نے سر ہلایا۔

''ہاں اور یہ یہاں کا رکھوالا ہے۔ سنیل نام ہے۔ اس کے علاوہ کچھ عارضی ملازمین ہوتے ہیں۔''

سادھنا اور ریتا عورت ہونے کے ناطے آپس میں بے تکلف ہوگئی تھیں اور ایک طرف بیٹھی آپس میں سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ بیتو اور وسیم اونگھ رہے تھے اور میرا بھی نیند اور تھکن سے برا حال تھا لیکن میں خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ میں نے راناویاس سے کہا۔

''اب راجا صاحب کو تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیے۔''

''یہ کام میں پہلے ہی کر چکا ہوں اور ایک تشویش کی بات سامنے آ چکی ہے وہ جس گاڑی میں نکلا تھا۔ وہ پولیس کو خالی حالت میں مل چکی ہے اور راجا عمر دراز اور اس کے دو ملازمین غائب ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے میرے اندیشے درست ثابت ہو رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم کب تک یہاں رہیں گے۔''

''تم کیا چاہتے ہو؟'' رانا ویاس نے مجھے غور سے دیکھا۔

''آپ نے راجا صاحب سے ہمارے لیے پاسپورٹ تیار کرنے کا وعدہ کیا تھا۔''

''لڑکے چالا کی مت دکھاؤ صاف صاف بات کرو۔'' وہ جھنجھلا گیا تھا۔ میں نے صاف ہی کہا۔

''اگر ہمیں پاسپورٹ مل جائیں تو ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔''

''راجا عمر دراز کو غائب چھوڑ کر۔'' اس کے لہجے میں طنز آ گیا تھا۔

''نہیں میں یہیں رکوں گا۔'' میں نے تحمل سے کہا۔ ''لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھی اب اس ملک سے نکل جائیں۔''

''اب تم نے کی ہے اصل بات۔'' رانا ویاس نے سر ہلایا۔ ''میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میں نظروں میں آ گیا ہوں اور اگر کوئی وفاقی ایجنسی میرے پیچھے پڑ چکی ہے تو میری طرف سے کیا جانے والا ہر کام ان کی نظر میں ہوگا اور یہ پاسپورٹ بے کار ہو جائیں گے۔''

وہ درست کہہ رہا تھا میں نے سوچ کر پوچھا۔ ''کیا ہم کسی اور راستے سے یہاں سے نہیں نکل سکتے؟''

''راستے تو بہت ہیں لیکن سب میں کوئی نہ کوئی دشواری ہے اس لیے تم کچھ عرصہ آرام سے بیٹھو۔ میں حالات کا اندازہ کرتے ہی تم لوگوں کے لیے پاسپورٹ بنوا دوں گا اور اس دوران میں راجا کا بھی پتا چل جائے گا۔''

میں ہچکچایا لیکن پھر پوچھ لیا۔ ''راجا صاحب وادی کی طرف جانا چاہتے ہیں اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

''سچی بات تو یہ ہے کہ میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔ ''لیکن یہ بات میں راجا کو نہیں سمجھا سکتا۔ اسے کوئی بھی نہیں سمجھا سکتا۔''

''یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن اگر راجا صاحب نے آپ کو ساتھ چلنے کو کہا تو آپ چلے جائیں گے۔''

اس نے گہری سانس لی۔ ''سچی بات ہے دل تو میرا بھی چاہتا ہے کہ اس عجوبہ وادی کو پھر سے دیکھوں لیکن اب شاید میں حقیقت پسند ہو گیا ہوں اور میں اس ایڈونچر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔'' رانا ویاس کھڑا ہو گیا۔ ''اب ہم لوگ جائیں گے۔ یہاں ضرورت کی ہر چیز ہے اور سنیل تم لوگوں کا خیال رکھے گا۔ میں راز داری کی وجہ سے ریتا کو ساتھ لایا تھا۔''

سنیل سب کے لیے کافی اور چائے بنا کر لے آیا تھا مگر رانا ویاس نے رکنے سے انکار کر دیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ''ہمارا جلد از جلد واپس جانا ضروری ہے۔ ممکن ہے اس پرواز کے بارے میں مجھ سے پوچھ گچھ ہو۔''

جانے سے پہلے ریتا نے ایک ادا سے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے گڈ بائی کہا۔ ''اب آپ سے جلد ملاقات ہو

گی۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کل ہم یہاں نہ ہوں۔" میں نے اسے ٹالا۔

"آپ ہوں گے۔" اس نے یقین سے کہا۔" یہاں سپلائز مجھے ہی لانی ہیں۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے سادھنا کی طرف دیکھا۔"اب یہ پھر آئے گی؟"

سادھنا شوخی سے بولی۔" آپ سے زیادہ ہی متاثر ہے۔ مجھ سے کرید کرید کر آپ کے بارے میں معلوم کر رہی تھی۔"

"کیا معلوم کر رہی تھی؟"

"یہی کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کیا کرتے ہیں اور اصل سوال یہ تھا کہ شادی شدہ تو نہیں ہیں اور پھر مزید سوالات کہ آپ کی کوئی محبوبہ تو نہیں ہے۔"

میں بھنا گیا تھا۔" اسے بتانا تھا میں تین شادیاں کر چکا ہوں اور میرے درجن بھر بچے ہیں۔ اس کے بعد بھی چار محبوبائیں رکھتا ہوں۔"

وہ ہنسی۔" میں اسے سچ بتا چکی ہوں کہ آپ کی ایک بھی شادی نہیں ہوئی ہے اور آپ کے پیچھے ایک عدد گوری ہے۔"

"کیا اب وہ بھی اس لائن میں شامل ہو جائے گی۔" میں نے تشویش سے پوچھا۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔ وہ آپ سے بہت متاثر ہے شاید رانا صاحب نے اسے آپ کے کارنامے بتائے ہیں۔"

"گویا رانا صاحب ہی آگ لگا رہے ہیں۔" میں نے کہا اور بیتو کو دیکھا جو اپنے بیگ میں الجھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا کہ اس میں کیا ہے لیکن پھر ارادہ ملتوی کر کے نشست گاہ سے باہر آیا۔ سنیل وہاں موجود تھا۔

"کوئی کام سر؟" اس نے شائستگی سے پوچھا۔

"ہاں میں اس ولا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی سر؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"ہاں ابھی کیا تم کو کوئی اعتراض ہے؟"

وہ گڑبڑا گیا۔"نو سر آیئے میرے ساتھ۔"

ولا دو منزلہ تھا اور اس میں سارے بیڈ روم زاوپر تھے۔ ان کی تعداد چار تھی اور یہ سب جدید طرز تعمیر کے مطابق اٹیچ باتھ کے ساتھ تھے۔ نیچے ایک ڈرائنگ، ایک ڈائننگ، ایک اسٹڈی اور ایک لاؤنج نما جگہ تھی۔ ڈائننگ کے ساتھ ہی کچن تھا۔ اندر آنے جانے کے لیے دو راستے تھے اور دونوں پر مضبوط لکڑی کے دروازے تھے۔ کھڑکیوں پر فولادی گرلز تھیں۔ اس لحاظ سے مکان محفوظ تھا۔ اس کے عقب میں ایک چھوٹا سا لان تھا جس کے بعد درختوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ سامنے بھی گھنے درخت تھے اور اس کے بعد ڈھلان تھی۔ سڑک یہاں سے خاصی نیچے تھی۔ ولا کے سامنے والے حصے میں لاؤنج سے ملا ہوا ایک گیراج تھا جس میں ایک جیپ اور ایک

ہماری بھرکم بائیک کھڑی تھی۔ اوپر جانے والی سیڑھیوں کے نیچے سے تہہ خانے کی طرف سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ تہہ خانے میں سامان رکھا جاتا تھا اور وہاں پانی گرم کرنے والا بوائلر تھا جو کسی حد تک مکان کو بھی اندر سے گرم رکھتا تھا۔ تہہ خانہ مکمل طور پر بند تھا اور صرف ایک روشن دان تھا جو دھواں وغیرہ نکالنے کے لیے تھا۔ اس پر بھی لوہے کی جالی تھی اور اس کا سائز اتنا کم تھا کہ کوئی بہت ہی دبلا انسان اس سے اندر گھس سکتا تھا۔ گویا کوئی اگر اندر گھسنا چاہتا تو اس کے لیے یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ میں مطمئن ہو کر اوپر آیا۔ وسیم اور بیتو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکے سو رہے تھے اور دونوں باری باری خراٹے لے رہے تھے۔ سادھنا بھی اونگھ رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"چلو اوپر آ جاؤ۔" پھر وسیم اور بیتو کو اٹھایا اور ان سے کہا۔ "اپنا یہ سامان اٹھاؤ۔"

وسیم نے منہ بنایا۔ "یہ کام آپ اس سے کہیں۔"

"ہم صرف اپنا سامان اٹھائے گا۔" بیتو نے اعلان کیا۔

میں سادھنا کو لے کر اوپر آیا تو وہ اپنے سامان میں الجھے ہوئے تھے۔ بیتو وسیم کی منت کر رہا تھا کہ وہ بیگ اٹھانے میں اس کا ساتھ دے اور وہ نخرے کر رہا تھا۔ سادھنا کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر میں اپنے کمرے میں آیا تو مجھے پہلی بار خیال آیا۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ جو تھے وہ رانا ویاس کے محل میں آنے کے بعد ہم سے لے لیے گئے تھے اور اگر کوئی دشمن آ جاتا یا کوئی آفت پڑ جاتی تو ہم بالکل نہتے تھے۔ مجھے اس اہم ترین بات کا خیال آیا ہی نہیں تھا۔ اور رانا ویاس بھی واپس جا چکا تھا۔ اس علاقے میں بجلی تھی لیکن یہاں نہ تو فون تھا اور نہ ہی کوئی موبائل نیٹ ورک کام کرتا تھا یہ بات میں نے سنیل سے پہلے ہی پوچھ لی تھی۔ اس نے بتایا۔

"اوپر پہاڑی پر سگنل آتے ہیں لیکن یہاں کسی قسم کے سگنل نہیں آتے ہیں۔"

اگر ہم کسی مصیبت میں پڑ جاتے تو مدد بھی طلب نہیں کر سکتے تھے۔ بہر حال اب تو گزارا کرنا ہی تھا۔ میں دو راتوں سے نہیں سویا تھا اور اس وقت بھی صبح ہونے والی تھی۔ اس لیے جب میں لیٹا تو مجھے پھر خبر نہیں ہوئی تھی۔ جب تک بیتو نے آ کر نہیں اٹھایا تھا۔ "شوبی بھائی کیا سونے کے لیے ادھر آیا ہے؟"

میں نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا پھر چونک گیا۔ کمرے میں پورے دن کی روشنی تھی۔ بلکہ دن اب ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔ میں تقریباً سات آٹھ گھنٹے سوتا رہا تھا۔ بیتو تر و تازہ لگ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "تم لوگ کب اٹھے؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے۔" اس نے دانت نکالے۔ "گرما گرم پانی سے نہایا اور آپ کو اٹھانے آ گیا۔ ادھر ناشتہ بن رہا ہے۔"

"اف تم نے کیا یاد دلا دیا۔" میں نے باتھ روم کا رخ کرتے ہوئے کہا۔ "بس میں دس منٹ میں آیا۔"

پانی واقعی مزے دار حد تک گرم تھا۔ نہا کر میں نے کپڑے بدلے اور باہر آیا۔ نیچے ڈائننگ ہال میں سب بے تابی سے ناشتے کا انتظار کر رہے تھے ایک جوان العمر مقامی عورت کچن میں مصروف تھی۔ سنیل بھی وہاں تھا اس نے کہا۔ "سر میں نے شہری طرز کے ناشتے کا انتظام کیا ہے لیکن آپ کی کوئی فرمائش ہو تو ضرور بتائیں۔"

ناشتے میں پراٹھے اور کئی طرح کے انڈے تھے۔ شہد اور دودھ تھا۔ یہ کافی سے بھی زیادہ تھا۔ ساتھ میں

نکیاں نما میٹھی روٹیاں بھی تھیں۔ ناشتے کے بعد نیس کیف کی مہکتی کافی نے ایک زبردست ناشتے کو پُر خمار کر دیا تھا اور ہم سب نشست گاہ میں جمع ہو کر باجماعت اونگھنے لگے تھے۔ وسیم نے کچھ دیر بعد میری طرف دیکھا۔

''جناب ابھی مجھے ایک خیال آیا ہے۔''

میں اس کی بات سمجھ گیا تھا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''یہ خیال مجھے کل رات آیا تھا لیکن رانا دیاس کے جانے کے بعد۔''

''ہم بالکل نہتے ہیں۔'' وسیم کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ''کیا یہ شخص سنیل اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا ہے؟''

''کس سلسلے میں وسیم بھائی؟'' بیتو چونک کر بولا۔

''تمہیں سوری دلوانے کے سلسلے میں۔''

''خدا کے لیے ابھی لڑائی نہیں۔'' میں نے جنگ سے پہلے سیز فائر کیا۔ ''ابھی میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔''

بیتو منہ بنا کر اونگھنے لگا تھا۔ وسیم نے کہا۔ ''اگر کوئی مسئلہ ہو گیا تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔''

''آؤ اس سے پوچھتے ہیں۔'' میں نے بادل ناخواستہ اٹھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ میرا اٹھنے کا بالکل بھی موا نہیں تھا۔ سنیل کچن اس عورت کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''یہاں گھر میں دفاع کے لیے کوئی ہتھیار ہے؟''

''دفاع کے لیے۔'' اس نے حیرت سے دھرایا۔ ''کس سے دفاع کے لیے سر؟''

''کسی سے بھی...... فرض کرو یہاں کوئی ڈاکو حملہ کر دے تو تم کیا کرو گے؟''

''ادھر ڈاکو نہیں ہوتا ہے سر۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''اچھا فرض کرو ہمارے کچھ دشمن ہیں جن سے چھپنے کے لیے ہم یہاں آئے ہیں اور پیچھے سے وہ آجاتے ہیں تو؟'' میں نے اسے ایک اور زاویہ دکھایا۔ ''ہمارے ساتھ تم بھی فوت ہو جاؤ گے بلاوجہ۔''

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ ''آپ کے دشمن سر؟''

''میں نے کہا ہے نا فرض کرو...... ہمارے سچ مچ دشمن تھوڑی ہیں۔''

''نہیں سر یہاں کوئی ویپن نہیں ہے۔''

''مارے گئے۔'' میں نے وسیم سے پشتو میں کہا۔ کیونکہ ہندی اور پنجابی ایسی زبان ہے جو کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔ ''اب کیا کریں ہمارے ہتھیار تو رانا دیاس کے پاس رہ گئے ہیں اور اس سے رابطہ کس طرح کریں۔''

''کیا یہاں موبائل سگنل نہیں آتے ہیں؟''

''یہاں نہیں اوپر جہاں ہیلی کاپٹر اترا تھا وہاں آتے ہیں۔''

''تب وہاں چل کر رانا دیاس سے رابطہ کرتے ہیں اور اس سے ہتھیار منگواتے ہیں۔ اس ملک میں تو ہم ایک منٹ کے لیے بھی نہتے نہیں رہ سکتے ہیں۔''

یہاں دن بڑی تیزی سے ڈھلتا تھا۔ دو بجے ہم نے ناشتہ کیا تھا اور چار بجے شام ہو چکی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ساڑھے پانچ بجے تک سورج غروب ہو جائے گا۔ میں نے بیتو سے کہا۔ ''میں اور وسیم پہاڑی کے اوپر جا

رہے ہیں۔ تم دونوں یہاں رہنا۔''

''ہم کدھر بھی نہیں جائے گا۔'' بیتو نے یقین دلانے کے انداز میں کہا۔ اس پر وسیم نے مداخلت کی۔

''مجھے پتا ہے جب سے تم نے اس باورچن کو دیکھا ہے تمہارا دل یہیں رہنے کو مچل رہا ہے۔''

''وسیم بھائی آپ کا ذہن گندہ ہے۔ ورنہ وہ بھی ہمارا دیدی جیسا ہے۔'' بیتو نے برا مانے بغیر کہا۔ اب وہ وسیم کو بے تکلفی سے سنا دیا کرتا تھا۔

''بیٹا تم سب کو دیدی بناتے جا رہے ہو خیر تو ہے نا۔'' وسیم نے معنی خیز انداز میں کہا۔

مگر بیتو پر اثر نہیں ہوا تھا اس نے اسی سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''نہیں ایک عورت ہمارا دیدی نہیں ہوگا اور وہ ہمارا بیوی ہوگا۔''

وسیم اسے مزید چھیڑنے کے موڈ میں تھا لیکن میں نے اسے کھینچ لیا۔ ''باقی بعد میں ابھی چلو۔''

دن کی روشنی میں یہ علاقے دیکھنے کے لائق تھا۔ چاروں طرف گھنے درختوں سے لدے پہاڑ تھے۔ یہ علاقہ شاید محکمہ جنگلات کی نوازش سے محروم رہا تھا جس کا واحد مقصد جنگلات کا صفایا رہ گیا ہے۔ فضاء نباتات اور پھولوں کی خوشبو سے بوجھل ہو رہی تھی۔ جیسے جیسے ہم اوپر جا رہے تھے منظر اور بھی خوب صورت ہوتا جا رہا تھا۔ میرے اور وسیم کے پاس تین مختلف موبائل تھے جن میں مختلف سمز لگی تھیں۔ ہم تینوں کو دیکھ رہے تھے۔ پہاڑی پر آتے ہی ان میں سے ایک موبائل پر سگنل نمودار ہوئے۔ یہ وسیم کا موبائل تھا۔ میں نے اس سے پہلے رانا ویاس کے گھر کال کی۔ اپنا تعارف کرایا تو ملازمین نے بتایا کہ رانا ویاس صبح سے محل سے کہیں گیا ہوا ہے۔ مجھے مایوسی ہوئی تھی۔ میں نے وسیم کو بتایا اور پھر مجھے ایمن سے بات کرنے کا خیال آیا۔ میں نے اس کا دیا نمبر ملایا۔ کچھ دیر بعد اس نے کال ریسیو کی۔

''کون ہے؟''

''میں ہوں۔'' میں نے نام لینے سے گریز کیا۔

''تم۔'' وہ مسرت سے بولی۔ ''ابھی میں تمہارے بارے میں سوچ رہی تھی۔''

''خوش نصیبی ہے میری۔ یہ بتاؤ کہ ابھی تم کہاں ہو؟''

''میں سائٹ کی طرف جانے والی ہوں ایک ہیلی کاپٹر ہم کو لینے کے لیے آ رہا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''ہم بھی شاید اسی طرف کہیں ہیں۔''

''سچ کہاں ہو؟'' وہ جوش سے بولی۔ ''مجھے بتاؤ میں تم سے ملنے آؤ گی۔''

''یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ میں کہاں ہوں۔''

وہ چپ ہوگئی پھر اس نے کہا۔ ''تم بتانا نہیں چاہتے۔''

''بلا وجہ شک مت کرو میں واقعی نہیں جانتا۔ ہاں اپنے میزبان سے معلوم کر کے بتا سکتا ہوں۔ اس وقت گھر سے دور ہوں کیونکہ جہاں ٹھہرا ہوا ہوں وہاں موبائل کے سگنل نہیں آتے ہیں۔''

''اوکے جہاں میں جا رہی ہوں وہاں بھی کچھ ایسی ہی صورتِ حال ہوگی۔ مجھے کسی بھی رابطے کے لیے ایک سیٹلائیٹ فون ملا ہوا ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کا نمبر لکھ لو۔''

اس نے مجھے نمبر بتایا تو میں نے اسے اپنے موبائل میں محفوظ کر لیا تھا۔ ''کیا یہ موبائل سے مل سکتا ہے؟''
''کوشش کر کے دیکھ لو ابھی میرے پاس ہی رکھا ہے۔''
میں نے کال کاٹ کر سیٹلائیٹ فون کا نمبر ملایا۔ فوراً ہی گھنٹی بجنے لگی اور ایمن نے کال ریسیو کر لی۔ ''گڈ اس سے رابطہ بھی ممکن ہے۔ اب میں تم سے رابطے میں رہ سکوں گی۔''
''اوکے پھر بات ہوگی۔'' میں نے کہا۔ ''پتا نہیں اس کے کال ریٹ کیا ہیں اگر بیلنس ختم ہو گیا تو اس سے بھی جاؤں گا۔''
''خدا حافظ اپنا خیال رکھنا۔'' اس نے کہا۔
بات کر کے میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔ ''لگتا ہے ہتھیار فی الحال ہمارے نصیب میں نہیں ہیں ورنہ بالکل سامنے کی بات تھی ہم کسی صورت ہتھیار نہیں بھول سکتے تھے۔''
''درست فرمایا۔'' وسیم نے کہا اور زمین پر لیٹ گیا۔ ''بڑی خواب آور سی جگہ ہے کھاتے ہی نیند آنے لگتی ہے۔''
''دراصل یہ موسم کی اچانک تبدیلی کا قدرتی ردِعمل ہے کل تک ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔'' میں بھی اس کے پاس لیٹ گیا۔
وسیم نے میری طرف کروٹ لی۔ ''یہ کیا نیا چکر شروع ہو گیا ہے جناب؟''
''ہمارے نصیب میں چکر ہی ہیں۔''
''کیا یہ کنور لوگ ہیں؟''
''ممکن ہے جس طرح رانا ویاس پر اوپر سے دباؤ آیا ہے اس سے تو لگ رہا ہے کہ اس کے پسِ پشت کوئی بڑی پارٹی ہے۔''
''ڈیوڈ شا بھی خارج از امکان نہیں ہے۔''
''وہ تو بین الاقوامی آفت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اگر وہ یہاں آ گیا تو سمجھ لو کہ ہمارے لیے بہت زیادہ مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔ مصیبت یہ کہ راجا عمر دراز بھی عین موقع پر غائب ہو گیا ہے اور اس کو لیے بغیر ہم یہاں سے نہیں جا سکتے۔''
''اگر بیتو اور سادھنا کو ہم دبئی بھیج دیں۔ وہ یہاں کے قانونی شہری ہیں اور ان کو آرام سے پاسپورٹ مل جائے گا۔''
''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔'' میں نے سر ہلایا۔ میں پہاڑی کے سامنے دور سے بل کھاتی اور کسی ناگن کی طرح لہراتی سڑک کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے شبہ ہوا تھا اس پر کوئی بڑی گاڑی آ رہی تھی۔ ایک بار وہ ایک آڑ سے نکلی تو میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔
''ایک بڑی گاڑی اس طرف آ رہی ہے۔''
اس نے سڑک کی طرف دیکھا۔ ''یہ عام سڑک ہے اس سے گاڑیاں گزرتی رہتی ہیں۔''
''لیکن جتنی دیر سے ہم بیٹھے ہیں یہ پہلی گاڑی ہے جو اس سڑک پر دکھائی دی ہے۔''

اب یہ بڑی ساخت کی جیپ نما گاڑی خاصی قریب آ چکی تھی۔ میں نے اسے ایک چھوٹی سی پہاڑی کے عقب میں جاتے دیکھا جہاں سے وہ پھر برآمد نہیں ہوئی تھی۔ میری تشویش بڑھنے لگی تھی۔ کیونکہ اس پہاڑی کی ساخت بتا رہی تھی کہ اس کے پیچھے رکنے کی کوئی جگہ نہیں تھی اور نہ اس سے کہیں اترا جا سکتا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔

''نیچے چلو مجھے دال میں کالا لگ رہا ہے۔''

''دال میں کہاں کالا ہے۔'' وہ میرے پیچھے آتے ہوئے بولا۔ ''پوری دال ہی کالی ہے۔''

ہم ہر ممکن تیزی سے نیچے آئے تھے۔ بیتو اور سادھنا لاؤنج میں ٹی وی دیکھ رہے تھے وِلا میں سیٹلائیٹ ال تھی۔ میں نے پہلے سنیل کو تلاش کیا۔ وہ تہہ خانے میں تھا اور بھٹی میں مزید لکڑیاں ڈال رہا تھا۔ ''سنو کیا یہاں کوئی آتا جاتا ہے۔''

''وِلا میں تو نہیں سر لیکن سامنے سڑک سے گاڑیاں گزرتی ہیں۔ آگے کچھ اور بھی پہاڑی بنگلے ہیں۔'' اس نے وضاحت کی۔

میں نے محسوس کیا کہ میں کچھ زیادہ ہی ٹینس ہو رہا تھا۔ سنیل کی بات نے مجھے کسی قدر مطمئن کر دیا۔ جب میں سنیل سے بات کر رہا تھا تو وسیم نے وِلا کے باہر کا جائزہ لیا تھا۔ اس نے اوپر آنے پر رپورٹ دی۔ ''یہ جگہ عقب سے محفوظ ہے اگر کوئی آئے گا تو سامنے سے ہی آئے گا۔''

''کسی نہ کسی کو سامنے کی نگرانی کرنی چاہیے۔''

''یہ ضروری ہے کیونکہ سامنے سے گھسنا بھی مشکل ہے لیکن کوئی وِلا کے دائیں بائیں سے گزر کر پیچھے چلا گیا تو اس کے لیے اندر آنا آسان ہو جائے گا۔''

ہم نے طے کیا کہ بیتو اور سادھنا کو بتائے بغیر باری باری سامنے والے رخ سے پہرہ دیتے رہیں گے۔ اتفاق سے لاؤنج ایسی جگہ تھا کہ اس کی گلاس ونڈو سے سامنے کا سارا منظر صاف نظر آتا تھا۔ میں اور وسیم وہاں بیٹھے تو کچھ دیر بعد سادھنا اور بیتو بھی آ گئے۔ سادھنا نے پوچھا۔

''آپ دونوں کہاں گئے تھے؟''

''ہم ذرا اوپر گئے تھے۔ رانا دیاس سے بات نہیں ہوئی لیکن ایمن شاہ سے بات ہوئی ہے۔''

''کیا بات ہوئی ہے؟''

میں نے اسے مختصر الفاظ میں بتایا۔ وہ مطمئن نہیں تھی۔ غالباً اس کی خواہش تھی کہ میں اس کو مزید تفصیل سے بتاؤں۔

میری ذہنی غیر حاضری بیتو نے محسوس کر لی اس نے سادھنا کو دعوت دی۔ ''آؤ دیدی لوڈو کھیلتے ہیں۔''

وہ دونوں لوڈو کھیلنے میں لگ گئے تھے۔ سورج غروب ہوتے ہی باہر بڑی تیزی سے تاریکی چھا گئی تھی۔ میں نے سنیل کو آواز دی۔ وہ آیا۔

''لیس سر؟''

''باہر جتنی روشنیاں بھی ہیں سب آن کر دو۔''

''یس سر۔'' اس نے کہا اور لاؤنج میں موجود سوئچ بورڈ کا ایک بٹن دبایا تو باہر کم سے کم نصف درجن روشنیاں جل اٹھی تھیں جن سے باہر کا سارا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ وسیم نے آہستہ سے کہا۔

''کیا بات ہے آپ کچھ زیادہ ہی پریشان لگ رہے ہیں۔''

''ہاں لیکن میں جان بوجھ کر پریشان نہیں ہوں۔ میرے اندر سے یہ پریشانی اٹھ رہی ہے۔''

''فکر مت کریں جو ہو گا ہمارے حق میں بہتر ہی ہو گا۔ آخر اس سے پہلے بھی تو ہم بے شمار آزمائشوں سے گزر چکے ہیں۔ کیا ان سے سرخ رُو نہیں نکلے۔ اگر اب بھی کوئی آزمائش آئی تو ان شاء اللہ ہم اس سے بھی کامیاب گزریں گے۔''

اس کی بات سن کر میرے دل کا بوجھ ہلکا ہوا تھا۔ اچھے دوست کی نشانی یہ ہے وہ اس وقت کام آتا ہے جب آپ کو ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔ ''تم نے اچھی بات کی ہے۔''

وہ مسکرایا۔ ''چلیے آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تو آئی۔ مجھے آپ فکر مند اچھے نہیں لگتے ہیں۔''

''اسی خوشی میں کچھ کھانے کو نہ ہو جائے۔'' میں نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ ''اب تو ناشتہ بھی ہضم ہو چکا ہے۔''

سادھنا نے جا کر مقامی باورچن سے پوچھا اس نے بتایا کہ ابھی رات کے کھانے میں ایک گھنٹہ تھا۔ سادھنا نے مجھے تسلی دی۔ ''یہ ایک گھنٹہ بھی گزر جائے گا۔''

''کوئی بات نہیں میں تو بعض اوقات دو دو دن بھوکا رہا ہوں۔''

''آدمی پریشانی میں دو دن بھوکا رہ سکتا ہے گھر میں اس سے دو وقت کی بھوک برداشت نہیں ہوتی ہے۔'' سادھنا نے پتے کی بات کی۔

میں نے محسوس کیا کہ وسیم ہماری باتوں سے زیادہ کھڑکی سے باہر کی طرف توجہ دے رہا تھا لیکن اس کا انداز غیر محسوس تھا جیسے وہ ہمیں چونکانا نہیں چاہتا ہو۔ میں نے آنکھوں میں اس سے پوچھا۔ اور وہ بولا۔

''شہباز صاحب کیا خیال ہے باہر کا ایک چکر نہ لگا لیں؟''

''جی نہیں۔'' اس کے بجائے سادھنا نے کہا۔ ''یہ آپ لوگ اکیلے اکیلے کیا اشارے بازی کر رہے ہیں اور باہر کیا ہے؟''

میں خفت سے بولا۔ ''تم نے دیکھ لیا تھا۔''

''دیدی ہم بھی محسوس کر رہا ہے باہر کچھ گڑبڑ ہے۔'' بیتو بولا۔ ''لیکن یہ ہم کو نہیں بتا رہا۔''

''مجھے شبہ ہے کہ کچھ لوگ یہاں تک آ گئے ہیں۔'' میں نے کھل کر کہا۔ ''شام کو میں نے ایک بڑی جیپ کو دیکھا تھا۔''

''ممکن ہے وہ یہاں سے گزر رہی ہو۔'' سادھنا نے کہا۔

''ممکن ہے لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کوئی گڑبڑ ہے۔''

''آپ کی چھٹی حس درست کہہ رہی ہے۔'' وسیم نے اچانک کہا۔ ''مجھے شبہ ہے باہر درختوں میں کچھ لوگ حرکت کر رہے ہیں۔''

''اگر ہمارے دشمن یہاں تک آ ہی چکے ہیں تو ان سے نمٹنے کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔'' میں نے کہا اور لاؤنج کی روشنیاں بند کر دیں۔ اب باہر کا منظر بہتر طور پر نظر آ رہا تھا۔ وسیم نے ایک بہت موٹے تنے والے درخت کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے لگا کہ اس کے پیچھے کم سے کم دو افراد ہیں۔''

مذکورہ درخت وِلا کے بائیں طرف کوئی سو گز کے فاصلے پر تھا۔ وِلا چار طرف سے کھلا تھا اس لیے سب صاف نظر آتا تھا۔ اس درخت کے بعد خالی جگہ تھی اور اس سے آگے آنے والا فوراً نظر میں آ جاتا۔ اسی لیے اگر کوئی آیا بھی تھا تو وہ خود کو چھپا رہا تھا۔ سادھنا نے کہا۔ ''اگر یہ ہمارے دشمن ہیں تو آگے کیوں نہیں آ رہے ہیں؟''

''کیونکہ ان کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نہتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہتے ہیں۔'' بیتو نے کہا۔ ''آپ کو کس نے کہا۔''

''کسی نے نہیں منے۔'' وسیم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ''ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔''

''ایسا نہیں ہے وسیم بھائی۔'' بیتو فخر سے بولا۔ ''ہم پاگل نہیں ہے۔''

''اچھا۔'' وسیم نے سخت تعجب سے کہا۔ ''تم نے پہلے تو کبھی نہیں بتایا؟''

بیتو برا منا گیا۔ ''وسیم بھائی ہم سچ کہتا ہے۔''

''چلو منے تمہارا دل رکھنے کے لیے مان لیتے ہیں۔''

''ایک منٹ۔'' میں نے مداخلت کی۔ ''بیتو تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟''

''شوبی بھائی ہم نے اپنا سارا اسلحہ سنبھال کر رکھا تھا۔'' وہ بولا۔ ''ہمارا بیگ اتنا بھاری کیوں ہو رہا تھا۔''

''جیو شوبی کی جان۔'' میں نے بے ساختہ اس کا شانہ تھپکا۔ ''تم نے تو کمال کر دیا۔''

اس نے شانہ ہلایا۔ ''آپ کا ہاتھ بہت بھاری ہے اور ابھی آپ نے ہمارا کمال دیکھا کہاں ہے۔''

وسیم بولا۔ ''میرا بھی دل چاہ رہا ہے کہ سوری کر لوں۔''

بیتو اچھل کر کھڑا ہوا تو سادھنا نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔ بیتو جھینپ گیا اور شکوہ کناں لہجے میں بولا۔ ''دیدی آپ بھی ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔''

''ان لوگوں کو چھوڑو۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ ''یہ لوگ کیا جانیں ہیرے کی قدر۔''

میں بیتو کو اس کے کمرے میں لایا۔ اس نے اپنا بیگ کھولا تو اس میں دو عدد یوزی مشین گنیں اور ایک عدد پمپ ایکشن شاٹ گن تھی ساتھ ہی ان کے درجنوں کے حساب سے راؤنڈ تھے۔ جو فاضل میگزینوں میں بھرے جا سکتے تھے۔ میں نے حیرت سے بیتو کو دیکھا۔ ''یہ سب تم نے کہاں سے حاصل کیا۔''

وہ ہنسا۔ ''ادھر رانا صاحب کے محل میں ان کا ایک ملازم تھا۔ میں نے رانا صاحب سے کہلوا دیا کہ وہ میری ہر بات مانے بس اس سے یہ سب چیزیں لی ہیں۔''

یہ خاصا اسلحہ تھا اور ہم اس کی مدد سے کسی بھی دشمن کا آرام سے مقابلہ کر سکتے تھے بشرطیکہ وہ بم اور راکٹ لانچر سے مسلح نہ ہوتا۔ جب میں نے یوزی گنیں اٹھائیں تو ان کے نیچے سے دو عدد پستول بھی نکلے تھے۔ یہ کولٹ تھے اور عام طور سے آرمی افسران کے پاس ہوتے ہیں۔ بیتو نے اچھا خاصا اسلحہ خانہ جمع کر رکھا تھا۔ میں نے

دونوں یوزی نکالیں اور دونوں پستول لے لیے۔ شاٹ گن ایسے ہی چھوڑ دی۔ ہر قسم کی گن ان کا ایک ایک فالتو میگزین تھا۔ میں نے بیتو سے کہا۔

''تم اور سادھنا پستول رکھو اور دوسرے کسی مقابلے کی صورت میں تم دونوں میگزین بھرنے کا کام کرو گے۔''

''ہم سمجھ گیا۔'' بیتو بولا کبھی وہ نارمل انداز میں بات کرتا تھا اور کبھی پٹھانوں کے لہجے میں اردو بولنے لگتا تھا۔

یوزی اسرائیلی ساختہ گن ہے اور کارکردگی میں بے مثال ہے مگر اب ہر چیز کی طرح یہ بھی چائنا میں بنائی جانے لگی ہے لیکن معیار میں کسی طرح اسرائیلی ساختہ یوزی گنوں سے کم نہیں تھیں۔ میں نیچے آنے لگا تو راستے میں سنیل مل گیا اور مجھے اس قدر اسلحے سے لدا پھندا دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹ گئیں تھیں۔ ''یہ کیا ہے سر؟''

''گن۔'' میں نے گن لہرا کر کہا۔ ''چلا کر دکھاؤں؟''

''نہیں سر۔'' وہ فوراً سامنے سے ہٹ گیا۔ ''میں تو ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔'' وہ کہہ کر جانے لگا تھا۔

مجھے ایک خیال آیا تو میں نے اسے واپس بلا لیا۔ میں اسے لاؤنج میں لایا اور کھڑکی سے بڑے تنے والا درخت دکھایا۔ ''مجھے شبہ ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ہے تم دیکھ کر آؤ۔''

وہ بدک کر بولا۔ ''اس کے پیچھے کون ہے سر اور میں کیوں دیکھ کر آؤں؟''

''اگر یہ معلوم ہوتا کہ کون ہے تو تم سے کیوں کہتا اور تم اس لیے دیکھ کر آؤ کہ تم اس جگہ رہتے ہو۔''

سنیل بے وقوف نہیں تھا اسلحہ دیکھ کر اسے خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔ اس لیے باہر جانے سے انکار کر دیا۔ وسیم نے اس سے کہا۔ ''او کے تم باہر مت جاؤ لیکن کیا کسی طریقے سے ہم نہیں جان سکتے کہ اس درخت کے پیچھے کوئی ہے یا نہیں؟''

''آپ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟''

''ممکنہ طور پر وہ ہمارے دشمن ہیں اور وہ اندر آ گئے تو ہمارے ساتھ تم بھی مارے جاؤ گے۔''

''میں کیوں سر؟'' وہ پھر بدکا۔

''کیونکہ تم ہمارے ساتھ ہو برخوردار اس لیے۔'' میں نے اسے کہا۔ ''اب ایک کام کرو کہ سارے گھر کے اندر کی روشنیاں بند کر دو اور باہر کی ساری روشنیاں کھلی رہنے دو۔''

اس نے ولا کے تمام بیرونی کمروں کی روشنیاں بجھا دی تھیں۔ اور باہر کی ساری روشنیاں جل رہی تھیں۔ مقامی عورت کیونکہ کچن میں تھی اور وہ عقبی طرف تھا اس لیے اس کی روشنیاں نہیں بند کی گئیں۔ البتہ میں نے سنیل کو اس طرف سے ہوشیار رہنے کو کہا۔ وسیم نے کہا کہ وہ باہر کا چکر لگاتا ہے مگر میں نے اس کی یہ تجویز مسترد کر دی۔

''یہ اعصاب کا کھیل ہے۔ ہمیں جلد بازی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آرام سے اس جگہ ہیں اور دشمن اگر ہے تو وہ باہر اور بے آرام ہے اس لیے جلد وہ اپنا ردِعمل ظاہر کرے گا۔''

''ہمیں نیچے کے بجائے اوپر سے نگرانی کرنی چاہیے۔'' وسیم نے دوسری تجویز پیش کی۔ یہ قابلِ غور تھی

''اوپر کہاں سے نگرانی کی جائے؟''

''دو افراد اوپر رہیں۔ ایک آپ والے بیڈروم میں اور ایک سادی کے بیڈروم میں۔'' وسیم نے روانی سے کہا۔ سادی کہنے پر سادھنا نے چونک کر اسے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔

''تب ایسا کرو کہ تم اور سادی اوپر جاؤ۔ میں اور بیتو نیچے رہتے ہیں۔ کسی بھی صورت میں ہم دونوں بھرپور کارروائی کر سکتے ہیں۔''

وسیم میری بات سمجھ گیا تھا۔ وہ اور سادھنا اوپر چلے گئے تھے۔ میں نے بیتو سے کہا۔ ''تم یہاں بیٹھو اور سامنے کی کڑی نگرانی کرو۔ میں ذرا مکان کا ایک چکر لگاتا ہوں۔''

میرے ذہن میں تھا کہ مکان کے کمزور گوشے دیکھ لوں۔ جہاں سے دشمن اندر گھسنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ میں نے سارے دروازے اور کھڑکیاں دیکھیں۔ کھڑکیوں پر فولادی گرلز تھیں۔ باتھ رومز کے روشن دان باہر کی طرف تھے لیکن یہ بہت چھوٹے تھے اور ان سے کوئی آسانی سے اندر نہیں آ سکتا تھا۔ جب تک کہ ان کو توڑ کر بڑا نہ کیا جاتا۔ میں نے سنیل سے کہا کہ جیسے ہی کھانا بن جائے کچن کی روشنیاں بھی بند کر دی جائیں۔

''یس سر۔'' اس نے جواب دیا۔ وہ مقامی لیکن پڑھا لکھا شخص تھا اور شاید راناؤ یا س کے غیر ملکی دوست کا نوکر بن کر اسے انگریزی میں بات کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ میں نے اس سے مقامی عورت کے بارے میں پوچھا۔

''کیا یہ عورت یہاں سے چلی جائے گی؟''

''نہیں سر جب تک آپ لوگ ہیں یہ یہیں رہے گی۔''

''کیوں اس کا گھر والا اعتراض نہیں کرے گا۔''

''نہیں کرے گا سر۔'' اس نے اطمینان سے کہا۔

اگر اس کے گھر والے کو مسئلہ نہیں تھا تو مجھے کیا مسئلہ ہو سکتا تھا لیکن مجھے ایک فکر اور لاحق ہو گئی۔ ''یہ رات کو کہاں سوئے گی؟''

''نیچے تہہ خانے میں سر۔''

''اور تم کہاں سوؤ گے؟''

''میں بھی تہہ خانے میں سوتا ہوں سر۔''

''غالباً اس پر بھی اس کے شوہر کو اعتراض نہیں ہوگا؟''

''جی سر۔''

''بڑا روشن خیال شوہر ہے۔'' میں نے اسے گھورا۔

''نہیں سر بڑا کنزرویٹو ہے۔''

''پھر اسے پتا نہیں ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سچ مچ اس کے ساتھ سو جاؤ۔ جب تک میں یہاں ہوں یہ ممکن نہیں ہے۔''

''آپ مجھے نہیں روک سکتے ہیں سر۔''

''روک سکتا ہوں۔'' میں نے غرا کر کہا۔''اگر تم سیدھے طریقے سے نہیں رکو گے تو میں دوسرے طریقے سے روکوں گا۔''

''سر آپ کیوں روکیں گے میں ہی تو اس کا شوہر ہوں۔'' وہ مسکینی سے بولا۔ پہلے تو میں دنگ رہ گیا تھا پھر مجھے غصہ آنے لگا۔

''تم اتنی دیر سے میرے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔''

''نہیں سر آپ نے پوچھا ہی نہیں تھا تو میں کیسے بتاتا۔''

مجھے خیال آیا۔''تب تم اسے اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھتے ہو۔''

''یہاں ہمارے رہنے کی جگہ نہیں ہے اور میرا گاؤں یہاں سے کچھ دور ہے۔ بیوی بچوں کو یہاں کیسے رکھوں۔ جب صاحب یا ان کا کوئی مہمان آتا ہے تو اسے کام کے لیے بلا لیتا ہوں۔''

کھانا بن گیا تھا ہم سب نے باری باری کھانا کھایا تھا۔ اور اس دوران میں پوری طرح چوکنا رہے تھے۔ بیتو نے بھی یقین سے کہا۔''اس درخت کے پیچھے کچھ بندہ ہے۔''

لیکن ابھی تک سامنے کوئی نہیں آیا تھا۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی تھیں۔ ایک تو وہ بہت مضبوط اعصاب کے پیشہ ور لوگ تھے۔ دوسرے وہ انتظار کر رہے تھے کہ ہم رات کو سو جائیں اور وہ اس وقت خاموشی سے دھاوا بولیں۔ رات دس بجے سنیل اور اس کی بیوی تہہ خانے میں چلے گئے تھے۔ سنیل نے مجھ سے کہا۔''سر رات کو جب ضرورت ہو آپ مجھے جگا لے گا۔''

''ٹھیک ہے اور اگر تم کو اوپر کوئی گڑبڑ محسوس ہو تو تہہ خانے کو اندر بند مت کر لینا ممکن ہے ہمیں بھی اندر آنا پڑے۔''

''ٹھیک ہے سر۔'' اس نے ہچکچا کر کہا۔''سر یہ کیا چکر ہے۔''

''کوئی چکر نہیں ہے تم اندر جاؤ اور جیسا کہا ہے ویسا ہی کرنا۔'' میں نے کسی قدر سخت لہجے میں حکم دیا تو وہ خاموشی سے اندر چلا گیا۔ میں نے بیتو کو ہوشیار رہنے کا کہہ کر اوپر کا ایک چکر لگایا۔ جہاں سادھنا اور وسیم الگ الگ کمروں میں نیچے نظر رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی تک کوئی حرکت نظر نہیں آئی تھی۔ میں نے وسیم کو بیتو کا بتایا۔

''اسے بھی یقین ہے کہ اس درخت کے پیچھے کچھ لوگ ہیں۔''

اس نے تشویش سے کہا۔''اس کا مطلب ہے وہ رات گہری ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''لگتا تو ایسا ہی ہے۔''

''اگر انہوں نے اندر گھسنے کی کوشش کی تو؟''

''شوٹ ٹو کل۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔''ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اگر یہ صرف میرے لیے آئے ہیں تو تم لوگوں کی پروا نہیں کریں گے۔ اس لیے ہم کوئی اور خطرہ مول نہیں لے سکتے۔''

''میں سمجھ گیا۔'' اس نے سر ہلایا۔

''میں سادھنا اور بیتو کو بھی سمجھا دیتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے سادھنا کو اس سے مستثنیٰ رکھیں۔''

میں جاتے ہوئے رکا اور آہستہ سے کہا۔''وسیم اگر اسے ہمارے ساتھ رہنا ہے تو اسے وہ سب کرنا ہوگا جو ہم کرتے ہیں۔''

سادھنا کھڑکی سے لگی ساکت کھڑی تھی۔ میں نے آہستہ سے اسے اپنا لائحہ عمل بتایا۔ اس نے سر ہلایا۔

''آپ فکر مت کریں اگر شوٹنگ کا مرحلہ آیا تو میں آپ سے پیچھے نہیں رہوں گی۔''

''لیکن اپنی حفاظت کا پوری طرح خیال رکھ کر۔''

اس نے سر ہلایا۔''اگر سنیل جاگ رہا ہے تو اس سے کافی کا کہہ دیں اس سے چوکس رہنے میں آسانی رہے گی۔''

اس کی تجویز اچھی تھی۔ میں نے نیچے آکر سنیل کو جگایا اور اس سے کافی بنانے کو کہا اور خود بیتو کے پاس آ گیا۔ وہ اس طرح ایک صوفے پر بیٹھا تھا کہ اس کا سر اوپر سے جھانک رہا تھا۔ میں اس کے پاس نیچے قالین پر بیٹھ گیا۔ یہاں آتش دان روشن نہیں تھا اس لیے سردی خاصی ہو رہی تھی۔ میں نے بیتو کو اپنی شوٹ ٹو کل کی پالیسی کے بارے میں نہیں بتایا تھا اس نے خود پوچھ لیا۔''شوبی بھائی اگر باہر والوں نے زبردستی اندر آنے کا کوشش کیا تو؟''

''تو کیا کرنا ہے مارنا ہے جو سامنے آئے اسے شوٹ کر دو کیونکہ یہ بھی کوئی پھول دینے تھوڑی آئیں گے۔''میں نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ باہر روشنی میں سب صاف نظر آ رہا تھا۔ اب مجھے کسی قدر الجھن ہونے لگی تھی اور میرا دل چاہنے لگا تھا کہ اگر درخت کے پیچھے کوئی تھا تو اسے سامنے آنا چاہیے تھا۔ سنیل کافی لے کر آیا تو میں نے اس سے باہر کی لائیٹوں کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے سارے سوئچز کے بارے میں بتایا۔ باہر کی روشنیوں کے لیے ایک ماسٹر سوئچ تھا۔ جس کے دبانے سے ساری روشنیاں ایک ساتھ جل جاتی تھیں۔ جب کہ ان کو الگ الگ بھی جلایا جا سکتا تھا۔ میں نے ماسٹر سوئچ بند کر کے ان کو الگ الگ روشن کیا اور کچھ بلب بند کر دیئے۔ اب باہر اتنی روشنی نہیں رہی تھی۔ فوراً ہی اوپر سے وسیم نے آکر پوچھا تو میں نے اس سے کہا۔

''ہوشیار رہو ممکن ہے روشنی کم ہونے سے وہ جلد اندر آنے کی کوشش کریں۔''

''او کے۔''اس نے کہا اور واپس چلا گیا۔

کافی پی کر ہم تازہ دم ہو گئے تھے اور سردی کے احساس میں بھی کمی ہوئی تھی۔ بارہ بج رہے تھے اور اب تک درخت کے عقب سے کوئی نہیں نکلا تھا۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت تھی۔ ان کا اسٹیمنا بے مثال تھا وہ گزشتہ پانچ گھنٹے سے اسی جگہ ڈٹے ہوئے تھے۔ یہ بہت چھوٹی سی جگہ تھی اور باہر سردی کا عالم الگ ہی تھا اور اسے برداشت کرنا آسان نہیں تھا۔ جب کہ ہم لوگ اندر مزے سے تھے۔ اندر سردی اتنی نہیں تھی اور ہم اپنی جگہ سے حرکت بھی کر سکتے تھے۔ بیتو نے کہا۔

''شوبی بھائی یہ مجھے انسان کا بچہ نہیں لگتا ہے۔ اتنی دیر تک کوئی انسان اتنا خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔''

''یہ لوگ پیشہ ور لگ رہے ہیں اور شاید ہمیں زندہ پکڑنے آئے ہیں ورنہ اب تک دھاوا بول چکے ہوتے۔''

میں نے بیتو کو سمجھایا تھا لیکن خود مجھے اب الجھن ہونے لگی تھی اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ باہر نکل کر کچھ کر گزروں لیکن عقل مجھے روک رہی تھی۔ بعض اوقات معمولی سی بے صبری انسان کے لیے تمام عمر کا پچھتاوا بن جاتی ہے۔ میں نے گہری سانس لے کر خود پر قابو پایا اور ایک طرف صوفے پر دراز ہو گیا۔ میں نے بیتو سے کہا۔

''ایک گھنٹے بعد مجھے اٹھا دینا۔''

''آپ بے فکر ہو کر سو جاؤ۔''

''نہیں ایک گھنٹے بعد اٹھا دینا۔ یہ میرا حکم ہے۔''

''یس باس۔'' بیتو نے کہا۔ میں لیٹا تو میرا ذہن خود بہ خود سکون میں آنے لگا تھا۔ ایک گھنٹے بعد بیتو نے مجھے اٹھا دیا اور دبے لفظوں میں بولا۔

''ابھی ہم اور بھی نگرانی کر سکتا ہے۔''

''ایک منٹ۔'' میں نے اس سے کہا اور اوپر آیا۔ مجھے حیرت ہوئی جب میں نے وسیم کو بھی یہی کرتے دیکھا۔ اس نے سادھنا کو سونے پر مجبور کر دیا تھا اور خود نگرانی کر رہا تھا۔ اس میں اور مجھ بہترین ذہنی ہم آہنگی تھی۔ مشکل حالات میں ہم ایک جیسے فیصلے کرتے تھے۔ میں اسے ہوشیار رہنے کا کہہ کر نیچے آ گیا۔ بیتو کی جگہ میں نے اس کی پوسٹ سنبھال لی تھی۔ اور یہ خاصا مشکل کام تھا۔ یعنی ایک ہی جگہ ساکت بیٹھے رہنا اور اپنی ساری توجہ ایک ہی طرف رکھنا۔ بیتو نے کمال کیا تھا وہ مسلسل تین گھنٹے سے اس جگہ بیٹھا ہوا تھا۔

رات کے دو بجے اچانک ہی باہر تیز ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ موسم میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ کیا طوفان آ رہا تھا؟ میں نے سوچا۔ اگر ایسا ہی تھا تو یہ باہر والوں کے لیے اچھا شگون نہیں تھا۔ وہ ویسے بھی مشکل میں ہوں گے۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ عقب کی طرف سے باہر نکل کر مجھے ذرا جاسوسی کرنی چاہیے۔ کیونکہ ہوا چلنے سے باہر یقیناً خاصا شور ہوگا اور معمولی آہٹ کا سننا ممکن نہیں تھا۔ یہ خیال آتے ہی میں نے بیتو کو اٹھایا۔ ''اپنی جگہ آ جاؤ میں باہر جا رہا ہوں۔''

''سامنے سے؟'' وہ فکر مند ہو گیا۔

''نہیں پیچھے کی طرف سے اور صرف سن گن لینے کے لیے۔'' میں نے اسے تسلی دی۔ پھر میں نے وسیم کو بھی اپنے پلان کے بارے میں بتایا تو وہ بیتو سے زیادہ فکر مند ہو گیا تھا۔

''ممکن ہے وہ کسی طرح عقب میں آ گئے ہوں اور اب گھات لگا کر کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔''

''ممکن ہے لیکن اب میرا خیال ہے مجھے نکلنا چاہیے۔''

''تب آپ نہیں میں جاؤں گا۔''

''نہیں تمہارا جانا مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ میرے لیے آئے ہیں اور مجھے زندہ لے جانا چاہتے ہیں۔ اس سے مجھے لگ رہا ہے کہ یہ کنوروں کے آدمی نہیں ہیں۔''

''کیوں نہیں ہو سکتے۔ آخر ان کو آپ کا خون درکار ہے۔'' وسیم نے کہا تو جیسے میرا دماغ روشن ہو گیا تھا۔ ورنہ یہ بات تو میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔ واقعی بڑے کنور کے علاج کے لیے ان کو میرے خون کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا۔

''اس صورت میں میرا جانا ہی مناسب ہے کیونکہ کنور ہوں یا ڈیوڈ شاسب کو میں زندہ درکار ہوں۔''

وسیم کے پاس میری بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے میں پیچھے طرف مورچہ بناتا ہوں اور کوئی بھی خطرہ ہوا تو میں دریغ نہیں کروں گا۔''

''بالکل تم دریغ مت کرنا۔'' میں نے کہا اور نیچے آیا۔ کچن کی لائٹ بند تھی۔ بنانے والے نے وِلا کو بالکل یورپین اسٹائل میں بنایا تھا۔ اس میں کچن کے ساتھ پیچھے کھلنے والا دروازہ تھا۔ یہ بہت مضبوط اور ٹھوس لکڑی کا بنا دروازہ تھا جسے توڑنا آسان نہیں تھا۔ میں نے آہستہ سے اس کا لٹو گھما کر اندر سے لاک کھولا اور بہت آہستگی سے دروازہ کھولا۔ فوراً تیز ہوا کی سائیں سائیں سنائی دی۔ ساتھ میں پتھر اور دوسری چیزیں گرنے کا شور بھی تھا۔ اس کے بعد تیز یخ بستہ ہوا کا احساس ہوا۔ میں باہر آیا اور دروازہ بند کرتے ہوئے دیوار کے ساتھ چپک گیا۔ میں نے گرم جیکٹ پہن رکھی تھی اس کے باوجود سردی رگ و پے میں گھسی جا رہی تھی۔ میں نے یوزی سینے سے چپکا رکھی تھی اور ساکت رہ کر ارد گرد کی سن گن لے رہا تھا۔ یہاں نیم تاریکی تھی جب کہ آس پاس روشنی تھی۔ مجھے دور تک سوائے درختوں اور پودوں کے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر میں دیوار کے ساتھ ساتھ دائیں طرف سرکنے لگا۔ جس طرف درخت کے پیچھے کچھ لوگ چھپے ہوئے تھے۔ مجھے امید تھی کہ اس طرف سے جھانکنے پر مجھے وہ نظر آئیں گے۔ کونے تک پہنچ کر میں نیچے بیٹھتے ہوئے جھانکا لیکن جہاں تک نظر کام کرتی تھی مجھے کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ مذکورہ درخت بھی اس جگہ سے صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے لیے کچھ آگے جانا ضروری تھا لیکن آگے جانے کی صورت میں، مَیں درخت کے پیچھے موجود لوگوں کی نظر میں آ جاتا۔ میں وسیم کی وجہ سے دروازے کی طرف سے بے فکر تھا۔ وہ کسی کو آنے نہیں دیتا۔ میں گھوم کر دوسری طرف سے وِلا کے سامنے والے حصے میں آیا۔ اگرچہ اس طرف سے درخت کے پیچھے دیکھنا ناممکن تھا لیکن میں اس سارے منظر کو ایک مکمل زاویے سے دیکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ دشمن کے ذہن سے سوچ سکوں۔ اس طرف درخت نہ ہونے کے برابر تھے اور یہاں وِلا کے ساتھ ہی بہت گہری ڈھلان تھی۔ جو بظاہر قابلِ چڑھائی نہیں تھی لیکن میرا تجربہ رہا ہے۔ دشمن ہمیشہ اس طرف سے حملہ کرتا ہے جس طرف سے اس کی توقع نہ ہو۔ میں نے بہتر سمجھا کہ اس ڈھلان کا جائزہ لے لوں اور اسی وجہ سے ہماری بچت ہوگئی تھی۔ جب میں ممکن حد تک وِلا کی آڑ لیتے ہوئے ڈھلان کے کنارے آیا تو مجھے ہواؤں کے شور کے علاوہ بھی کچھ سنائی دیا تھا۔

یہ آوازیں ایسی تھیں جیسے کچھ لوگ ڈھلان پر چڑھ رہے ہوں اور ان کے جوتے اور ہتھیار پتھروں سے ٹکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے لیکن تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے شبہ ہوا میں جو سن رہا تھا کیا وہ درست تھا یا ہواؤں کا پیدا کردہ سماعت کا فریب تھا۔ میں نے ایک بڑا پتھر لیا اور اسے اندازے سے اس طرف اچھال دیا جہاں سے مجھے آواز آئی تھی اور اس کا فوری ردِعمل ہوا تھا۔ کسی نے ہلکی سی چیخ ماری۔

''کیا ہوا ہے؟'' کسی نے ہندی میں کہا۔

جواب میں دوسرے نے مقامی زبان میں کچھ اگرم بگرم کی۔ غالباً وہ اوپر سے مارے جانے والے پتھر کی شکایت کر رہا تھا۔ ہندی بولنے والے نے اس کی ماں بہن کی شان میں گستاخی کی اور بولا۔ ''تجھے پتھر مارا ہے یا چٹان ماری ہے اپنی آواز بند نہیں رکھ سکتا۔''

''تم سب کتوں کے منہ میں خارش ہو رہی ہے۔'' کسی تیسرے فرد نے غرا کر کہا۔ ''ابھی اوپر کسی نے سن لیا تو یہیں مارے جاؤ گے۔''

ان کا مسئلہ یہ تھا کہ بہت دیر سے چپ رہ کر ان کی زبان میں واقعی خارش ہو رہی تھی اور اب وہ جب تک اپنی خارش اچھی طرح رفع نہیں کر لیتے چپ نہیں ہوتے۔ ہندی بولنے والے نے کہا۔ ''اس مشکل راستے سے آنا ضروری تھا۔ سامنے سے آجاتے۔''

''لگتا ہے تجھے پرلوک جانے کی جلدی ہے۔ سامنے وہ سب تیار بیٹھے ہیں۔ تبھی اس راستے سے آنے کو کہا۔''

میرے لیے یہ انکشاف تھا کہ دشمن ہماری مستعدی سے پوری طرح واقف تھا۔ ڈھلان پر کم سے کم تین افراد تھے اور یہ اوپر آجاتے تو ہم دو طرف سے گھر جاتے۔ ان کو اوپر آنے سے روکنا لازمی تھا۔ میں نے سوچا اور نہ چاہتے ہوئے بھی گن کا رخ نیچے کی طرف کیا اور اندازے سے ایک ہلکا سا برسٹ مارا تھا۔ دو چیخیں تو واضح سنائی دی تھیں۔ پھر ہندی بولنے والا چلایا۔ ''وہ اوپر ہیں۔ واپس چلو۔''

اس بار میں نے بولنے والے پر برسٹ مارا اور وہ اپنی بات مکمل کر کے مارا گیا۔ کم سے کم اس کی چیخ سے تو یہی لگ رہا تھا۔ احتیاطاً میں نے ڈھلان پر ایک برسٹ اور مارا اور اوپر آنے والے بدحواسی میں نیچے جانے لگے۔ ان کی تعداد نصف درجن کے لگ بھگ تھی۔ اور ان میں سے تین مارے گئے تھے یا زخمی تھے۔ فوراً ہی وِلا کے دائیں طرف سے بھی کسی نے فائرنگ شروع کر دی۔ یہ میرے کسی ساتھی کی فائرنگ نہیں تھی کیونکہ فائر کسی اسالٹ رائفل سے کیے جا رہے تھے اور ہم میں سے کسی کے پاس اسالٹ رائفل نہیں تھی۔ آواز سے یہ کلاشنکوف لگ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی شیشے بکھرنے کی آواز آئی تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ دائیں طرف درخت کے پیچھے افراد نے فائرنگ کی تھی۔ اور شیشہ لاؤنج کی کھڑکی کا بکھرا تھا۔ مجھے بیتو کے بارے میں خدشہ ہوا تھا مگر یہ وقت سوچنے کا نہیں تھا۔ میں نے نیچے اترتے افراد پر ایک آخری برسٹ چلایا اور اٹھ کر اندر کی طرف دوڑا تھا۔ اس دوران میں، مَیں نے میگزین بدل دیا تھا۔

میں بروقت دروازے تک پہنچا تھا کیونکہ دائیں طرف سے بھی دو افراد نمودار ہوئے تھے اور میں نے ان کو دیکھتے ہی ٹریگر دبا دیا تھا وہ پیچھے کی طرف گرے اور میں ان کا انجام دیکھے بغیر کچن کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر گھس گیا تھا۔ اسی اثناء میں اوپر سے ایک برسٹ چلا تھا۔ یہ فائرنگ وسیم نے کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس طرف سے بھی کچھ لوگ اندر گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سامنے سے بیتو جواب دے رہا تھا کیونکہ مجھے پستول کے فائر کی آواز بھی آئی تھی۔ میں اندر گھستے ہی چلایا۔

''بیتو تم ٹھیک ہو؟''

''ہاں...... اس طرف مت آنا سامنے سے فائر آرہا ہے۔'' اس نے جواباً چلّا کر کہا۔ خود میرا بھی اس طرف جانے کا ارادہ نہیں تھا کیونکہ لاؤنج کا دروازہ کھڑکی کے بالکل مقابل تھا اور اس سے گزرنے کا مطلب دنیا سے بھی گزرنا ہو سکتا تھا۔ میں اوپر کی طرف آیا جہاں وسیم اب بائیں طرف آگیا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

''آپ دائیں طرف دیکھیں ادھر میں نے دو افراد کو مار گرایا ہے۔''

میں نے سر ہلایا۔ ''تم ڈھلان پر نظر رکھو۔''

سادھنا اپنے کمرے میں تھی۔ میں نے خالی ہو جانے والا میگزین اس کے حوالے کیا۔ ''اسے بھرو اور اپنا پستول مجھے دو۔''

اس نے پستول دیا اور میگزین لے لیا۔ مجھے ایک خیال اور آیا۔ ''اندر سے شاٹ گن اور اس کی گولیاں بھی نکال لینا۔''

میں دائیں طرف والے کمرے میں آیا۔ یہ میرا کمرہ بھی تھا۔ یہاں کھڑکی کے شیشے ٹوٹ گئے تھے اور ان سے فراٹے بھرتی سرد ہوا اندر آ رہی تھی۔ اب ولا پر دو طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ ایک تو وہ لوگ تھے جو درخت کی محفوظ آڑ میں تھے اور دوسرے سامنے سے ذرا نیچے سے فائر ہو رہے تھے۔ نیچے سے کیے جانے والے فائر اتنے خطرناک نہیں تھے۔ البتہ دائیں طرف موجود لوگ خطرناک تھے۔ اگر وہ بائیں طرف ڈھلان سے بھی چڑھ آتے تو ہم شدید خطرے میں گھر جاتے۔ میں نے دائیں طرف عقبی حصے کا جائزہ لیا۔ اس طرف سے دو افراد سرپرائز دیتے ہوئے آئے تھے اور وہ وہاں کس طرح پہنچے ہمیں بالکل خبر نہیں تھی۔ خوش قسمتی سے میں نے ان کو دیکھ لیا اور پھر وسیم نے ان کو مار گرایا۔ میں نے چلا کر بیتو سے ساری روشنیاں جلانے کو کہا۔ دشمن ان روشنیوں کو بھی نشانہ بنا رہا تھا اور ان میں سے کچھ نشانہ بن بھی چکی تھیں اس لیے باہر تاریکی بڑھ رہی تھی۔ بیتو نے ماسٹر سوئچ آن کر دیا۔ اور مجھے دائیں طرف ہونے والی روشنی میں وہ راستہ نظر آ گیا جس سے یہ لوگ عقب تک آئے تھے۔ ڈھلان کے ساتھ ایک چھوٹی سی پگ ڈنڈی تھی۔ جس سے گزر کر یہ لوگ پیچھے آئے تھے اور اس وقت بھی اس پر کچھ سائے رینگ رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف یوزی کی اور سانس روک کر نیم دائرے میں مکمل برسٹ چلا دیا۔ وہاں کم سے کم تین افراد تھے اور میں چاہتا تھا کہ ان میں سے کوئی حملہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ وہ سب ہی نشانہ بنے تھے ان میں ایک بھاگا تھا اور باقی دو اچھل کر ساکت ہو گئے۔ بھاگنے والا لنگڑا رہا تھا اور بدقسمتی سے وہ سامنے کی طرف جا نکلا جہاں وہ بیتو کے نشانے پر آ گیا تھا۔

مجھے تشویش ہونے لگی۔ آنے والے اتنی زیادہ تعداد میں تھے۔ ان میں سے نصف درجن مارے گئے تھے یا شدید زخمی تھے۔ اس کے باوجود ان کی طرف سے فائرنگ کے زور و شور میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اس دوران میں سادھنا نے مجھے میگزین بھر کر لا دیا تھا۔ میں نے اس سے شاٹ گن بھی لی اور اسے اسی کمرے میں رہنے کا کہہ کر نیچے آیا۔ میں لاؤنج کے دروازے سے ذرا دور رکا اور بیتو سے کہا۔

''میں یوزی پھینک رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر میں نے گن فرش کے ساتھ پھینکی۔ اسے بیتو نے لے لیا۔ وہ فرنٹ پر تھا اور اس کے پاس صرف ایک پستول تھا۔ ''اپنا پستول ادھر پھینک دو۔'' بیتو نے پستول اور اس کا فاضل میگزین میری طرف پھینک دیا۔ ''یوزی احتیاط سے استعمال کرنا اس کی گولیاں کم ہیں۔''

''آپ بے فکر رہو۔ ہم ایک گولی سے ایک آدمی مارے گا۔''

''اتنے آدمی یہ بے چارے لائیں گے کہاں سے؟'' میں نے اوپر جاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اوپر سے یوزی کا طویل برسٹ چلا۔ لگتا تھا وسیم نے کوئی لمبا شکار کیا تھا۔ جلد اس کی تصدیق ہو گئی۔ بائیں طرف ڈھلان سے کم سے کم چار افراد نے اوپر آنے کی کوشش کی تھی اور مارے گئے تھے۔ ابھی میں نے بیتو سے کہا تھا کہ دشمن

اتنے آدمی کہاں سے لائے گا اور ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے پاس اس سے زیادہ ہی آدمی تھے۔ تب ہی وہ اتنی بے فکری سے مروا رہا تھا۔ وسیم نے مجھے دیکھا اور بولا۔

شہباز صاحب لگتا ہے ان کے پاس مروانے کے لیے حرام زادے بہت ہیں لیکن ہمارے پاس اتنی گولیاں نہیں ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے یہ اس طرح ہمارا ایمونیشن ختم کروا رہے ہیں۔"

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔ جس طرح یہ ان لوگوں کو مرنے کے لیے آگے بھیج رہے ہیں۔"

سامنے اور دائیں طرف سے فائرنگ میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اصل دشمن اسی سمت تھا۔ کیونکہ اس طرف سے کسی نے سامنے آنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ باقی شاید وہ بھرتی کے بدمعاش لایا تھا اور ان کو بے دریغ مروا رہا تھا۔ ایسا شاطر دشمن کون ہو سکتا تھا۔ میرے ذہن میں رہ رہ کر ایک ہی نام آ رہا تھا۔ میرا ایک ایسا دشمن جو بیک وقت بے انتہا جذباتی بھی تھا اور کسی لومڑی کی طرح مکار بھی جو مجھے سب سے زیادہ بہتر طریقے سے جانتا تھا۔ ہمارا جب بھی سامنا ہوا تو وہ بچ نکلا اور کبھی میں بچ نکلا تھا۔ وہ ہمیشہ حیران کن طریقے سے سامنے آتا تھا۔ اگر یہ وہی تھا تو اس نے مکمل پلاننگ کے ساتھ حملہ کیا تھا۔ اس نے ہمیں محصور کیا اور ہماری طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے اپنے بے کار لوگوں کو سامنے بھیجا تھا اور اب ہمارے پاس زیادہ ایمونیشن نہیں رہا تھا۔ اگر ہم اسی طرح فائر کرتے رہتے تو ایک گھنٹے کے اندر خالی ہتھیار لیے بیٹھے ہوتے۔ میں نے وسیم سے کہا۔

"اب بہت احتیاط سے فائر کرنا۔"

اس نے سر ہلایا۔ "مصیبت یہ ہے کہ یہ یوزی ہے ورنہ کوئی رائفل ہوتی تو اچھا تھا۔"

"اسے چھوٹے برسٹ پر سیٹ کر لو۔" میں نے کہا۔

چھوٹے برسٹ پر یہ تین گولیاں ایک ساتھ چلاتی ہے۔ میرے پاس شاٹ گن تھی۔ اس میں ایک وقت میں سات گولیاں لوڈ کی جا سکتی تھیں۔ جب کہ میرے پاس اس کی کوئی تین درجن گولیاں تھیں۔ یہ سب خطرناک بلٹ شاٹ تھے۔ سر سے لے کر ناف تک کہیں بھی لگتے جان لیوا ثابت ہوتے۔ سادھنا میگزین لوڈ کرنے کا کام کر رہی تھی۔ اور وہ بالکل بھی ہراساں نہیں تھی۔ اسے وسیم کے پاس چھوڑ کر میں ایک بار پھر نیچے آیا جہاں بیتو لاؤنج میں ڈٹا ہوا تھا۔ اس نے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فائر روک دیا تھا۔ اسے بھی احساس تھا کہ ہمارے پاس کُل یہی ایمونیشن تھا اور باہر والے جس حساب سے مرنے کے لیے بندے لائے تھے۔ اسی حساب سے ان کے پاس ایمونیشن بھی ہونا چاہیے تھا۔ یہ اسلحہ بھی بیتو کی وجہ سے مل گیا تھا ورنہ ہم تو خالی ہاتھ چلے آئے تھے۔ میں نے بیتو کی طرف بھرا میگزین سرکایا۔ "کیا پوزیشن ہے؟"

"ابھی تک کوئی سامنے نہیں آیا ہے۔" بیتو نے جواب دیا۔

"سامنے ہی اصل لوگ ہیں۔ ان لوگوں کو تو مروانے اور ہمارے پاس اسلحے کی پوزیشن معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔"

"تبھی تو ہم سوچتا کہ یہ کیسے مر رہا ہے۔"

باہر کی طرف سے رہ رہ کر فائرز کا سلسلہ جاری تھا اور یہ اچھی بات تھی۔ ہمیں ان کی پوزیشن کا احساس تھا۔

پیش قدمی کرنے والوں کی نگرانی وسیم اور بیتو دونوں کر رہے تھے۔ شاید باہر والے بھی فائرنگ کر کے ہمیں اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے تھے۔ میں نشست گاہ میں آیا۔ اس میں سامنے اور وِلا کے بائیں طرف کھڑکیاں کھل رہی تھیں۔ میں یہاں جھک کر آیا تھا کیونکہ گولیوں نے شیشے توڑ دیئے تھے اور دیواریں چھلنی تھیں۔ میں نے باہر جھانکا۔ سامنے دور تک کوئی نہیں تھا۔ سامنے سے فائر کرنے والے مکمل طور پر اوٹ میں تھے۔ کیونکہ خود کار ہتھیاروں سے نکلنے والے شعلے نظر نہیں آ رہے تھے۔ ان کا نشانہ اوپر والی منزل تھی۔

البتہ دائیں طرف موجود درخت کے عقب سے رہ رہ کر شعلے چمک رہے تھے اور ان کا نشانہ لاؤنج تھا۔ اگر ہم لاؤنج کو خالی چھوڑ دیتے تو وہ با آسانی اندر گھس آتے۔ درخت کے عقب والے بہت چالاک تھے۔ ان کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا لیکن ان کی کوئی ایسی جھلک نظر نہیں آتی تھی جس پر فائر کیا جا سکے۔ میرا یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ اس ساری کارروائی کے پسِ پشت کوئی بہت چالاک شخص تھا جو مجھے اچھی طرح جانتا تھا اور اس نے ہوشیاری سے اپنے کچھ لوگ مروا کر ہمارے اسلحے اور افرادی قوت کے بارے میں جان لیا تھا۔ اب وہ ہمارا ایمونیشن ختم کروانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے بعد آخری مرحلے میں وہ ہمیں بے بس کر کے چوہوں کی طرح پکڑ لیتا۔ ہم زیادہ دیر یہاں محصور نہیں رہ سکتے تھے۔

لیکن ایک سوال اور تھا۔ وہ اتنی بے فکری سے ہم پر چڑھ آئے تھے اور وقت کی پروا کیے بغیر اپنے پلان پر عمل کر رہے تھے۔ تو ان کو یقین تھا کہ نہ تو کسی طرف سے مداخلت ہوگی اور نہ ہی کوئی ہماری مدد کو آئے۔ نیز پولیس بھی اس علاقے سے دور رہے گی۔ ممکن ہے یہ علاقہ اتنا ویران ہو کہ یہاں دور تک کوئی اور آبادی نہ ہو لیکن ان کو یہ معلوم تھا کہ کوئی اور بھی ہماری مدد کو نہیں آئے گا۔ ورنہ وہ اس کام کو جلد از جلد کرنے کی کوشش کرتے۔ اور ان کے انداز سے لگ رہا تھا کہ ان کو نہ تو کسی کا خوف تھا اور نہ کوئی جلدی تھی۔ ان کو یقین تھا کہ ہم یہاں سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے تھے۔ ہمارے عقب میں ایک اونچی پہاڑی تھی اور اس کا آخری سرا ایک مسطح چوٹی کی صورت میں تھا۔ جس کے دوسری طرف گہری کھائی تھی اور کم سے کم رات کے وقت کوئی اس میں اترنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ سامنے کی طرف سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اسی وقت میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اور میں تہہ خانے تک آیا۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سنیل اور اس کی بیوی ایک دوسرے سے لگے بیٹھے تھے اور ان کا خوف سے برا حال تھا۔ مجھے ان پر ترس آیا تھا۔ وہ عام سے لوگ تھے جو ہماری وجہ سے اس چکر میں پھنس گئے تھے۔ میں نے سنیل کو ایک طرف بلایا۔

''باہر ہمارے دشمن بہت بڑی تعداد میں ہیں اور انہوں نے سامنے کی سمت سے نکلنے کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ یہاں سے نکلنے کا کوئی اور راستہ ہے؟''

اس نے سوچا اور نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں سر کوئی راستہ نہیں ہے۔''

''غور کرو کوئی ایسا راستہ جو مشکل بھی ہو تو ہم کوشش کریں گے۔ یہاں تو وہ کل صبح تک گھس آئیں گے اور پھر ہم سب ہی مارے جائیں گے۔''

س کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں تھیں۔ اس بار اس نے سوچا اور ہچکچا کر بولا۔ ''ایک راستہ ہے تو لیکن بہت مشکل ہے۔ اوپر جانا ہوگا اور اس کے بعد پیچھے کی طرف اترنا ہوگا۔''

''میں وہ راستہ دیکھ چکا ہوں وہ بہت مشکل ہے اس پر تو دن میں اترنا بھی مشکل ہے رات کے وقت تو بہت مشکل ہوگا۔''

''بس یہی ایک راستہ ہے سر۔'' اس نے کہا۔ تو میں سوچ میں پڑ گیا تھا۔ یہ راستہ تو مشکل تھا مگر اصل مسئلہ یہ تھا کہ ہمارے پیچھے دشمن لگا تھا اور وہ اتنی آسانی سے ہمیں فرار ہونے کہاں دیتا۔ مگر ہمیں نکلنا تو تھا یہاں تو چوہے کی طرح مارے جاتے۔ وہ شاید صبح کا انتظار کر رہے تھے اور اس کے بعد وہ آنسو گیس کے چند شیل اندر پھینک دیتے تو ہم خود ہی چھینکتے کھانستے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ مجھے اپنی اتنی پروا نہیں تھی لیکن اپنے ساتھیوں کی فکر تھی۔ وہ دشمن کے لیے بالکل غیر ضروری تھے اور جو اپنے ساتھیوں کو اتنی بے دردی سے مروا دیں وہ میرے ساتھیوں کی پروا کیوں کرتے۔ میں یہ رسک لے ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لیے میں نے فیصلہ کر لیا۔

''سنیل یہاں رسیاں ہیں؟''

سنیل نے مجھے تہہ خانے میں رکھے رسیوں کے لچھے دکھائے۔ یہ تین عدد لچھے تھے اور ہر ایک میں کوئی دو سو گز رسی تھی۔ یہ خاص کوہ پیمائی اور ہائیکنگ میں کام آنے والی رسی تھی لیکن یہ پہاڑی بہت اونچی تھی اور اس کی دوسری ڈھلان نہ جانے کتنی گہری تھی۔

میں نے رسی لی اور اوپر آیا۔ پہلے میں نے وسیم کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا۔ اس نے فوراً مجھ سے اتفاق کیا۔ ''شہباز صاحب یہی بہتر ہے ہم صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نکل جائیں ورنہ روشنی ہوتے ہی انہوں نے کچھ نہ کچھ کرنا ہے۔''

''فکر مت کرو ہم اتنا تر نوالہ نہیں ہیں لیکن یہاں سے نکلنے کا واحد راستہ عقبی سمت کی ڈھلان ہے اور وہ بہت دشوار ہے۔''

''کوئی بات نہیں یہاں تو یقینی موت کا سامنا ہے۔'' اس نے کہا۔

میں نیچے آیا اور بیتو کو یہاں سے نکلنے کے بارے میں بتایا تو وہ بولا۔ ''اگر ہم یہاں سے نکلے تو یہ ہمارے پیچھے آئیں گے؟''

''آئیں گے تو مار کھائیں گے۔'' میں نے کہا۔ ''بس اب نکلنے کی سوچو۔''

ان لوگوں کو آگاہ کر کے میں نیچے تہہ خانے میں آیا۔ ''سنیل ہم نے یہاں سے نکلنے کا فیصلہ کیا ہے اور تم بتاؤ کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے؟''

اس نے سوچا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ ''نہیں سر میں اپنے بیوی کے ساتھ اس جگہ سے گزرنے کا رسک نہیں لے سکتا ہوں یہ ماں بننے والی ہے۔''

''سنیل میں تم کو صاف بتا دوں۔ میرے دشمن بہت سفاک ہیں اور ابھی اس کے کوئی دس آدمی ہمارے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ تم سوچ سکتے ہو اس کے غم و غصے کا کیا عالم ہوگا؟''

لیکن سنیل اپنے انکار پر قائم رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''سر میں ایک عام سا ملازم ہوں مجھ سے کسی کو کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔''

اب میں اسے کیا سمجھاتا کہ عام لوگ ہی زیادہ مارے جاتے ہیں سانڈوں کی لڑائی میں مینڈک پر

جاتے ہیں لیکن میرے پاس وقت نہیں تھا۔ میں اوپر آیا۔ وسیم اور سادھنا نیچے آ چکے تھے۔ سادھنا نے کچھ ایسے بیگز دریافت کر لیے تھے جو پشت پر باندھے جا سکتے اور ان میں ہم کھانے اور پینے کا سامان لے جا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ایمونیشن رکھا جا سکتا تھا۔ اس نے جلدی جلدی ان بیگز میں کھانے کے لیے دستیاب سارا سامان بھرا۔ پانی بوتلوں میں لیا تھا۔ رسیاں میں، بیتو اور وسیم لیتے۔ میں نے رقم والا بریف کیس ایک بیگ میں رکھا اور اسے اپنی پشت پر باندھ لیا۔ اس کے بعد میرے اور وسیم کے درمیان ایک مختصر سی میٹنگ کی تھی۔ طے پایا کہ میں اور سادھنا پہلے نکلیں گے اور جب ہم محفوظ جگہ پہنچ جائیں گے تو باری باری بیتو اور وسیم آئیں گے۔

میں اور سادھنا کچن والے دروازے سے نکلنے لگے تو بیتو اور وسیم نے بیک وقت اوپر نیچے سے فائر کر کے ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ پہلے میں باہر آیا اور کچھ دیر سن گن لیتا رہا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے سادھنا کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں نے ممکنہ حد تک گرم کپڑے پہن لیے تھے اس کے باوجود سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ میں اور سادھنا دیوار سے چپکتے ہوئے بائیں طرف بڑھے۔ میرا ارادہ اس ڈھلان کے ساتھ ساتھ جانے کا تھا۔ وسیم اوپر سے اور بیتو نیچے رہ کر ہمیں کور فراہم کرتے۔ ویسے میرا اندازہ تھا کہ اس طرف کوئی نہیں تھا۔

میرا اندازہ درست نکلا جب میں اور سادھنا با آسانی اوپری ڈھلان پر واقع درختوں میں پہنچنے میں کامیاب رہے تھے۔ وہاں سے میں نے نیچے دیکھا تو مجھے ولا کے سامنے سے مورچہ بند لوگوں کی فائرنگ بھی دکھائی دی تھی۔ شعلے چمک رہے تھے۔ ہماری طرف سے آغاز ہونے کے بعد انہوں نے بھی بھرپور طریقے سے جواب دینا شروع کر دیا تھا۔ کچھ دیر بعد وسیم اندر سے نکلا تھا اور اب بیتو وہاں رہ گیا تھا۔ وہ نچلی منزل سے فائرنگ کر کے یہ تاثر دے رہا تھا کہ ابھی ہم سب اندر ہی ہیں۔ اسے دس منٹ سے زیادہ ہو گئے تو سادھنا نے فکر سے کہا۔

”یہ آ کیوں نہیں رہا ہے؟“

مجھے بھی فکر ہو رہی تھی۔ اگر وہ لوگ بھانپ جاتے کہ ہم نکل گئے ہیں اور اندر صرف ایک آدمی ہے۔ اس صورت میں وہ بیتو کو گھیر سکتے تھے۔ جب پندرہ منٹ ہو گئے تو میں نے وسیم سے کہا۔ ”تم سادھنا کو لے کر اوپر جاؤ میں بیتو کو لاتا ہوں۔“

”نہیں آپ جائیں میں بیتو کو لاتا ہوں۔“

اس سے پہلے کہ میں اس سے مزید کچھ کہتا نیچے سے ایک ہیولہ بھاگتا ہوا آیا۔ وہ بیتو تھا۔ میں نے خفگی سے کہا۔ ”کہاں رہ گئے تھے۔ اتنی دیر کر دی میں آنے والا تھا؟“

”شوبی بھائی۔“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”وہ لوگ آگے آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں ان کو روک رہا تھا۔“

”بس اب چلو۔“ میں نے رسی پھر سے شانے پر ڈال لی۔ ”ہمارا غائب ہونا زیادہ دیر چھپا نہیں رہے گا۔“

وسیم نے ایک ٹارچ بھی لے لی تھی مگر فی الحال ہم اسے نہیں جلا سکتے تھے ورنہ نیچے والوں کو اس کی روشنی نظر آ جاتی۔ چاند اور ستاروں کی بہت ہلکی سی روشنی تھی۔ ہم اسی سے کام چلا رہے تھے۔ سردی کا احساس اب کم ہو

گیا تھا۔ایک تو ہم عادی ہو گئے تھے اور دوسرے حرکت کرنے سے جسم گرم ہو گئے تھے۔ کچھ دیر بعد ہم اوپر مسا جگہ تھے۔ جہاں ہیلی کا پٹر اترا تھا۔اس کے بعد ہی وہ کھائی تھی۔ جس میں اترنے سے سنیل نے انکار کر دیا تھا او اپنی بیوی سمیت وہیں رہ گیا تھا۔ میں صرف امید ہی کر سکتا تھا کہ آنے والے اسے اور اس کی بیوی کو معاف کر دیں۔ورنہ مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ آنے والے کسی کو معاف کر سکتے ہیں۔

وسیم نے کھائی کے کنارے سے نیچے جھانکا۔"یہ تو کم سے کم بھی ہزار فٹ گہری ہے۔"

"جہاں تک ہو سکے ایسے ہی اترنا ہے اس کے بعد کسی جگہ رسی باندھنا۔" میں نے اسے کہا۔

"یہاں کیوں نہیں؟" اس نے ایک بڑے درخت کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر وہ یہاں تک آ گئے تو رسی کاٹ دیں گے۔"

"شوبی بھائی ہم ادھر باندھے گا اور نیچے بھی جہاں جگہ ملا باندھ دے گا۔" بیتو نے تجویز پیش کی۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" وسیم بولا۔

"نہیں اس طرح اوپر والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم کہاں سے اتر رہے ہیں۔" میں نے انکار میں سر ہلایا۔"وہ لازمی طور پر ہمارے پیچھے آئیں گے اور رسے کی مدد سے جان جائیں گے کہ ہم کہاں اتر رہے ہیں۔"

"آپ کتنا دور کی سوچتا ہے۔" بیتو نے ستائشی لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ذرا اس طرف سے اترنا چاہیے۔" وسیم نے ایک طرف اشارہ کیا۔اس طرف ڈھلان ذرا کم تھی۔ ہم اس طرف آئے اور پہلے میں نیچے اترا۔کوئی بیس تیس گز کے بعد میں نے ایک چھوٹے سے درخت کے مضبوط تنے سے رسی باندھ دی۔ میں نے اوپر اشارہ کیا اور وسیم نے پہلے سادھنا کو رسی کی مدد سے نیچے اتارا۔ مجھے اور بیتو کو اس قسم کے پہاڑوں پر چڑھنے اور اترنے کا تجربہ تھا۔ جب کہ وسیم مضبوط آدمی تھا۔ صرف سادھنا تھی جو اس قسم کے راستوں کا تجربہ نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی وہ جسمانی طور پر مضبوط تھی۔اس لیے وسیم نے رسک نہیں لیا اور اس کی کمر سے پہلے ہی رسی باندھ دی تھی۔ کاش کہ کچھ کلپس مل جاتے تو سادھنا کے لیے اترنا بہت آسان ہو جاتا مگر اب اسے بھی سب کی طرح رسی پکڑ پکڑ کر اترنا پڑتا۔ جیسے ہی وہ میرے پاس آئی میں نے اس کی رسی کھولی اور اسے اپنی والی رسی تھما دی۔

"اب نیچے جاؤ لیکن بہت احتیاط سے۔"

وہ نیچے اترنے لگی۔ وسیم رسی سمیٹ کر نیچے آیا اور سادھنا کے پیچھے وہ روانہ ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے اور بیتو کے لیے دوسری رسی باندھی۔ بیتو نیچے آیا تو میں نے اسے آگے جانے کو کہا۔اور اس کے پیچھے خود روانہ ہو گیا۔ اس جگہ ڈھلان کوئی چار سو فٹ تک مشکل تھی اس کے بعد آسان نظر آ رہی تھی لیکن اس کا پتا تو نیچے تک پہنچ کر ہی چلتا۔ ذرا دیر بعد میں اور بیتو وسیم اور سادھنا سے آگے نکل گئے تھے۔ایک جگہ رسی بندھی ہونے کے باوجود ان کا راستہ الگ ہو گیا تھا۔

ابھی ہم کوئی سو گز نیچے آئے ہوں گے کہ مجھے اوپر سے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔ ایسا لگا جیسے کچھ لوگ ہمیں تلاش کرتے یہاں تک آ گئے تھے اور وہ میرے اندازے سے جلدی آ گئے تھے۔ میں نے دبی آواز میں دوسروں سے کہا۔"جلدی کرو وہ آ گئے ہیں اور کوشش کرو کوئی آواز نہ ہو ورنہ وہ فائر کر دیں گے۔"

ہم تیزی سے اترنے لگے تھے۔ اچانک اوپر سے روشنی لہرائی۔ وہ روشنی کر کے ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ اب کسی وقت بھی ہم ان کی نظر میں آ سکتے تھے۔ اس لیے میں نے احتیاط کو بالائے طاق رکھا اور تیزی سے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ یہ بات ان تینوں نے بھی محسوس کر لی تھی۔ وہ بھی تیزی سے نیچے جا رہے تھے۔ اس ڈھلان پر ہم بالکل غیر محفوظ تھے اور ایک برسٹ ہم سب کا کام تمام کرنے کے لیے کافی تھا۔ کم سے کم دو سو گز کے بعد جا کر ہم کہیں محفوظ ہوتے۔ رائفل یا مشین گن کی مار اتنی تو ہوتی ہے۔ اور ہمیں خطرہ ہی برسٹ مارنے والی چیز سے تھا۔ اتنی تاریکی میں اور فاصلے سے سنگل شاٹ رائفل سے کوئی بہت ہی ماہر شخص ہم کو نشانہ بنا سکتا تھا۔ پھر وہی ہوا ایک لہراتی روشنی ہم پر آئی اور کوئی چلایا تھا۔ آواز واضح نہیں تھی لیکن ظاہر ہے وہ دوسروں کو ہمارے بارے میں خبردار کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اوپر سے کسی نے برسٹ چلایا جو ہم سے ذرا فاصلے پر ڈھلان سے ٹکرایا تھا۔ بیتو نے رسی ڈھیلی چھوڑ دی تھی اور میں بھی تقریباً اسی رفتار سے نیچے جا رہا تھا لیکن سادھنا جھجک رہی تھی۔ اس کی وجہ سے وسیم بھی مجبور تھا۔

اوپر والوں نے ہم کو دیکھ لیا تھا اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ہم ان کی پہنچ سے دور جا رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے اندھا دھند گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ کئی برسٹ آ کر ہمارے آس پاس لگے تھے۔ میں اور بیتو ایک منٹ سے بھی کم وقت میں کوئی تین سو گز نیچے جا چکے تھے اور خاصی حد تک محفوظ ہو گئے تھے۔ اب کوئی بھی گولی ہمارے لیے جان لیوا نہیں ہو سکتی تھی لیکن سادھنا اور وسیم ابھی ہم سے پچاس گز اوپر تھے اور وہ خطرے کی زد میں تھے۔ اچانک سادھنا کی چیخ سنائی دی اور اس کے ہاتھ سے رسی نکل گئی۔ وہ تیزی سے نیچے آئی تھی۔ اگر بیتو اسے نہ روک لیتا تو وہ لڑھکتی ہوئی نیچے تک جاتی۔ اوپر سے لہراتی روشنیوں میں وہ بیتو کو گرتی نظر آ گئی تھی۔ میں نے سادھنا کو ایک آڑ میں کھینچ لیا۔ میں نے اسے ٹٹولا تو اس کے پہلو میں زخم محسوس ہوا تھا۔ وہاں سے خون رس رہا تھا۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بے چاری ایک بار پہلے بھی زخمی ہو چکی تھی۔ اور اب بھی شاید اسے اسی جگہ گولی لگی تھی۔

''سادھنا تم ٹھیک ہو نا؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا لیکن وہ جواب دینے کے قابل نہیں تھی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ وسیم بہت تیزی سے نیچے آیا تھا۔ اس نے تیز لہجے میں کہا۔ ''اسے گولی لگی ہے۔''

''وسیم ٹارچ روشن کرو۔'' میں نے اس سے کہا۔ وسیم نے ٹارچ روشن کی اور میں نے سادھنا کے زخم کا معائنہ کیا۔ میرا اندیشہ درست تھا اس کے پہلو میں گولی لگی تھی اور زخم سے خون رس رہا تھا۔ یہ دایاں پہلو تھا۔ اسی جگہ پہلے بھی زخم آیا تھا۔ خوش قسمتی سے گولی نے کسی شریان کو کٹ نہیں کیا تھا اس لیے خون سست روی سے بہہ رہا تھا۔ میں نے اپنی جیب سے رومال نکال کر اس کے زخم پر رکھا اور بیتو کے دیئے کپڑے کو پٹی کی طرح باندھ دیا۔ فی الحال ہم یہی کر سکتے تھے۔ وسیم نے اوپر والوں کی طرف دیکھا۔

''یہاں سے جلدی نکلو۔''

''سادھنا کو میں اٹھاتا ہوں۔'' میں نے کہا اور اپنا سامان ان دونوں میں بانٹ دیا۔ انہوں نے سامان آپس میں ملا کر اٹھا لیا۔ میں نے سادھنا کو اپنی پشت پر لیا اور وسیم نے اسے رسی کی مدد سے مجھ سے باندھ دیا۔ اب وہ گر نہیں سکتی تھی اور میں بھی آسانی سے چل سکتا تھا۔ وہ لوگ بھی نیچے آ رہے تھے مگر ان کے پاس رسی نہیں تھی اس

لیے ان کی رفتار بہت سُست تھی۔ وسیم آگے تھا اور بیتو پیچھے تھا کسی کسی مقام پر ان کو مجھے سہارا دینے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ سادھنا کی بے ہوشی مجھے پریشان کر رہی تھی۔ اگر اسے کسی خطرناک جگہ گولی نہیں لگی تھی تو وہ اس طرح بے ہوش کیوں ہو گئی تھی۔

کچھ دیر بعد ہم دو پہاڑوں کے ملنے کے مقام پر تھے۔ یہاں ایک ڈھلان ختم ہو رہی تھی اور دوسری ڈھلان شروع ہو رہی تھی۔ درمیان میں کسی قدر ہموار جگہ تھی۔ ہم اس پر چلنے لگے تھے۔ اب اوپر سے آنے والے دور ہو گئے تھے مگر جیسے ہی وہ اس جگہ پہنچتے بہت تیزی سے ہمارے پیچھے آ سکتے تھے جب کہ بے ہوش سادھنا کی وجہ سے ہماری رفتار سُست تھی۔ صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ چھ بج رہے تھے۔ کچھ دیر بعد دن نکل آتا اور ہمارے لیے چھپنا مشکل ہو جاتا۔ ایک جگہ میں نے سادھنا کو لٹایا۔ وسیم نے رسی کھولی۔ میری کمر پر اس کا خون لگا ہوا تھا۔ وسیم نے اس کا معائنہ کیا۔

''زخم سے خون نکلنا بند ہو گیا ہے لیکن گولی اندر ہی ہے۔''

''جگر کو نہ نقصان ہوا ہو۔'' میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

''نہیں جگر اس جگہ نہیں ہوتا ہے اور گولی کا زخم بتا رہا ہے کہ گولی سیدھی لگی ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ وہ ٹارچ کی روشنی میں زخم کا معائنہ کر رہا تھا۔ ''نبض بھی زیادہ خراب نہیں ہے۔''

''پھر یہ کیوں بے ہوش ہے؟''

''شاید اوپر سے گرتے ہوئے دھچکا لگا ہو۔''

اسی لمحے سادھنا کراہنے لگی تھی۔ بیتو نے جلدی سے پانی کی بوتل نکال کر کچھ پانی اس کے چہرے پر چھڑکا اور کچھ اس کے منہ میں ڈالا۔ اس کا نتیجہ فوری نکلا اور سادھنا ہوش میں آ گئی۔ اس نے پہلا جملہ کہا۔

''بہت درد ہو رہا ہے۔''

''تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔'' میں نے اسے تسلی دی۔

وسیم مجھے ذرا دور لے گیا۔ ''شہباز صاحب گولی نکالنی ہوگی۔ دیر ہوئی تو اندر زہر پھیل جائے گا۔''

یہ اندیشہ میرے ذہن میں بھی تھا۔ ''لیکن کیسے...... یہاں ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔''

''میرے پاس ایک نوک والا چاقو ہے۔'' اس نے نکال کر دکھایا۔ ''میں اس کی مدد سے آپریٹ کر سکتا ہوں مجھے اس کا تجربہ بھی ہے۔ کئی بار اپنے زخمی ساتھیوں کو لگی گولیاں خود نکالی ہیں۔''

''اس سے سیپٹک کا خطرہ نہیں ہوگا؟''

''نہیں لائٹر ہے پہلے اس سے گرم کر کے جراثیم سے پاک کر لوں گا لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ شور بہت مچائے گی۔ اس میں تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔''

''نہیں شور کرے گی۔'' میں نے پلٹ کر سادھنا کی طرف دیکھا۔ وہ بیتو کے پاؤں پر سر رکھے لیٹی تھی۔ روشنی کسی قدر ہو چلی تھی اور مجھے دور تک کوئی دشمن نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ یقینی طور پر ہمارے پیچھے تھے۔ میں نے وسیم سے کہا۔ ''جو کرنا ہے جلدی کرنا ہے۔''

وسیم چاقو کی نوک کو لائٹر سے گرم کرنے لگا تھا۔ میں سادھنا کے پاس آیا۔ ''سادی تمہارا زخم زیادہ گہرا نہیں

ہ لیکن گولی اندر ہے اور اسے نکالنا ضروری ہے۔''

''میں...... سمجھتی ہوں۔'' اس نے ہمت سے کہا۔

''وسیم چاقو سے گولی نکالے گا۔ تم کو برداشت کرنا ہوگا۔''

اس نے سر ہلایا مگر اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ ظاہر ہے اس قسم کا آپریشن ہٹے کٹے مرد بھی برداشت نہیں کر لیتے۔ وہ تو نازک سی لڑکی تھی۔ وسیم چاقو گرم کر کے لایا تو میں نے ایک کپڑا سادھنا کو دیا۔ ''اسے منہ میں لے ۔''

اس نے کپڑا منہ میں لے لیا۔ وسیم نے مجھ سے کہا۔ ''اسے مضبوطی سے پکڑ لیں ہلے نہیں۔''

میں نے سادھنا کی کمر پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ اتنی نازک تھی کہ میں زور لگاتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ اس نے خود ہی میری مشکل آسان کر دی۔ ''شوبی آپ پیچھے سے مجھے جکڑ لیں۔''

میں نے ایسا ہی کیا۔ یہ وقت مجبوری کا تھا۔ میں نے اسے اپنے سینے پر نیم دراز کر لیا اور عقب سے ہاتھ ال کر اسے اس طرح جکڑ لیا کہ وہ ایک حد سے زیادہ حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ وسیم کچھ پتے بھی توڑ لایا تھا۔ اس نے پہلے زخم صاف کیا اور اس کے بعد اس میں چاقو کی نوک داخل کی۔ پہلی بار سادھنا ایسے تڑپی کہ میں نے شکل اسے قابو کیا تھا۔ اس نے نہ جانے اپنی چیخ کس طرح روکی تھی۔ وسیم اس سے بے نیاز اپنے کام میں مروف تھا اور میں اسے تسلی دے رہا تھا۔

''بس گڑیا ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔ حوصلہ سادی...... شاباش۔''

وہ مچل رہی تھی لیکن آفرین ہے کہ اس کے منہ سے کوئی بلند آواز نکلی ہو۔ اسے بھی احساس تھا کہ دشمن آس س تھا اور اس کی آواز سن کر آ سکتا تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے مچلتی رہی تھی۔ نہ جانے کب اس کا جسم درد کی انتہا سے گزر کر ڈھیلا پڑ گیا اور اسی لمحے وسیم نے گولی نکال لی تھی۔ سادھنا ایک بار پھر بے ہوش ہو گئی تھی۔ خون رواں ا اور اس بار زیادہ تیزی سے بہہ رہا تھا۔ وسیم نے اس میں پتے بھرے اور اوپر سے کس کر پٹی باندھ دی۔ ہم اتنا ی کر سکتے تھے۔

''یہ بیتو کہاں ہے؟'' میں نے پہلی بار چونک کر دیکھا۔ وہ نہ جانے کب خاموشی سے وہاں سے چلا گیا ا۔ میری جیکٹ سامنے سے بھی خون آلود ہو رہی تھی۔ وسیم نے اپنے ہاتھ صاف کیے اور بیتو کو تلاش کرنے لگا۔ ں نے سادھنا کو اس کی جیکٹ پہنائی۔ اس کی سانس اور نبض دونوں تیز چل رہی تھی۔ وسیم بیتو کو آوازیں دینے ا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ تیز تیز قدم چلتا ہوا آیا تھا۔

''کہاں تھے تم؟'' وسیم نے اسے ڈانٹا۔

''ابھی ادھر سے نکلو وہ قریب آ گئے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

ہم پھرتی سے حرکت میں آئے تھے۔ اس بار بیتو نے سادھنا کو اپنی پشت پر لاد لیا تھا اور سامان ہم نے اٹھا یا تھا۔ سادھنا کے لیے وہی ترکیب کی تھی۔ اسے بیتو کی پشت پر سوار کر کے باندھ دیا تھا۔ وسیم اس موقع پر بھی باز ہیں آیا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

''برخوردار اب تم اپنا اصل کام کر رہے ہو۔''

"کیا مطلب وسیم بھائی؟" بیتو نے ہانپتے ہوئے کہا۔
"گدھے ہوتے کس لیے ہیں؟"
بیتو حسبِ معمول ناراض ہو گیا تھا۔ تو وسیم اسے منانے میں لگ گیا۔ "یار تُو خوش نصیب ہے جو اتنا خوب صورت بوجھ اٹھا رہا ہے۔"
میں آگے تھا۔ مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں ہم کچھ دیر کے لیے پیچھے آنے دشمن سے محفوظ رہ سکتے۔ سادھنا کو آرام دینا ضروری تھا تا کہ اس کا خون رک جائے۔ اگر اسی طرح خون بہتا رہتا تو اس کی جان خطرے میں پڑ جاتی۔ اب صبح بہت واضح ہو گئی تھی۔ روشنی کی وجہ سے ہم ایسی جگہوں سے گزر رہے تھے۔ جہاں ہمیں وہ سے نہ دیکھا جا سکے۔ وسیم نے بھی یہی کہا۔
"شہباز صاحب کہیں رکنا ضروری ہے۔"
"میں بھی کسی ایسی جگہ کی تلاش میں ہوں۔"
ہم جس نالے نما جگہ سے گزر رہے تھے یہاں کہیں کہیں پانی تھا لیکن میں نے ان لوگوں کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ کہیں سے پانی نہ لیں اور نہ ہی ریت والی جگہ سے گزریں ورنہ ہمارے نشانات دیکھ کر پیچھے آنے والوں کو اندازہ لگانے میں آسانی رہے گی۔ وسیم کے ہاتھ ابھی تک خون آلود ہو رہے تھے۔ وہ خواہش کے باوجود اپنے ہاتھ نہیں دھو سکا تھا۔ ایک جگہ سے ایک چشمہ اوپر سے آ رہا تھا جس میں نہ ہونے کے برابر پانی تھا۔ وسیم نے مجھ سے کہا۔ "اس نالے کے ساتھ ساتھ اوپر چلیں شاید کوئی جگہ مل جائے۔"
"بیتو کو بہت مشکل ہو گی۔" میں نے کہا۔
"نہیں شوبی بھائی اگر تم بولے گا تو ہم چلے گا۔" بیتو نے استقامت سے کہا۔ "ہم اس کا عادی ہے۔"
میں بھی اس جگہ کو چھوڑنے کا سوچ رہا تھا کیونکہ ہم سیدھے چلتے رہتے تو دشمن جلد یا بدیر ہمیں آ لیتا۔ اس لیے ہم نے چشمے کے ساتھ اوپر کا رخ کیا۔ ذرا اوپر آتے ہی وسیم نے پہلی بار دشمن کو دیکھ لیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔
"وہ دیکھیں جناب۔"
ہم سے کوئی پانچ سو گز پیچھے یہ تین چار افراد تھے۔ ان کے ہاتھوں میں گنیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اور وہ ابھی تک نیچے تھے۔ ہم بر وقت اوپر کی طرف مڑ گئے تھے اور جیسے جیسے اوپر جا رہے تھے ان سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ بیتو اب تھک گیا تھا اور اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس لیے میں نے رکنے کا فیصلہ کیا۔ اور ہم ایک بڑی چٹان کی آڑ میں بیٹھ گئے۔ یہ جگہ نیچے والوں کی نگاہ سے محفوظ تھی۔ بیتو نے سادھنا کو اتارا تھا۔ وسیم نے اس کے زخم کا معائنہ کیا اور بولا۔
"شکر ہے خون خاصی حد تک رک گیا ہے۔"
بیتو ایک درخت سے تازہ پتے توڑ کر لایا۔ ان کی مدد سے سادھنا کا زخم صاف کیا۔ پٹی بدلنے کی ضرورت تھی۔ بیتو کی ایک ٹی شرٹ سے پٹی پھاڑی گئی۔ وسیم اور میں نے اپنے ہاتھ اور لباس سے خون کے دھبے صاف کیے۔ ہم نے پانی پیا اور کچھ کھایا۔ سادھنا کو بھی پانی دیا۔ اس نے بے ہوشی میں پانی پی لیا تھا۔ یہ اچھی بات تھی۔ ہم نے اسے ایک ہموار جگہ لٹا دیا۔ بیتو سانس درست کرنے کے ساتھ چٹان پر چڑھ کر نیچے سے آنے والے

راستوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ ہم نے اپنے اسلحے کا جائزہ لیا۔ دو یوزی مشین گنیں اور ان کے ایک ایک میگزین تھے۔ فالتو گولیاں اب کم رہ گئی تھیں۔ دو عدد پستول تھے اور ان کے ایک ایک اضافی میگزین کے ساتھ کوئی ساٹھ ستر اضافی گولیاں تھیں۔ شاٹ گن ہم نے استعمال نہیں کی تھی۔ اس کی بھی ساٹھ ستر گولیاں موجود تھیں۔ اسلحے کے لحاظ سے پوزیشن تسلی بخش تھی لیکن پیچھے آنے والے زیادہ اور بہتر اسلحے سے مسلح تھے۔ ہمارے لیے سب سے بہتر یہی تھا کہ ان سے دور رہتے۔

''لگتا ہے در بدری ہمارا مقدر ہے۔'' میں نے سرد آہ بھری۔

''دشمن کے ہاتھ آنے سے یہ در بدری بہت بہتر ہے۔'' وسیم نے تصویر کا روشن پہلو دیکھا۔

''میں جتنی جلدی اس ملک سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ حالات مجھے اتنا ہی یہاں الجھا رہے ہیں۔''

''مقدر کا لکھا آدمی کو بھگتنا ہی پڑتا ہے۔'' وسیم نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ ہم دونوں ہی آرام کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد سادھنا کو ہوش آنے لگا تو میں نے ایک پیک دودھ کا ڈبا کھولا اور اسے قطرہ قطرہ کر کے اس کے منہ میں ٹپکانے لگا۔ اس کا نتیجہ اچھا نکلا تھا۔ وہ جلد ہوش میں آ گئی تھی۔ اس نے بے تابی سے دودھ پیا۔ شاید خون کی کمی سے اس کی بھوک جاگ گئی تھی۔

''اب کیسا محسوس ہو رہا ہے۔''

''درد ہے لیکن پہلے سے بہت کم۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''ہمارے پیچھے جو لوگ......''

''تم ان کے بارے میں مت سوچو۔'' میں نے اس کی بات کاٹی۔ ''ابھی تم آرام کرو۔''

وسیم نے بیتو کو اشارہ کر کے نیچے بلایا اور خود اوپر چلا گیا۔ بیتو آیا تو سادھنا کو ہوش میں دیکھ کر کھل گیا تھا۔

''دیدی اب کیسا ہے تم؟''

وہ مسکرائی۔ ''ٹھیک ہوں...... تم جیسے محبت کرنے والے لوگوں کے ہوتے مجھے کیا ہو سکتا ہے۔''

بیتو اس کے پاس بیٹھ کر اسے بتانے لگا کہ جب اسے گولی لگی تو ہم نے کیا کیا تھا۔ وہ درمیان میں سوال کر رہی تھی۔ پھر اس نے ممنونیت سے کہا۔ ''میرے اپنے بھی میرے لیے اتنا نہیں کر سکتے تھے۔''

''ہم تمہارے اپنے ہیں۔''

''کمار کے بعد مجھے لگ رہا تھا میں اس دنیا میں اکیلی رہ گئی ہوں لیکن آپ سب نے مل کر مجھے اپنا ہونے کا احساس دلایا ہے۔''

''صرف ہم تمہارے نہیں ہیں بلکہ تم بھی ہماری ہو۔ تم نے اس سفر میں ہم سے زیادہ مشکلیں برداشت کیں ہیں۔ تم کو دوسری بار گولی لگی ہے۔'' میں نے اس کا ہاتھ تھپکا۔ ''اب بولو مت آرام کرو، کیونکہ ہم زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے۔''

وسیم نے اوپر سے جھانکا۔ ''خاتون کو ہوش آ گیا ہے؟''

''ہاں۔'' میں اس کے پاس اوپر آ گیا۔ میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں تُو خاتون میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہا ہے؟''

اس نے انجان بننے کی کوشش کی۔ ''آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟''

''بیٹے یہ بال میں نے راتوں کو کالے نہیں کیے ہیں۔ تم جس طرح تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہو یہی بتانے کے لیے کافی ہے۔''

''سادی مجھے اچھی لگی ہے۔'' اس نے اعتراف کیا۔ ''لیکن ابھی اس کا زخم تازہ ہے۔''

''کس زخم کی بات کر رہے ہو۔ دل کے یا اوپر والے زخم کی؟''

''دل کے زخم کی۔''

''وسیم تم بے وقوف ہو۔ اسے اس وقت اس زخم کی رفو گری کی ضرورت ہے۔ دل کا زخم صرف رفو گری سے بھرتا ہے۔ اسے وقت بہت دیر سے اور مشکل سے بھرتا ہے۔ ہاں کوئی پیار سے مرہم رکھے تو بھرنے کا پتا بھی نہیں چلتا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے مجھے اس کے قریب ہونے کی کوشش کرنی چاہیے؟'' اس نے میری طرف دیکھا۔

''سچی بات ہے کہ میں نے کئی بار تم سے یہ بات کہنی چاہی تھی لیکن کہہ نہیں سکا تھا۔''

''مجھے ڈر لگتا ہے۔'' اس کا لہجہ دھیما ہو گیا تھا۔ ''اگر اس نے مجھے مسترد کر دیا؟''

''نہ جانے کیوں مجھے یقین ہے وہ ایسا نہیں کرے گی۔ وہ بہت حوصلے والی لڑکی ہے اور ایسے لوگ زندگی کے ساتھ زندہ رہا کرتے ہیں۔ وہ تمہارا ہاتھ نہیں جھٹکے گی۔''

وسیم سوچ میں پڑ گیا تھا۔ میں نے اس سے غلط نہیں کہا تھا۔ اس کی دلچسپی میں نے پہلے ہی محسوس کر لی تھی لیکن مجھے کبھی کبھی احساس ہوتا تھا کہ سادھنا بھی اس کی طرف کچھ رجحان رکھتی ہے۔ ممکن ہے یہ میرا احساس ہو لیکن ایک بات یقینی تھی کہ جو بات میں نے محسوس کر لی تھی۔ ناممکن تھا کہ سادھنا اس سے بے خبر ہو۔ عورت کی چھٹی حس اس معاملے میں بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ فوراً جان جاتی ہے کہ کوئی مرد اس میں کس نیت سے دلچسپی لے رہا ہے۔ سادھنا بھی وسیم کی دلچسپی سے واقف ہو گی۔ میں نے بیتو کو آواز دے کر اوپر بلا لیا اور وسیم سے کہا۔

''اب سادھنا کے پاس کچھ دیر تم رہو۔''

وہ ہچکچایا لیکن پھر نیچے چلا گیا۔ بظاہر یہ سب بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ ہم جنگل میں دشمن سے چھپتے پھر رہے تھے اور کسی بھی وقت اس سے ٹکراؤ ہو سکتا تھا اور میں وسیم کو ترغیب دے رہا تھا کہ وہ سادھنا کی دل جوئی کرے۔ بات یہ ہے کہ میں تقدیر پر یقین رکھتا ہوں۔ آگے جو ہونے والا ہو اس کے بارے میں زیادہ نہیں سوچتا اور مجھے جو کرنا چاہیے میں وہ کرتا ہوں۔ بیتو اوپر آیا۔

''دیدی کا حالت اچھا ہے۔'' اس نے مجھے بتایا۔ ''ابھی ہم نے دیکھا ہے خون مکمل طور پر رک گیا ہے۔''

''اسے کھانے کو کچھ اور دیا ہے؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''ایک چھوٹا ڈبا شہد کا تھا وہ سارا اسے دے دیا۔''

''یہ اچھا کیا اسے ابھی توانائی کی ضرورت ہے۔''

☆======☆======☆

روشنی پوری طرح نمودار ہو چکی تھی اور اوپر سے نچلی ڈھلان صاف نظر آ رہی تھی۔ دشمن ہماری تلاش میں کہیں آگے نکل گیا تھا۔ ورنہ اب تک اسے یہاں آ جانا چاہیے تھا۔ اب مجھے اپنا خیال غلط لگ رہا تھا میں نے جس شخص کے بارے میں سوچا تھا۔ یہ وہ نہیں تھا ورنہ وہ اتنی آسانی سے ہماری جان نہ چھوڑتا۔ اس وقت میں خود کو محفوظ اور پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔ بیتو نے کچھ دیر بعد گھوم پھر کر سادھنا کے زخم کے لیے کچھ خاص پتے اور جڑی بوٹیاں جمع کی تھیں۔ وہ پہاڑی جنگل کا رہنے والا تھا اور اسے ان چیزوں کے بارے میں اچھی طرح پتا تھا یہ لوگ اپنا علاج اسی طرح کرتے تھے۔ جب بیتو آیا تو میں نیچے اتر آیا اور وسیم کو اوپر بھیج دیا۔ سادھنا بظاہر سو رہی تھی لیکن اس کے گلابی رخسار بتا رہے تھے کہ وہ جاگ رہی تھی اور شاید اس دوران میں اس کی وسیم سے بات بھی ہوئی تھی۔ بیتو ایک طرف بیٹھا پتھر پر پتے اور جڑی بوٹیاں کچل کر ان سے مرہم تیار کر رہا تھا میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا اس نے جواب دیا۔

''یہ بہت کام کا چیز ہے۔ ابھی آپ دیکھنا دیدی کا زخم کیسے ٹھیک ہوتا ہے۔'' اس نے پتھر چلاتے ہوئے کہا۔ ''اس کے بعد ہم ایک کام اور کرے گا۔''

''وہ کیا؟''

''ابھی ہم اوپر جا کر کوئی غار تلاش کرے گا۔ اگر رات ادھر رہا تو دیدی کو بہت مشکل ہوگا۔ غار مل گیا تو ہم آگ بھی جلا سکے گا۔''

''یہ واقعی ضروری ہے لیکن اتنی دور مت نکل جانا کہ ہم سے گم جاؤ۔''

اس نے دانت نکالے۔ ''آپ فکر مت کرو ہم شہر میں گم سکتا ہے یہاں نہیں۔''

بیتو نے مرہم بنا کر دیا۔ ''ابھی آپ لگاؤ۔''

''نہیں تم لگاؤ۔'' میں نے انکار کر دیا۔

بیتو نے سر ہلایا۔ اور سادھنا کو مرہم لگانے لگا۔ پٹی اتارنے کے لیے اس نے سادھنا کو ہلایا تو وہ چونک کر اٹھ گئی۔ جب تک وہ مرہم لگاتا رہا میں ذرا اردگرد کے علاقے کا جائزہ لیتا رہا۔ یہاں ڈھلان ترچھی تھی اور ایسی جگہوں پر پہاڑ میں غار ہوتے ہیں لیکن آس پاس مجھے کوئی غار نہیں ملا تھا۔ یہاں بہت بڑے تنے والے اونچے درخت تھے۔ زمین زیادہ تر پتھریلی تھی اور مٹی بہت کم تھی۔ اتنی کم مٹی میں اتنے بڑے درخت دیکھ کر تعجب ہوتا

تھا۔

بیتو ہاتھ صاف کرتا آیا۔ ''ابھی دیدی کو سونے دینا۔ جتنا سوئے گا اتنا جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔''

''تم زیادہ دور مت جانا اور کوئی گن لے کر جانا اگر خطرہ ہو تو فائر کر کے ہمیں خبردار کر دینا۔''

بیتو نے ایک پستول لیا تھا اور چلا گیا۔ وہ اوپر کی طرف گیا تھا۔ اس طرف درخت بہت گھنے تھے اور وہ کچھ دیر میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں سادھنا کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ پھر سو گئی تھی اور اس بار وہ سچ مچ سو رہی تھی۔ میں نے زمین دیکھی۔ یہاں کوئی کیڑا مکوڑا نہیں تھا۔ پھر بھی احتیاطاً میں نے اسے صاف زمین پر کر دیا۔ سادھنا نے نکلتے وقت کھانے کا خاصا سامان رکھ لیا تھا۔ اس کی مدد سے ہم دو تین دن آسانی سے گزار سکتے تھے۔ البتہ پانی کی صرف دو بوتلیں تھیں اور ان میں سے ایک خالی ہو چکی تھی اور دوسری آدھی رہ گئی تھی۔ چشمہ کچھ دور تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔

''سادھنا کا خیال رکھنا میں پانی لے کر آ رہا ہوں۔''

چشمے سے پانی لے کر میں نے خود بھی پانی پیا اور واپس آ گیا۔ وسیم سادھنا کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اسے نیند میں دیکھ کر میں نے آہستہ سے پوچھا۔ ''تمہاری اس سے بات ہوئی؟''

وہ مسکرایا۔ ''ہاں ابھی تھوڑی بہت ہوئی ہے۔''

''وسیم یہ بہت اچھی لڑکی ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''ایک سوال ہے کیا یہ ہمارے ساتھ پاکستان جائے گی۔''

''کیوں نہیں جہاں ہم وہاں یہ۔''

''پھر بھی اس سے ایک بار پوچھ ضرور لیجیے گا۔''

''یہ کام تم بھی کر سکتے ہو آخر خاتون کو رہنا تمہارے ساتھ ہے۔''

''یہ مرحلہ ابھی دور ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''لیکن آپ کہتے ہیں تو میں پوچھ لوں گا۔ یہ بیتو کہاں گیا ہے؟''

''ہمارے لیے کوئی رہائش تلاش کرنے گیا ہے۔''

''یہاں ان پہاڑوں میں؟'' اس نے تعجب سے کہا۔

''ہاں کیونکہ امکان یہی ہے کہ رات یہیں بسر ہو گی اور کھلے آسمان تلے ہماری قلفی جم جائے گی۔ سادھنا کو کسی چھت کی ضرورت ہے۔ کہیں کوئی غار مل گیا تو ہم آگ بھی جلا سکتے ہیں۔''

وسیم نے اوپر کی طرف دیکھا۔ ''یہاں غار ہو سکتا ہے یہ پتھریلے پہاڑ ہیں۔''

''اب تم سادھنا کے پاس رکو میں اوپر جاتا ہوں۔''

چٹان کی صورت میں ہمیں نہ صرف ایک اچھی آبزرویشن پوسٹ مل گئی تھی بلکہ اس کی آڑ میں ہم کسی کی نگاہ سے بھی محفوظ تھے۔ دوپہر کا وقت قریب تھا اور مجھے معلوم تھا دوپہر ڈھلتے ہی شام بڑی تیزی سے آئے گی۔ اس سے پہلے ہمیں کوئی پناہ گاہ تلاش کر لینی تھی۔ گزشتہ رات تک ہم ایک شاندار پہاڑی وِلا میں پورے مزے سے مقیم تھے اور اس وقت کسی غار کی تلاش میں تھے جہاں سردی سے بچ سکیں۔ شاید اسی کا نام تقدیر ہے جو انسان

کو الٹتی پلٹتی رہتی ہے۔

بیتو کو گئے ہوئے دو گھنٹے ہونے کو آئے تھے لیکن وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا مجھے تشویش ہو رہی تھی۔ بے شک وہ پہاڑوں کا رہنے والا تھا اور اسے راستے تلاش کرنا آتے تھے لیکن ان پہاڑوں میں حادثات بھی انسان کی تاک میں رہتے ہیں۔ اگر وہ اتنی دور نکل گیا جہاں سے وہ ہماری مدد بھی نہ حاصل کر سکے اور کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو ہم اسے تلاش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ دوپہر کے بعد سورج تیزی سے مغرب کی طرف جھکا اور جنگل میں روشنی بتدریج کم ہونے لگی تھی۔ ابھی سورج صحیح سے ڈوبتا بھی نہیں اور یہاں نیم تاریکی چھا جاتی۔

سادھنا جاگ گئی تھی۔ وسیم نے اسے کچھ کھانے کو دیا تھا اور ساتھ ہی بیتو کا تیار کردہ لیپ پھر سے اس کے زخم میں لگایا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ سادھنا کا زخم حیرت انگیز طور پر خشک اور چھوٹا ہو رہا تھا۔ مجھے تعجب نہیں ہوا کیونکہ میں پہلے بھی بارہا جڑی بوٹیوں سے تیار کی ہوئی ادویات اور ان کے اثرات دیکھ چکا تھا۔ میں ذاتی طور پر ان سے علاج کرا چکا تھا۔ بیتو کا تیار کیا ہوا لیپ ہم نے ایک چھوٹے سے شاپر میں جمع کر لیا تھا اس نے کہا تھا کہ یہ ہر دو گھنٹے بعد لگانا لازمی ہے۔ اب وسیم کو بھی تشویش ہونے لگی تھی۔

''یہ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ آپ کہیں تو میں جا کر دیکھتا ہوں۔''

''مجھے لگ رہا ہے وہ راستہ بھٹک گیا ہے یا کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ دونوں صورتوں میں ہم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے سوائے اس کے اس کے لیے دعا کریں۔''

''پھر بھی اسے تلاش کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں۔'' وسیم نے اصرار کیا لیکن میں نے اسے اجازت نہیں دی۔

''اگر سادھنا کا مسئلہ نہ ہوتا تو ہم میں سے ایک چلا جاتا لیکن ابھی میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا کیونکہ اگر اچانک ہی دشمن یہاں آ گئے تو ایک آدمی سادھنا کو لے کر نہیں بھاگ سکتا ہے۔''

وسیم نے سوچا اور سر ہلایا۔ ''آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔''

سادھنا پھر سو گئی تھی۔ ممکن ہے اس لیپ میں کوئی ایسی جڑی بوٹی شامل ہو جس کے اثر سے نیند آ جاتی تھی۔ ورنہ وہ جس تکلیف میں تھی اس میں آدمی اتنے آرام سے نہیں سو سکتا۔ اگرچہ میں نے وسیم کی بیتو کو تلاش کرنے کی تجویز مسترد کر دی تھی لیکن پھر بھی ہم نے باری باری آس پاس نکل کر دیکھا تھا۔ میں اوپر کی طرف گیا تھا اور وہاں میں نے بیتو کو آواز بھی دی تھی لیکن کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ مجھے اطمینان تھا کہ دشمن اس علاقے سے آگے کہیں نکل گیا تھا اور وہ آس پاس نہیں تھا۔

شام کے چار بجے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بیتو اب نہیں آئے گا اور وہ یقیناً کسی حادثے کا شکار ہو گیا تھا یا راستہ گم کر بیٹھا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔ ''ہمیں اب خود نکلنا ہوگا۔''

''اگر بیتو آ گیا تو؟''

''ہم اوپر کی طرف جائیں گے۔ اور کوشش کریں گے کہ کوئی غار مل جائے۔ فی الحال بیتو کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔''

وسیم کو شاید یہ خیال پسند نہیں آیا تھا لیکن اس نے اعتراض نہیں کیا۔ میں نے سادھنا کو اپنی پشت پر لادا اور

سارا سامان وسیم نے اٹھالیا تھا۔ ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے۔ سادھنا کا زخم خشک ہو چلا تھا اس لیے مجھے خطرہ نہیں تھا کہ خون رسے گا یا رسا بھی تو بہت زیادہ مقدار میں رسے گا۔ جب میں نے اسے پشت پر ڈالا تو اسے جاگ آ گئی تھی۔

"شوبی ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"کسی پناہ گاہ کی تلاش میں۔"

"بیتو نہیں آیا؟"

"نہیں پتا نہیں کہاں رہ گیا ہے۔" میں نے کہا اور اسے تسلی دی۔ "فکر مت کرو ممکن ہے وہ ہمیں راستے میں مل جائے۔"

سادھنا نے عقب سے مجھے پکڑ لیا تھا۔ یہ اچھی بات تھی کیونکہ اس کے ڈھیلے جسم کو سنبھالنا بہت مشکل کام تھا۔ میں نے رسی نہیں بندھوائی تھی۔ اوپر سے اس نے بازو میری گردن میں ڈال دیئے تھے اور پیچھے سے ٹانگیں میری کمر کے گرد کر لی تھیں۔ پھر وہ جھینپے ہوئے انداز میں ہنسی۔

"شوبی مجھے بہت شرم آ رہی ہے۔"

"اچھی بات ہے لڑکیوں کو شرم آنی چاہیے۔ ورنہ وہ بے شرم کہلائیں۔"

"شرم اس طرح پیٹھ پر سواری کرتے ہوئے آ رہی ہے مجھے یاد ہے کبھی کبھی بابا مجھے اسی طرح اپنی پیٹھ پر بٹھالیا کرتے تھے۔"

"تو سمجھ لو میں تمہارا بابا ہوں۔"

"اب تو میرا سب کچھ آپ ہی ہیں۔" وہ اداس ہوگئی۔ "اپنے تو اپنے رہے نہیں۔"

"خدا کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا ہے اگر اس سے کچھ لیتا ہے تو اسے بہت کچھ دے بھی دیتا ہے۔" میں نے اسے تسلی دی۔

"ہاں یہ تو ہے۔" وہ بولی۔ کچھ دیر بعد اس نے جھجکتے ہوئے مجھ سے وسیم کے بارے میں پوچھا اور میں موقع غنیمت جان کر اسے تفصیل سے وسیم کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ آگے راستہ تلاش کر رہا تھا۔ اس لیے مجھے امید تھی کہ میری آواز اس کے کانوں تک نہیں جائے گی۔ سادھنا درمیان میں سوال کرتی رہی تھی اور بات لمبی ہوتی چلی گئی تھی۔ ہم اس وقت چپ کرتے تھے جب میں کہیں ستانے کے لیے رکتا تھا۔ سادھنا کی حالت بہت بہتر ہوئی تھی اور اس کے زخم سے خون نہیں رسا تھا۔ درد بھی بہت کم رہ گیا تھا۔ ایک جگہ رکے تو وسیم نے مجھ سے کہا۔

"شہباز صاحب ابھی تک تو کوئی غار نہیں ملا ہے۔ میرا اندازہ غلط نکلا کہ یہاں غار ہوں گے۔"

"ہوں گے یار، ورنہ ہم کہیں کسی آڑ میں رات بسر کرلیں گے۔ آگ جلانا لازمی ہے۔"

سورج ابھی غروب ہونے میں کچھ وقت تھا لیکن روشنی خاصی کم ہوگئی تھی۔ اسی تناسب سے سردی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ہوا میں بھی تندی آتی جا رہی تھی اور لگ رہا تھا کہ رات ٹھیک ٹھاک سرد ہوگی۔ میں وسیم سے کہہ تو رہا تھا کہ ہم رات کہیں آڑ میں بسر کر سکتے ہیں لیکن سادھنا کے لحاظ سے مجھے یہ بہت مشکل لگ رہا تھا۔ کوئی نہ کوئی

جگہ ڈھونڈنا لازمی تھا۔ اس وقت خدا نے میرے دل کی آواز سن لی تھی۔ کیونکہ جس وقت میں ستانے کے لیے رکا تھا۔ وسیم آگے گھوم رہا تھا۔ اچانک اس نے مجھے آواز دی۔

''شہباز صاحب یہاں آیئے گا۔''

''ایک منٹ آیا۔'' میں نے سادھنا کو ایک جگہ بٹھاتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے پورے حواس میں آ گئی تھی اس لیے میں نے اسے چھوڑ کر جانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ وسیم ایک چھوٹے سے دہانے میں جھانک رہا تھا۔ اندر تاریکی تھی۔ اس نے ٹارچ روشنی اندر ڈالی۔ یہ چھوٹا سا غار تھا مگر صاف ستھرا تھا۔ اگر اس میں کسی جانور کی رہائش ہوتی تو اس سے ناقابلِ برداشت قسم کی بدبو آ رہی ہوتی۔ اس سے اوپر جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ وسیم نے میری طرف دیکھا۔

''کیسا ہے جناب؟''

''ٹھیک ہے مگر ذرا چھوٹا ہے خاصا پیک ہو کر آنا پڑے گا۔''

''ہم باہر بھی گزارا کر سکتے ہیں اصل مسئلہ سادھنا کا ہے۔'' وسیم نے کہا تو میں قائل ہو گیا۔ اس کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے ہم نے غار کی صفائی کی اور جلانے کے لیے لکڑی جمع کی اور سادھنا کے لیے پہاڑی گھاس کی مدد سے بچھونا تیار کیا۔ اسے اندر لٹا کر ہم نے ایک بار پھر باری باری بیتو کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ شاید اس جگہ سے بہت دور تھا۔ سورج غروب ہوتے ہی سردی میں اتنی تیزی سے اضافہ ہوا تھا کہ ہم کانپ اٹھے تھے۔ وسیم نے مجھ سے کہا۔

''اتنے سے غار میں آگ جلانے سے خطرہ ہوگا۔''

خطرہ تو تھا لیکن ہم نے اس کا تدارک یہ کیا کہ جس جگہ آگ جلانی تھی۔ وہاں ہم نے پتھر رکھ کر ایک حفاظتی دیوار بنالی۔ اس میں لکڑیاں بھر کر آگ لگا دی۔ لکڑیاں خشک تھیں اس لیے آسانی سے آگ پکڑ لی اور اندر دھواں بھی نہیں بھرا نہیں تھا۔ آگ جلی تو ہم سب کی جان میں جان آئی تھی۔ کھانا کھا کر میں آرام کرنے کے لیے ایک طرف ٹک گیا تھا۔ رات بھی سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ایک اعصاب شکن سی کیفیت میں وقت گزرا تھا۔ وسیم باہر پہرا دے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے نیند آ گئی۔ وسیم نے مجھے نہیں جگایا تھا میری آنکھ خود ہی کھلی تھی۔ وسیم بے چارہ دہانے کے قریب سکڑ کر بیٹھا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی رات کے بارہ بج رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

''تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟''

''بس آپ بہت تھکے ہوئے تھے اس لیے میں نے سونے دیا۔'' وہ اندر رینگ آیا۔ ''اب آپ اٹھ گئے ہیں تو میں کچھ دیر سوؤں گا۔''

''کوئی خاص بات؟'' میں نے سرک کر اسے جگہ دی اور خود دہانے کی طرف چلا گیا۔

''نہیں سادی کو مرہم لگایا تھا۔'' اس نے بتایا۔ ''اسے باہر جانا تھا تو لے گیا تھا۔ ویسے باہر امن و سکون ہے۔''

سادی کو وہ کس وجہ سے لے گیا تھا میں سمجھ گیا تھا اس لیے میں نے پوچھا نہیں۔ خود مجھے بھی حاجت محسوس ہو رہی تھی۔ اس لیے میں باہر نکل گیا اور باہر آ کر مجھے اندازہ ہوا کہ سردی کس قدر تھی۔ واپس آ کر میں نے دہانے

کے سامنے جگہ سنبھال لی یہاں الاؤ کی کسی قدر حرارت تھی۔ وسیم نے ایک کام اور کیا تھا اس نے اوپر لگی جھاڑیوں سے شاخیں کاٹ کر دہانے کے سامنے جمع کر لی تھیں ایک تو ہوا سے بچت ہو ہی تھی دوسرے غار کے اندر جلنے والی آگ کی روشنی دور سے دکھائی نہیں دیتی۔ میں نے انگاروں پر کچھ لکڑیاں اور ڈالیں۔ اور آگ تاپتا رہا تھا۔ وسیم میری جگہ اور میری ہی پوزیشن میں سو گیا تھا۔ سادھنا کے لیٹنے کے بعد بس اتنی ہی جگہ بچتی تھی۔ وقت گزاری کے لیے میں اپنے رومال سے گنیں صاف کرنے لگا۔ میرے اور وسیم کے پاس یوزی گن تھی اور ایک پستول بیتو لے گیا تھا اور ایک وسیم کے پاس تھا۔ شاٹ گن ہم نے اندر رکھی تھی۔

مجھے بیتو کا خیال آ رہا تھا۔ نہ جانے وہ کیوں نہیں آیا تھا۔ اس پر کیا افتاد پڑ گئی تھی یا وہ راستہ بھول گیا تھا۔ کبھی کبھی میں اٹھ باہر آتا تھا اور بیتو کو آواز دیتا تھا۔ اس امید پر کہ شاید وہ واپس آ رہا ہو اور یہیں سے گزر رہا ہو۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ مجھے وہ رات یاد آئی جب میں ہمیشہ کے لیے گھر چھوڑ کر نکلا تھا اور پھر وہ وقت بھی آیا جب میں نے ہمیشہ کے لیے گھر چھوڑ دیا۔ پھر میری زندگی میں مرشد علی اور فتح خان جیسے لوگ آئے اور تب سے میں دربدر تھا۔

وسیم مجھ سے بھی زیادہ تھکا ہوا تھا۔ وہ بے خبر سوتا رہا۔ سادھنا بھی سو رہی تھی۔ مجھے لگا جیسے ساری کائنات سو رہی ہے اور صرف میں جاگ رہا ہوں۔ جب آگ مدہم پڑنے لگتی تھی تو میں اس میں کچھ لکڑیاں ڈال دیتا تھا۔ دھواں کم کرنے کے لیے میں پہلے ان لکڑیوں کو انگاروں کے پاس ہی رکھ دیتا تھا تاکہ وہ بالکل خشک ہو جائیں۔ صبح چھ بجے روشنی کے آثار نظر آنے لگے۔ اس جگہ درخت زیادہ گھنے تھے اس لیے روشنی کا احساس ذرا کم تھا۔ جیسے ہی سورج نمودار ہوا۔ وسیم کی آنکھ بھی خود ہی کھل گئی اور اس نے بھی وہی بات کی۔

''آپ نے مجھے جگایا نہیں۔''

میں ہنسا۔ ''تم نے بھی نہیں جگایا تھا اس لیے حساب برابر ہو گیا۔''

وہ جسم کھولتا باہر آیا۔ ''بیتو کا کچھ پتا چلا؟''

''نہیں میں اسے آوازیں دیتا رہا تھا۔''

وسیم حیران ہوا۔ ''آپ بھی...... میں بھی اس امید پر آوازیں لگاتا رہا تھا کہ شاید وہ یہاں سے گزر رہا ہو۔''

میں مسکرایا۔ ''ہم دونوں ایک ہی طرح سے سوچتے ہیں۔''

بیتو کے بارے میں ہم ایک حد تک ہی فکر مند ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے ساتھ کچھ ہو گیا تھا تو ہم اس معاملے میں بے بس تھے۔ ابھی ہمیں اپنی پڑی ہوئی تھی۔ سادھنا بھی کچھ دیر بعد جاگ گئی تھی۔ اس نے بھی بیتو کے بارے میں پوچھا۔ اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ہم نے ناشتہ کیا اور روانگی کے بارے میں سوچا۔ وسیم کا خیال تھا کہ ابھی کچھ دیر اور یہاں رکا جائے۔ تاکہ سادھنا سفر کے قابل ہو جائے۔ مگر میرا خیال تھا ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے تھا۔ ہم اس جگہ سے بہت زیادہ دور نہیں تھے جہاں دشمن ہمیں تلاش کر رہا تھا۔ ہمارا یہاں سے نکل جانا ہی مناسب تھا۔ سادھنا نے بھی میری بات کی حمایت کی۔

''میں سفر کر سکتی ہوں۔ اب میں خود سے بھی چل سکتی ہوں۔''

وسیم نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس زخم کے ساتھ تم سفر نہیں کرسکتی ہوں۔''

لیکن اس نے اصرار کیا۔ ''میں کرسکتی ہوں میں خود کو بہت بہتر محسوس کررہی ہوں۔''

میں اسے سہارا دے کر باہر لایا اور ایک جگہ سے آتی سورج کی روشنی میں اس کے زخم کا معائنہ کیا۔ وہ واقعی بالکل خشک اور بھر جانے والا لگ رہا تھا۔ بیتو کے بنائے لیپ نے اثر دکھایا تھا لیکن وسیم کا کہنا تھا یہ اوپر اوپر سے ہے اندر سے زخم اپنے وقت پر ہی بھرے گا اور سادھنا کو ابھی کم سے کم چوبیس گھنٹے آرام کی ضرورت تھی۔ اس علاقے میں اچھا خاصا فٹ انسان سفر نہیں کرسکتا ہے۔ مگر سادھنا نے اصرار کیا تو ہمیں اس کی بات ماننا پڑی تھی۔ سب نے آرام کرلیا تھا اس لیے تازہ دم تھے۔ طے ہوا کہ دوپہر تک سادھنا کو باری باری میں اور وسیم اٹھائیں گے اور اس کے بعد وہ خود سے سفر کرے گی۔ دن کا یہ بہترین حصہ ہم اس طرح تیزی سے سفر میں استعمال کرسکتے تھے۔ اس کے بعد جب سادھنا خود سے چلتی تو ہمیں لازمی طور پر اسے وقفے وقفے سے آرام دینا پڑتا۔

جب ہم روانہ ہوئے تو وسیم نے کہا۔ ''ایک گھنٹے بعد آپ سادھنا کو مجھے دے دیجئے گا۔''

مگر جیسے ہی سفر کے دوران وسیم آگے نکلا سادھنا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ ''میں وسیم کی پشت پر سوار نہیں ہوں گی۔''

''کیوں؟'' میں نے انجان بن کر کہا۔ جب یہ بات طے ہورہی تھی تب ہی سے وہ کچھ بے چین تھی۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

''بس مجھے شرم آئے گی۔''

''اور یہ جو میری کمر پر سوار ہو تو شرم نہیں آرہی۔'' میں نے اسے چھیڑا تو وہ روہانسی ہوگئی۔

''شوبی آپ میرا مذاق اڑارہے ہیں۔ کیا آپ جانتے نہیں ہیں؟''

''کیا نہیں جانتا؟''

''یہی کہ وسیم میرے لیے کس طرح سے سوچتا ہے۔''

''کس طرح سوچتا ہے؟''

''شوبی۔'' اس نے دھمکی دی۔ ''اب میں سچ مچ رودوں گی۔''

''اوکے او کے رونا مت مجھے روتی عورتیں بالکل اچھی نہیں لگتی ہیں اور میں تم کو چھیڑ رہا تھا۔''

''یعنی آپ جانتے ہیں؟''

''ہاں بابا میں نے ہی تو سب سے پہلے اس بات کو محسوس کیا تھا۔''

''جی نہیں پہلے......'' اس کے منہ سے نکلنے والا تھا وہ چپ ہوئی اور پھر شرما گئی۔

''سادی وسیم بہت اچھا آدمی ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''آگے کا حال صرف خدا جانتا ہے لیکن اگر تم کو اس کے ساتھ رہنے کا موقع ملا تو تم خود جان لوگی۔''

''مجھے بس اتنا پتا ہے کہ جس پر آپ اعتماد کرتے ہوں وہ برا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔''

''مجھ پر اس اعتماد کا شکریہ۔''

''سچ کہوں شوبی تو میں نے آپ جیسا انسان نہیں دیکھا ہے۔ جب آپ دشمن سے لڑتے ہیں تو اتنے خوف ناک ہو جاتے ہیں کہ آپ کو دیکھتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے اور جب ہمارے لیے فکرمند ہوتے ہیں تو ایسا لگتا ہے آپ سے زیادہ نرم دل انسان اور کوئی ہے ہی نہیں۔''

''یہ سب اوپر والے کی دین ہے۔ جس نے مجھے تم جیسے اچھے دوست اور ان سے دوستی نبھانے کا سلیقہ دیا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن بی بی تم نے ایک بات تو سوچی نہیں ہے کہ میں تم کو مستقل کس طرح اٹھا کر چلوں گا۔''

''میں نے سوچ لیا ہے۔'' وہ بولی۔ ''جب آپ تھک جائیں تو میں پیدل چلوں گی اور جب میری ہمت جواب دینے لگے تو آپ مجھے اٹھالیا کریں۔''

''کہیں وسیم اس بات کو محسوس نہ کر لے۔''

''نہیں کرے گا۔'' سادھنا کے لہجے میں اعتماد تھا۔ ''اگر وہ میرے لیے اپنے دل میں کوئی جذبہ رکھتا ہے تو اس کے دل میں میرے لیے غلط سوچ آ ہی نہیں سکتی ہے۔''

ایک گھنٹے بعد جب وسیم نے پُر امید نظروں سے میری طرف دیکھا تو سادھنا فوراً میری پشت سے اتر آئی اور اس نے اعلان کیا کہ اب وہ پیدل چلے گی۔ وسیم کی صورت اتر گئی۔ اس نے کہا۔ ''ابھی پیدل چلنا تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے۔''

''کوئی بات نہیں اگر مجھے درد ہوا تو میں شوبی کی پشت پر سوار ہو جاؤں گی۔''

ہم ستانے کے لیے بیٹھ گئے تھے۔ وسیم نے موقع پا کر مجھ سے کہا۔ ''خیر تو ہے تو یہ مجھ سے کچھ فرنٹ لگ رہی ہے۔''

''فرنٹ نہیں ہو رہی ہے برخوردار، اصل میں شرما رہی ہے۔''

اس نے غور کیا۔ ''شرما رہی ہے مگر کیوں؟''

''یہ سوال تو تم خود سے کرو آخر تم نے اس سے کوئی بات تو کی ہوگی۔''

وسیم ہچکچایا۔ ''وہ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔''

''تب تم خود سوچو اس کو تمہاری پشت پر سوار ہوتے ہوئے شرم نہیں آئے گی۔''

''آپ سچ کہہ رہے ہیں۔'' اس نے پُر امید لہجے میں پوچھا۔

''اب میں حلفیہ بیان تو دینے سے رہا لیکن سمجھ لو کہ آثار بہت ہی امید افزاء ہیں۔''

وسیم کھل اٹھا تھا۔ ''تب ٹھیک ہے۔''

کچھ دیر چلنے کے بعد میں سادھنا کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھے تو میں نے اسے پھر اپنی پشت پر اٹھا لیا۔ وسیم صحیح کہہ رہا تھا۔ زخم کو ابھی اندر سے بھرنے کے لیے وقت درکار تھا۔ ذرا سا چلنے سے اس کی حالت خراب ہونے لگی تھی اور میں اسے اٹھا کر مستقل نہیں چل سکتا تھا۔ اس لیے ہر ایک گھنٹے بعد ہم پندرہ منٹ کے لیے رکنے لگے تھے۔ ہم جس پہاڑی پر سفر کر رہے تھے۔ اب اس کی چوٹی کچھ ہی دور تھی اور ہم چوٹی کی طرف بڑھنے کے بجائے اس کے متوازی سفر کر رہے تھے۔ ایک بار وسیم نے مجھ سے کہا۔

''ہمیں بلندی سے اس سارے علاقے کا جائزہ لینا چاہیے۔ ممکن ہے کوئی آبادی یا سڑک نظر آ جائے۔''

''تب تم ایسا کرو کہ جس سمت میں ہم سفر کر رہے ہیں اسی سمت میں اوپر کی طرف جاؤ اور ہمیں نظر میں رکھنا۔ میں بھی تمہیں نظر میں رکھوں گا تم اوپر جا کر دیکھ سکتے ہو۔''

''یہ ٹھیک ہے۔'' اس نے میری بات سے اتفاق کیا اور وہ اوپر کی طرف جانے لگا جب کہ میں نے سادھنا سمیت ڈھلان کے متوازی سفر جاری رکھا تھا۔ وسیم مجھے اور میں اسے اپنی نظر میں رکھے ہوئے تھا۔ اگر چہ عملی طور پر یہ بہت مشکل کام تھا کیونکہ راہ میں بڑے بڑے درخت حائل تھے اور ان کی وجہ سے ہمیں مشکل ہو رہی تھی۔ مگر کسی نہ کسی طرح ہم ایک دوسرے کو نظر میں رکھے ہوئے تھے۔ پھر سادھنا نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

''آپ اوپر کے بجائے راستہ دیکھیں میں وسیم کو نظر میں رکھوں گی۔''

''یہ ٹھیک رہے گا۔'' میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''تمہاری بھی پریکٹس ہو جائے گی ویسے بھی مستقبل میں تم نے یہ کام کرنا ہے۔''

''شوبی۔'' اس نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

میں تھک گیا تو ایک جگہ رک گیا۔ وسیم کچھ دیر کے لیے نظروں سے اوجھل ہوا تو سادھنا بے قرار ہو گئی تھی۔ اس نے مجھ سے اتنی بار وسیم کے بارے میں کہا کہ میں تنگ آ کر کھڑا ہو گیا۔ ''تم رکو یہاں پر میں اسے تلاش کر کے لاتا ہوں۔''

''میں اکیلی۔'' وہ سہم گئی۔ ''نہیں میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔''

''اب تم نے وسیم کے بارے میں پوچھا تو میں اسے تلاش کرنے نکل جاؤں گا۔'' میں نے اسے دھمکی دی۔

''اچھا اب نہیں پوچھوں گی لیکن یہ اب تک آیا کیوں نہیں ہے؟''

میں نے سر پیٹنے کا ارادہ کیا تھا کہ اسی لمحے وسیم آتا دکھائی دیا تو سادھنا سے زیادہ میں نے سکون کا سانس لیا تھا۔ ''لو آ گئے جناب۔''

وسیم کا سانس پھولا تھا لیکن وہ خوش تھا۔ ''یہاں سے دور شمال میں ایک جگہ دھواں سا اٹھتا نظر آ رہا ہے۔''

''دھواں اٹھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہاں آبادی ہے۔'' میں نے کہا۔ وسیم نے سر ہلایا

''پھر دھواں کیوں اٹھ رہا ہے؟''

اس کی بات قابلِ غور تھی۔ اگر اس طرف کوئی چشمہ تھا تب بھی اس سے صرف رات کو ہی بھاپ اٹھتی ہے۔ دن میں کسی معدنی چشمے سے بھاپ یا دھواں اٹھ سکتا۔

''کہیں وہ بھاپ تو نہیں ہے؟''

''نہیں وہ دھواں ہی ہے۔'' وسیم نے یقین سے کہا۔ ''بھاپ اور دھوئیں میں فرق ہوتا ہے۔''

وہ درست کہہ رہا تھا۔ ''دھواں یہاں سے کتنا دور ہے؟''
وسیم نے چوٹی کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کے بعد ایک اور ڈھلان ہے اور دھواں اس ڈھلان کی چوٹی کے دوسری طرف سے اٹھ رہا ہے۔ وہ چوٹی اتنی اونچی نہیں ہے۔''
''دھواں آگ لگنے سے بھی اٹھ سکتا ہے۔''
''کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ بیتو آگ لگا کر ہمیں اشارہ دے رہا ہو۔'' سادھنا نے ایک نیا خیال پیش کیا تھا تو ہم سب ہی چونک گئے۔
''واقعی ممکن ہے بیتو کہیں پھنس گیا ہو اور اس طرح ہمیں اشارہ دے رہا ہو۔'' وسیم نے تائید کی۔
''میرا خیال ہے ہمیں چل کر دیکھ لینا چاہیے۔'' میں نے مزید بحث سے پہلے کہا۔ میں کھڑا ہوا تو سادھنا نے میری پیٹھ پر سوار ہونے سے انکار کر دیا۔ ''تمہیں تکلیف ہو گی۔''
''بے شک ہو لیکن اب میں خود کو اتنا کمزور نہیں رکھنا چاہتی۔'' اس نے حوصلے سے کہا۔ ''میں آپ سب پر بوجھ بننے کے بجائے مشکل میں ساتھ دینا چاہتی ہوں۔''
پھر ہمارے منع کرنے کے باوجود وہ چل کر اوپر چوٹی تک گئی تھی۔ اگرچہ اس کوشش میں اس کی حالت بری ہو گئی تھی اور اتنے سرد موسم میں بھی وہ پسینے میں شرابور ہو گئی تھی لیکن اس نے ہمارا سہارا ابھی نہیں لیا تھا۔ اس جگہ سے وہ دھواں صاف نظر آ رہا تھا اور یہ سچ مچ دھواں ہی تھا جو کسی آگ سے اٹھتا ہے اور جس کے بارے میں شاعر نے کہا ہے کہ یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے۔
مجھے لگا کہ وسیم کی بات درست تھی اس طرف کوئی آبادی تھی جس سے یہ دھواں اٹھ رہا تھا۔ میں نے اس سے اتفاق کیا۔ ''اس طرف کوئی آبادی ہے۔ اور ہمیں اس طرف جانا چاہیے۔''
''ممکن ہے...... وہاں بیتو مل جائے۔'' سادھنا رک رک کر بولی۔ اس کی حالت ابھی تک قابو میں نہیں آئی تھی۔ ''ہمیں اس طرف جانا چاہیے۔''

☆======☆======☆

اس وقت دوپہر قریب تھی اور ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس لیے ہم فوری طور پر روانہ ہو گئے۔
اس بار سادھنا نے میری پشت پر سوار ہونے سے انکار نہیں کیا تھا۔ بیتو کا تیار کیا لیپ ہم اسے روانہ ہونے سے پہلے لگا چکے تھے اور یہ آخری لیپ تھا۔ اب ہمارے پاس اس کے زخم پر لگانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اترتے ہوئے اسے سوار رکھنا بہت مشکل کام تھا اور مجھے سنبھل سنبھل کر قدم رکھنے پڑ رہے تھے۔ کہیں کہیں مجھے وسیم کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ ایک گھنٹے بعد جب ہم دوسری ڈھلان پر چڑھ رہے تھے تو میری حالت بری ہو گئی تھی۔
''شوبی مجھے نیچے اتار دیں میں خود چلوں گی۔'' سادھنا نے کہا۔
''نہیں۔'' میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تم نہیں چل سکتی ہو۔''
''پلیز۔'' اس نے اصرار کیا۔
مگر میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ پھر وسیم نے کہا۔ ''سادی اب تم میری پشت پر آ جاؤ۔''
سادھنا ہچکچائی تھی لیکن جب میں نے اسے نیچے اتارنے سے انکار کیا تو مجبوراً وہ وسیم کی پشت پر آ لے

کے لیے تیار ہوگئی۔ میں نے اسے وسیم کے حوالے کیا اور خود سامان اٹھا لیا تھا۔ واقعی اسے اٹھانے کی نسبت سامان اٹھانا زیادہ آسان ثابت ہوا تھا لیکن ممکن ہے وسیم کا خیال میرے برعکس ہو اور اسے سادھنا کو اٹھانا زیادہ آسان لگ رہا ہو۔ اب چڑھائی تھی۔ ہم نے ایک جگہ رک کر کچھ کھایا تھا۔ اب کھانے کا سامان بھی خاتمے کے قریب تھا اور ہمارا جلد از جلد کسی آبادی تک پہنچ جانا ضروری تھا۔ یہ ڈھلان ہمارے اندازے سے زیادہ بڑی ثابت ہوئی تھی اور شام ہونے تک ہم اس کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ باری باری سادھنا کو اٹھانے سے میرا اور وسیم دونوں کا برا حال ہو گیا تھا۔ اور اس پر یہ ستم ہوا کہ جب ہم نے چوٹی کے دوسری طرف دیکھا تو اترنے کا راستہ ہی نہیں تھا۔

''یہاں تو راستہ ہی نہیں ہے۔'' وسیم نے مایوسی سے کہا۔

''فی الحال تو آرام کرو اور اس مشکل کا حل تلاش کرتے ہیں۔'' میں نے کہا۔ سادھنا کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ لیپ کا اثر ختم ہونے سے اسے بخار ہو گیا تھا لیکن اس کا زخم خشک ہی تھا۔ شاید اسے تھکن اور درد کی وجہ سے بخار ہو رہا تھا۔ ہمارے پاس رسی کا ایک لچھا تھا۔ میں نے اس ڈھلان کی گہرائی دیکھی۔ پھر رسی سے ایک پتھر باندھ کر اسے نیچے اچھال دیا۔ رسی ڈھلان کے اوپری حصے تک پہنچ گئی تھی۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔

''اگر ہم رسی کی مدد سے اتریں تو نیچے شارٹ کٹ سے پہنچ سکتے ہیں۔''

''ہم تو پہنچ جائیں گے لیکن سادھنا؟''

''سادھنا ایسے جائے گی جیسے اب تک سفر کرتی رہی ہے۔''

''یعنی آپ کی پشت پر۔'' وسیم نے کہا۔

''جی نہیں میں اس جگہ سے اس طرح نہیں اتروں گی۔'' سادھنا نے انکار کیا تھا۔

''جی نہیں آپ اس جگہ سے اسی طرح اتریں گی۔'' میں نے اسی کے لہجے میں کہا۔ اسے ماننا پڑا تھا کیونکہ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ ہم نیچے اتر سکتے اور نیچے بہت گھنا جنگل تھا جو دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اب معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ دھواں کہاں سے اٹھ رہا تھا۔ اور نہ ہی کسی آبادی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔ ''تم نیچے جاؤ اور حالات دیکھ کر اشارہ کرو اگر ڈھلان اس قابل ہے کہ سادھنا سمیت سفر کر سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ تم اوپر آ جانا۔''

''ٹھیک ہے۔'' وسیم نے سر ہلایا اور نیچے روانہ ہو گیا۔ اسے رسی کی مدد سے اوپری ڈھلان تک پہنچنے میں مشکل سے دس منٹ لگے تھے۔ یہ جگہ کوئی دو سو گز نیچے تھی اور اس نے جا کر اوکے کا اشارہ کیا تھا۔ میں نے سادھنا سے کہا۔ ''تیار ہو جاؤ۔''

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' اس نے منمنا کر کہا۔

''بی بی جانا تو ہے۔'' میں نے رسی ایک بڑے تنے والے درخت سے باندھ دی تھی۔ پھر ایک ٹکڑے سے سادھنا کو خود سے باندھا تاکہ وہ غلطی سے بھی مجھ سے الگ نہ ہو اور نیچے اترنے کی تیاری کرنے لگا تھا۔ سادھنا ڈر رہی تھی۔ جیسے ہی میں نے ڈھلان پر قدم رکھا وہ مجھ سے بندھے ہونے کے باوجود بری طرح چمٹ گئی تھی۔

''آرام سے گڑیا، تم محفوظ ہو۔'' میں نے اسے چمکارا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''اچھا ایسا کرو تم آنکھیں بند کرلو۔''

رسی سے اترنا آسان نہیں تھا لیکن بہت مشکل بھی نہیں تھا۔ بس سادھنا کی وجہ سے مجھے بہت سنبھل سنبھل کر قدم رکھنا پڑ رہا تھا۔ کبھی کبھی نیچے سے وسیم کی آواز آتی تھی۔ وہ مجھے راستے کے سلسلے میں مشورے دے رہا تھا کیونکہ سادھنا کی وجہ سے مجھے نیچے دیکھنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ نصف ڈھلان کے بعد راستہ آسان ہو گیا تھا۔ اس لیے جب وسیم کی آواز آنی بند ہوگئی تو میں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی لیکن سادھنا بے چین ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''وسیم اب آواز نہیں دے رہا ہے؟''

''تو تم اسے آواز دے لو۔'' میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔

اس نے سچ مچ وسیم کو آواز دے ڈالی۔ ''وسیم......وسیم۔''

لیکن وسیم کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ ویسے بھی ہم ڈھلان کے آخری حصے میں تھے۔ اب بیس پچیس گز کا ٹکڑا باقی رہ گیا تھا۔ یہ کسی قدر دشوار تھا اور مجھے بہت سنبھل کر اترنا پڑا تھا۔ جب ہم نیچے پہنچے تو میں نے سکون کا سانس لیا اور سادھنا بھی فوراً میری پشت سے اتر آئی تھی۔ وہ وسیم کے لیے بے چین تھی۔

''وسیم......کہاں ہو تم؟''

''صبر صبر......وہ آس پاس ہی ہوگا۔'' میں نے رسی سمیٹتے ہوئے اسے تسلی دی۔ مگر اس کی بے قراری کم نہیں ہوئی تھی۔

''وہ کہاں جا سکتا ہے۔''

''بھئی آدمی فطرت کی پکار کا جواب دینے بھی تو کہیں جا تا ہے۔''

''ہاں لیکن اسے اس صورت میں جواب تو دینا چاہیے۔''

''بعض اوقات آدمی ایسی نازک پوزیشن میں ہوتا ہے کہ جواب نہیں دے سکتا۔'' میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ میں سادھنا کو بہلا رہا تھا لیکن درحقیقت مجھے خود بھی فکر لاحق ہوگئی تھی۔ ڈھلان کا یہ حصہ جھاڑیوں اور چھوٹے درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ رسی سمیٹ کر میں نے اسے لچھے کی شکل دی اور وسیم کو دیکھنے کے لیے آگے آیا تھا۔

''وسیم کہاں ہو؟'' میں نے زور سے آواز دی۔

لیکن اس بار بھی اس کی طرف سے جواب نہیں آیا تھا تو مجھے خطرے کا احساس ہوا اور میں یوزی شانے سے اتار کر ہاتھ میں لے لی تھی۔ وسیم کے ساتھ کچھ ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ اس طرح خاموش نہ بیٹھتا۔ سادھنا میرے پاس آ گئی تھی اور اس کے انداز میں خوف تھا۔

''وسیم کے ساتھ کچھ ہوا ہے۔'' اس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ ''وہ جواب نہیں دے رہا ہے۔''

یہ جگہ ایسی نہیں تھی کہ یہاں انسان اچانک کسی حادثے کا شکار ہو جائے۔ خطرناک مرحلے سے گزر کر وسیم

پہلے ہی نیچے آ چکا تھا۔ یہاں زمین تقریباً ہموار تھی اور اس میں کسی ایسی جگہ کی گنجائش بھی کم تھی جس میں آدمی گر سکے۔ اگر کوئی جانور وسیم پر حملہ کرتا تو کچھ نہ کچھ شور ضرور ہوتا اور وہاں زمین پر بھی نشانات نظر آتے لیکن زمین پر ایسی کوئی نشانی نہیں تھی۔

''سادھنا۔'' نے پیچھے ہوتے ہوئے کہا۔''ہوشیار ہو جاؤ یہاں کچھ لوگ ہیں۔''

ہم پہاڑی کے دامن تک ہٹ آئے تھے۔ میں نے یوزی تان لی تھی اور کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔ اچانک سامنے جھاڑیوں سے ہل چل ہوئی اور پہلے اس سے وسیم نمودار ہوا تھا۔ ایک لمحے کو میں نے سکون کا سانس لیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے گڑبڑ کا احساس ہو گیا۔ وسیم بالکل ساکت اور اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ پھر اس کے پیچھے ایک لمبا سیاہ رُو شخص برآمد ہوا۔ اس نے ایک نوکیلا نیزہ وسیم کی گردن سے لگا رکھا تھا۔ میرا یوزی والا ہاتھ جھک گیا۔ فوراً ہی جھاڑیوں سے مزید پانچ اور افراد نے نکل کر ہمیں گھیر لیا۔ وہ سب مقامی قبائلی تھے۔ جس سیاہ رُو نے وسیم کی گردن پر نیزہ رکھا ہوا تھا اس نے غرا کر کچھ کہا۔ سادھنا لرزتی آواز میں بولی۔

''یہ کہہ رہا ہے اگر ہم نے ہتھیار نہ ڈالے تو یہ وسیم کو مار دے گا۔''

سیاہ رُو کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ جو کہہ رہا ہے وہ کر گزرے گا۔

سیاہ رُو کے تاثرات دیکھ کر میں ساکت رہ گیا تھا۔ میرے ہاتھ میں یوزی تھی اور اس کا ایک ہی برسٹ ان سب قبائلیوں کو مٹا دیتا لیکن اتنی دیر میں نیزے کی انی وسیم کی گردن میں اتر جاتی طویل قامت سیاہ رُو کے چہرے کی دھمکی یہی کہہ رہی تھی۔ سادھنا نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

''شوبی خدا کے لیے کوئی حرکت مت کرنا ورنہ یہ وسیم کو مار دیں گے۔''

لمبا سیاہ رُو جس نے وسیم کی گردن پر نیزہ رکھا ہوا تھا اس نے پھر غرا کر کچھ کہا۔ سادھنا نے ترجمہ کیا۔''یہ کہہ رہا ہے کہ اگر اپنے ساتھی کی زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو۔''

اس کا مطلب ہے یہ اتنے بھی جنگلی نہیں تھے جتنے نظر آ رہے تھے۔ وہ آتشیں ہتھیاروں سے بہ خوبی واقف تھے۔ اس وجہ سے اتنے چوکنا تھے۔ انہوں نے موٹے اون اور کھال کے بنے لباس پہن رکھے تھے اور چہروں سے وہ کچھ چینی لگ رہے تھے اگرچہ ان کا رنگ گہرا سانولا تھا۔ میں نے سادھنا سے کہا۔

''ان سے پوچھو کہ ہماری ان سے کیا دشمنی ہے۔ ہم تو خود دشمن سے بچتے پھر رہے ہیں۔''

سادھنا نے ان کی زبان میں میری بات کہی۔ لمبا سیاہ رُو غور سے سن رہا تھا جواب میں وہ غرایا۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اسے میری طرف سے سخت تشویش تھی اور وہ بہر صورت مجھ سے ہتھیار رکھوانا چاہتا تھا اس وجہ سے وہ پوری طرح ہوشیار تھا اس نے نیزے کی انی سختی سے وسیم کی گردن سے لگا رکھی تھی اور ذرا سا دباؤ ڈالنے پر یہ اندر اتر جاتی۔ سادھنا نے میری طرف دیکھا۔''یہ کہہ رہا ہے۔ ہم ان کے علاقے میں داخل ہوئے ہیں اور یہ بہت بڑا جرم ہے اس لیے یہ ہمیں لے جا کر اپنے سردار کے سامنے پیش کریں گے۔''

میں نے سوچا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا میں ان سب کو مار بھی دیتا تب بھی وسیم کو نہیں بچا سکتا تھا۔ مجھے ان لوگوں کے عزائم ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔ اس کے باوجود میں وسیم کی جان کی قیمت پر کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر یوزی نیچے گرا دی۔ ان میں سے ایک نے لپک کر یوزی اٹھا لی اور

اسے بالکل صحیح پوزیشن میں پکڑ کر اس کا رخ میری طرف کر دیا۔ ایک لمحے کو میرا جسم سنسنا اٹھا تھا۔ مجھے لگا ابھی وہ مجھے شوٹ کرنے والا ہے لیکن خیریت رہی کہ اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ورنہ اتنے کم فاصلے سے بچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وسیم کی یوزی وہ پہلے ہی قبضے میں کر چکے تھے۔ شاٹ گن وسیم کی پشت سے بندھے بیگ میں تھی اور پستول میری جیکٹ کی جیب میں تھا لیکن لگ رہا تھا کہ یہ دونوں ہتھیار بھی جلد ہم سے چھن جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ مجھے نہتا کرتے ہی انہوں نے سب سے پہلے میری تلاشی لی اور پستول کے ساتھ جو ملا وہ سب نکال لیا۔ اس کے بعد وسیم کا بیگ اتروایا اور آخر میں سادھنا کی تلاشی لینے لگے۔ میں نے احتجاج کیا تو ایک نیزہ آ کر میرے سینے سے بھی لگ گیا تھا۔ سادھنا نے کہا۔

''پلیز آپ چپ رہیں۔''

سادھنا کی تلاشی لینے والے نے اسے ٹٹولا تو اس کے زخم پر ہاتھ پڑا۔ وہ کراہی تو قبائلی چونک گیا۔ اس نے لمبے قد والے سیاہ رُو سے کچھ کہا۔ اس نے جواب میں کچھ کہا تو تلاشی لینے والا سادھنا کی شرٹ اوپر کرنے لگا۔ اس نے مزاحمت کی تو قبائلی نے ایک ہی جھٹکے میں اس کی شرٹ اوپر کر دی۔ اس کا زخم نظر آنے لگا تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ لمبا سیاہ رُو زخم کے بجائے سادھنا کی گلابی جلد دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص ہوس ناک چمک نمودار ہوئی تھی۔ سادھنا نے بھی اس کی نظر محسوس کر لی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے شرٹ نیچے کر دی۔ قبائلی نے پھر شرٹ اوپر کرنا چاہی تو سادھنا نے غصے سے اس کا ہاتھ بھی جھٹک دیا۔ اس پر لمبے قد والا سیاہ رُو مسکرایا اور اس نے اپنی زبان میں اپنے ساتھی سے کچھ کہا تو وہ منہ بنا کر پیچھے ہو گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

''اب تم کیا چاہتے ہو؟''

سادھنا نے میری بات کا ترجمہ کیا۔ طویل قامت نے جواب دیا۔ ''تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔''

اب ہم ان کے رحم و کرم پر تھے۔ انہوں نے ہمارا سارا اسلحہ ہتھیا لیا تھا۔ طویل قامت نے شاٹ گن لے لی تھی اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا اس کے انداز میں دلچسپی اور شناسائی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بھارت میں اس قسم کے فلمی جنگلی بھی پائے جاتے تھے۔ فلمی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں نے ان کو پہلے صرف فلموں میں دیکھا تھا۔ انہوں نے ہمیں اپنے نرغے میں لے لیا۔ وہ ہمیں ایک طرف چلنے پر مجبور کر رہے تھے۔ میں نے سادھنا کو اپنی پشت پر اٹھانا چاہا تو طویل قامت نے مجھے منع کر دیا۔ اس نے کہا۔

''یہ پیدل ہی چلے گی۔''

''یہ زخمی ہے۔'' میں نے احتجاج کیا۔ ''یہ چلے گی تو اس کا زخم کھل جائے گا۔''

''تم فکر مت کرو۔ کچھ دور ہمارے جانور ہیں یہ ان پر سواری کرے گی۔'' طویل قامت نے جواب دیا۔ گفتگو سادھنا کے توسط سے ہو رہی تھی۔

وسیم نے تشویش سے میری طرف دیکھا۔ ''شہباز صاحب اس کی نیت اچھی نہیں لگ رہی ہے۔''

''ہاں لیکن تم کوئی حرکت نہیں کرو گے۔''

''شوبی ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ بہت سفاک لوگ ہیں۔'' سادھنا نے بتایا۔ ''یہ شخص اصرار کر رہا تھا کہ آپ دونوں کو مار کر مجھے لے جائیں۔'' اس نے لمبے قد کے ایک کسی قدر صاف رنگ والے ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔

وسیم بڑی مشکل سے خود پر قابو پائے ہوئے تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ ''ہمیں زندہ رہنا ہے اس یقین کے ساتھ کہ قدرت ہمیں موقع دے گی۔''

''شہباز صاحب اگر اس نے سادھنا کے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔''

''خود پر قابو رکھو۔'' میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ ''تمہارے جذباتی ہو کر جان گنوانے سے سادھنا کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

''یہی سوچ کر رہ جاتا ہوں۔'' اس نے سرد آہ بھری۔

''تم ان کے ہاتھ کیسے آئے؟''

''بس شامت آئی تھی جو نیچے اترنے کے بعد ان جھاڑیوں کی طرف چلا گیا۔'' اس نے سامنے جھاڑیوں کی طرف اشارہ کیا اور چھوٹی انگلی اوپر کر کے بتایا کہ کس مقصد کے لیے گیا تھا۔ ''میں نے سوچا کہ آپ کے آنے سے پہلے اس مسئلے سے نمٹ لوں۔ گن ایک طرف رکھ کر بیٹھا تھا کہ انہوں نے گھیر لیا۔''

''شاید یہ پہلے سے یہاں چھپے بیٹھے تھے۔'' میں نے کہا۔ ''انہوں نے ہمیں اوپر سے آتے دیکھ لیا ہوگا۔''

''یہی بات تھی یہ باقاعدہ گھات لگائے ہوئے تھے اور انہوں نے اس وقت دھاوا بولا جب میں نے یوزی رکھ دی تھی۔ انہوں نے پہلے گن پر ہی قبضہ کیا تھا اور مجھے ذرا بھی شبہ نہیں ہوا تھا کہ یہاں چھپے ہوئے ہیں۔''

''دیکھنے میں یہ جنگلی لگ رہے ہیں لیکن میرا خیال ہے یہ جدید اسلحے سے اچھی طرح آشنا ہیں۔''

''ایسا ہی لگ رہا ہے۔'' وسیم نے لمبے سیاہ رُو کو دیکھا جس نے شاٹ گن شانے سے لٹکا لی تھی۔ جس وقت میں وسیم اور سادھنا سے بات کر رہا تھا تو میرے ذہن میں ایک خیال اور آیا تھا اور میں نے سادھنا سے کہا۔

''اس طویل قامت سے پوچھو کہ کل یا پرسوں انہوں نے کسی اور آدمی کو بھی پکڑا ہے انہیں بیتو کا حلیہ بھی بتاؤ۔''

سادھنا نے سر ہلایا اور طویل قامت سے سوال کیا۔ اس نے جواب دیا تو سادھنا مجھ سے بولی۔ ''یہ کہہ رہا ہے اسے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے کیونکہ یہ تین دن سے باہر نکلا ہوا ہے۔ یہ لوگ شکار کر رہے تھے تاکہ آنے والے سرما میں اپنے گھر والوں کا پیٹ بھر سکیں۔''

وہ شکاری تھے۔ تب ہی ان کے پاس نیزے اور تیر کمان تھے لیکن ہوسکتا ہے یہ ہتھیار ان کی ثقافت کا حصہ ہو۔ ہمیں زیادہ دیر نہیں چلنا پڑا تھا۔ کوئی ایک فرلانگ کے بعد ہی ان کے جانور آ گئے تھے۔ یہ چھوٹے سائز کے گدھے تھے جن پر شکار کیے جانوروں کی کھالیں اور خشک کیا ہوا گوشت لدا ہوا تھا۔ طویل قامت کے حکم پر ایک گدھے کا بوجھ باقی پر منتقل کر کے اسے خالی کر دیا اور سادھنا کو اس پر سوار ہونے کو کہا۔ وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ گدھے پر سوار ہوگئی۔ میں نے وسیم سے کہا۔

''یار تمہارے دھویں نے مروا دیا۔ یہاں تو کوئی بستی نظر نہیں آ رہی ہے۔''

بے چارہ وسیم شرمندہ ہو گیا تھا۔ مگر کچھ ہی دیر بعد میں شرمندہ ہو رہا تھا کیونکہ ان لوگوں کی بستی اچانک ہی سامنے آئی تھی اور یہ درختوں کے نیچے تھی۔ انہوں نے بستی بسانے کے لیے درخت نہیں کاٹے تھے۔ بلکہ ان کے نیچے ہی جھونپڑیاں بنا کر رہ رہے تھے۔ اس طرح انہوں نے موسموں کی سختی سے بھی بچت کر لی تھی اور یہ بستی اس

ڈھلان سے بمشکل دو میل کے فاصلے پر تھی جہاں سے انہوں نے ہمیں پکڑا تھا۔ بستی کے گرد جانوروں اور دشمنوں سے بچاؤ کے لیے خشک کی ہوئی کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑھ لگائی گئی تھی۔ اس میں آمد و رفت کا ایک ہی راستہ تھا جس سے گزر کر ہم اندر آئے تھے۔ رات ہونے والی تھی بلکہ درختوں کے نیچے تو تاریکی تھی۔ اس لیے مشعلیں روشن کر لی گئی تھیں۔ یہ چربی یا کسی قسم کے تیل سے جلنے والی مشعلیں تھیں جن کے جلنے سے ناگوار بو اٹھ رہی تھی۔

یہ زیادہ بڑی بستی نہیں تھی۔ بلکہ مشکل سے سو سوا سو جھونپڑیوں پر مشتمل تھی اور اس کی آبادی ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک کچھ لوگوں نے ہمیں نہیں دیکھ لیا تھا تو سکون تھا لیکن جیسے ہی ان کی نظر ہم پر پڑی تھی وہ شور مچاتے ہمارے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ ان کا شور سن کر مزید لوگ آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے گرد کوئی دو ڈھائی سو افراد کا ہجوم جمع ہو چکا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ لمبا سیاہ رُو یوں فخر سے اکڑ رہا تھا جیسے ہم جنگل کے جانور تھے اور ہم کو زندہ پکڑ کر لانے کا اعزاز اسے حاصل ہوا تھا۔ وہ جمع ہونے والوں کو جھڑک کر دور رہنے کو کہہ رہا تھا۔ مجھے یہ لوگ بنیتو کے قبیلے جیسے لوگ لگ رہے تھے۔ شاید اسی قبیلے کی کوئی شاخ تھی تب ہی سادھنا کو ان کی زبان آتی تھی۔

یہ قافلہ بستی کے وسط سے گزر کر ایک بڑے سے جھونپڑے کے سامنے رکا تھا۔ اندر سے ایک خاصا موٹا اور عمر رسیدہ شخص نکلا۔ وہ یقیناً ان کا سردار تھا۔ اس نے ہمارا اور خاص طور سے سادھنا کا معائنہ کیا۔ جس کا حسن اتنی کم روشنی اور بیماری کے باوجود چمک رہا تھا۔ پھر اس نے گڑگڑا کر کچھ کہا۔ غالباً وہ لمبے سیاہ رُو اور اس کے ساتھیوں سے ہمارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ جواب میں سیاہ رُو نے ایک لمبی تقریر کی اور اس دوران میں وہ بار بار بازو پر ہاتھ مار رہا تھا۔ شاید وہ اپنی بہادری کا قصہ سنا رہا تھا کہ اس نے ہمیں کیسے گرفتار کیا۔ اچانک سادھنا نے ان کی زبان میں کچھ کہا تو سردار چونک گیا تھا۔ اس نے سادھنا سے پوچھا اور کچھ دیر تک دونوں میں تند و تیز گفتگو ہوتی رہی تھی۔ پھر سردار نے وہاں موجود لوگوں کو دفع ہو جانے کا حکم دیا اور ہمیں جھونپڑے میں آنے کو کہا۔

جھونپڑا اندر سے ممکنہ حد تک آراستہ تھا یعنی اس جنگل میں رہتے ہوئے اس کی جس حد تک ڈیکوریشن ممکن تھی وہ کی ہوئی تھی۔ اس ڈیکوریشن میں سردار کی تازہ ترین بیوی بھی شامل تھی جو عمر میں اس سے کوئی تہائی تھی اور اس وقت ایک دبیز بستر پر نیم دراز کوئی مشروب پی رہی تھی اس نے خاصا مختصر سا لباس پہن رکھا تھا۔ سردار نے اسے بھی دفع ہو جانے کا حکم دیا۔ کم سے کم اس کے لہجے سے ایسا ہی لگ رہا تھا۔ ہمیں پُر خمار نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ اٹھی اور لہراتی بل کھاتی اندر کہیں غائب ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد سردار اپنے تخت پر براجمان ہو گیا اور ہم اس کے سامنے مجرم کی حیثیت سے پیش ہوئے تھے۔ اس کے بعد سردار اور میرے درمیان سادھنا کے توسط سے کچھ اس قسم کے سوال جواب ہوئے تھے۔ سردار نے مجھ سے پوچھا۔ ''تم یہاں کیوں آئے ہو؟''

میں نے جواب دیا۔ ''ہم یہاں خود نہیں آئے بلکہ یہاں سے کچھ دور ایک پہاڑی وِلا میں ٹھہرے ہوئے تھے جس پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور ان سے بچنے کے لیے ہم پہاڑوں میں بھٹکتے ہوئے تمہارے قبیلے کی حدود میں آ گئے۔''

''وہ ڈاکو کہاں ہیں؟''

''ان کا ہمیں نہیں معلوم مگر ان کی فائرنگ سے ہماری ساتھی یہ لڑکی زخمی ہوگئی۔'' میں نے سادھنا کی طرف اشارہ کیا۔ اور مصلحتاً ایک جھوٹ بولا۔ ''یہ میرے اس ساتھی کی بیوی ہے۔''

''کیا یہ بات کہنا ضروری ہے۔'' سادھنا نے پوچھا۔

''ہاں تم دیکھ نہیں رہی ہو کہ یہ سیاہ رُو اور پھر سردار بھی تمہیں کتنے شوق سے دیکھ رہے ہیں۔''

بادل ناخواستہ سادھنا نے سردار کو یہ بات بتائی تو سیاہ رُو اچھل پڑا تھا اور اس نے زور و شور سے کچھ کہا۔ جواب میں سادھنا غرائی اور کچھ دیر دونوں میں تند و تیز جملوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ غالباً سیاہ رُو سادھنا کے غیر شادی شدہ ہونے پر اصرار کر رہا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی وہ کسی طرح بھی شادی شدہ نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے حسن میں دوشیزگی اور معصومیت تھی۔ آخر سردار نے اس بحث کو ملتوی کرایا اور اصل بات کی طرف آیا۔ اس نے مجھ سے اسلحے کے بارے میں پوچھا۔ ''تمہارے پاس اتنا خطرناک اسلحہ کہاں سے آیا؟''

''یہ ہم نے ڈاکوؤں سے چھینا تھا۔'' میں نے بہانہ گھڑا۔

''تم لوگ اتنے تیز ہو کہ مسلح ڈاکوؤں سے ان کا اسلحہ چھین سکتے ہو تو پھر ان سے بچتے کیوں پھر رہے تھے؟'' سردار نے سوال کیا وہ بھی کائیاں شخص تھا۔

''ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ اس پورے علاقے میں پھیل کر ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔''

''کیوں آخر تم میں ایسی کیا بات ہے؟''

''ہم اصل میں بنگال کے ایک بہت بڑے آدمی رانا ویاس کے مہمان ہیں اور ڈاکو ہمیں قبضے میں لے کر اس سے اپنی کچھ باتیں منوانا چاہتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو کسی کو بھیج کر تصدیق کروا سکتے ہو۔''

''یہ رانا ویاس کون ہے؟'' سردار نے سوال کیا۔

''تم اسے نہیں جانتے؟'' میں نے بہت تعجب سے پوچھا۔ ''اس کا ذاتی گھر تمہاری اس پوری بستی سے بڑا ہے اور اس کے گھر میں تمہارے پورے قبیلے کے لوگوں سے بھی زیادہ ملازم ہیں۔''

سردار نے معنی خیز انداز میں آنکھیں گھمائیں۔ ''اچھا وہ اتنا دولت مند ہے۔''

اب میں نے اسے براہِ راست لالچ دیا۔ ''سردار اگر تم ہمیں بحفاظت اس تک پہنچا دو تو تم جو انعام مانگو گے تم کو ملے گا۔''

خلافِ توقع سردار میری اس بات سے زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے سیاہ رُو سے کچھ کہا۔ سادھنا آہستہ سے بولی۔ ''یہ اس سے تصدیق کرنے کو کہہ رہا ہے۔''

''تم لوگ آپس میں بات نہیں کر سکتے۔'' سردار نے گرج کر کہا۔ ''اب جب تک اس بات کی تصدیق نہیں ہو جاتی تم لوگوں کو ہماری تحویل میں رہنا ہوگا۔ یہ بات اپنے ساتھیوں کو بتا دو۔'' آخری جملہ اس نے سادھنا سے کہا تو اس نے ہمیں بتا دیا۔

''سردار سے کہو کہ ایک تو ہم سب کو ایک ہی جگہ رکھے اور دوسرے ہمارا ایک ساتھی اور بھی گم ہوا ہے کیا ان لوگوں کے پاس ہے؟''

سادھنا کے اس سوال پر سردار نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں ایسا کوئی آدمی ہمارے پاس نہیں ہے اور ہم

عورت مرد کو ایک ساتھ نہیں رکھ سکتے ہیں۔ یہ لڑکی الگ رہے گی۔"

"ہمیں اس کے بارے میں خطرہ ہے کہیں اس سے کوئی غلط سلوک نہ کیا جائے۔" میں نے صاف کہا۔

سردار نے جواب دیا۔ "فکر مت کرو یہ ہماری حفاظت میں ہے اور جب تک اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔"

میں مطمئن نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ "میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن اس کی تو یہ بیوی ہے اس لیے ان دونوں کو ایک ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔"

"اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اس شخص کی بیوی ہے۔" سردار نے عیاری سے کہا۔

"اس میں ثبوت کی کیا بات ہے؟" میں نے اعتراض کیا۔

"ہمارے ہاں اس کا ثبوت درکار ہوتا ہے کیونکہ ہمارے رواج کے مطابق صرف میاں بیوی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔"

"یعنی اگر کوئی شامت کا مارا جوڑا تمہارے قبیلے میں آ جائے تو اسے ثبوت پیش کرنا ہوگا کہ وہ شادی شدہ ہے۔"

"ہاں...... اگر وہ ثبوت نہیں دے گا تو ہم خود تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

میرے اس سوال کا جواب سردار نے دیا تھا لیکن سادھنا نے بتانے سے انکار کر دیا۔ "میں نہیں بتا سکتی یہ بہت فضول بات کر رہا ہے۔"

میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کس طرح تصدیق کی بات کر رہا تھا۔ سادھنا نے کہا۔ "پلیز اب اس موضوع پر بات نہ کریں مجھے غصہ آ رہا ہے۔"

"لیکن سادی ہم تم کو ان کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔"

"آپ فکر نہ کریں اگر انہوں نے میرے ساتھ کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں اپنے خاندان کا حوالہ دے دوں گی۔" اس نے کہا۔ "یہ بے شک رانا ویاس کو نہ جانتے ہوں لیکن کنور خاندان کو ان پہاڑوں میں بسنے والا ہر قبیلہ جانتا ہے۔"

اس کے اعتماد نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں سردار کی بات مان لوں۔ اور ویسے بھی ہم ان کے سامنے مجبور تھے۔ سردار کے حکم پر مجھے اور وسیم کو سردار کی جھونپڑی کے پاس ہی ایک جھونپڑے میں بند کر دیا گیا۔ جس کے باہر ایک نیزہ بردار شخص کھڑا تھا۔ سیاہ رُو کو یہاں کوئی خاص حیثیت حاصل تھی اور وہ ہمیں خود بند کروانے آیا تھا۔ وہ کہیں سے ایک ترجمان لے آیا تھا اور اس کی مدد سے ہمیں خبردار کیا۔ "اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔"

"سنو ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اس لیے بعد میں پچھتانے سے بہتر ہے کہ ہم سے بہتر رویہ رکھو۔" میں نے اسے ڈرایا۔ "تم ابھی ہمارے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

اس نے مجھے گھورا۔ وہ خبیث قسم کے تاثرات رکھنے والا شخص تھا جسے دیکھ کر آدمی کو غصہ آنے لگتا تھا۔ "تم

بھی میرے بارے میں نہیں جانتے۔''

''میں جانتا ہوں۔ ممکن ہے اس گاؤں میں تمہاری کوئی حیثیت ہو لیکن یہاں سے نکلنے کے بعد تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہمیں جلد حکومت کی طرف سے تلاش کیا جائے گا۔''

میری اس بات سے اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے فکرمندی نظر آئی تھی لیکن فوراً ہی اس نے ان تاثرات پر قابو پالیا اور ہمیں دھمکی آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد وسیم نے مایوسی سے کہا۔ ''آپ نے ہتھیار ڈالنے میں جلدی کی۔''

''نہیں مجھے لگ رہا تھا کہ اگر میں نے دیر کی تو وہ نیزہ تمہاری گردن میں اتار دے گا اور میں ایک فی صد بھی رسک لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔''

''نہ جانے وہ سادھنا کے ساتھ کیا سلوک کریں۔'' اس نے ایک طرف دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

''یار اتنے مایوس کیوں ہو رہے ہو خدا سے بہتری کی امید رکھو۔''

یہ بانس سے بنی مضبوط جھونپڑی تھی۔ جس میں خلا بہت تھے لیکن بانس کو توڑنا بہت مشکل تھا۔ باہر جلتی مشعلوں کی روشنی ان خلاؤں سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ انہوں نے ہماری تمام چیزیں چھین لی تھیں۔ حد یہ کہ میرے ہاتھ سے رسٹ واچ تک اتار لی تھی۔ جب ہمیں سردار کے سامنے پیش کیا گیا تھا تو ہمارا سارا سامان بھی اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ انہوں نے میرا بیگ راستے میں کھولا تھا لیکن اس کے اندر موجود رقم والا بریف کیس نہیں کھولا تھا وہ بھی ویسے ہی سردار کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ جب ہمیں سردار کے حکم سے لے جایا جا رہا تھا تو میں نے سردار کو اس بریف کیس کا معائنہ کرتے دیکھا تھا۔

اب میں وقت کا بھی صرف اندازہ ہی کر سکتا تھا۔ شاید نصف رات قریب تھی۔ جنگل کے اندر اور درختوں کے نیچے ہونے سے یہاں سردی بہت معمولی سی تھی۔ ہمیں سردی کا مسئلہ نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور ایک عورت اندر آئی۔ اس نے ایک ڈول اٹھا رکھا تھا۔ اس میں پانی اور ایک مٹی کا پیالہ تھا۔ وہ چلی گئی۔ وسیم نے میری طرف دیکھا۔

''شاید یہ پانی پلا پلا کر ماریں گے۔''

''چلو پانی ہی دے رہے ہیں۔'' میں زمین پر بیٹھ گیا۔ فرش صاف ستھرا تھا۔ ''ممکن ہے میں نے سردار کو رانا ویاس کا جو چارہ ڈالا ہے وہ کام آئے۔''

''ممکن ہے۔'' وسیم نے بے دلی سے کہا۔

مجھے اس کے انداز پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ بہت دلیر اور کسی بھی حال میں نہ گھبرانے والا آدمی تھا لیکن اس وقت وہ بہت پریشان اور مایوس لگ رہا تھا۔ شاید سادھنا کے لیے اس کے اندر جو جذبات جاگے تھے انہوں نے اسے بدل دیا تھا۔ جب کسی مرد کی زندگی میں کوئی عورت آتی ہے تو وہ لازمی بدل جاتا ہے۔ وہ پہلے کی طرح بے باک اور بے دھڑک نہیں رہتا ہے۔ وسیم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو جتنا دیکھا تھا۔ یہ مجھے پسماندہ ضرور لگے تھے لیکن بالکل وحشی نہیں تھے۔ یہ دنیا اور اس کی جدتوں سے واقف تھے۔ اس لیے مجھے امید تھی کہ وہ ہمارے بارے میں کوئی وحشیانہ قدم اٹھانے سے گریز کریں گے۔ ایک بار یہ لوگ رانا ویاس سے رابطہ کر

لیتے تو ہماری رہائی بہت آسان ہو جاتی۔

کچھ دیر بعد وہی عورت آئی اور اس بار ہم کو اس نے مٹی کے پیالوں میں ابلے ہوئے چاول دیئے تھے۔ ان سے ہلکی سی بساند آ رہی تھی۔ میرا اور وسیم کا فی الحال یہ چاول کھانے کا موڈ نہیں تھا اس لیے ہم نے عورت کے جانے کے بعد چاول اپنی جھونپڑی کے پہریدار کو دے دیئے۔ وہ خوش ہو گیا تھا۔ اس نے وہیں آلتی پالتی مار کر پورے ذوق و شوق سے یہ چاول کھائے اور پھر پیالے صاف کر کے ہمیں دے دیئے۔ ساتھ ہی اس نے اشارے سے کہا کہ ہم کسی کو یہ نہ بتائیں کہ چاول ہم نے نہیں بلکہ اس نے کھائے تھے۔ میں نے اسے اشارے سے تسلی دی۔ کچھ دیر بعد وہ اونگھنے لگا تھا۔ یہ ڈبل خوراک کا لازمی اثر تھا۔ اس نے جھونپڑی کے دروازے سے ٹیک لگا لی اور شاید سو بھی گیا تھا۔

''شہباز صاحب کیا خیال ہے؟'' وسیم نے سرگوشی میں کہا۔ ''اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا جائے؟''

''میرا خیال ہے یہ مناسب نہیں ہے ہم نہیں جانتے کہ سادھنا کہاں ہے اور نہ ہم اسے تلاش کر سکتے ہیں۔ ہمارا فرار بھی چھپا نہیں رہے گا۔ ہم پکڑے جائیں گے۔ اور اگر سادھنا کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تو ہمارا بدلہ بھی اس سے لیا جائے گا۔''

''میرا دل چاہ رہا ہے کہ کچھ کر گزروں۔'' اس نے دانت پیس کر کہا۔

''صبر سے کام لو میرے یار اکثر جلد بازی آدمی کو مروا دیتی ہے۔''

وہ چپ کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے آہستہ سے جھونپڑی کا دروازہ دھکیلا تو پتا چلا کہ وہ باہر سے بند ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ پہریدار نے اسے کس طرح سے باہر سے بند کیا تھا لیکن وہ اس طرح بند تھا کہ ہم اسے توڑ کر ہی کھول سکتے تھے اور ظاہر ہے اس دوران میں اتنا شور ہوتا کہ سارا گاؤں ہی جاگ جاتا۔ اس لیے میں صبر کر کے بیٹھ گیا۔ وسیم نے بھی دیکھ لیا تھا۔ اس نے پھر یہاں سے نکلنے کی بات نہیں کی تھی۔ ہم دونوں بانسوں سے ٹیک لگائے خیالوں میں گم تھے اور نہ جانے کب نیند نے ہم پر غلبہ پا لیا تھا۔ پھر میری آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی اور باہر روشنی کے ساتھ زندگی کی مخصوص چہل پہل بھی نظر آ رہی تھی۔ وسیم پہلے ہی جاگ گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

''آج ان سے آخری بات کریں گے اگر ان کی نیت میں کوئی کھوٹ نظر آئی تو......'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں ایک آگ جیسی چمک نظر آئی تھی۔

''وسیم ہمیں کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے کئی بار سوچنا چاہیے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے سوچتے سوچتے میں موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے۔''

میں محسوس کر رہا تھا کہ وسیم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے اسے یاد دلایا۔ ''ہم خالی ہاتھ ہیں۔''

''میرے پاس چاقو ہے میں نے موزے میں چھپا لیا ہے۔ اسے یہ لوگ تلاش نہیں کر سکے تھے۔''

یہ اچھی خبر تھی کہ ہم بالکل ہی نہتے نہیں تھے۔ مگر ایک معمولی چاقو سے ہم جنگ نہیں جیت سکتے تھے۔ ہاں کوئی موقع ہاتھ آتا تو ہم اسے استعمال کر کے بازی پلٹ سکتے تھے۔ کچھ دیر بعد ہمیں جھونپڑے سے نکال کر تین پہریداروں کے ہمراہ رفع حاجت کے لیے لے جایا گیا۔ یہ جگہ گاؤں سے کچھ دور تھی اور وہاں ان لوگوں نے اس

کام کے لیے گڑھے کھود رکھے تھے۔ جن کو شاید روزانہ بھر کر نئے گڑھے کھودے جاتے تھے۔ اس کے باوجود وہاں دماغ خراب ہو رہا تھا۔ ہم جلد از جلد وہاں سے نکل آئے۔ اس کے بعد ہمیں ایک جگہ پانی سے منہ ہاتھ دھونے کا موقع دیا گیا تھا۔ اگرچہ پانی بے پناہ سرد تھا مگر مجھے اچھا لگا۔ اس کے بعد ہمیں اسی جھونپڑے میں لا کر بند کر دیا گیا۔ میں نے اس بار دن میں بستی کا معائنہ کیا۔ یہ عام سے قبائلی لگتے تھے۔ کیونکہ اسلحہ سب کے پاس نہیں تھا۔ اور نہ ہی مردوں کے چہروں پر جنگجوانہ تاثرات تھے۔ عورتیں اور بچے اپنے اپنے معمولات میں مگن تھے۔ یعنی بچے کھیل رہے تھے اور عورتیں کام کر رہی تھیں۔ البتہ مرد کم نظر آئے وہ شاید کام کے سلسلے میں باہر جاتے تھے۔ اس علاقے میں زرعی زمین نہیں تھی یا کم تھی اس لیے یہ مویشی پالتے ہوں گے اور جنگل سے اپنی خوراک کی ضروریات پوری کرتے ہوں گے۔

میں نے جھونپڑی میں لانے والے پہریداروں سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہندی یا اردو سے بالکل نابلد تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ برصغیر میں بسنے والی نصف اقوام اردو یا ہندی بالکل نہیں سمجھتی ہیں۔ ان میں بہت بڑی اقوام ایسی ہیں جن کی زبان اردو سے مختلف ہے۔ جیسے تامل، بنگالی اور مدراسی خطوں کے رہنے والے عام طور سے اردو سے ناواقف ہوتے ہیں۔ رات والا پہریدار بدل گیا تھا اور اس کی جگہ ایک تنومند نوجوان آیا تھا۔ اس نے اپنی زبان میں ہم سے کچھ کہا۔ الفاظ تو سمجھ سے بالاتر تھے لیکن دھمکی سمجھ میں آ رہی تھی۔ غالباً وہ کہہ رہا تھا کہ ہم انسان کے بچے بن کر رہیں ورنہ وہ ہمیں سیدھا کر دے گا۔ وسیم نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

''یہ تو بڑا اپھنے خان بن رہا ہے۔''

''بننے دو ہماری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ اصل میں، مَیں وسیم کو ٹال رہا تھا کیونکہ اس کے انداز میں ایک بے تابی نمایاں ہو رہی تھی۔ وہ شاید کوئی جھگڑا کرنا چاہ رہا تھا۔ اور میں فی الحال یہ نہیں چاہتا تھا۔ وسیم نے اس کی طرف دیکھا اور مجھے نہیں معلوم کہ اس نے کیا اشارہ کیا لیکن وہ بھناتا ہوا اندر آیا تھا۔ جیسے ہی وہ وسیم کے پاس آیا اس نے اچانک گھٹنا پہریدار کے زیر ناف رسید کیا اور وہ تڑپ کر پیچھے جا گرا تھا اور وہیں پڑے ہوئے زور سے چلانے لگا تھا۔ اس کا واویلا سن کر فوراً ہی دس بارہ افراد وہاں آ گئے تھے۔ ان میں سیاہ رُو بھی تھا۔ اس نے پہریدار کا واویلا سنا اور خون خوار نظروں سے ہماری طرف دیکھا۔ وہ تیزی سے اندر آیا تھا اور اس نے وسیم کی طرف بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں راستے میں آ گیا۔ اس نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے ایک طرف کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوا میں نے اس کا زبردست ہاتھ برداشت کر لیا تھا۔

''میری بات سنو...... یہ اندر آیا تھا۔'' میں نے سیاہ رُو کو سمجھانے کی کوشش کی۔ اشاروں کی زبان میں یہ کام خاصا مشکل تھا اور پھر سیاہ رُو کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کی راہ سے نہیں ہٹ رہا ہوں تو اس نے اچانک مجھے گھونسہ مارا۔ ایک لمحے کو میرا دماغ گھوم گیا تھا۔ مگر میں نے اپنا اشتعال قابو میں رکھا۔ وسیم عقب سے بولا۔

''آپ ہٹ جائیں میں اس کا دماغ درست کرتا ہوں۔''

''تم چپ کرو۔'' میں نے کہا اور سیاہ رُو کو پیچھے دھکیل دیا۔ اس دوران میں شور بہت زیادہ ہونے سے جھونپڑی کے باہر اچھے خاصے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ان میں اتفاق سے مجھے وہ شخص بھی نظر آیا جو رات کو ترجمان

کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ میں نے اشارہ کر کے اسے بلایا اور سیاہ رُو کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس سے کہو یہاں سے نکل جائے ورنہ پچھتائے گا۔''

ترجمان نے یہ بات اس سے کہی تو وہ اور بھڑک اٹھا تھا۔ اس نے اس بار جارحانہ انداز میں میری طرف آنے کی کوشش کی لیکن میں نے پھر اسے پیچھے دھکیل دیا۔ اور ترجمان سے بولا۔ ''یہ سب لوگ دیکھ رہے ہیں اس نے جھونپڑی میں گھس کر ہم لوگوں پر حملہ کیا ہے۔ ہم سردار سے شکایت کریں گے۔''

ترجمان نے یہ بات اسے بتائی تو اس کا جوش کسی قدر ٹھنڈا ہوا تھا لیکن جواب میں اس نے ایک طویل تقریر کی تھی۔ ترجمان نے کہا۔ ''یہ کہہ رہا ہے کہ اس کے بھتیجے کو مار کر اس شخص نے اچھا نہیں کیا ہے۔'' ترجمان نے وسیم کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ اسے مار کر اس کی بیوی کو اپنے جھونپڑے میں لے جائے گا۔''

اس کی بات اشتعال انگیز تھی اور شاید وسیم کو اشتعال دلانے کے لیے کی گئی تھی۔ اس کی توقع پوری ہوئی اور وسیم طیش میں اس کی طرف لپکا تھا۔ اس بار مجھے اس کو روکنا پڑا تھا۔ ''وسیم آرام سے میرے یار'' میں نے انگریزی میں کہا کیونکہ ہندی سمجھنے والا یہاں موجود تھا۔ ''یہ جان بوجھ کر ہمیں اشتعال دلا رہا ہے تاکہ ہمارے خلاف کارروائی کا موقع پیدا کیا جاسکے۔''

''میں اس حرامزادے کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔'' وسیم پھنکار کر بولا۔ ''اس نے سادھنا کا نام کیسے لیا۔''

''یار سوچ حالات ہمارے حق میں جا رہے ہیں تبھی تو اسے یہ سب کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ مجھے یقین ہے سردار ہمارے حق میں فیصلہ کرے گا۔''

''اور اگر ایسا نہ ہوا تو؟''

''اگر ایسا ہوتا تو اس کو یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' میں نے سیاہ رُو کی طرف اشارہ کیا۔

''اس کی شروع سے سادھنا پر نیت خراب ہے۔'' وسیم بولا۔

''مجھے معلوم ہے اور تم فکر مت کرو جب موقع ملا اس کا حساب ایسے صاف کرنا ہے کہ یہ بچ بھی گیا تو ساری عمر بھولے گا نہیں۔''

اس دوران میں سردار کو بھی ہنگامے کی خبر مل گئی تھی اور وہ وہاں آ گیا۔ اس کی آمد سیاہ رُو کے لیے بھی غیر متوقع تھی۔ وہ جلدی سے جھونپڑے سے نکل گیا۔ سردار نے دھاڑ کر کچھ کہا اور لوگ جلدی سے دور ہو گئے۔ پھر اس نے سیاہ رُو سے پوچھا اور وہ اسے بتانے لگا۔ میں نے درمیان میں مداخلت کی اور ترجمان سے کہا۔ ''سردار سے کہو کہ اس نے بلاوجہ ہم پر حملہ کیا تھا۔''

ترجمان کی بات پر سردار نے کہا۔ ''اس کا کہنا ہے کہ حملہ تم نے کیا تھا اس نے نہیں۔''

''سردار ان لوگوں سے پوچھ سکتا ہے۔'' میں نے وہاں جمع لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''پہلے یہ پہریدار اندر آیا اور اس نے ہم پر حملہ کیا۔ اسے ہم نے بنا کسی نقصان کے باہر دھکیل دیا۔ اس پر اس نے شور کیا اور یہ اندر آ گیا۔'' اب میں نے سیاہ رُو کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کو سردار نے خود جھونپڑے میں دیکھا ہے۔ اگر حملہ ہم نے کیا ہے تو ہم باہر کیوں نہیں آئے؟''

میری بات نے صورتِ حال بدل دی۔ سردار نے خون خوار نظروں سے سیاہ رُو کی طرف دیکھا اور اسے

وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ وہ ہمیں گھورتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سردار نے وہاں موجود لوگوں کو بھی جانے کا حکم دیا اور خود صرف ترجمان کے ساتھ رہ گیا۔ اس نے کہا۔

''ابھی تم لوگوں کا فیصلہ ہونا باقی ہے اس لیے بہتر ہے کہ تم سکون سے رہو۔ کسی جھگڑے کی صورت میں تم کو نقصان ہو سکتا ہے۔''

''سردار جھگڑا ہم نے نہیں کیا تھا۔ اس کے گواہ تمہارے اپنے لوگ ہیں اور دوسرے یہ لمبا آدمی ہمیں اشتعال دلا رہا ہے۔ یہ میرے ساتھی کی بیوی کے بارے میں نازیبا باتیں کر رہا ہے جنہیں کوئی بھی غیرت مند شوہر برداشت نہیں کر سکتا ہے لیکن ہم پھر بھی خاموش رہے۔ تم اپنے ساتھی کو بھی منع کرو وہ ہم سے الجھنے سے گریز کرے۔''

''میں اسے سمجھا دوں گا۔'' سردار نے کہا۔

''ہمیں اس طرح کب تک یہاں رہنا ہوگا۔'' میں نے پوچھا۔ ''تم نے کہا تھا ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی اور ہم آرام سے رہیں گے۔ یہاں ہم نے کچی زمین پر رات گزاری ہے اور رات کو بدبودار چاول کھانے کو دیئے تھے۔ سب سے بڑھ کر ہمیں اپنی ساتھی عورت کے بارے میں نہیں معلوم کہ وہ کس حال میں ہے۔ اس کا شوہر بہت پریشان ہے۔''

سردار نے سر ہلایا۔ ''میں اسے یہاں بھیج دیتا ہوں۔ اور تم لوگوں کو ابھی دو تین دن یہاں رہنا ہوگا جب تک میرے آدمی تصدیق نہیں کر لیتے کہ تم لوگوں نے جو بتایا ہے وہ سچ ہے یا نہیں۔''

سردار نسبتاً شریف آدمی تھا۔ اس کے حکم پر نہ صرف سادھنا آ گئی تھی بلکہ اس کے آدمیوں نے ہمیں بچھانے کے لیے ایک چٹائی بھی لا دی تھی اور اس بار کھانا بھی کسی قدر بہتر تھا۔ اس میں کچھ پھل اور ایک روٹی نما شے تھی۔ سادھنا اندر آتے ہی رونے لگی تھی تو ہم پریشان ہو گئے تھے۔ وسیم نے بے چین ہو کر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''سادی کیا بات ہے ان لوگوں نے تم کو کوئی تکلیف دی ہے۔''

''نہیں۔'' اس نے آنسو صاف کیے۔ ''کل رات میں اکیلی تھی اور ساری رات خوف سے جاگتی رہی تھی۔ مجھے تم لوگوں کے بارے میں نہیں معلوم تھا۔ اس لیے ابھی دیکھا تو رو دی۔''

ساری رات جاگنے سے اس کی آنکھوں کی گرد ہلکے سے آ گئے تھے۔ میں نے اسے ناشتے کے بعد سونے کے لیے کہا تو وہ چٹائی پر لیٹ کر سو گئی تھی۔ اس کا زخم بہتر تھا اور اب اسے تکلیف بھی کم ہو گئی تھی۔ وسیم بھی پُرسکون ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے شرمندگی سے کہا۔ ''شہباز صاحب آپ کا شکریہ ورنہ میں نے حالات خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

''نہیں یار تمہارا ردِعمل بھی ٹھیک تھا کوئی بھی شخص اپنی بیوی کے بارے میں ایسی بات برداشت نہیں کر سکتا۔''

وسیم نے جھینپ کر سوتی سادھا کی طرف دیکھا۔ ''یہ تو ڈرامہ ہے۔''

میں ہنسا۔ ''ہاں لیکن کبھی نہ کبھی تو سچ ہو جائے گا۔''

''آمین۔'' اس نے دل کی گہرائیوں سے کہا۔ اور کھسک کر میرے پاس آ گیا۔ ''شہباز صاحب یہ عورت کیا ہوتی ہے۔ ابھی چند دن پہلے تک مجھے اس صنف سے خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ میں اس کے بغیر رہ نہیں سکوں گا۔

''بس یار ہم مردوں کے لیے بریک کے لیے عورت کو بھیجا گیا ہے ورنہ ہم شاید ساری کائنات کھوج چکے ہوتے۔ اس کے وجود میں ایسی دل کشی ہے کہ آدمی اسے ہی اپنی معراج سمجھ کر ساری عمر خوش رہ سکتا ہے۔''

''یہ تو ہے۔'' وسیم نے سادھنا کی طرف دیکھا۔ ''اس کا زخم بہتر ہو رہا ہے۔''

''تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''مجھے تجربہ ہے۔ اس کے چلنے کا انداز بتا رہا ہے۔ اگر یہ دو دن اور آرام کر لے تو زخم تقریباً بھر جائے گا۔ پھر بے آرامی یا محنت سے اسے کچھ نہیں ہوگا۔ ہاں کوئی اور چوٹ لگ گئی تو پھر زخم کھل جائے گا۔''

''سردار نے دو دن کا آرام ویسے ہی کہہ دیا ہے۔''

''یہ شریف آدمی لگتا ہے لیکن وہ لمبا بہت حرامی ہے۔ قسم سے مجھے موقع ملا تو میں اسے ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔'' وسیم کے لہجے میں غصہ آ گیا تھا۔

''صبر صبر یار میں نے کہا ہے نا...... ہمیں موقع ملے گا اور تب ہم سارے حساب بے باق کریں گے۔''

دوپہر کے کھانے میں ہم کو دال اور سبزی دی گئی تھی۔ میں نے سادھنا کو اٹھا کر کھانا کھلایا تھا کیونکہ وہ کھانے کے لیے تیار نہیں تھی۔ جب کہ اس کی صحت کے لیے کھانا لازمی تھا۔ وہ کھا کر پھر سو گئی تھی۔ سونا بھی اس کے لیے بہتر ہی تھا۔ شام ہوئی تو سیاہ رُو آدمی دو افراد کے ساتھ آیا تھا۔ اس کے ساتھ ترجمان بھی تھا۔ اس نے ہم سے کہا۔ ''اس عورت کو الگ لے جانا ہے۔''

''اسے سردار نے ہمارے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی ہے۔'' وسیم نے کہا۔ ''تم اسے نہیں لے جا سکتے۔''

''صرف دن کی حد تک۔'' اس نے کہا۔ ''رات اسے الگ جگہ گزارنی ہوگی۔''

سادھنا وسیم سے چمٹ گئی۔ ''نہیں میں نہیں جاؤں گی۔''

سیاہ رُو نے جھونپڑی کا دروازہ کھولا اور بولا۔ ''عورت باہر آ، تو رات یہاں نہیں رہ سکتی ہے۔''

''یہ نہیں جائے گی۔'' وسیم نے تن کر کہا۔

مجھے بھی سیاہ رُو کی نیت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ ''سردار نے ہمیں اجازت دی ہے اور وہی اسے واپس لے سکتا ہے۔''

''میں سردار کا نائب ہوں۔'' اس نے سینہ تان کر کہا۔ ''اس لیے میں اس کی طرف سے حکم دے سکتا ہوں۔''

''ہم تمہیں نہیں جانتے۔'' وسیم بولا۔ ''اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

وسیم کی بات کا ترجمہ سن کر وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے اچانک پستول نکال لیا۔ یہ ہمارا ہی پستول تھا۔ ''عورت باہر آ۔'' اس نے دھاڑ کر کہا لیکن سادھنا وسیم سے مزید چمٹ گئی تھی۔ اس نے جانے سے انکار کر دیا

تھا۔ میں نے ضبط کر کے کہا۔

''تم بلاوجہ ہم سے کیوں دشمنی مول لے رہے ہو ایسا نہ ہو تم کو بعد میں پچھتانا پڑے۔''

اس نے پستول کا رخ ہماری طرف کیا تو وسیم نے سادھنا کو پیچھے کر لیا تھا۔ صورتِ حال یک دم ہی سنگین ہوگئی تھی۔ سیاہ رُو بپھرا ہوا تھا اور اس بات کا امکان تھا کہ وہ ہم پر گولی چلا دے۔ میں اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا تھا لیکن وہ سننے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ سادھنا کو باہر بھیج دیا جائے۔

''یہ ممکن نہیں ہے۔'' بالآخر میں نے فیصلہ کن کہا۔ ''ہاں سردار آ کر کہے تو الگ بات ہے۔''

''اب سردار بھی کہے تو یہ نہیں جائے گی۔'' وسیم نے پیچھے سے کہا۔ اس کی یہ بات ترجمان نے فوراً سیاہ رُو تک پہنچا دی تھی۔ اور اس نے بھڑک کر جھونپڑی میں آنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے روک دیا۔

''اس طرح نہیں اب سردار آئے گا تو بات ہوگی۔''

''لگتا ہے تم یوں نہیں مانو گے۔'' اس نے کہا اور پستول میری طرف سیدھا کر لیا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں قاتل چمک نمودار ہوتی دیکھی تھی اور میں تیار ہو گیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر گولی چلاتا وسیم اچانک ہی کسی بگولے کی طرح میرے پاس سے گزرا اور اس نے سیاہ رُو کے پیٹ میں اپنا سر مارا تھا۔ اس کی ساری توجہ مجھ پر تھی اس لیے وہ وسیم کو آتے نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس کا ہاتھ اوپر گیا اور گولی کہیں اور نکل گئی تھی۔ وسیم اسے لیتے ہوئے زمین پر گرا اور اس نے فوراً ہی دوسری گولی وسیم پر چلانا چاہی مگر اب وسیم جیسے بجلی کا بنا ہوا تھا وہ اتنی تیزی سے ایک طرف ہوا کہ سیاہ رُو کو پستول کا رخ بدلنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ بدقسمتی سے عین پیچھے موجود ایک قبائلی کی شامت آئی اور گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ وہ چیخ مار کر گرا اور اس کے سینے سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔

سیاہ رُو ایک دھاڑ ماری اور اس نے وسیم کو ایک طرف دھکیل دیا۔ اس کے بعد وہ گولی کھانے والے قبائلی کی طرف دوڑا تھا۔ وہ جان کنی کی کیفیت میں زمین پر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مجھے لگا جیسے وہ سیاہ رُو کا کوئی رشتے دار تھا۔ وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر اس کے سینے سے بہنے والا خون روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ وسیم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ گولی کی آواز اور چیخ نے سب کو چونکا دیا تھا اور کچھ دیر میں سارا گاؤں وہاں جمع ہو گیا تھا۔ سردار وہاں نہیں آیا تھا، جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ گاؤں میں نہیں تھا۔ اسی وجہ سے سیاہ رُو کو اپنی من مانی کرنے کا موقع ملا تھا۔ میں نے ترجمان کی طرف دیکھا۔

''یہ کون ہے؟''

اس نے مجھے گھورا۔ ''یہ بیدو کا بھائی ہے۔''

تو سیاہ رُو کا نام بیدو تھا۔ اس نے اپنے ہی بھائی کو گولی ماردی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ اب اس کا ردِعمل کیا ہوگا۔ اس لیے جیسے ہی اس کے بھائی نے دم توڑا اور وہ دھاڑتا ہوا اٹھا میں نے عقب سے اس سے پستول چھین لیا۔ میرا ارادہ پستول استعمال کرنے کا نہیں تھا لیکن دوسرے قبائلی سمجھے کہ میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ یہی سوچ کر کسی نے عقب سے میرے سر پر کچھ مارا تھا۔ وار اتنی قوت سے کیا گیا تھا کہ میں زمین پر گرتے ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد مجھے نہیں پتا کہ وہاں کیا ہوا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میرا سر سادھنا کے زانو

پر رکھا تھا اور وہ رو رہی تھی۔ درد سے ایسا لگ رہا تھا جیسے سر ابھی پھٹ جائے گا اور اس میں بھرا درد بہہ جائے گا۔

''سادی......'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''وسیم کہاں ہے؟''

''آپ......ٹھیک ہیں نا۔'' اس نے تڑپ کر کہا۔ ''وسیم دیکھو شوبی کو ہوش آ گیا ہے۔''

وسیم کی حالت بری تھی۔ ایسا لگ رہا تھا اسے اچھا خاصا تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا اور پانی پلایا۔ پانی پی کر میری حالت خاصی حد تک بہتر ہوئی تھی۔ چند منٹ کے بعد درد بھی قابلِ برداشت ہو گیا تھا۔ میں نے وسیم سے پوچھا۔ ''میرے بے ہوش ہونے کے بعد کیا ہوا تھا؟''

وسیم نے بتایا۔ ''لمبے کے ساتھ آنے والے نے آپ کے سر پر ڈنڈا مارا تھا۔ آپ بے ہوش ہوئے تو میں نے اس کا ڈنڈا چھین کر اس کا سر پھاڑ دیا اور شاید بازو بھی توڑ دیا۔ اس کے بعد تو مجھ پر چاروں طرف سے یورش ہوئی تھی۔ میں نے دو تین کو گرایا تھا اور باقی مجھ سے چمٹ گئے۔ انہوں نے مار مار کر یہ حال کر دیا۔ وہ تو سادھنا چمٹ گئی تھی اس لیے میری بچت ہو گئی۔ ورنہ وہ جان سے مار دیتے۔'' اس نے زخموں کی طرف اشارہ کیا۔

سادھنا نے آنسو صاف کیے۔ ''یہ لوگ بالکل وحشی ہیں۔ لمبا آدمی تو گولی مارنے جا رہا تھا لیکن کسی نے پستول ہی غائب کر دیا۔''

ہم دونوں کی حالت بری تھی اور لگ رہا تھا کہ آگے بھی ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہو گا۔ سردار نہ جانے کہاں تھا اور اگر وہ نہ آتا تو بیدو کو اپنی من مانی کرنے کا موقع مل جاتا۔ مجھے کوئی تین گھنٹے بعد ہوش آیا تھا۔ سر پھٹ گیا تھا۔ سادھنا نے پانی سے زخم دھو دیا تھا۔ اس لیے اب سکون تھا۔ ورنہ خون جمتا تو تکلیف اور بھی بڑھ جاتی۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔

''معاملہ خراب ہو گیا ہے۔ ایک آدمی جان سے گیا ہے اور اب ان سے کوئی اچھی امید نہیں کی جا سکتی ہے۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''مجھے تو پہلے بھی ان لوگوں سے کوئی اچھی امید نہیں تھی۔''

''نہیں سردار اچھا آدمی ہے ممکن ہے وہ ہمارے بارے میں تصدیق کرنے گیا ہو۔''

''وہ ابھی تک نہیں آیا ہے ورنہ ہمیں ضرور طلب کیا جاتا۔''

ابھی ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ سردار کی طرف سے طلبی کا حکم آ گیا۔ نصف درجن مسلح قبائلی ہمیں نیزوں کی نوک پر لے گئے تھے ان کے پاس بڑے سائز کے درانتی نما چاقو بھی تھے۔ سردار اپنے جھونپڑے میں تھا اور خاصا برہم تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی گرجنا برسنا شروع کر دیا۔ ترجمان نے اس کی بات کا ترجمہ نہیں کیا لیکن ہم سمجھ رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے وہ یقیناً اس سارے فساد کی ذمے داری ہم پر ڈال رہا تھا۔ جب وہ ذرا خاموش ہوا تو میں نے کہا۔ ''سردار اس سارے ہنگامے کی ذمے داری بیدو پر عائد ہوتی ہے اور اسی کی گولی سے اس کا بھائی مرا ہے۔''

''تم بکواس کرتے ہو تم نے بھاگنے کی کوشش کی اور جب بیدو نے تم کو روکنا چاہا تو تم نے اس سے پستول چھین لیا اور فائرنگ کی جس سے بیدو کا بھائی مارا گیا۔''

''یہ غلط ہے۔'' میں نے جواب دیا اور اسے شروع سے لے کر آ کر تک ہونے والا سارا واقعہ سنایا۔ مگر اس

کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ اس نے میری کسی بات کا یقین نہیں کیا تھا۔ شاید بیدو نے پہلے ہی اپنی کہانی میں مؤثر جھوٹ ملا کر اسے پکا کر دیا تھا اور اس کی مظلومیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ اس کا بھائی مارا گیا تھا۔ اس لیے ہم ہی مجرم تھے۔ سردار نے کہا۔

''تم لوگ خود ڈاکو ہو اس علاقے میں ڈاکوؤں کا کوئی گروہ نہیں ہے اور میں نے خود معلوم کیا ہے۔ یہاں رانا ویاس نامی کسی شخص کا کوئی بنگلہ نہیں ہے۔''

''بنگلہ اس کے ایک غیر ملکی دوست کا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''وہاں سنیل نامی ایک ملازم اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ جب ہم ڈاکوؤں سے بچ کر وہاں سے فرار ہوئے تھے تب بھی وہ دونوں وہاں موجود تھے تم ان کے بارے میں معلوم کر سکتے ہو۔''

''سنیل اور اس کی بیوی کو مار دیا گیا ہے اور یہ کام بھی تم دونوں کا ہے۔'' سردار نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ مجھے سنیل اور اس کی بیوی کے مارے جانے کا سن کر افسوس ہوا تھا آنے والوں نے یقیناً ان پر ترس نہیں کھایا تھا۔ میں نے سردار کی بات سن کر کہا۔ ''تب میں کیا کہہ سکتا ہوں جب تم ہماری کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہو۔''

''تم نے جھوٹ پر جھوٹ بولا اور اب ہمارے ایک آدمی کو مار دیا۔''

''اسے خود بیدو کی گولی لگی تھی۔ تم اپنے گاؤں والوں سے پوچھ سکتے ہو؟''

''بکواس پستول تمہارے پاس تھا اور جب ایک آدمی نے تمہارے سر پر ڈنڈا مارا تب بھی پستول تمہارے ہاتھ میں تھا۔ تم بدمعاش ہو۔''

''چلو تم شریف ہو اب بتاؤ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔'' میں نے بے بسی سے ہاتھ پھیلائے۔ ''ہم تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔''

اس نے باری باری مجھے، سادھنا اور وسیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تم لوگ تین دن قید میں رہو گے اس کے بعد ہی تمہارا فیصلہ کیا جائے گا۔''

''ٹھیک ہے لیکن میری ایک درخواست ہے کہ ہماری ساتھی کو ہمارے پاس رہنے دو۔''

خلاف توقع وہ مان گیا۔ ''یہ تمہارے ساتھ ہی رہے گی۔''

اس بات پر جھونپڑی میں ایک طرف بیٹھے بیدو نے اچانک واویلا کیا تو ہمیں اس کی موجودگی کا پتا چلا تھا۔ وہ سردار سے تند و تیز لہجے میں بات کر رہا تھا۔ غالباً وہ چاہتا تھا کہ سادھنا کو ہم سے الگ رکھا جائے لیکن سردار نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ ویسے بھی میں نے محسوس کیا تھا کہ اس نے میری وضاحت ماننے سے انکار ضرور کیا تھا لیکن اس کے بعد اس کے لہجے میں پہلے جیسی تیزی اور غصہ باقی نہیں رہا تھا۔ بیدو کی بدنیتی سادھنا کے معاملے میں کھل کر سامنے آ گئی تھی اور وہ سردار سے اپنے بھائی کی موت کے بدلے اس کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اس کا مجھے بعد میں پتا چلا تھا لیکن جب سردار نے اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کیا تو وہ پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد سردار نے ہمیں بھی قید کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہمارے اوپر اب تین مسلح پہریدار لگا دیئے گئے تھے۔ بیدو کے بھائی کی موت نے صورتِ حال ہی بدل دی تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ اب اس جگہ سے ہمارا

زندہ سلامت نکلنا محال تھا۔ وسیم کے دل میں بھی یہی بات تھی۔ اس نے واپسی پر مجھ سے کہا۔

''شہباز صاحب ان لوگوں کی نیت بدل گئی ہے اور ممکن ہے یہ ہمیں مار ڈالیں۔''

''شاید ایسا ہی ہو۔''

''اس کے علاوہ مجھے بیدو کی طرف سے کسی شرارت کا خطرہ ہے وہ ہم سے اپنا بدلہ لینے کی کوشش ضر
کرے گا۔''

''یہ بات میرے ذہن میں بھی تھی لیکن ہم کیا کر سکتے تھے۔ کل رات تک ہمارے پاس فرار کا موقع
لیکن اس وقت سادھنا ہمارے ساتھ نہیں تھی اور آج سادھنا تھی تو ہمارے اوپر تین چاک و چوبند پہریدار مسلط
دیئے گئے تھے۔ ہم ایک سے تو خاموشی سے نمٹ سکتے تھے لیکن تین تین سے بہت مشکل تھا۔ اس دوران میں ذ
سا بھی شور ہوتا تو ہماری فرار کی کوشش شروع میں ناکام ہو جاتی۔ وسیم کے پاس چاقو محفوظ تھا۔ اس رات ہمیں کھ
بھی نہیں ملا تھا۔ یہ بھی ان لوگوں کی طرف سے غصے کے اظہار کا ایک ثبوت تھا۔ رات بھر پہریدار بھی مستعد ر
تھے۔ اب ہم گاؤں کے مجرم اور قاتل تھے اور امکان تھا کہ ہمیں سزائے موت دی جائے گی اس لیے پہرید
پوری طرح ہوشیار تھے کہ ہم ان کی غفلت سے فرار ہو گئے تو ان کی خیر نہیں ہوگی۔ ہم میں سے کوئی ذرا سی حرکر
کرتا تو وہ چوکنا ہو جاتے تھے۔

صبح ہمیں معمولات کے لیے باہر بھی نہیں نکالا گیا تھا اور پھر ناشتے کے نام پر برائے نام ہی کھانے کو
تھا۔ کل تک جو گاؤں والے ہمیں عام سی نظروں سے دیکھتے تھے اچانک ان کی نظروں میں ہمارے لیے دشمنی ا
عداوت آ گئی تھی۔ بہت سارے جھونپڑی کے پاس سے گزرتے ہوئے با آواز بلند ہمیں بہت کچھ سنا جاتے تھ
اور ظاہر ہے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار تو نہیں کرتے تھے۔ ایک بار بیدو بھی آیا تھا لیکن اس نے جھونپڑی کے
اندر آنے کی کوشش نہیں کی۔ صرف باہر سے ہمیں گھورتا رہا پھر خاموشی سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد و
نے کہا۔

''مجھے اس شخص کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں۔''

''مجھے تو کسی بھی شخص کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں۔'' میں نے سرد آہ بھری۔

''شہباز صاحب خدا کے لیے۔ یہ مذاق کا موقع نہیں ہے۔''

''او کے ہم سنجیدہ ہو جاتے ہیں لیکن اس صورت میں بھی ہم کیا کر لیں گے؟''

''ہمارے پاس ایک چاقو ہے کیا ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟''

''صرف اتنا کہ ہم کسی اور کو بھی مار دیں۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس کی مدد سے فرار بہت ہی مشکل
ہے۔''

''تب کیا ہم خاموشی سے ان کا فیصلہ قبول کر لیں؟''

''نہیں اب ایسا بھی نہیں ہے۔ ہم کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے لیکن اس کا انحصار حالات اور موقع پر ہے
فی الحال تو ہم آزاد ہونے کی کوشش میں زندگی کی قید سے ہی نجات حاصل کر سکتے ہیں۔''

''شوبی آپ مایوس ہو رہے ہیں۔'' سادھنا نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ ''میں نے کبھی آپ کے منہ سے

ایسی باتیں نہیں سنی ہیں۔''

''یہ تم سے کس نے کہا کہ میں مایوس ہوں۔ مجھے تو پورا یقین ہے اگر ہماری زندگی ہے تو کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور اگر موت مقدر ہے تو ہم اس سے نہیں لڑ سکتے۔'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''بات صرف یہ ہے کہ میں تقدیر کے فیصلے کا انتظار کر رہا ہوں۔''

یہ سارا دن خاموشی سے گزرا تھا۔ شکر ہے ان لوگوں نے کھانا پانی بالکل بند نہیں کیا تھا۔ پانی کے لیے ایک اول دیا ہوا تھا اور کھانا بھی دن میں دیا تھا۔ اگر چہ یہ بہت کم اور گیا گزرا تھا لیکن کچھ نہ ہونے سے بہتر ہی تھا۔ شام ہوئی اور اس کے ساتھ ہی گاؤں میں زندگی تیزی سے معدوم ہوتی چلی گئی۔ یہ لوگ سرِشام ہی سو جانے کے عادی تھے۔ انہوں نے بیدو کے بھائی کا کل رات ہی کریا کرم کر دیا تھا۔ اگر چہ ان لوگوں کے رواج ہندووانہ نہیں تھے لیکن انہوں نے اپنا مردہ جلایا تھا۔ ہمیں رات کا کھانا دیر سے دیا گیا تھا اور ہم سب کا بھوک سے برا حال تھا اس لیے جیسے تیسے کر کے ہم نے یہ کھانا کھالیا تھا۔ کھانے کے کچھ دیر بعد ہی ہمیں نیند آنے لگی تھی اور تب بھی ہم نے کسی سازش کے بارے میں نہیں سوچا تھا اور کچھ دیر بعد ہم سب ہی بے خبر سو گئے تھے۔

☆======☆======☆

سونے کے دوران مجھے ایسا لگا تھا جیسے مجھے کہیں لے جایا جا رہا ہو لیکن یہ احساس ایسا ہی تھا جیسے انسان خواب میں بہت ساری باتیں محسوس کرتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ میرے حواس بحال ہوئے تو میں نے خود کو ایک درخت کے تنے سے اس طرح بندھے پایا کی میرے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھ دیئے گئے تھے اور گرفت اتنی سخت تھی کہ خون کی روانی رک جانے سے میرے ہاتھ میں شدید درد ہو رہا تھا۔ خاص طور سے اس ہاتھ میں جو کمزور تھا۔ پہلے میں سمجھا کہ میں گاؤں میں ہی ہوں۔ مگر جلد مجھے احساس ہو گیا کہ میں گاؤں نہیں بلکہ کسی اور جگہ تھا۔ یہ جنگل کا کوئی ویران حصہ تھا۔ میرے ساتھ ہی ایک درخت سے وسیم بندھا ہوا تھا اور وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔ جب کہ سادھنا سامنے زمین پر بے سدھ پڑی تھی۔ یہ تو واضح تھا کہ رات کے کھانے میں ہمیں کوئی ایسی چیز دی گئی تھی جس سے ہم مدہوشی کی حد تک گہری نیند ہو گئے تھے۔

آس پاس کوئی نہیں تھا۔ اس کے باوجود مجھے سو فی صد یقین تھا کہ یہ کام بیدو کا تھا۔ وسیم ٹھیک کہہ رہا تھا اس کے عزائم ٹھیک نہیں تھے۔ اس نے سازش کی اور وہ ہمیں کسی طرح گاؤں سے نکال کر یہاں لے آیا تھا اور یہ کام اس کے لیے خاص مشکل بھی نہیں تھا۔ اس نے کسی طرح پہریداروں کو راضی کر لیا ہوگا اور انہوں نے اسے ہمیں لے جانے کی اجازت دے دی ہو۔ روشنی سے لگ رہا تھا کہ صبح کے دس بج رہے تھے اور ہمیں کہیں لے جانے کے لیے ان لوگوں کے پاس پوری رات تھی۔ وہ ہمیں یقیناً بستی سے بہت دور لائے ہوں گے جہاں وہ ہمارے ساتھ اپنی من مانی کر سکیں۔ ہمیں جن درختوں سے باندھا گیا تھا وہ پتلے لیکن مضبوط تنوں والے درخت تھے۔ ہم کوشش کر کے بھی ان کو نہیں گرا سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے یہاں باندھا تھا۔ اور صرف ہم دونوں کو باندھا دیا تھا۔

سادھنا کو آزاد دیکھ کر میرے ذہن میں اندیشے سرسرانے لگے تھے۔ بظاہر وہ ٹھیک لگ رہی تھی اور اس کا لباس بھی درست تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا خطرہ تھا شاید اسی

لیے اسے کسی درخت سے نہیں باندھا گیا تھا۔ میں نے وسیم کو آواز دی۔ میں اسے ہلکی آواز میں لیکن مستقل
تھا۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا تھا۔ وسیم کسمسایا اور پھر جاگ گیا۔ وہ خود کو بندھا پا کر خاصا حیران ہوا تھا۔

''کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں؟'' اس نے میری طرف دیکھا۔ ''کسی نے ہم کو باندھ دیا ہے۔''

''نہیں یہ حقیقت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''مجھے یقین ہے یہ کام بیدو کا ہے۔''

''سادھنا۔'' اس بار وسیم نے بے قراری سے کہا۔ اس نے نظر سادھنا پر پڑ گئی تھی۔

''بے کار ہے یہ بہت گہری نیند میں ہے۔ مجھے لگ رہا ہے ہمیں کوئی بہت زود اثر دوا دی گئی تھی۔''

''شاید انہوں نے کوئی بوٹی استعمال کی تھی۔'' وسیم نے تائید کی۔ اور پھر سادھنا کو آواز دی۔ مگر اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بجائے کہیں پاس سے قدموں کی چاپ گونجی اور پھر توقع کے مطابق بیدو سامنے آیا۔ اس کے چہرے پر موجود مکروہ سی مسکراہٹ اس کے دل کا احوال بتانے کے لیے کافی تھی۔ اس کے باوجود وہ ترجمان کو ساتھ لایا تھا۔ صرف ترجمان ہی نہیں اس کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے۔ اس نے ان کو دیکھتے ہی وسیم سے کہا۔

''کیا چاقو ابھی تمہارے پاس ہے؟'' میں نے انگریزی میں پوچھا تھا۔ اس نے بھی انگریزی میں جواب دیا۔

''ہاں میں اسے محسوس کر رہا ہوں لیکن اب اس کا فائدہ؟''

چاقو اس کے پاؤں میں تھا اور موزے میں اڑسا ہوا تھا۔ جب کہ وہ اس پوزیشن میں درخت سے بندھا ہوا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں سے بہت دور پشت پر تھے اور وہ ان کو استعمال کر کے چاقو نہیں نکال سکتا تھا۔ میں نے بیدو کو متوجہ کیا۔

''تم کیا چاہتے ہو؟''

اس نے ترجمان کی مدد سے جواب دیا۔ ''اپنے بھائی کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ تم تینوں سے۔''

''تمہارے بھائی کو ہم نے نہیں تم نے خود مارا تھا۔ اور وہ تمہاری حرکت کی بھینٹ چڑھا ہے اس لیے ہم کسی طرح بھی قصوروار نہیں ہیں۔ پھر ہم سے کیوں بدلہ لینا چاہتے ہو؟''

''وہ سب تم دونوں کی وجہ سے ہوا تھا۔'' بیدو غضب ناک ہو کر بولا۔ ''میرا ایک ہی بھائی تھا۔ میں لوگوں کے سامنے جو کروں گا اسے تم مرتے دم تک نہیں بھولو گے۔'' اس کے لہجے سے شیطان جھلکنے لگا تھا۔

''بیدو تم جو کرنا چاہتے ہو وہ تم کو بہت مہنگا پڑے گا۔ تم ابھی ہمارے بارے میں کچھ نہیں جانتے'' وسیم نے سرد لہجے میں کہا۔

''مجھے جاننا بھی نہیں ہے۔'' اس نے دانت نکالے۔ ''میں تو اپنا انتقام لوں گا اور تم سب کو اسی جگہ مار دوں گا۔''

اس کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ''اور اپنے سردار کو کیا جواب دو گے؟''

''یہی کہ تم لوگ نہیں ملے۔ رات جب میں نے تم تینوں کو گاؤں سے نکال دیا تو پھر شور مچا دیا کہ تم لوگ بھاگ گئے ہو اور اب میں ان لوگوں کے ساتھ تمہاری تلاش میں نکلا ہوں۔ میں واپس جا کر سردار کو یہی بتاؤں گا

کہ تم نہیں ملے۔‘‘ اس نے اپنا منصوبہ بیان کیا۔ میں حیران تھا کہ اس جاہل نظر آنے والے قبائلی نے کتنی مکاری سے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے ہمیں مجرم بنا دیا۔ ہم سے اپنا نام نہاد انتقام بھی لے لیتا اور ساتھ ہی قبیلے والوں کے سامنے اس کا دامن بھی صاف رہتا۔

’’یہ اسے سچ نہیں بتائیں گے؟‘‘ میں نے اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

’’نہیں میں نے ان کو ساتھ ملا لیا ہے۔ انہیں بھی لڑکی میں حصہ ملے گا اور تم تینوں کو ان میں سے ایک ایک قتل کرے گا۔ اپنے جرم کے بارے میں کون بتاتا ہے۔‘‘ بیدو نے مزید انکشاف کیا۔ وہ میرے اندازے سے بھی زیادہ شاطر نکلا تھا۔ واقعی اگر اس کے ساتھی ہمیں مار دیتے تو اس کے برابر کے شریک ہو جاتے اور جو بھی راز افشا کرتا وہ بھی زیرِ عتاب آ جاتا۔ پہلی بار میرے اندر ایک خوف سا سر اٹھانے لگا۔ کہیں وہ جو کہہ رہا ہے اس پر عمل بھی نہ کر گزرے۔ وہ ہماری نظروں کے سامنے سادھنا کو بے آبرو کر کے اپنی شیطانیت کی تسکین چاہتا تھا اور اس کے بعد وہ ہم تینوں کو مار دیتا۔ اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔

اس دوران میں نے محسوس کیا کہ وسیم اپنا چاقو والا پاؤں پیچھے لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ کام بہت مشکل تھا تقریباً ناممکن حد تک مشکل کہ وہ اپنے پاؤں کو گھما کر عقب میں لے جائے اور اسے اتنا اٹھائے کہ اس کا موزے میں اڑسا چاقو تک چلا جائے لیکن آدمی کوشش تو کر سکتا ہے۔ خاص طور سے ایسی صورتِ حال میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے جب جان اور عزت پر بنی ہو۔ میں نے اس کی توجہ وسیم سے ہٹانے کے لیے اس سے کہا۔ ’’سنو بیدو اگر تم اپنا انتقام چھوڑ دو تو تم کو منہ مانگی قیمت مل سکتی ہے۔‘‘

جب ترجمان نے یہ بات کی تو بیدو تو نہیں اس کے ساتھیوں کے تاثرات بدلے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ’’کتنی قیمت مل سکتی ہے؟‘‘

’’جتنی تم چاہو۔‘‘ میں نے بلا جھجک کہا۔ ’’ایک لاکھ، دس لاکھ یا اس سے زیادہ۔‘‘

وہ بہت غریب لوگ تھے۔ ان کو تو ہزار سے زیادہ کسی رقم کا پتا نہیں تھا۔ لاکھ تو ان کے لیے بہت بڑی رقم تھی۔ سوال کرنے والے نے پھر کہا۔ ’’کیا کیا کہا تُو نے؟‘‘

’’لاکھ دس لاکھ۔‘‘ میں پھر بولا۔

’’یہ بکواس کرتا ہے۔‘‘ بیدو نے اپنے ساتھی سے کہا۔

’’میں بکواس نہیں کر رہا۔‘‘ میں نے کہا اور پھر مجھے اس رقم کا خیال آیا جو ہمارے سامان میں تھی۔ ’’میں نے جتنی رقم کہی ہے اس سے زیادہ تو ہمارے سامان میں تھی۔ ایک بھورے رنگ کا بیگ تھا۔ تم میں سے کسی نے دیکھا ہوگا۔‘‘

’’ہاں......‘‘ ترجمان نے بے ساختہ کہا۔ ’’میں نے دیکھا تھا۔ وہ سردار کے پاس تھا اور کل دوپہر میں سردار اسے لے کر کہیں گیا تھا۔‘‘

’’تمہارے سردار نے رقم دیکھ لی ہوگی اور وہ اسے کہیں چھپانے گیا ہوگا۔ اس کے لیے وہ بہت بڑی رقم ہوگی لیکن ہمارے لیے نہیں۔ اگر تم لوگ ہمیں چھوڑنے کا وعدہ کرو تو میں اس سے بھی زیادہ رقم چوبیس گھنٹے میں دلوا سکتا ہوں۔‘‘

اس بار بیدو کے ساتھیوں کا انداز واضح دلچسپی والا تھا۔ بیدو نے ان کو روکنا چاہا تو ان میں سے سب سے پہلے سوال کرنے والا بولا۔ ''بیدو معلوم تو کرنے دے۔'' پھر اس نے مجھ سے سوال کیا۔ ''اگر تجھ سے رقم دینے کو بولا جائے تو تُو کیسے دے گا۔''

''ہم میں سے ایک کو تمہارے میں سے کسی کے ساتھ اس جگہ تک جانا پڑے گا جہاں فون ہوتا ہے وہ فون کر کے بولے گا تو چوبیس گھنٹے کے اندر تم لوگ جہاں کہو گے اور جتنی رقم کہو گے مل جائے گی۔''

''تم میں سے کسی کے ساتھ جائیں اور پھر واپس ہی نہ آئیں۔'' بیدو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''بے وقوف کسی اور کو بنانا۔''

''مرضی تمہاری۔'' میں نے مایوسی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے ہمیں مار دو اور اتنی بڑی رقم سے محروم ہو جاؤ جو تم سات پشتوں میں بھی نہیں کما سکتے۔''

میری اس بات پر ان تینوں میں بحث چھڑ گئی۔ ان میں صرف ترجمان خاموش تھا شاید اس کی اتنی حیثیت نہیں تھی اور بیدو اسے صرف ترجمانی کے لیے ساتھ لایا تھا لیکن باقی دو اس سے جس طرح بات کر رہے تھے ایسا لگتا تھا وہ اس سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ ان کے درمیان میں بحث میں گرمی آنے لگی تھی وہ بول رہے تھے تو مارے جوش کے ان کی گردن کی رگیں پھولنے لگی تھیں۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ دونوں دولت کے لالچ میں آ گئے تھے اور بیدو چاہتا تھا کہ اپنے انتقام کی تکمیل کرے۔ ایک موقع پر تو ایسا لگا جیسے وہ آپس میں کٹ مریں گے لیکن میری خواہش کے باوجود ایسا نہیں ہوا تھا۔ دوران گفتگو بیدو بار بار آتش فشاں نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے دولت کی چاہ نہیں تھی وہ تو ہم سے انتقام لینے کے لیے پاگل ہو رہا تھا اور انتقام بھی کیا تھا۔ اصل میں تو اس کی نیت سادھنا پر خراب ہو گئی تھی اور بہرصورت اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب کہ اس کے ساتھیوں کو سادھنا سے دلچسپی تو تھی لیکن ان کے لیے دولت میں زیادہ کشش تھی۔ میں نے اتنا بڑا لالچ ان کے سامنے ڈال دیا تھا کہ وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکے تھے اور نتیجے میں وہ آپس میں لڑ مر رہے تھے۔

ایک بار بیدو نیزہ لے کر میری طرف لپکا تھا کہ میرا کام تمام کر دے لیکن دوسروں نے اسے روک لیا۔ خاصی دیر بعد سوال کرنے والا میری طرف آیا اور اس نے ترجمان کی مدد سے کہا۔ ''اگر ہمیں پچاس لاکھ روپے مل جائیں تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔''

''پچاس لاکھ مل جائیں گے لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم ہمیں چھوڑ دو گے؟'' میں نے مانتے ہوئے پوچھا۔

''کوئی ضمانت نہیں ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔ ''اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو رقم دینی ہو گی۔''

''مجھے منظور ہے لیکن رقم لینے کسی کو جانا ہو گا اور ہم میں سے کسی ایک کو لے جانا ہو گا جو فون کر کے رقم منگوائے۔''

وہ قبائلی تھے لیکن فون سے واقف تھے۔ ہمارے سامان میں ان کو موبائل فون ملے تھے لیکن وہ یہاں کام نہیں کر رہے تھے۔ ایک بار پھر ان لوگوں کی آپس میں میٹنگ ہوئی۔ بیدو کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اس کام کے لیے راضی نہیں ہے لیکن ان دونوں کا اکیلے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے مان گیا تھا۔ سوال کرنے والا پھر

میری طرف آیا۔ "ہمارے ساتھ کون جائے گا؟"

"یہ۔" میں نے وسیم کی طرف اشارہ کیا۔ "اس کا باپ بہت دولت مند ہے وہ فوراً یہ رقم بھیج دے گا۔"

"ہمیں رقم آج رات سے پہلے چاہیے۔" بیدو نے ٹانگ اڑائی۔

"مل جائے گی۔" میں نے کہا۔ "وہ اڑنے والی مشین کی مدد سے بھیج دے گا۔"

"اگر شام تک رقم نہ ملی تو تم سب بے ٹکڑے کر دوں گا۔" بیدو نے دھمکی دی لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ جب وہ بحث کر رہے تھے تو میں نے دیکھ لیا تھا کہ ان دونوں نے بیدو کو کس طرح راضی کیا تھا۔ انہوں نے یقیناً اسے یہی کہا تھا کہ پہلے رقم حاصل کر لیتے ہیں اس کے بعد وہ ہمارے ساتھ اپنی مرضی کا سلوک کر سکتا تھا۔ وہ ہمیں دھوکا دے رہے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی میں نے ایک چانس لیا تھا۔ انہوں نے وسیم کو آزاد کیا اور اس دوران میں، مَیں اسے بظاہر اردو میں لیکن اس دوران میں اس میں پشتو شامل کر کے اسے بتا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ ترجمہ کرنے والا اتنا عقل مند نہیں تھا کہ میری بات سمجھ سکتا۔ ویسے بھی اس کی اردو کام چلاؤ تھی۔

انہوں نے وسیم کو کھولا اور اسے نیزوں کی زد پر وہاں سے لے گئے۔ انہوں نے اسے دھمکی دی۔ "اگر ہمارے ساتھ کوئی دھوکا ہوا تو سب سے پہلے ہم تم کو ماردیں گے اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"فکر مت کرو ہمیں رقم کے مقابلے میں اپنی جان عزیز ہے۔" میں نے ان سے کہا۔

وسیم کے ساتھ جانے والے بیدو کے دونوں ساتھی تھے۔ خود بیدو اور ترجمان وہیں رہ گئے تھے۔ ان لوگوں کے جاتے ہی بیدو نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ "یہ مت سمجھنا کہ لالچ دے کر تم بچ جاؤ گے۔ تم ساری دنیا کی دولت دے کر بھی بیدو کے انتقام سے نہیں بچ سکتے۔"

"یہ دھوکا ہے۔ تم رقم لے کر بھی ہمیں ماردو گے۔"

"یہ میرے ساتھیوں کی بات ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔ "ورنہ میرا ارادہ تو تم کو چھوڑنے کا نہیں تھا۔"

"سنو اگر تمہیں اور رقم چاہیے تو......"

"مجھے رقم نہیں چاہیے۔" اس نے میری بات کاٹی۔ وہ حریص نظروں سے سادھنا کا معائنہ کر رہا تھا۔ "مجھے جو چاہیے وہ میں حاصل کرلوں گا۔"

اس نے سادھنا کو سیدھا کیا تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا میں اسے گالیاں دینے لگا۔ میرے ہاتھ اتنی سختی سے بندھے تھے کہ میں انہیں کسی صورت نہیں کھول سکتا تھا۔ اس نے میری بے بسی پر ایک زوردار قہقہہ لگایا تھا اور خبیثانہ انداز میں بولا۔ "ابھی تیرے سامنے......"

"اگر تُو نے اسے ہاتھ لگایا تو میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔" میں نے اسے گیدڑ بھبکی دی۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ میں اس حالت میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ وہ حقارت سے مسکرایا۔

"کیا کرلے گا تُو۔" وہ سادھنا کے پاس سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور اچانک میرے منہ پر گھونسہ مارا۔

"ایک بار میرا ہاتھ کھول کر دیکھ پھر بتاتا ہوں۔" میں نے خون تھوکا۔ یہ ساری گفتگو ترجمان کے توسط سے

چل رہی تھی۔

''ہاتھ بھی کھول دوں گا لیکن پہلے اپنا کام تو کرلوں۔'' اس نے مکاری سے کہا اور پھر سادھنا کی طرف بڑھا۔ پہلے شاید اس کا ارادہ تھا کہ جب وہ ہوش میں آجائے گی تب اپنی من مانی کرے گا لیکن سادھنا کی طویل ہوتی بے ہوشی کی وجہ سے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔ اور پھر اسے اپنے ساتھیوں کی طرف سے بھی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس نے جھک کر سادھنا کی شرٹ پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا کہ اس نے اچانک ہے بیدو کی رانوں کے عین درمیان میں لات ماری۔ وہ بالکل سامنے تھا۔ لات کی زد میں تھا اور سادھنا نے شاید پوری قوت استعمال کی تھی۔ پہلو کے زخم کی وجہ سے اس میں اتنی قوت نہیں تھی لیکن جتنی بھی تھی۔ اس نے بالکل ٹھیک وار کرنے میں استعمال کردی تھی۔ بیدو کے حلق سے کسی چوٹ کھائے کتے جیسی آواز نکلی اور وہ پیٹ دباتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔ پھر لڑکھڑا کر گر گیا۔ ترجمان میرے ساتھ ہی کھڑا تھا اور میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کے گھٹنے پر لات ماری۔ اگرچہ وہ ذرا دور تھا لیکن میں نے وار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر میری حد سے دور چلا گیا۔ میری ضرب اتنی زوردار تھی کہ اس سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا اور وہ زمین پر پڑا ہوا اپنا گھٹنا تھامے چلا رہا تھا۔

''شاباش سادی۔'' میں چلایا۔ وہ کھڑی ہوگئی تھی اور اس بار بیدو کے منہ پر لات مارنے جا رہی تھی۔ میں نے اسے روکا۔ ''نہیں کہیں اور مت مارنا۔ اسے وہیں مارو۔''

مرد کے لیے اس سے زیادہ اذیت ناک چوٹ اور کوئی نہیں ہوتی ہے لیکن اگر اس چوٹ پر کہیں اور بھی چوٹ لگ جائے تو اس کا اثر زائل ہونے لگتا ہے۔ اسی لیے میں نے سادھنا کو منع کیا تھا۔ وہ کھڑی ہوگئی تھی لیکن اتنی دیر ساکت پڑے رہنے سے اس کا جسم بھی پوری طرح کھلا نہیں تھا۔ ان لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے وہ بالکل ساکت رہی تھی۔ ترجمان اپنا گھٹنا پکڑ کر رو رہا تھا۔ شاید اس کی ہڈی چیخ گئی تھی۔ ساتھ ہی وہ گالیاں دے رہا تھا۔ سادھنا لوٹتے بیدو کے اردگرد موقع کی تلاش میں گھومنے لگی اور جیسے ہی وہ سیدھا ہوا اس نے ایک بار پھر اسے لات رسید کی۔ مگر یہ لات اس کی ران پر لگی۔ زور میں سادھنا خود بھی گر گئی تھی۔ اس کے منہ سے کراہ نکلی تھی۔ وہ بھی زخمی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

''سادی مجھے کھولو۔''

وہ بمشکل اٹھ کر میری طرف بڑھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ پہلو سے اس کی شرٹ سرخ ہو رہی تھی۔ اس کی جیکٹ ان لوگوں نے پہلے ہی اتار دی تھی لیکن اس سے پہلے وہ میرے پاس آتی بیدو نے اسے عقب سے کھینچ لیا۔ اس نے چیخ ماری اور خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ وہ دیوانہ ہو رہا تھا اور نہ جانے کیا کہتے ہوئے سادھنا کو قابو کرنے کوشش کر رہا تھا۔ وہ بہرحال مرد تھا اور سادھنا زخمی بھی تھی۔ وہ ایک حد سے زیادہ مزاحمت نہیں کرسکتی تھی۔ بیدو نے اسے دو بار تھپڑ مارا تو اس کی مزاحمت دم توڑ گئی تھی۔ وہ سسکیاں لینے لگی تھی۔ میری حالت کسی پنجرے میں بند جانور کی سی ہو رہی تھی اور میں اپنے ہاتھ کھولنے کی انتہائی حد تک کوشش کر رہا تھا۔ ساتھ ہی میں بلند آواز سے وسیم کو آواز دے رہا تھا۔ سادھنا نے آخری کوشش کے طور پر بیدو کو ہاتھ پر دانت کاٹ لیا۔ جواب میں اس نے سادھنا کے سر پر گھونسہ مارا تھا۔ وہ بے سدھ ہوگئی تھی۔ بیدو کے ہاتھ اس کے گریبان کی

طرف بڑھے تو میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ مجھ میں یہ سب دیکھنے کی تاب نہیں تھی۔ اتنی بے بسی میں نے شاید ہی کبھی محسوس کی تھی۔

میری آنکھوں میں بے بسی کے آنسو آ گئے تھے۔ اور میں نے دل کی گہرائیوں سے اس کائنات کے خالق کو یاد کیا تھا۔ شاید وہ قبولیت کا وقت تھا۔ اسی لمحے مجھے ایک دھاڑتی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی شیر گرجتا ہے۔ میں دھندلائی آنکھوں سے کسی کو بیدو پر چھلانگ لگاتے دیکھا۔ بیدو کے حلق سے ایسی آواز نکلی تھی جیسے کوئی لکڑ بھگا کسی شیر کی گرفت میں آ گیا ہو۔ وہ شیر ہی تھا۔ وسیم نے اسے سادھنا پر سے کھینچ کر اٹھایا اور ہوا میں بلند کر کے یوں پٹخ دیا جیسے وہ روئی کا بنا ہو۔ بیدو کے حلق سے ایک اور چیخ نکلی تھی۔ اس کے بعد وسیم نے اپنے ہاتھ میں موجود خون آلود چاقو سے اس کے ہاتھوں اور پیروں کی نسیں اتنی پھرتی اور مہارت سے کاٹی تھیں کہ میں حیران رہ گیا۔

ایک منٹ کے اندر وہ کسی بے بس کیچوے کی طرح زمین پر پڑا تھا۔ اس کے بعد وسیم میری طرف آیا اور اس نے میری رسی کاٹ دی۔ یہ کام کر کے اس نے خوف سے ساکت ترجمان کے بال پکڑے اور اس سے پہلے میں اسے روکتا اس نے ایک ہی وار میں اس کی گردن کاٹ دی۔ میں اس کے انجام پر توجہ دیئے بغیر سادھنا کی طرف لپکا۔ اس کے پہلو سے خون بہہ رہا تھا۔ بیدو نے اسے قابو کرنے کے لیے بے دردی سے اس کے زخم پر چوٹیں لگائی تھیں۔ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ وسیم کے چہرے پر ایسی درندگی میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ میں نے سادھنا کی نبض دیکھی جو سست ہوگئی تھی۔

''یہ محفوظ ہے لیکن زخم پھر سے ہرا ہو گیا ہے۔'' میں نے کہا۔

وسیم کچھ کہے بغیر بیدو کی طرف بڑھا تھا۔ اس سے پہلے وہ اسے بھی مار دیتا میں نے اسے روک دیا۔

''نہیں یہ اتنی آسان موت کا حق دار نہیں ہے۔''

''آپ صحیح کہہ رہے ہیں میں تو اس کی آنکھیں نکال رہا ہوں۔'' اس نے یوں کہا جیسے اس کی جیب سے کچھ نکال رہا ہو اور پھر اس نے واقعی تڑپتے بیدو کی آنکھیں یوں نکال دیں جیسے کوئی عام سا کام ہو۔ بیدو نے اتنی چیخیں ماریں کہ آسمان سر پر اٹھا لیا تھا۔ میں نے سادھنا کی شرٹ اوپر کی اور اس کا زخم دیکھا۔ اس سے خون رس رہا تھا۔ اور اندر کچھ سوجن بھی لگ رہی تھی۔ میں نے وسیم کو آواز دی۔

''دیکھنا مجھے لگ رہا ہے کہ اندر بھی خون جمع ہو رہا ہے۔''

اس نے سوجن دیکھی۔ ''ہاں اندر جریان خون ہو رہا ہے۔ اوپر سے زخم کھولنا پڑے گا۔''

''اس چاقو سے۔'' میں چاقو دیکھا جس پر کم سے کم چار افراد کا خون لگا ہوا تھا۔ ''ان دو کا کیا کیا؟''

''جو اس کا کیا ہے۔'' وسیم نے ترجمان کی طرف اشارہ کیا۔ ''اسی وجہ سے کچھ دیر ہوگئی تھی۔''

''مجھے خدشہ تھا کہ تم راستہ نہ بھٹک جاؤ۔''

''ایسا ہی ہوا تھا۔ یہاں قریب آ کر میں راستہ کھو بیٹھا تھا لیکن جب آپ نے میرا نام پکارا تو مجھے راستہ مل گیا۔''

''اسی وجہ سے میں تمہیں آواز دے رہا تھا۔ میرے ذہن میں تھا کہ تم راستہ نہ بھول جاؤ۔ شکر ہے تم بر وقت آئے۔''

اس نے تڑپتے بیدو کی طرف دیکھا اور پہلی بار مسکرایا۔ ''آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ قدرت ہمیں موقع دے گی اور ہم اپنے ارمان نکالیں گے۔''

''میں نے اسی وجہ سے تمہیں لے جانے کو کہا تھا کہ تمہارے پاس چاقو تھا اور تم اس کا استعمال کر سکو گے۔''

''آپ نے یہ بھی ٹھیک کہا تھا کہ اس کا موقع پر استعمال ہی کام آئے گا۔ اگر میں اسے جھونپڑی میں نکال لیتا تو آج شاید ان دونوں پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ زخمی ہونے کے باوجود وہ شدید مزاحمت کرتے رہے تھے حتیٰ کہ میں نے ان کو مارا تب ان کی مزاحمت ختم ہوئی تھی۔''

اس وقت میں نے پہلی بار دیکھا اس کا بازو زخمی تھا لیکن یہ معمولی سا زخم تھا۔ میرا ہاتھ ابھی تک تکلیف دے رہا تھا اگرچہ اب اس کی شدت میں خاصی کمی آئی تھی۔ میں نے پہلے ترجمان کی تلاشی لی اور حسبِ توقع مجھے ماچس مل گئی۔ میں نے اسے وسیم کے حوالے کیا۔ ''تم آگ جلاؤ میں ان لوگوں کا سامان تلاش کرتا ہوں۔''

''کیسا سامان؟'' وہ چونکا۔

''یہ لوگ ہمیں اتنی دور تک خود اٹھا کر نہیں لائے ہوں گے۔ انہوں نے یقیناً کسی جانور کو استعمال کیا ہوگا اور ممکن ہے ان کو پاس کھانے پینے کو بھی کچھ ہو۔''

آس پاس درختوں میں تلاش کرنے پر مجھے دو گدھے مل گئے ان میں سے ایک پر تھیلا لدا ہوا تھا۔ میں نے اسے کھولا تو اندر سے حسبِ توقع کھانے اور پینے کو بہت کچھ مل گیا تھا۔ ساتھ میں کچھ اور چیزیں بھی تھیں۔ میں گدھوں کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اتنی دیر میں وسیم نے گھاس پھونس جمع کر کے آگ جلالی تھی۔ پہلے اس نے پانی سے چاقو صاف کیا اور اس کے بعد اس کی نوک آگ پر رکھ کر جراثیم سے صاف کی تھی۔ میں تھیلے کی تلاشی لے رہا تھا اس میں ایک چھوٹا سا دھاتی ڈبا تھا جس میں کوئی مرہم نما چیز تھی۔ اس سے ناگوار سی بو اٹھ رہی تھی۔ ممکن ہے یہ کچھ اور ہوتا اور ہم اسے سادھنا کے زخم پر لگانے کا رسک نہیں لے سکتے تھے۔ البتہ تھیلے سے کام کی ایک چیز یعنی کچھ روئی مل گئی تھی جو انہوں نے نہ جانے کس مقصد کے تحت رکھی تھی۔

سادھنا کو وسیم نے ایک طرف درخت کے ساتھ لٹا دیا تھا۔ اس کا سر تنے سے ٹکا ہوا تھا اور وہ بدستور بے ہوش تھی۔ بیدو نے اس کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا تھا۔ وسیم نے بیدو کے ساتھ جو کیا تھا وہ اس سلوک کا بدل نہیں تھا لیکن ہم درندے نہیں تھے جو انتقام میں حد سے گزر جاتے۔ پھر ابھی سادھنا کی فکر بھی تھی۔ وسیم نے چاقو لیا اور میری طرف دیکھا۔

''اسے پکڑ لیں۔ ورنہ یہ ہلے گی تو چاقو کسی اور جگہ نہ لگ جائے۔''

میں نے سادھنا کو مضبوطی لیکن اس طرح قابو کر لیا کہ اس کے زخم پر زور نہ آئے۔ وہ کسمسائی اور پھر مزاحمت کرنے لگی۔ ''چھوڑو مجھے...... ذلیل کہیں کے۔''

''سادی ہوش میں آؤ۔'' میں نے اس کے گال کو تھپتھپایا۔ ''یہ میں ہوں۔''

دو تین بار تھپتھپانے پر اسے ہوش آ گیا تھا۔ پہلے وہ مجھے دیکھ کر حیران ہوئی پھر کسی بچی کی طرح چمٹ گئی۔

''شوبی وہ کہاں ہے؟''

وہ اپنے انجام کو پہنچ رہا ہے۔ خدا نے تم کو محفوظ رکھا اور اسے عبرت کا نشان بنا دیا۔'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''وہ دیکھو۔''

میں نے سادی کو بیدو کا حال دکھایا تو وہ خوش ہو گئی تھی۔ ''اس کتے کا اس سے بھی برا حال ہونا چاہیے۔'' اس نے کہا۔ وہ اتنی جوش میں آ گئی تھی کہ اگر زخمی نہ ہوتی تو خود بیدو کو قتل کرنے کے لیے کھڑی ہو جاتی۔ پھر اسے وسیم کا خیال آیا۔ ''وسیم کہاں ہے؟''

''یہاں ہوں۔'' وسیم سامنے آیا اس نے چاقو گرم کر کے صاف کر لیا تھا۔ ''تمہارے زخم کا ایک چھوٹا سا آپریشن کرنا ہے۔''

''آپریشن۔'' وہ سہم گئی تھی۔

''ہاں اندر چوٹ لگنے سے خون جمع ہو رہا ہے وہ خرابی کا باعث بن سکتا ہے اسے نکالنا ہوگا۔''

سادھنا ڈر رہی تھی لیکن ہم نے اسے تیار کر لیا۔ وسیم نے مہارت سے کٹ لگا کر اندر جمع ہونے والا خون نکال دیا اور پھر زخم میں درخت کے پتے بھر دیئے۔ ہمارے پاس ایک یہی علاج تھا۔ کچھ دیر بعد اس کا خون رک گیا تھا۔ ہم نے تھیلے میں موجود چیزیں کھائیں۔ ان میں روٹی اور اچار تھا۔ اس کے علاوہ کچھ شہد بھی تھا۔ اس دوران میں وسیم بتاتا رہا کہ اس نے کیا کیا۔ سادھنا اسے یوں دیکھ رہی تھی۔ جیسے اس نے سادھنا کو نہیں بچایا تھا ایک دنیا فتح کر لی تھی۔ عورت کے لیے وہی مرد اہم ہوتا ہے جو اسے فتح کر لے اور آج ایسا لگ رہا تھا کہ وسیم نے اسے فتح کر لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غرور کی چمک نمودار ہوئی تھی۔

کھانے پینے اور کچھ دیر آرام کے بعد ہماری حالت خاصی بہتر ہوئی تھی۔ دوپہر ہونے کے قریب تھی اور ہمیں جلد از جلد اس علاقے سے نکل جانا تھا۔ کیونکہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہاں ہمیں قبائلیوں سے واسطہ پڑ جائے اور ان کے چار افراد کا قتل ایسا جرم نہیں جسے وہ معاف کر دیتے۔ ہم نے ان کا اسلحہ یعنی نیزے سمیٹے۔ آتشیں اسلحہ ان کے پاس نہیں تھا اور نہ ہی تیر کمان تھے۔ باقی دو گدھے تھے اور کھانے پینے کا کچھ سامان تھا۔ وسیم نے کہا۔

''اب ہمیں کہاں جانا چاہیے۔''

''شمال کی طرف۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ہم جتنی جلدی اس علاقے سے دور نکل جائیں ہمارے لیے اتنا ہی اچھا ہوگا۔''

''میں نے جن دو کو مارا تھا ان کی لاشیں چھپا دی تھیں۔ میرا خیال ہے ان کے ساتھ بھی یہی کرتے ہیں۔ یہ جتنی دیر سے ملیں گی ہمارے لیے اتنا ہی اچھا ہوگا۔''

میں نے بیدو کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کا کیا کرنا ہے یہ ابھی لاش نہیں ہے۔''

بیدو کا خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا اور وسیم نے اس کی آنکھیں بھی نکال لی تھیں۔ یہ اس کے کرتوتوں کی کم سے کم سزا تھی جو ہم اسے دے سکتے تھے۔ وسیم نے سادھنا کی طرف دیکھا۔ ''اس کا فیصلہ سادھنا کرے گی۔''

اس نے کہا۔ ''میرا خیال ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اول تو بچے گا نہیں اور بچ بھی گیا تو باقی عمر زندہ رہنا اس کے لیے زیادہ برا ہی ہوگا۔''

لہٰذا طے پایا کہ ہم بیدو کو ایسے ہی چھوڑ جائیں گے۔ اب اس کی قسمت میں زندگی تھی تو وہ بچ جائے گا۔

ہم نے ترجمان کی لاش اور بیدو کی زندہ لاش کھینچ کر جھاڑیوں میں کر دی اور وہاں سے ممکنہ حد تک اپنی موجودگی کے نشان مٹا دیئے۔ وسیم نے ترجمان کا صدری نما لباس اتار لیا تھا کیونکہ سادھنا کے جسم پر اب جیکٹ نہیں تھی اور ہمیں جیکٹ سامان میں بھی نہیں ملی تھی شاید گاؤں میں اتار لی گئی تھی۔ بیدو کے پاس سے کچھ کرنسی بھی نکلی تھی۔ یہ دو سو بیس بھارتی روپے تھے۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ کہاں ہم راناویاس سے پچیس لاکھ روپے لے کر نکلے تھے اور کہاں اب ہمارے پاس پانچ سو روپے بھی نہیں تھے۔ پھر بھی ایک بہت بڑی آزمائش سے بچانے پر میں نے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ ہم نے ایک گدھے پر سادھنا کو بٹھایا گیا تھا اور دوسرے پر تھیلا تھا۔

مجھے یا وسیم کو بالکل نہیں معلوم تھا کہ ہم قبیلے سے کس طرف تھے۔ ممکن ہے کہ ہم اس کے جنوب میں ہوتے اور جب شمال کی طرف سفر کرتے تو ایک بار ان کے علاقے میں پہنچ جاتے مگر ہمیں شمال کی طرف ہی جانا تھا اس لیے اللہ کا نام لے کر اس طرف چل پڑے۔ پیچھے ہمارے دشمن تھے اور اس طرف جانا کسی صورت مناسب نہیں ہوتا۔ اچانک وسیم نے کہا۔

"شہباز صاحب میرے ذہن میں ایک بات آ رہی ہے۔"

"ہاں کہو۔" میں نے کہا۔ سادھنا بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"یہ جگہ نیپال اور بھوٹان کے درمیان ہے اگر ہم سرحد عبور کر کے ان میں سے کسی ملک چلے جائیں تو بھارت کی نسبت محفوظ ہو سکتے ہیں۔"

اس کی بات قابلِ غور تھی۔ راناویاس نے بھی شاید یہی بتایا تھا کہ یہ علاقہ نیپال اور بھوٹان کے قریب تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "ان ملکوں میں بھی ہم غیر قانونی طور پر ہی داخل ہو سکتے ہیں۔"

'درست...... لیکن بھارت میں ہم مطلوب مجرم ہیں۔ جب کہ نیپال میں ہم اپنے سفارت خانے سے رابطہ بھی کر سکتے ہیں۔"

"ہاں یہ تم نے ٹھیک کہا لیکن کیا ہم اتنی آسانی سے سرحد عبور کر سکتے ہیں؟"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔" اس نے اصرار کیا۔ "اس ملک سے تو نکلیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن دوست تم کچھ چیزیں نظر انداز کر رہے ہو۔ یہاں بیتو اور راجا عمر دراز دونوں غائب ہیں۔"

"ایک بار ہم محفوظ مقام پر پہنچ جائیں تو ان کے لیے بھی کچھ کر سکتے ہیں۔"

وسیم شاید سادھنا کی وجہ سے کہہ رہا تھا اور درست کہہ رہا تھا۔ اگر ہم میں سے کوئی مشکل میں پڑ گیا تھا تو اس کی وجہ سے باقی سب کو مشکل میں ڈالنا بالکل بھی عقل مندی نہیں تھی۔ اگر بیتو اور راجا عمر دراز کا ملنا ہماری قسمت میں تھا تو وہ پھر مل جائیں گے۔ یہاں ہمارے لیے مشکلات بڑھ رہی تھیں اور ان سے نکلنا ضروری ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا سادھنا کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ حوصلے سے ہمارا ساتھ دے رہی تھی لیکن زخم کا پھر سے ہرا ہونا اس کے لیے تکلیف دہ تھا۔ خون ضائع ہونے سے اس کی کمزوری بڑھ گئی تھی۔ اسے جلد از جلد کسی ایسی جگہ پہنچانا ضروری تھا جہاں اسے مکمل آرام اور علاج مل سکے۔ اس ویرانے میں اگر اس کی طبیعت خراب ہو جاتی یا اس کے زخم میں انفکشن ہو جاتا تو ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد میں نے

سر ہلایا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیے۔ باقی معاملات بعد میں دیکھے جا سکتے ہیں۔''

وسیم خوش ہو گیا۔ ''یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ ایک بار ہم اس جنجال سے نکلیں تو سکون سے بیٹھ کر سوچ بھی سکتے ہیں۔''

میں گدھے کے ساتھ چلتے ہوئے سادھنا کو سہارا دے رہا تھا کیونکہ اس کے لیے اپنے بل بوتے پر بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا اور میں گدھے پر اس کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ گدھا بے چارہ کمزور سا تھا۔ سادھنا کی طبیعت خراب ہونے لگی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔ ''شوبی میرا...... سر چکرا رہا ہے۔''

''سادی حوصلہ رکھو ہم یہاں سے نکل جائیں پھر کہیں رک سکتے ہیں۔'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''تم حوصلہ کرو۔ اس ویرانے میں تم ہی ہمارا حوصلہ ہو۔''

اس نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ ''سچ؟''

''سو فی صد سچ۔ تمہارا ذرا سا حوصلہ ہمارے حوصلے کو ان پہاڑوں سے بھی بلند کر دے گا۔''

''تب میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے کہا اور گدھے پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ وسیم جو ہماری باتیں سن رہا تھا مسکرانے لگا اس نے میرے پاس آ کر آہستہ سے کہا۔ ''یو آر ریئلی دی باس۔''

''شکریہ میرے دوست لیکن مجھے فخر ہے میں تم جیسے لوگوں کا باس ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

ہمارا اس علاقے سے جلد از جلد نکل جانا ضروری تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ قبیلے والے ہمیں تلاش کر رہے تھے اور جلد ان کو اپنے آدمیوں کی لاشیں مل جاتیں اس کے بعد وہ ایک منتقمانہ ردِعمل کے ساتھ ہمارے پیچھے لگ جاتے۔ ہم ان کی پہنچ سے جتنا دور نکل جاتے اتنا ہی بہتر تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ نیپال کی سرحد اس جگہ سے کتنی دور تھی لیکن اگر ہم شمال مغرب کی طرف سفر کرتے رہتے تو نیپال تک پہنچ جاتے۔ بھوٹان ہمارے دائیں طرف تھا یعنی اس کے لیے الٹی سمت میں جانا پڑتا۔ بھوٹان اصل میں بھارت کی ایک طفیلی ریاست ہے اور ہم وہاں کسی صورت محفوظ نہیں ہوتے اس کے مقابلے میں نیپال ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے۔ اگرچہ یہ بھی بھارت کے دباؤ میں رہتا ہے کیونکہ اس کی تجارت کے سارے راستے بھارت سے ہو کر جاتے ہیں اور کچھ عرصے پہلے بھارت نے اس بات پر ناراض ہو کر کہ نیپال چین سے روابط بڑھا رہا ہے اس کی تجارتی راہداری ختم کر دی تھی جو بین الاقوامی معاہدوں کی صریحاً خلاف ورزی تھی لیکن بھارت کیونکہ ایک بڑا ملک ہے اس لیے دنیا میں کسی نے نیپال کی حالت پر توجہ نہیں دی اور مجبوراً اسے بھارت کے سامنے جھک کر بات کرنا پڑی تھی۔ نیپال کے پاکستان سے بھی اچھے تعلقات ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں پر پاکستانی سفارت خانہ ہے۔ اس لیے ہمارا نیپال جانا ہی مناسب تھا۔ ہمیں وہاں مدد ملنے کا امکان بہت زیادہ تھا۔

یہ جگہ کسی قدر ہموار تھی اور جنگل میں راستے بھی کشادہ تھے لیکن آگے اونچی ہوتی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ہمیں شام سے پہلے وہاں پہنچ جانا تھا۔ وہاں ایک تو ہم محفوظ ہوتے اور دوسرے رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ بھی مل سکتی تھی۔ اس جنگل میں تو رات کھلے آسمان تلے ہی بسر کرتے۔ وسیم نے راستے میں [illegible] والے ایک برساتی نالے میں موجود پانی بوتلوں میں جمع کر لیا۔ ہم سب نے منہ ہاتھ دھویا اور وسیم نے وہ صدری بھی دھو دی

جو اس نے ترجمان کے جسم سے اتاری تھی۔ اس پر خون لگا تھا۔ جس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ ہم پہاڑوں میں داخل ہوئے تھے۔ یہ تہہ در تہہ پہاڑ تھے اور ان کے انتہائی شمال میں برف نظر آ رہی تھی۔ روشنی کم ہونے کے ساتھ سردی میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔

سادھنا اگرچہ اب تک حوصلے کا مظاہرہ کرتی رہی تھی لیکن اب اس کی حالت ہر گزرتے لمحے خراب ہو رہی تھی۔ اگر میں نے اسے سہارا نہ دے رکھا ہوتا تو شاید وہ گر جاتی۔ ایک جگہ رکتے ہوئے میں نے وسیم سے کہا۔ ''تم کوئی جگہ تلاش کرو جہاں رات گزاری جا سکے۔ اب سادھنا کے لیے مزید سفر کرنا مشکل ہے میں اس کے پاس ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں آس پاس کوئی جگہ دیکھتا ہوں۔'' اس نے سر ہلایا اور آگے بڑھ گیا۔ میں نے سادھنا کو گدھے سے اتار کر ایک صاف جگہ لٹایا۔ وہ غشی والی کیفیت میں تھی۔ اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''شوبی مجھے لگ رہا ہے میں بھی مر جاؤں گی۔''

اس کی بات سن کر ایک لمحے کو میرا دل رک گیا تھا لیکن میں زبردستی ہنسا۔ ''پاگل اتنے سے زخم سے کوئی مرتا ہے۔ بس تم کو کمزوری ہو رہی ہے۔''

''اچھا۔'' اس نے بے یقینی سے کہا۔ ''میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔''

میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔ ''کیوں نہیں زیادہ سے زیادہ پرسوں تک تم کو اپنی اس بات پر ہنسی آ رہی ہوگی۔''

میں نے اس کی توجہ بٹانے کے لیے کچھ باتیں کیں تو اس کا موڈ خوش گوار ہو گیا تھا۔ پھر اسے مستقبل کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ ''شوبی میں بھارت کی شہری ہوں...... میں تمہارے ملک کیسے جاؤں گی؟''

''تم فکر مت کرو ہم کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔ پیسے سے اس دنیا میں ہر جائز ناجائز کام ہو جاتا ہے۔''

''مجھے پیاس لگ رہی ہے۔''

تھیلے سے بوتل نکال کر سادھنا کو پانی پلا کر میں نے اس جگہ کا جائزہ لیا۔ کچھ دور مجھے ایک چٹان سی دکھائی دی۔ جس کے سامنے تین چار درخت اور کچھ گھنی جھاڑیاں تھیں۔ میں نے سادھنا سے کہا۔ ''سادھنا میں وہاں تک جا رہا ہوں تم ذرا ہوشیار رہنا۔''

وہ فکر مند ہوئی تھی لیکن اس نے مجھے روکا نہیں۔ میں اس جگہ آیا۔ یہ ایک بڑی سے گنبد نما چٹان تھی۔ جس کے سامنے درخت اور جھاڑیاں ہونے کی وجہ سے یہ کسی کی نظر سے محفوظ تھی۔ میں اتفاق سے اس کے عین نیچے رکا تھا اس لیے مجھے نظر آ گئی۔ میں نے سوچا اگر وسیم کوئی مناسب جگہ تلاش نہ کر سکا تو ہم رات یہاں بسر کریں گے۔ میں واپس آیا اور وسیم کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تقریباً آدھے گھنٹے بعد آیا تھا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ کوئی جگہ تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''کوئی جگہ نہیں ملی۔ اگر مجھے آپ لوگوں کا خیال نہ ہوتا تو میں اور آگے جاتا۔''

''تم نے اچھا کیا، میں نے ایک جگہ دیکھی ہے۔'' میں اسے چٹان تک لایا۔ ''یہ کیسی ہے؟''

''اچھی ہے۔'' اس نے اردگرد دیکھا۔ ''لیکن عین پہاڑوں میں داخلے والی جگہ ہے۔''

"پھر بھی نظروں سے اوجھل ہے۔"

وسیم راضی ہو گیا۔ ہم نے سب سے پہلے چٹان تلے والی جگہ صاف کی وہاں کیڑے مکوڑے نظر نہیں آ رہے تھے اس کے باوجود احتیاط اچھی چیز تھی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ اس علاقے میں سانپ بچھو پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ اس معاملے ہم صرف قدرت پر بھروسہ کر سکتے تھے۔ جھاڑیوں اور گھاس کی مدد سے بستر تیار کیا اور اس پر سادھنا کو لٹایا اسے آرام کی اشد ضرورت تھی۔ جب تک وسیم لکڑی لایا میں نے الاؤ کے لیے پتھر جمع کر کے جگہ بنائی۔ گدھے جھاڑیوں کے ساتھ باندھ دیئے تھے جہاں ان کو کھانے کے لیے پتے مل جاتے۔ اس دوران میں سورج غروب ہو گیا اور ہم نے الاؤ جلا لیا۔ آگ کی وجہ سے سردی کی شدت میں کمی ہوئی تھی۔ ہم نے پہلے سادھنا کو کھانا دیا اور وہ کھا کر لیٹتے ہی سو گئی تھی۔ اسے ہلکا ہلکا بخار ہو گیا تھا۔ اس کا زخم بظاہر ٹھیک تھا۔ شاید اسے تھکن اور کمزوری سے بخار ہوا تھا۔

اس کے بعد ہم نے کھایا تھا۔ جب تاریکی ہوئی تو میں نے چٹان والی جگہ سے باہر آ کر دیکھا کہ الاؤ کے شعلے کہیں دور سے تو متوجہ نہیں کر رہے ہیں لیکن آگ کی روشنی جھاڑیوں اور درختوں کی وجہ سے محدود تھی۔ پھر رات بھی تاریک نہیں تھی جو ذرا سی روشنی بھی نمایاں ہو جاتی۔ اس لیے میں مطمئن واپس آ گیا۔ سادھنا گہری نیند میں تھی اس روز تھکن سے ہم سب کا برا حال تھا۔ میں اور وسیم بھی ایک طرف دراز ہو گئے۔ گھاس اور پتوں سے بنا بستر نرم اور سردی سے بچا رہا تھا۔ پھر الاؤ کی وجہ سے سردی کا احساس کم رہ گیا تھا۔ ہم نیپال والے پلان کے بارے میں بحث کرنے لگے۔

"ہم وہاں غیر قانونی طریقے سے داخل ہوں گے اگر پکڑے گئے تو؟" وسیم نے پوچھا۔

"تو جیل جائیں گے۔" میں نے سادگی سے کہا۔

"اگر ہم اس کی بارڈر فورس سے بچ کر نکل گئے تب بھی آگے اپنے مسئلے کیسے حل کریں گے؟"

"دولت ہمارے مسئلے حل کر سکتی ہے لیکن وہ ہمارے پاس نہیں رہی۔" میں نے کہا۔ "اس بدمعاش سردار نے ساری دولت آرام سے ہضم کر لی اور اب عیش کرنے کے منصوبے بنا رہا ہو گا۔"

"ہم اسے کتنا شریف سمجھ رہے تھے۔" وسیم نے سر ہلایا۔ "ویسے وہ پہلے بھی کم عیش نہیں کر رہا ہے اس کی تازہ ماڈل کی بیوی دیکھی ہے۔"

"یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ وہ بدمعاش پہلے ہی مزے میں ہے لیکن پچیس لاکھ روپے اس کی اوقات سے بہت زیادہ ہیں۔ اگر اس نے عقل مندی کی تو شہر کا رخ کرنے کے بجائے اس علاقے میں کہیں بڑی اور اچھی زمین خرید کر جاگیردار بن جائے گا۔"

وسیم نے سرد آہ بھری۔ "کاش میں اس منحوس بستی سے اٹھتا دھواں نہ دیکھتا۔"

"تقدیر کا لکھا تو پورا ہوتا ہے۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "تمہیں کیا پتا تھا کہ وہاں ہمارے لیے کون سی مصیبت انتظار کر رہی ہے۔"

"نیپال میں داخل ہونے کے بعد ہم کسی طرح سفیر سے رابطہ کر لیں تو کم سے کم رقم کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

''ہاں لیکن سفیر سے رابطہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ اصل مسئلہ اس سے رقم منگوانا ہو گا۔ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے رقم منگوائی جا سکے۔ ہمارے پاس نہ تو کوئی شناختی چیز ہے اور نہ پاسپورٹ۔''

''کوئی نہ کوئی راستہ ہو گا جناب۔ کسی ہنڈی والے سے رابطہ کریں گے۔''

''چلو ایک بار وہاں پہنچ تو جائیں۔'' میں گھاس پر دراز ہو گیا۔

وسیم نے کہا۔''میرا خیال ہے آپ سو جائیں میں جاگتا رہوں گا۔''

''ہاں لیکن جب نیند زیادہ آنے لگے تو مجھے جگا دینا۔'' میں نے کہا۔

اس کے چند منٹ بعد میں سو چکا تھا۔ وسیم جاگ رہا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ اسے نہیں معلوم کہ کس وقت وہ بھی سو گیا تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ تھکا ہوا تھا اور پھر اس کے ہاتھوں چار افراد مارے گئے تھے۔ اس نے آج بہت سخت دن گزارا تھا اس کا بوجھ بھی اس کے اعصاب پر تھا۔ وہ پُرسکون ہو کر لیٹا تو نہ جانے کس وقت اس کی آنکھ خود بہ خود بند ہو گئی۔

اچانک کسی نے درشت انداز میں میرے پیر پر ٹھوکر ماری۔ خطرے کے احساس کے ساتھ میں تیزی سے اٹھا تھا لیکن اتنی دیر میں آنے والے ہمارے چاروں طرف گھیرا تنگ کر چکے تھے۔ ابھی تاریکی تھی اور الاؤ کی روشنی بھی مدھم ہو گئی تھی لیکن آنے والوں کے پاس مشعلیں تھیں اور جن کی روشنی یہ بتانے کے لیے کافی تھی کہ ہم ایک بار پھر قبائلیوں کے چنگل میں پھنس گئے تھے۔ ان کی تعداد نصف درجن تھی اور وہ سب مشتعل تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ لی تھیں۔ وہ زور زور سے بول رہے تھے اور اپنے نیزے لہرا رہے تھے۔ ان کے شور سے سادھنا کی آنکھ بھی کھل گئی تھی اور وہ چیخ مار کر وسیم سے لپٹ گئی وہ بھی اب جاگ گیا تھا۔ میں نے ہاتھ اوپر کیے۔

''میری بات سنو۔'' میں نے کہنا چاہا لیکن اسی لمحے کسی نے نیزے کا سرا میرے سر پر مارا۔ میں چکرا کر گر پڑا تھا۔ میں بے ہوش نہیں ہوا تھا لیکن کچھ دیر کے لیے خالی ذہن ضرور ہو گیا تھا۔ ذرا سی غفلت سے ہم پھر اسی مصیبت میں پڑ گئے تھے۔ جس سے جان پر کھیل کر نکلے تھے۔ وسیم نے ایک گھنٹے میں چار افراد کو پوری بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اب اس کا خمیازہ بھی ہم کو ہی بھگتنا تھا۔

مجھے ذرا ہوش آیا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے ہاتھ پشت پر باندھے جا رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ میں مزاحمت کے قابل ہوتا مجھے باندھ دیا گیا تھا۔ وسیم کے ساتھ بھی شاید یہی سلوک ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ لوگ تیز تیز لہجے میں بول رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ہمیں قیدی بنا کر لے جانا چاہ رہے تھے کیونکہ مارنا ہوتا تو اتنا انتظار نہ کرتے اور نہ ہی باندھنے کی زحمت کرتے۔ مجھے مارنا تو بہت آسان تھا۔ کیونکہ میں پہلے ہی تقریباً بے ہوش تھا۔ وسیم کا حلیہ ایک بار پھر خراب تھا اس نے مزاحمت کی تھی۔ اس وجہ سے اسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ البتہ سادھنا کو عورت ہونے کی وجہ سے چھوٹ ملی تھی۔ کسی نے اسے نہیں چھیڑا تھا۔ وہ ایک طرف سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ ان میں سے تین ہمارے سروں پر نیزے تانے کھڑے تھے۔ باقی اپنے گدھوں اور دوسرے سامان کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ہماری تلاشی لے کر ہمارے پاس سے سب کچھ اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

''سوری شہباز صاحب۔'' وسیم نے معذرت کی۔''پتا نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی۔''

''نہیں دوست میں پھر یہی کہوں گا کہ یہ سب ہماری قسمت میں لکھا تھا۔ اب دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔'' میں نے سرد آہ بھری۔ ''یہ تمہاری غفلت نہیں ہے بلکہ تقدیر کا فیصلہ ہے جس نے تمہیں تھپک کر سلا دیا۔''

اس نے غور سے مجھے دیکھا۔ ''آپ کو امید ہے کیا ہم ایک بار پھر ان لوگوں کے چنگل سے نکل سکیں گے۔''

''امید کا دامن تو میں کبھی نہیں چھوڑتا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''کیونکہ خدا کی رحمت پر مجھے پورا یقین ہے۔''

ہم تقریباً سات آٹھ گھنٹے سوئے تھے اس لیے اب اتنی تھکن کا احساس نہیں تھا۔ سادھنا کی حالت بھی خاصی بہتر تھی۔ اس کے زخم کی سوجن ختم ہو گئی تھی۔ اس نے بتایا کہ اب درد بھی اتنا نہیں تھا۔ ''آپ لوگ میرے لیے اتنا فکر مند نہ ہوں۔''

وسیم کا موڈ پھر بحال ہو گیا تھا۔ اس نے سرد آہ بھری۔ ''اگر تمہاری فکر نہ کریں تو پھر کسی کی فکر کریں۔ اصل میں ہمیں فکر کرنے کے لیے کوئی نہ ملے تو فکر لاحق ہو جاتی ہے۔''

''ان جنگلیوں کی فکر کرو۔'' سادھنا نے جل کر کہا۔ ''یہ ہمارے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرنے والے ہیں۔''

قبائلی ہماری گفتگو سے بے نیاز اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ تلاشی کا عمل مکمل کر کے ان لوگوں نے ہمیں چٹان تلے سے باہر نکالا۔ سادھنا کو انہوں نے گدھے پر بٹھایا تھا اور اس سے کسی نے برا سلوک بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ بیدو جیسے خبیث آدمی کی بات الگ تھی ورنہ عام طور سے یہ لوگ عورت سے برے سلوک کے قائل نہیں تھے۔ البتہ ہم سے وہ بہت درشت انداز میں پیش آ رہے تھے۔ دو تین بار انہوں نے بلا وجہ مجھے اور وسیم کو تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ ان کا رویہ منطقی تھا ہماری وجہ سے ان کے قبیلے کے پانچ افراد مارے جا چکے تھے اور ان میں چار تو ہمارے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔

آسمان پر ستاروں کی موجودگی سے میں نے اندازہ لگایا کہ ابھی صبح ہونے میں خاصا وقت تھا۔ شاید تین گھنٹے باقی تھے۔ ان قبائلیوں نے ہماری تلاش میں حیرت انگیز مستعدی کا ثبوت دیا تھا اور چند گھنٹوں کی اندر ہمیں تلاش کر لیا تھا۔ وہ تلاش کے ماہر تھے اور میں نے سنا ہے کہ اس قسم کے قبیلوں میں کھوجی ہوتے ہیں جو بالکل درست تلاش کرتے ہیں اور ذرا سے نشان کی مدد سے بتا دیتے ہیں کہ جانے والا کس سمت گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ تعداد اور مرد عورت کا بھی بتا دیتے ہیں۔ ہمارے پیر کھلے تھے صرف ہمارے ہاتھ پشت پر کر کے باندھے گئے تھے۔ یعنی ہمیں پیدل ہی سفر کرنا تھا۔ وہ ہمیں لے کر فوری طور پر روانہ ہو گئے تھے۔ دو افراد نے گدھے سنبھال لیے تھے اور باقی ہمیں گھیرے ہوئے تھے۔ اب وہ ہماری طرف سے بجا طور پر محتاط تھے کہ ہم نے نہتے ہونے کے باوجود ان کے چار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور مارے جانے والے سب ماہر شکاری تھے۔ اس لیے ہمارے بندھے ہونے کے باوجود وہ ہم سے پوری طرح محتاط تھے۔ انہوں نے اضافی مشعلیں بجھا کر صرف دو مشعلیں روشن رکھی تھیں۔ ایک قافلے کے آگے تھی اور ایک پیچھے تھی۔ یہ دونوں گدھے چلانے والوں نے اٹھائی تھیں۔ باقی چار نے نیزے سنبھال رکھے تھے۔ ان میں سے کسی کو اردو نہیں آتی تھی۔ اس لیے ان سے بات

کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔اور شاید وہ بات کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ان کے ذمے جو فرض عائد تھا وہ انہوں نے پورا کر دیا تھا۔وہ ہمیں گرفتار کر کے لے جا رہے تھے۔

''اب بچت مشکل لگ رہی ہے۔''وسیم نے کہا۔

''یار جس نے پہلے بچایا تھا وہی اب بھی بچا لے گا اگر اسے منظور ہوا تو۔''میں نے دل میں اس کی بات تسلیم کرنے کے باوجود کہا۔

''ہاں اگر ہماری قسمت میں ہوا''وسیم نے سرد آہ بھری۔''ورنہ اس طرح کیوں پکڑے جاتے۔''

سادھنا سب سے آگے تھی اور ہم اس سے بات نہیں کر سکتے تھے۔مجھے بھی لگ رہا تھا کہ اس بار برے پھنسے تھے۔پہلے ہم عام سے لوگ تھے جو بھٹک کر ان کے قبیلے کی حدود میں آ گئے تھے۔اب ہم ان کے مجرم تھے ان کے پانچ افراد کے قاتل تھے۔وہ کسی صورت ہمیں معاف نہیں کر سکتے تھے۔ایک بار ہم ان کے قبیلے پہنچ جاتے تو رہائی مشکل ہو جاتی۔اگر ہمیں رہائی کے لیے ہاتھ پیر ہلانے تھے تو ابھی ہلانے تھے لیکن مصیبت یہ تھی کہ انہوں نے کسی درخت کی خشک چھال سے بنی رسی استعمال کی تھی جس کی گرفت سخت اور بے حد مضبوط تھی۔میں نے کوشش کی کہ کسی طرح اسے ڈھیلا کر سکوں لیکن وہ ڈھیلی ہونے کے بجائے اور سخت ہو گئی تھی شاید اس رسی کی اسی خاصیت کی وجہ سے یہ لوگ اس رسی کو استعمال کرتے تھے۔وہ خود بھی چوکنا تھے۔ہم میں سے کوئی ذرا سی حرکت کرتا تو وہ مستعد ہو جاتے تھے۔ان کے نیزے ہم سے زیادہ دور نہیں تھے۔

اس وقت مجھے بیتو کا خیال آیا۔کاش وہ آزاد ہو اور کہیں سے مدد کے لیے آ جائے۔ہم ایک بار پھر آزاد ہو جائیں اور مل بھی جائیں۔ایک مصیبت میں گھرے انسان کے ذہن میں اس قسم کے خوش کن خیالات آتے ہی ہیں۔ورنہ بیتو نہ جانے کہاں تھا اور کس مصیبت میں پڑا تھا۔ورنہ وہ ضرور واپس آتا۔مجھے اپنی سوچ پر ہنسی آئی تھی۔تو میرے دائیں طرف چلنے والے قبائلی نے اپنی زبان میں گڑگڑا کر کچھ کہا۔غالباً وہ مجھے دانت بند کرنے کا حکم دے رہا تھا یا اس بات پر تعجب کر رہا تھا کہ میں اس صورتِ حال میں بھی ہنس سکتا تھا۔

میں نے سرد آہ بھر کر کہا۔''گھٹ کے مر جاؤں یہی مرضی ہے میرے صیاد کی۔''

قبائلی پہلے ہی مجھ پر برہم تھا۔میری بے وقت کی لیکن بر وقت شاعری نے اسے مزید مشتعل کر دیا اور اس نے نیزے کو الٹا پکڑ کر اس سے مجھے ضرب لگانی چاہی تو اس کا ہاتھ اٹھے کا اٹھا رہ گیا پھر وہ دھڑام سے پیچھے جا گرا۔میں نے تعجب اس کی طرف دیکھا تو اس کا نصف سر غائب تھا۔اسی لمحے فائر کا دھماکہ گونجا تھا۔قبائلی بنا آواز نکالے زمین پر گر کر ختم ہو گیا تھا اور دوسروں میں فائر کی آواز کے بعد بھگ دڑ مچ گئی۔اسی لمحے دوسرا فائر ہوا اور ایک قبائلی اور گرا تھا میں نے اس کا سر بھی اڑتے دیکھا تھا۔فائر کرنے والا بے مثال نشانے باز تھا۔میں نے بے تابی سے چاروں طرف دیکھا کہ کون ہمارا نجات دہندہ بن کر آیا تھا۔مگر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ویسے میرا اندازہ تھا کہ فائر کرنے والا دائیں طرف درختوں میں کہیں تھا اور فائر کسی چھوٹے بور کے ہتھیار سے کیے جا رہے تھے۔پھر کسی نے مقامی زبان میں چلا کر کچھ کہا اور تمام قبائلی رک گئے۔بولنے والے نے پھر کہا۔تو انہوں نے بادل ناخواستہ اپنے نیزے پھینک دیئے۔میرا دل مسرت سے لبریز ہو گیا تھا اور میں نے بہت تعجب سے سوچا تھا کہ خدا کبھی کبھی دل میں آنے والی کوئی خواہش اس طرح بھی پوری کر دیتا ہے۔میں نے وسیم کی طرف دیکھا تو اس کا

چہرہ بھی جگ مگا رہا تھا اس نے سرگوشی میں کہا۔
''یہ بیتو ہی ہے۔ ان کی زبان بول رہا ہے۔''
''بیتو۔'' میں نے بلند آواز میں کہا
جیسے ہی ان لوگوں نے نیزے پھینکے ایک درخت کے پیچھے سے بیتو نکل کر سامنے آیا۔ اس کا حلیہ عجیب ہو رہا تھا۔ کپڑے پھٹ گئے تھے اور جا بہ جا سے خون آلود ہو رہے تھے لیکن اس کے انداز سے نہیں لگ رہا تھا کہ وہ کہیں سے بہت زیادہ زخمی ہے۔ چہرے اور ہاتھوں پر خراشوں کے نشانات تھے جیسے وہ جھاڑیوں میں مارا مارا پھرتا رہا ہو۔ بیتو نے ایک چھوٹی گن اٹھا رکھی تھی۔ اس نے گن سے اشارہ کر کے کچھ کہا تو ایک قبائلی نے آ کر ہمارے ہاتھ کھول دیئے۔ دو افراد کی موت نے ان کو بالکل سدھی ہوئی بھیڑیں بنا دیا تھا۔ جیسے ہی میرے اور وسیم کے ہاتھ کھلے ہم نے نیزے اٹھا لیے۔ پھر اسی قبائلی کی مدد سے اس کے باقی تین ساتھیوں کے ہاتھ باندھے، اس کو ہم نے خود باندھا تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر میں نے بیتو کو گلے لگایا۔
''آج قبولیت کی گھڑی تھی۔ اگر خدا سے کچھ اور مانگتا تو وہ بھی مل جاتا۔ میں نے تمہارے بارے میں سوچا اور تم آ گئے۔''
''انگریزی میں اس کے لیے کچھ اور کہا جاتا ہے۔'' وسیم نے بھی اسے گلے لگایا۔ ''کہ شیطان کے بارے میں سوچو تو وہ آ جاتا ہے۔''
بیتو کی حالت بھی بری تھی اور شاید اس وقت وہ مذاق کو انجوائے کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس نے وسیم کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ تھکے انداز میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ سادھنا بھی گدھے سے اتر کر اس کے پاس آ گئی تھی۔ میں نے بیتو سے پوچھا۔
''تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟''
''یہ لمبی کہانی ہے۔'' اس نے تھکے انداز میں کہا۔ ''لیکن پہلے اس مصیبت سے جان چھڑائیں ورنہ ان کے اور لوگ بھی یہاں گھوم رہے ہیں۔''
میں چونکا۔ ''تم کو کیسے پتا چلا؟''
''میں بہت دیر سے آپ لوگوں کے پیچھے ہوں۔ ان کی باتیں سنتا آ رہا تھا۔ یہ لوگ آپ سے اپنے ساتھیوں کی موت کا انتقام لینا چاہتے تھے۔''
''ہاں ان کے چار آدمی وسیم کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔''
''دو میرے ہاتھ سے ہو گئے لیکن اس سے یہ مت سمجھئے گا یہ پیچھا چھوڑ دیں گے۔ یہ سخت منتقم مزاج لوگ ہیں جو اپنے دشمن کا آخری حد تک پیچھا کرتے ہیں۔ جب تک ہم ان کے علاقے سے نہیں نکلیں گے سخت خطرے میں رہیں گے۔''
''ہم ان کے علاقے سے تو نکل رہے تھے۔'' وسیم نے کہا۔ ''ویسے اب اتنا خطرہ نہیں ہے۔ تمہاری اس گن کے مقابلے میں ان کے سارے نیزے بے کار ہیں۔''
بیتو پھیکے انداز میں مسکرایا۔ ''یہ اب نمائشی ہے۔ اس میں آخری دو کارتوس تھے جو میں استعمال کر چکا

ہوں۔اسی وجہ سے تو میں نے ان پر اب تک حملہ نہیں کیا تھا لیکن جب ایک نے شوبی پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تو مجھ سے رہا نہیں گیا تھا۔ میں نے آخری دوشاٹ چلا دیئے اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔"

"مارے گئے۔" وسیم بولا۔"شکر ہے تم نے ان لوگوں کو باندھنے سے پہلے یہ بات نہیں کی۔"

"وسیم بھائی آپ بھول رہا ہے یہ ہمارا زبان نہیں سمجھتا۔"

"وہ تو تم بھی ٹھیک سے نہیں سمجھتے ہو، لیکن یہ بتاؤ کہ تم کو ان کی زبان کیسے آتی ہے۔"

"ادھر پہاڑوں پر رہنے والا ہر قبیلہ ایک جیسی زبان بولتا ہے۔ بس تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔اس لیے مجھے ان کا زبان آتا ہے۔"

میں اس دوران میں سوچ رہا تھا کہ ان چار قبائلیوں کا کیا کیا جائے۔ اگر ان کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ لازمی اپنے قبیلے کے دوسرے افراد کو لے کر ہمارا تعاقب کرتے اور ان پہاڑوں میں ان لوگوں سے پیچھا چھڑانا ازا مشکل کام تھا۔کل بھی ان لوگوں نے کتنی آسانی سے ہم کو تلاش کر لیا تھا۔ اگر ان کو باندھ کر ڈال کر جاتے تو امکان تھا کہ وہ بھوک پیاس سے مر جاتے۔ یعنی ان کا معاملہ چھچھوندر کا تھا وہ ہمارے گلے میں اٹک گئے تھے۔ان کو نہ اگل سکتے تھے اور نہ نگل سکتے تھے۔

کچھ گھنٹوں کے آرام اور بیتو کی واپسی نے سادھنا پر بہت اچھا اثر ڈالا تھا اور وہ خوش اور صحت مند لگ رہی تھی۔اس نے بیتو سے کہا۔"تم ہم لوگوں کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔"

"بتائے گا دیدی، ابھی ادھر سے نکلو۔" اس نے کہا۔

"ان لوگوں کا کیا کرنا ہے؟" وسیم نے قبائلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے سر ہلایا۔

"یہ تو میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے اگر چھوڑتے ہیں تو یہ فوراً ہی اپنے لوگوں کو ہمارے پیچھے لگا لائیں گے اور ان لوگوں کو مارنے کو دل نہیں مان رہا ہے۔" کہتے کہتے مجھے خیال آیا۔"کیوں نہ ان کو ساتھ لے چلیں۔"

"کیا مطلب؟" بیتو چونکا۔

"مطلب یہ کہ یہ ہمارے ساتھ رہیں اور جب ہم ان کے قبیلے کی حد سے نکل جائیں تو ان کو چھوڑ دیں۔"

"یہ بہتر رہے گا۔" سادھنا نے کہا۔"ابھی ان کو چھوڑا تو یہ مزید مصیبتیں ہمارے پیچھے لگا لائیں گے۔"

وسیم کو کسی قدر اختلاف تھا۔اس کا کہنا تھا کہ چار آدمیوں کے ساتھ سفر کرنا کہ ان پر نظر بھی رکھی جا سکے آسان نہیں تھا۔اس سے رفتار بھی سست ہو جاتی۔ میں نے کہا۔"اول تو سادھنا کی وجہ سے ہم ویسے بھی تیز رفتاری سے نہیں چل سکتے ہیں دوسرے ہم ان کو باندھ کر لے جائیں گے اور کوئی مشکل جگہ آئے گی تو ان سے کام لیں گے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" وسیم نے بے دلی سے کہا۔"ورنہ میں تو کہتا ہوں ان کو باندھ کر چھوڑ جائیں۔اگر ان کے نصیب میں زندہ رہنا ہوگا تو کوئی نہ کوئی ان کو بچانے آجائے گا۔"

"بالکل بھی نہیں۔" سادھنا نے بے ساختہ کہا۔"یہ بے رحمی ہوگی اس سے تو بہتر ہے ہم ان کو آزاد کر دیں۔"

"ان کی رحم دلی تو تم دیکھ چکی ہو۔" وسیم نے کسی قدر تلخی سے کہا۔"اگر انہوں نے آزاد ہو کر اپنے ساتھیوں

کی مدد سے ہمیں پالیا تو ہم پر قطعی رحم نہیں کھائیں گے۔''

''تب ان کو ساتھ لے جانا ہی ٹھیک ہے کل تک ہم ان کو رہا کر دیں گے اور اس کے بعد یہ واپس آ کر مدد بھی حاصل کر لیں تب بھی ہم کو نہیں پکڑ سکتے۔''

طے پایا کہ ہم چاروں کو بندھے ہاتھوں سے ساتھ لے جائیں گے اور ان کی کڑی نگرانی کریں گے۔ ہم نے مارے جانے والے قبائلیوں کی لاشیں چھپائیں تاکہ وہ آسانی سے نہ مل سکیں۔ اس کے فوری بعد ہم روانہ ہو گئے۔ اگرچہ رات کا وقت تھا اور تاریکی میں پہاڑوں پر سفر کرنا بہت خطرناک ہوتا ہے لیکن ہم رک نہیں سکتے تھے۔ نہ جانے اور کتنے قبائلی ہم کو تلاش کر رہے تھے اور یہ ثابت ہو گیا تھا کہ ان کی تلاش رات کو بھی جاری تھی۔ اس لیے اس علاقے سے جلد از جلد نکل جانا ہی ہمارے مفاد میں تھا۔ بیتو سب سے آگے ایک گدھے پر سادھنا کو سنبھالے بیٹھا تھا۔ دوسرا گدھا اسپیئر میں تھا جب ایک تھک جاتا تو دوسرا کام آتا۔ اس کے بعد وسیم تھا جو دوسرے گدھے کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ اس کے پیچھے چاروں قبائلی ایک لائن میں اس طرح تھے کہ ان کے ہاتھ عقب میں بندھے ہوئے تھے اور سب سے پیچھے میں پستول کے ساتھ تھا۔ پستول اگرچہ خالی تھا لیکن بے خبر قبائلیوں پر اس کی وحشت ہی بہت تھی۔ پھر ہمارے پاس ان کے نیزے بھی آ گئے تھے۔ اگر وہ بغاوت پر اتر بھی آتے تو ان پر قابو پانا ذرا بھی مشکل نہیں تھا۔

وسیم ان کی طرف سے بالکل مطمئن نہیں تھا۔ وہ وقفے وقفے سے ان کے ہاتھ چیک کر رہا تھا کہ کسی نے کوشش کر کے ہاتھ تو نہیں کھول لیے ہیں۔ کوئی دو گھنٹے بعد جب کہ صبح نمودار ہو رہی تھی ایک بہت ہی خطرناک راستہ آیا تھا۔ پہاڑ پر ایک پتلی سی پگ ڈنڈی تھی جس پر ہم نے سفر کرنا تھا۔ اس کی خطرناکی دیکھ کر بیتو اور وسیم نے رکنے اور پوری طرح روشنی ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ مجھے بھی ان کی بات معقول لگی تھی اور ویسے بھی سب تھک گئے تھے اس لیے ہم رک گئے۔ جو بچا ہوا تھا وہ کھایا کیونکہ ان قبائلیوں کے پاس سے کوئی خوراک نہیں ملی تھی۔ وہ گرسنہ نظروں سے ہمیں کھاتے دیکھ رہے تھے لیکن ہمارے پاس اتنا نہیں تھا کہ ان لوگوں کو بھی شریک کرتے۔ اس لیے میں نے دل ہی دل میں ان سے معذرت کر لی۔ اب ہمارے پاس بس اتنی ہی خوراک تھی کہ آج شام تک چل جاتی اور ممکن ہے کل کے دن کا آغاز فاقے سے ہوتا۔

ممکنہ طور پر ہم سلسلہ ہمالیہ کے کسی ذیلی پہاڑی سلسلے میں داخل ہو رہے تھے۔ جیسے ہی سورج کی روشنی پھیلی ہم پھر اس خطرناک پگ ڈنڈی پر عازم سفر ہوئے۔ پہاڑوں کے درمیان بل کھاتی یہ پگ ڈنڈی نامعلوم وسعتوں میں غائب ہو رہی تھی۔ ان پہاڑوں کی ساخت دیکھ کر لگتا تھا کہ ان میں کوئی آبادی نہایت مشکل تھی۔ یعنی ہم کسی ویرانے میں سفر کر رہے تھے۔ گدھے پر بوجھ کم کرنے کے لیے بیتو اس سے اتر آیا تھا اور اب ہاتھ سے سادھنا کو سہارا دے رہا تھا۔ کوئی چار گھنٹے تک اسی طرح سفر کرنے کے بعد ہم ایک کسی قدر بہتر ڈھلان میں داخل ہوئے تھے۔ یہاں اگرچہ باقاعدہ راستے نہیں تھے لیکن یہ اس قدر خطرناک نہیں تھی۔ یہاں ہم نے کچھ دیر آرام کیا تھا۔ اب سادھنا کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی تھی۔ اگرچہ وہ کمزور ہو رہی تھی لیکن اب وہ گدھے کی وجہ سے آرام سے سفر کر رہی تھی۔ ہم اس علاقے سے بہت دور نکل گئے تھے جہاں خطرہ تھا۔

میں نے سب کو رکنے کا اشارہ کیا اور وسیم میری طرف آیا۔ ''کوئی خاص بات جناب؟''

''میرا خیال ہے اب ان کو چلتا کرنا چاہیے۔'' میں نے قبائلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' وسیم جلدی سے بولا۔ ''کیونکہ رات آنے والی ہے اور اگر ان میں سے کوئی بھاگ گیا یا ہماری غفلت سے یہ حاوی آ گئے تو شاید پھر ہمیں موقع نہ ملے۔''

''درست کہہ رہے ہو۔ ابھی روشنی ہے اور یہ پیچھا کر کے ہمیں دھوکا بھی نہیں دے سکتے۔'' میں نے سر ہلایا اور بیتو کو بلایا۔ ''ان لوگوں سے کہہ دو کہ یہ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر واپسی کے لیے چلنا شروع کر دیں۔ جس نے پیچھے دیکھا وہ مارا جائے گا۔''

''یعنی آپ ان کو واپس جانے کی اجازت دے رہے ہیں؟''

''ہاں اور ان سے کہو جتنی جلدی یہ ہماری نظر سے اوجھل ہو جائیں ان کے لیے اتنا ہی اچھا ہے۔''

بیتو نے سر ہلایا اور میری بات اپنے پیرائے میں ان کو سمجھانے لگا۔ اس نے ان کو خاصا ڈرایا دھمکایا اور پھر جیسے ہی میں نے پستول ان کی طرف سیدھا کیا وہ گرتے پڑتے بھاگ نکلے تھے۔ بندھے ہاتھوں کے باوجود ان کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دس منٹ کے اندر وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ ان کے جاتے ہی میں نے وسیم اور بیتو سے کہا۔ ''اب ہم نے پہلے اس پہاڑ کے اوپر جانا ہے۔''

بیتو نے تشویش سے اوپر کی طرف دیکھا۔ ''یہ تو بہت مشکل ہے۔''

''بے شک مشکل ہو لیکن ہمیں عام راستے سے ہٹ کر سفر کرنا ہے پہلے بھی ہم اسی وجہ سے مارے گئے تھے کہ عام راستے پر سفر کر رہے تھے اور پیچھا کرنے والے قبائلیوں کو ہمیں تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہمیں عام راستے سے ہٹ کر سفر کرنا ہوگا۔'' وسیم نے سر ہلایا۔

سادھنا کے لیے یہ سفر ذرا مشکل تھا لیکن اس نے بھی میری تائید کی اور ہم پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ یہ آسان کام نہیں تھا۔ کہیں کہیں تو ڈھلان بہت ہی ترچھی ہو جاتی تھی اور ہمیں گدھوں کو واپس جانے سے روکنے کے لیے ان کو سہارا دینا پڑتا تھا لیکن یہ حقیقت ہے ان گدھوں نے اس سفر کو ہمارے لیے آسان کر دیا تھا اگرچہ یہ عام میں عام گدھے سے چھوٹے اور کمزور سے تھے لیکن اس سفر میں ہمارے بہت کام آئے۔ اگر یہ گدھے نہ ہوتے تو زخمی سادھنا کو لے کر جانے میں ہم بہت مشکل میں پڑ جاتے اور رفتار بھی بہت سست ہو جاتی۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہم اوپر پہنچنے میں کامیاب رہے تھے لیکن اس سفر نے سب کا برا حال کر دیا تھا۔ گدھے تک طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب ہم ایک کسی قدر ہموار جگہ رکے تو بیتو نے ہمیں خبردار کیا۔

''گدھا لوگ بھاگنے کا ارادہ کر رہا ہے۔''

''تم کو کیسے پتا چلا؟'' وسیم نے اعتراض کیا۔ ''کیا تم پچھلے جنم میں گدھے رہے ہو۔''

''ہم ہر جنم میں بیتو ہی تھا۔'' بیتو برا مان گیا۔

''بے شک تمہارا نام یہی ہوگا لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم گدھے نہیں تھے؟''

''اس لیے کہ ہم اب بھی انسان ہے۔'' اس بار بیتو نے دانت نکالے۔ ''انسان سے گدھا بنتا ہے گدھا سے انسان نہیں بنتا۔'' بیتو آواگان کا خلاصہ پیش کیا۔

''اچھا اس کا مطلب ہے تم اگلے جنم کی تیاری کر رہے ہو۔'' وسیم نے پھر چٹکی لی۔ ''تبھی تم کو گدھوں کے بارے میں اتنا معلوم ہے۔''

''اس سے زیادہ ہم کو آپ کے بارے میں معلوم ہے۔'' بیتو ہنسا۔ ''تو کیا ہم اگلے جنم میں آپ بنے گا۔''

''تم نہیں بتا سکتے کہ میں اب کیا کرنے والا ہوں؟'' وسیم نے دعویٰ کیا۔

''ہم بتا سکتا ہے۔'' بیتو نے جوابی دعویٰ کیا۔

''اچھا اب بتاؤ کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں؟''

''آپ سفر ختم کر کے آرام کرے گا۔'' بیتو بولا۔

''یہ چالاکی ہے۔ اب میں اکیلے اور تاریکی میں تو سفر کرنے سے رہا۔ ہم نے آرام ہی کرنا ہے۔''

''نہیں آپ آرام کرے گا اور ہم سے کام لے گا۔'' بیتو نے مظلومانہ لہجے میں کہا۔ ''ہم لکڑی جمع کرے گا اور رات گزارنے کا جگہ تلاش کرے گا۔''

اس بار وسیم نے فوراً اس کی بات تسلیم کر لی۔ ''تم نے ٹھیک کہا تم مجھے جانتے ہو لیکن گدھا کے بارے میں......''

''پہلے ہم بہت گدھوں کے ساتھ رہا ہے۔'' بیتو نے اس کی بات کاٹی۔ ''اب آپ کے ساتھ رہ رہا ہے۔''

''تبھی تم بھاگ گئے تھے۔'' وسیم نے بے ساختہ کہا۔

میرا اور سادھنا کا اس لڑائی پر ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا تھا۔ کتنے دن بعد اور کتنے سخت وقت کے بعد ہم اس طرح ہنس رہے تھے۔ خلاف توقع ان دونوں کے چہروں پر بھی مسکراہٹ آ گئی تھی۔ بیتو نے کہا۔

''دیکھا وسیم بھائی کیسا ہنسایا دونوں کو۔''

''یہ تو ہے برخوردار لیکن بات وہی ہے کہ تم نے گدھا کی سوچ......''

''اس لیے کہ ہم پچھلے جنم میں گدھا تھا۔'' بیتو بھنا گیا تو وسیم نے ہنس کر اسے گلے لگا لیا۔

''تم برا مان گئے، یہی تو میں کہہ رہا ہوں دوست۔ چلو اب صلح کر لیں اور ان فرار پر آمادہ گدھوں کا کچھ بندوبست کرتے ہیں۔''

رات ہونے سے پہلے ایک ہم نے ایک جگہ تلاش کر لی۔ یہ غار تو نہیں تھا لیکن دو چٹانیں اوپر سے آپس میں مل جانے سے ایک خیمہ نما بن گیا تھا اور اس کے اندر اتنی گنجائش تھی کہ ہم سب آرام سے رات گزار سکتے تھے۔ وسیم اور بیتو نے پہلے گدھوں کو باندھا۔ بیتو صحیح کہہ رہا تھا۔ گدھا فرار ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے ایک حد سے زیادہ کام لیا جائے تو یہ موقع ملنے پر فرار میں دیر نہیں لگاتا ہے۔

انہوں نے لکڑیاں جمع کیں اور اس دوران میں بیتو کچھ جڑی بوٹیاں بھی جمع کر کے لے آیا تھا جن سے وہ سادھنا کے لیے پھر سے مرہم تیار کرتا کیونکہ اس کا زخم ابھی تک ہرا ہی تھا اور کچھ خون بھی رس رہا تھا۔ وہ سادھنا کے ساتھ لگ گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ بیتو اب ہمارا ایک حصہ بن گیا تھا لیکن ہم وطن ہونے کے ناطے اس کی سادھنا سے ایک الگ قربت تھی اور پھر اس نے اسے دیدی بنا رکھا تھا اور اس سے کسی چھوٹے بھائی کی طرح پیش آتا تھا۔ سادھنا بھی اسے بھائی کی طرح سمجھتی تھی۔ حالانکہ وہ کنور خاندان سے تھی اور بیتو کا تعلق ایک اچھوت

قبیلے سے تھا۔

اس جگہ سردی زیادہ تھی اور رات کو اس کی شدت میں نمایاں اضافہ ہوا تھا۔ ہم سب اور خاص طور سے بیتو اس کی شدت سے متاثر ہوئے تھے۔ بیتو کے جسم پر بس ایک شرٹ اور ایک پھٹا ہوا سوئیٹر تھا۔ سادھنا کے پاس صدری تھی جب کہ میں اور وسیم جیکٹوں میں تھے۔ میں نے نیچے ہائی نیک جرسی اور اوپر گرم شرٹ پہن رکھی تھی۔ اس لیے میں نے جیکٹ اتار کر بیتو کو دی۔ اس نے انکار کیا۔ ''ہم ایسے ٹھیک ہے۔''

''نہیں سردی بہت ہے اور تم کو اس کی ضرورت ہے۔'' میں نے اصرار کر کے اسے جیکٹ پہننے پر مجبور کر دیا اور اس کا سوئیٹر خود لے لیا اس لیے مجھے کچھ زیادہ سردی برداشت کرنا پڑی تھی اور بیتو شدت کی سردی سے محفوظ ہو گیا تھا۔ پھر ہم نے خیمہ نما غار میں آگ جلائی تو اس سے واضح فرق پڑا تھا۔ گدھے ہم نے غار کے بالکل سامنے باندھ لیے تھے۔ ایک تو ان کو بھی کچھ نہ کچھ گرمی ملتی رہتی اور پھر ان کے جسم کی وجہ سے آگ کا انعکاس کم ہو جاتا اور دور سے اس کی چمک نظر نہیں آتی۔ اس کے باوجود میرے ذہن میں گزشتہ رات کا تجربہ تھا۔ امکان یہی تھا کہ قبائلی آگ کی روشنی دیکھ کر ہم تک آئے تھے۔ اس لیے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔

''ہمیں غار کو کیموفلاج کرنا ہوگا۔''

''کیا کرنا ہوگا شوبی بھائی۔'' بیتو بولا۔

''چھپانا ہوگا۔'' میں نے وضاحت کی۔ ''جھاڑیوں کی مدد سے۔''

اس جگہ جھاڑیاں کم تھیں لیکن ایسے درخت تھے جن کی لمبی لمبی شاخیں تھیں اور ان پر پتے پھیلے تھے۔ ہم قبائلیوں سے حاصل کیے ایک بڑے چاقو کی مدد سے یہ شاخیں کاٹ کاٹ کر غار کے سامنے لگانے لگے۔ ذرا سی دیر میں غار کے دہانے کا اوپری حصہ ان سے مکمل طور پر چھپ گیا تھا۔ نیچے ایک ذرا سا سوراخ رہنے دیا تھا۔ جس سے ہم باہر آ جا سکتے تھے۔ ہواؤں سے ان شاخوں کو بچانے کے لیے ہم نے ان کو رسیوں سے باندھ دیا۔ اب غار میں جلنے والی آگ کی روشنی مکمل طور پر چھپ گئی تھی۔ باقی کسر گدھوں نے پوری کر دی تھی۔ وسیم اور میں نے نیچے ڈھلان پر جا کر ہر زاویے سے دیکھا لیکن غار کی روشنی کہیں سے بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اب کم سے کم کوئی غار کی روشنی دیکھ کر ہم کو تلاش نہیں کر سکتا تھا۔

اس دوران میں بیتو نے مرہم تیار کر کے اسے سادھنا کے زخم میں بھر دیا اور اسے کچھ مرہم کھلایا بھی تھا۔ میں نے اعتراض کیا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو لگانے والی دوا کھلاتا کون ہے؟''

وہ بولا۔ ''یہ بہت طاقت کی چیز ہے۔''

''اچھا کیا ہم بھی کھا سکتے ہیں؟'' وسیم نے دلچسپی سے پوچھا۔

''بے شک کھا لو۔'' اس نے مرہم والا پتا وسیم کی طرف بڑھا دیا۔

''نہیں کھا سکتے۔'' سادھنا منہ بنا کر بولی۔ ''بہت کڑوا ہے۔''

''دوا ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔'' بیتو نے ہنس کر کہا۔ وسیم نے فوراً پتا واپس کر دیا۔

''تب جس کو ضرورت ہے اسے ہی کھلاؤ۔''

ہم نے بچا کھچا کھایا اور اس میں سے بھی زیادہ سادھنا کو کھلایا تھا۔ اب ہمارے پاس صرف تھوڑی سی مقدار میں گڑ بچا تھا۔ طے پایا کہ اسے ناشتے میں سادھنا کو دیا جائے گا۔ گدھوں کو کھانے کے لیے آس پاس سے گھاس لا دی تھی اور وہ اس پر گزارا کر رہے تھے۔ طے پایا کہ سب باری باری پہرہ دیں گے۔ ہم میں بیتو کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی کیونکہ وہ گزشتہ دو دن سے مسلسل سفر میں تھا اور اسے آرام کا موقع کم ملا تھا۔ اس لیے اس کی درخواست پر ہم نے اس کی داستان سننے کا ارادہ اگلے دن تک کے لیے ملتوی کر دیا۔ پہلے میں جاگا اور چار گھنٹے بعد میں نے وسیم کو جگا دیا اور اسے خبردار کیا۔ ''آج مت سو جانا ورنہ ممکن ہے روزِ محشر آنکھ کھلے۔''

''شرمندہ مت کریں۔'' اس نے کھسیا کر کہا۔ ''اب ہر بار ایک ہی سین تھوڑی ہوگا۔''

جو جاگتا تھا وہ غار کے بیرونی حصے کے پاس رہتا تھا جہاں سے باہر نظر رکھی جا سکتی تھی۔ گدھوں کی لگامیں پتھروں سے باندھ دی گئی تھیں جن سے وہ نہ خود کو آزاد کرا سکتے تھے اور نہ ہی غار کے سامنے سے ہٹ سکتے تھے۔ مجھے نہیں پتا چلا کہ کب صبح ہوگئی تھی۔ جب بیتو نے مجھے ہلایا تو پتا چلا کہ سورج نکل آیا تھا۔ وسیم اور سادھنا باہر تھے اور ان کے ہنسنے کی آواز آ رہی تھی۔ بیتو نے کہا۔

''چلنا نہیں ہے شوبی بھائی۔''

''چلنا ہے یار۔'' میں نے انگڑائی لی۔ ''باہر ہمارے دشمن منتظر تو نہیں ہیں ادھر نکلیں اور وہ ٹھائیں سے گولی مار دیں۔''

''باہر کوئی نہیں ہے۔ سب امن و سکون ہے۔'' بیتو نے اطلاع دی۔ ''یہ آپ دیدی اور وسیم بھائی کا ہنسنے کی آواز سنتا ہے نا؟''

''ہاں یار ان کا معاملہ مختلف ہے لوگ تو میرے دشمن ہو رہے ہیں۔''

میں باہر آیا تو سادھنا وسیم کے ساتھ بیٹھی تھی۔ دونوں ایک چٹان پر تھے اور وسیم ذرا جھک کر اس کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ سادھنا گلابی رنگت کے ساتھ سن رہی تھی۔ اس کے لبوں پر ایک شرمیلی سی مسکان تھی۔ پھر اس نے مجھے دیکھا تو جلدی سے وسیم سے ذرا دور ہوگئی۔

''کیا ہو رہا ہے۔'' میں ان کے پاس جا بیٹھا۔ ''چلنے کا ارادہ نہیں ہے؟''

''ہمارا تو صبح سے ہے۔'' وسیم نے سادھنا کی طرف دیکھا۔ ''جناب ہی سو رہے تھے۔''

''اب میں اٹھ گیا ہوں اور سادھنا بھی تازہ دم نظر آ رہی ہے۔ اس لیے مارچ کا آغاز کرتے ہیں۔''

''نومبر کے مہینے میں۔'' وسیم چٹان سے اتر آیا۔ بیتو گدھا لے کر آیا تو اس نے سادھنا کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ وہ شرما کر اس کے بازوؤں میں آ گئی۔ وسیم نے نرمی سے اسے گدھے کی پشت پر بٹھا دیا۔ ہماری آخری کھانے کی چیز، یعنی گڑ سادھنا کو دیا جا چکا تھا اور ہمیں بھوکے پیٹ سفر کا آغاز کرنا تھا۔ رات خیریت سے گزری تھی۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ قبائلی آج بھی اپنے گاؤں تک پہنچ سکیں لیکن اس بات کا خطرہ تھا کہ ان کو راستے میں کوئی اور متلاشی پارٹی مل جائے اور وہ اسے لے کر ہماری طرف چل پڑیں۔

ہم نے پہاڑ کے اوپر ہی سفر کا آغاز کیا تھا۔ راستہ دشوار تھا لیکن خطرناک نہیں تھا۔ اس لیے سست روی سے سہی لیکن بنا کسی خاص مشکل کے ہمارا سفر جاری رہا تھا۔ دوپہر کے قریب بیتو نے ایک جگہ کچھ پھل دریافت

کیے تھے۔ یہ جنگلی قسم کے بیر لگ رہے تھے اور اپنے آخری پھلوں پر تھے۔ یعنی جھاڑی نما درخت پر بس کچھ ہی پھل باقی رہ گئے تھے۔ ہم نے شکر کر کے ان سے پیٹ کی آگ پر کچھ چھینٹے مارے تھے۔ اور ان کا بھی زیادہ حصہ اصرار کر کے سادھنا کو کھلا دیا تھا۔ اس کے بعد شام تک ہمیں کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا اور سب کی حالت بھوک سے خراب ہو گئی تھی۔ مجھے زندگی میں پہلی بار گدھوں پر رشک آیا جو صرف پتوں سے بھی شکم سیری کر لیتے تھے اور اس راستے میں ان کے لیے وافر مقدار میں خوراک موجود تھی۔ اس لیے جب ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو صرف گدھے آسودہ حال تھے اور ہم چاروں انسان بھوک سے بے حال۔

''میں گولی سے تو نہیں مری، لیکن بھوک سے ضرور مر جاؤں گی۔'' سادھنا نے فریاد کی۔

''اس معاملے میں ہم تم سے پیچھے نہیں رہیں گے۔'' وسیم نے اسے یقین دلایا۔

''عجیب اجاڑ قسم کا علاقہ ہے راستے میں نہ تو کوئی پھل دار جھاڑی ملی اور نہ جانور، بس سیدھے درخت کھڑے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''کاش کہ کوئی حلال جانور مل جاتا۔'' وسیم نے سرد آہ بھری۔

''حلال کیا ہوتا ہے وسیم بھائی؟'' بیتو نے سوال کیا۔

''ہم مسلمان ہر جانور کا گوشت نہیں کھا سکتے، بس کچھ جانور ہیں اور ان کو بھی ایک خاص طریقے سے ذبح کر کے ہی کھا سکتے ہیں۔'' وسیم نے اسے بتایا۔ اس پر بیتو اور سادھنا نے متعدد ذیلی سوالات کیے۔ جن کے جواب میں وسیم کو پوری منظر کشی کرنا پڑی تھی کہ جانور کو کس طرح ذبح کرتے ہیں۔ نیز اس نے حلال جانوروں کی اقسام بھی بتائیں۔ آخر میں اس نے بیتو کی طرف دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی۔

''کاش تم کوئی پیارے سے ہرن یا بارہ سنگھے ہوتے۔''

''وہ کیوں؟'' بیتو نے سادگی سے پوچھا۔

''میں تم کو عملی طور پر ذبح کر کے بتاتا کہ جانور کے ساتھ ہم مسلمان کیا سلوک کرتے ہیں اور پھر تمہارے تکے شکے بنا کر کھاتے۔''

''آپ دیکھتا شوبی بھائی، یہ وسیم بھائی ہم کو کھانا چاہتا ہے۔'' بیتو نے شکایت کی۔

''یہ اس کا قصور نہیں ہے۔'' میں نے بیتو کو تسلی دی۔ ''خود مجھے بھی خیال آرہا ہے کہ کاش ان گدھوں کی جگہ گھوڑے ہوتے تو ہم ان کو کھا سکتے تھے۔''

''گھوڑا مکروہ ہوتا ہے۔'' وسیم نے مجھے آگاہ کیا۔

''مجھے پتا ہے لیکن اگر کھانے کے لیے کچھ نہ ہو تو گھوڑا کھایا جا سکتا ہے۔''

''تب تو یہ گدھے بھی حلال ہی ہوئے۔''

''اتنی جلدی نہیں جب بھوک بالکل ہی حد سے گزر جائے تو مردار حلال ہوتا ہے۔''

بیتو جلدی سے دور کھسک کر بیٹھ گیا۔ وسیم نے اسے حیرت سے دیکھا۔ ''تمہیں کیا ہوا ہم تمہاری نہیں گدھوں کی بات کر رہے ہیں۔''

''ہم کو لگ رہا ہے آپ لوگ کچھ دیر بعد ہمارے بارے میں بات کرے گا۔''

''تمہارے بارے میں کیا بات کریں گے؟''میں نے پوچھا۔
''یہی کہ آپ کو کتنا بھوک لگے تو ہم بھی آپ کے لیے حلال ہو جائے گا۔''
میں نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تو بیتو بدک کر سادھنا کے پاس جا بیٹھا تھا۔ اس نے سادھنا سے کہا۔''مجھ کو لگتا ہے بھوک سے دونوں کا دماغ چل گیا ہے۔''
''صرف ان کا ہی نہیں میرا بھی کچھ ایسا ہی دل چاہ رہا ہے۔''سادھنا نے کہا تو بیتو اٹھ کر بھاگا تھا۔
''لگتا ہے تم سب پاگل ہو گیا ہے۔''
''ہاں اور کیونکہ پاگل ایک برادری ہوتے ہیں اس لیے ہم ایک دوسرے کو نہیں کھا سکتے۔ اب تم بچتے ہو اس لیے کیا خیال ہے تم کو کیوں نہ کھایا جائے۔''میں نے پوری سنجیدگی سے کہا۔
''اور کیا۔''وسیم نے میری تائید کی۔''جس رفتار سے میری بھوک کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے زیادہ سے زیادہ صبح تک تم میرے لیے حلال ہو جاؤ گے۔''
''مجھ میں اتنی تاب نہیں ہے۔''میں نے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر اعلان کیا اور بیتو کی طرف بڑھا۔''میرا خیال ہے تم میرے لیے حلال ہو چکے ہو۔''
اس پر بیتو جس طرح بھڑک کر بھاگا تھا۔ تو ہم سب کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا تھا۔ بیتو کو کچھ دور جا کر اندازہ ہوا کہ یہ سب مذاق تھا تو وہ جھینپتا ہوا واپس آ گیا۔''آپ سب ہم سے مذاق کرتا ہے۔''
یک دم وہ روہانسا ہو گیا تو ہمیں احساس ہوا کہ ہمارا مذاق حد سے گزر گیا تھا۔ ہم نے سادہ دل بیتو کے احساسات کو مجروح کر دیا تھا۔ سادھنا اٹھ کر اس کے پاس آئی اور اسے گلے سے لگا لیا۔''بیتو مجھے معاف کر دو۔''
''آپ کیسا بات کرتا آپ ہمارا دیدی ہوتا۔''اس نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔
''مجھے بھی دیدا سمجھ کر معاف کر دو۔''وسیم اس کے دوسری طرف آ بیٹھا۔ اس نے بیتو کے گلے میں ہاتھ ڈالا تو اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔
''آپ ہم سے بات مت کرو۔ اور یہ دیدا کیا ہوتا ہے۔''
''شاید دیدی کا کچھ دیدا ہوتا ہے۔''وسیم نے شرارت سے کہا تو سادھنا بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔
''بس بہت ہو گیا خبردار جو اب کسی نے میرے بھائی کو تنگ کیا۔''
''ہاں جورو کا بھائی ایک طرف......''وسیم نے آہستہ سے کہا تو میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔ سادھنا بیتو کو ایک طرف لے گئی تھی۔ اس شام ہم اس لیے بھی اتنا ہنس بول رہے تھے کہ ہم نے بہت دن بعد خود کو محفوظ محسوس کیا تھا۔ یہ احساس تو راناویاس کے محل میں بھی نہیں تھا جو بھوک اور پیاس کے عالم میں اس جنگل میں محسوس ہوا تھا۔ اس وجہ سے ہم کھل کر ہنس رہے تھے۔ میں نے وسیم سے کہا۔
''کھانے کے لیے کچھ کرنا ہوگا ورنہ صبح تک تو ہمارے اندر چلنے کی سکت بھی نہیں ہوگی۔''
''ہاں کوئی جانور مل جائے اس موسم میں کوئی پھل یا سبزی ملنا تو محال ہے۔''
ہمیں جو اکا دکا جانور ملے تھے ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں تھا کہ ہم اسے کھا سکتے۔ ہم جس جگہ کے تھے اس سے ذرا نشیب میں کچھ جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ وسیم نے خیال ظاہر کیا کہ شاید وہاں کوئی جانور مل

جائے اور ہم نیزے سنبھال کر اس طرف بڑھے۔ میں نے بیتو سے کہا کہ وہ رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرے۔ ہم جھاڑیوں کے پاس پہنچے تھے کہ اچانک ان میں سے کچھ جانور نکل کر بھاگے۔ ہم چونکے مجھے تو نظر نہیں آیا تھا لیکن وسیم نے ایک جانور کو نیزہ پھینک کر مارا تھا۔ وہ اس کی ٹانگ میں اتر گیا۔ اس کے ساتھی تو قلانچیں بھرتے لمحوں میں غائب ہو گئے تھے لیکن وہ اب لنگڑا رہا تھا۔ ہم اس کے پیچھے بھاگے۔

''پہاڑی بکرا ہے۔'' وسیم نے مسرت سے اعلان کیا۔

بکرا زخمی ہونے کے باوجود بہت رفتار سے بھاگ رہا تھا اور ہمیں جسم کی پوری طاقت سے کام لینا پڑ رہا تھا۔ نیزہ ابھی تک اس کی ٹانگ میں گھسا ہوا تھا اسی وجہ سے ہماری نظر میں تھا ورنہ زخمی ہونے کے باوجود بھاگ نکلتا۔ ہم بھی تہیہ کر کے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے کہ اسے نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دینا ہے۔ تاریکی بہت تیزی سے چھا رہی تھی اور خدشہ تھا کہ وہ اندھیرے میں غائب نہ ہو جائے۔ مگر ہماری خوش قسمتی ایک جگہ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا تھا اور اس سے پہلے وہ اٹھ کر بھاگتا ہم نے اسے چھاپ لیا تھا۔ بکرے نے مظلومانہ سی آواز نکالی۔ خود کو آزاد کرانے کی نیم دلانہ سی کوشش کی۔ مگر وسیم نے فوراً ہی اس کی گردن پر چاقو معہ تکبیر کے پھیر دیا۔ اس کے ٹھنڈا ہونے کے انتظار میں ہم پیچھے ہٹ گئے تھے۔

وسیم نے خوشی سے کہا۔ ''آج بچی ہوگی۔''

''خدا کا شکر ہے کہ اس نے اتنا شاندار بکرا بھیج دیا ورنہ میں تو پتے بھی کھانے کو تیار ہو گیا تھا۔''

جب تک بکرا ٹھنڈا ہوا ہم نے اپنی سانس درست کی اور چلا کر بیتو اور سادھنا کو اپنی خیریت سے مطلع کیا۔ بیتو نے ہمارے پیچھے آنے سے گریز کیا تھا کیونکہ سادھنا اکیلی رہ جاتی۔ کچھ دیر بعد ہم نے نیزے میں بکرے کے پاؤں باندھے اور اسے لٹکا کر اوپر لے آئے۔ بیتو خوش ہو گیا تھا۔ مگر سادھنا نے انکار کر دیا۔ ''میں گوشت نہیں کھاتی۔''

''ابھی کچھ دیر پہلے تو تم بیتو کو کھانے کو تیار تھیں۔'' وسیم نے اسے یاد دلایا۔ ''بیتو سبزی کا بنا نہیں ہے۔''

''مجھے یاد ہے ہمارے ساتھ تم نے کئی بار گوشت کھایا ہے۔'' میں نے ذہن پر زور دیا۔

''وہ مجبوری میں تھا۔'' سادھنا بولی۔

''یہ اس سے بھی بڑی مجبوری ہے۔'' میں نے اسے سمجھایا۔

سادھنا کا تعلق ایک اعلیٰ ذات کے ہندو گھرانے سے تھا اور وہاں گوشت ممنوع تھا۔ مجھے کنور محل میں اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ شاید اسی وجہ سے سادھنا کو گوشت سے کراہت ہو رہی تھی۔

میں نے بکرا وسیم اور بیتو کے سپرد کر دیا اور خود اوپر کوئی مناسب جگہ دیکھنے نکل گیا جہاں ہم رات گزار سکیں۔ یہ پورا علاقہ دشوار گزار ہونے کی وجہ سے ویران تھا۔ ویسے بھی شمالی انڈیا میں آبادی بہت کم ہے کیونکہ یہاں کے لوگ سرد موسم برداشت نہیں کر پاتے ہیں۔ کسی قدر تلاش کے بعد مجھے دو بڑے درختوں کے نیچے کی جگہ ملی تھی۔ ان کے تنوں کے درمیان ایک پیالہ نما سی جگہ بن رہی تھی۔ جہاں ہم سرد ہواؤں سے محفوظ رہ سکتے تھے اور اوپر گھنے درخت ہمیں اوس سے بچاتے۔ میں واپس آیا تو وسیم اور بیتو بکرے کی کھال اتار کر اس کے ٹکڑے کر رہے تھے۔ انہوں نے مشعلیں جلائی تھیں۔

''ایک جگہ ملی ہے۔ وہاں چلو۔'' میں نے سادھنا کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''باقی باربی کیو وہاں کریں گے۔''

انہوں نے گوشت اور سامان سمیٹا اور ہم ان درختوں تلے آ گئے۔ وسیم کھال بھی لیتا آیا تھا۔ یہاں انہوں نے پہلے الاؤ جلایا اور اس کے بعد بکرے کے ٹکڑے کرنے لگے۔ لکڑی کی شاخیں جمع کر کے تکوں کا اہتمام کیا گیا اور جب گوشت بھننے کی خوشبو پھیلی تو ہم سب کا برا حال ہو گیا تھا۔ اور جب گوشت تیار ہوا تو اس کا پہلا ٹکڑا سادھنا نے جھپٹ لیا تھا۔ ''مجھے دو۔''

''ابھی تو تم برہمچاری بن رہی تھیں۔'' وسیم نے کہا۔

''برہمچاری مرد ہوتے ہیں اور وہ شادی نہیں کرتے ہیں۔'' سادھنا نے تصحیح کی اور تکا کھانے لگی۔ اس کے بعد تو ہم لوگ نصف کے قریب بکرا چٹ کر گئے تھے۔ حالانکہ اس میں سے کوئی دس بارہ کلو گوشت تو نکلا ہو گا۔ میں نے جان بوجھ کر کم کھایا۔ مگر بیتو اور وسیم نے دل بھر کر کھایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کھانے کے فوراً بعد ہی سو گئے تھے۔ سادھنا ان سے پہلے سو چکی تھی۔ مجھے بھی نیند آ رہی تھی لیکن میں نے کم کھایا تھا اس لیے میری وہ حالت نہیں ہوئی جو ان لوگوں کی ہوئی تھی۔ میں وقت گزاری کے لیے الاؤ کے پاس آ بیٹھا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ ہم نے آج بھی بیتو سے نہیں پوچھا کہ اس پر کیا گزری تھی۔

مزید وقت گزاری کے لیے میں بکرے کی کھال صاف کرنے لگا۔ اس پر سے گوشت کے ٹکڑے بالکل صاف کر کے میں اوپر سے بال صاف کرنے لگا تھا۔ اگرچہ ہم اسے خشک نہیں کر سکتے تھے اور نہ محفوظ کر سکتے تھے لیکن یہ کہیں کام آ سکتی تھی۔ کوئی چار گھنٹے بعد میں نے بیتو کو اٹھا دیا تھا۔ اور کھال کی بقایا صفائی کا کام اسے سونپ کر میں سو گیا تھا۔ اپنی ڈیوٹی پوری کر کے اس نے وسیم کو اٹھا دیا تھا اور وسیم نے صبح ہونے پر ہم سب کو اٹھایا۔ سادھنا تر و تازہ تھی۔ پیٹ بھر کر کھانے اور رات بھر آرام نے ہم سب کو چاک و چوبند کر دیا تھا۔ ناشتے کا کسی کا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے ہم نے روانگی کا فیصلہ کیا۔ میں نے بیتو کو دیکھا تو حیران رہ گیا تھا۔ اس نے رات میں ہی بکرے کی کھال کے ساتھ کتر بیونت کر کے اس سے آدھی آستین کی جیکٹ تیار کر لی تھی۔ اور اس وقت پہنے ہوئے تھا۔

میں نے کہا۔ ''یہ کیا ہے؟ شام تک اس سے بو آنے لگے گی۔''

''کوئی بات نہیں شوبی بھائی سردی سے تو بچائے گا۔'' اس نے چہک کر کہا اور میری جیکٹ واپس کر دی۔

بچا ہوا گوشت ایک جگہ کر کے گدھے پر بار کر دیا تھا۔ اتنے سرد موسم میں گوشت خراب ہونے کا امکان نہیں تھا۔ ہم اسے دو تین وقت اور استعمال کر سکتے تھے۔ کچھ دیر بعد ہم اس پہاڑ کی چوٹی پر تھے جہاں گزشتہ رات رکے تھے اور ہمارے سامنے دور تک ایک دشوار گزار پہاڑی علاقہ تھا۔ اس میں گھنے جنگلات تھے۔ یہ منظر دیکھ کر ہم سب ہی پریشان ہو گئے تھے۔

''میرے خدا۔'' وسیم نے دیکھ کر کہا۔ ''ہم اسے کس طرح عبور کریں گے؟''

''جس طرح اب تک کرتے آئے ہیں۔'' میں نے کہا اور بسم اللہ کہہ کر ڈھلان پر قدم رکھ دیا۔ میرے ہاتھ میں اس گدھے کی لگام تھی جس پر سادھنا تھی۔ اس کا زخم بہت اچھی حالت میں تھا۔ اس کی سرخی ختم ہو رہی تھی

اور درد بھی بہت کم رہ گیا تھا لیکن اندر کا زخم ابھی پوری طرح نہیں بھرا تھا۔ اگر وہ چلنے کی کوشش کرتی تو یہ زخم پھر سے ہرا ہو سکتا تھا۔ ہماری خوش قسمتی کہ یہ گدھے مل گئے۔ اس لحاظ سے قبائلی ہمارے لیے اچھے ثابت ہوئے تھے کہ ان کی وجہ سے ہمیں گدھے مل گئے اور کم سے کم سادھنا پیدل چلنے سے بچ گئی تھی۔ ورنہ اس کی حالت اچھی نہ ہوتی۔ اب وہ مزے سے گدھے پر بیٹھی تھی۔ اس سے پہلے گدھوں کا کردار ہمیں ادا کرنا پڑا تھا۔

دوپہر تک ہم اس ڈھلان سے اترتے رہے تھے۔ اس کے بعد ایک نئی چڑھائی ہماری منتظر تھی۔ اس پر چڑھنے سے پہلے فیصلہ کیا کہ ہم کچھ کھا لیں۔ گوشت کے کچھ پارچے بھونے گئے اور ان کو کھا کر ایک پہاڑی چشمے کا پانی پی کر آگے روانہ ہوئے تھے۔ بیتو کے زخم اب بھر گئے تھے اور خراشیں تو غائب ہی ہو چکی تھیں۔ وہ اور سادھنا آگے تھے اور ہم پیچھے۔ گدھے بھی خوش تھے کہ صرف سادھنا کا معمولی سا بوجھ اٹھانا پڑ رہا تھا اور ہم میں سے کسی نے گدھے پر سوار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بس پہلے دن بیتو سادھنا کو سہارا دینے کے لیے ساتھ بیٹھا تھا۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ سادھنا اپنے سہارے سے بیٹھ رہی تھی اور گدھے کی لگام بھی خود پکڑ لیتی تھی۔ اس دوران میں گدھے بھی اس سے مانوس ہو گئے تھے۔ وسیم اسے چھیڑ رہا تھا۔

''گدھے تم سے اتنی جلدی مانوس ہو گئے۔''

''ہاں خود ہی ہو گئے۔'' وہ سادگی سے بولی۔

وسیم نے بیتو کی طرف دیکھا۔ ''ہاں سارے گدھے تم سے خود ہی مانوس ہو جاتے ہیں۔''

اس سے پہلے کہ بیتو اسے کوئی جواب دیتا۔ سادھنا وسیم کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ ''ہاں سب خود مانوس ہو جاتے ہیں۔ میں کوئی کوشش نہیں کرتی۔''

اس پر بیتو نے قہقہہ مارا اور وسیم جھینپ کر مجھ سے بولا۔ ''جناب اگر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے تو شاید کئی مہینے بعد نیپال تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''تب ہم کیا کر سکتے ہیں۔ نہ تو ان گدھوں میں جیٹ انجن لگا سکتے ہیں اور نہ پہاڑوں میں موٹر وے بنا سکتے ہیں۔''

''میرا خیال ہے ہمیں شمال مغرب کے بجائے صرف مغرب کا رخ کرنا چاہیے۔''

''اس سے کیا ہو گا؟''

''ہم کسی نہ کسی آبادی تک پہنچ جائیں گے۔''

''آبادی میں تو ہم نے جانا نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی نہ کوئی مصیبت ہماری منتظر ہو گی۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔

''تو کیا ہم ان ویرانوں میں بھٹکتے رہیں گے؟''

''ہاں تو اس میں کیا برائی ہے۔ بس سفر دشوار ہے اور کھانے پینے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ کسی آبادی میں تو اس سے بڑے مسئلے ہمارے منتظر ہوں گے۔ یہاں سارے بیدو کے قبیلے جیسے لوگ آباد ہیں۔ سادھنا کو دیکھ کر ان کی رال ٹپکنے لگے گی اور ہم کس کس سے مقابلہ کریں گے۔''

''یہ تو ہے۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن اس طرح ہم کب تک سفر کرتے رہیں گے؟''

''جب تک منزل پر نہیں پہنچ جاتے۔''

وسیم کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے سوال کیا۔''اور راستے میں کوئی بستی آ گئی تو؟''

''تب ہم ان سے مدد لینے کی کوشش کریں گے لیکن سادھنا اور گدھوں کو ان سے چھپانا ہوگا کیونکہ یہ دونوں چیزیں لوگوں کی نیت خراب کر سکتی ہیں۔''

وسیم قائل ہونے لگا تھا۔ یہ سارا جنگلی علاقہ تھا اور یہاں رہنے والوں کی ایک مخصوص ذہنیت تھی ہم ان سے انسانیت کی توقع نہیں کر سکتے تھے اگر چہ ان میں اکثریت اچھے لوگوں کی ہوتی ہے لیکن پھر بھی جو چند برے ہوتے ہیں وہ سب پر حاوی ہو جاتے ہیں اور اپنی من مانی کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارا آبادیوں سے دور رہنا ضروری تھا۔ اگر کہیں کوئی آبادی مل بھی جاتی۔ تو ہم بہت دیکھ بھال کر اس میں داخل ہوتے۔ اگر چہ یہاں دور دور تک کسی آبادی کا نام ونشان نہیں تھا۔ کم سے کم مجھے اب تک ایسا کوئی نشان نظر نہیں آیا جو جنگل میں انسانوں کی آمد ورفت سے بنتا ہے۔ وہاں نہ راستے تھے اور نہ ہی کوئی غیر متعلقہ کچرا تھا۔

میں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہمیں ویرانوں میں سفر کرنا چاہیے۔ انسانی آبادی میں جانے سے ہمیں فائدے کم تھے اور نقصان کا اندیشہ زیادہ تھا۔ اس کا تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ ہم نے بڑی مشکل سے قبائلیوں سے جان چھڑائی تھی۔ خدا نے کرم کیا اور سادھنا کے ساتھ ہم سب کو بھی محفوظ رکھا تھا۔ اس تجربے کو دیکھتے ہوئے میرا اب کسی بھی آبادی کی طرف رخ کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ پھر آبادی میں جانے کی صورت میں ہمیں کرنسی کی ضرورت پڑتی اس کے بغیر کچھ نہیں ملتا۔ ہمارے پاس صرف چند سو بھارتی روپے تھے۔ اس میں ہم کیا کر سکتے تھے۔ یہ میں کسی اہم موقع کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ نیپال میں بھارتی کرنسی کی وقعت ہوگی کیونکہ اس کی معیشت بھارت کے رحم وکرم پر تھی۔ یہ چند سو روپے وہاں ہمارے کام آتے۔

اس ڈھلان کو عبور کرتے ہوئے شام ہو گئی تھی۔ اور رات ہونے سے پہلے ہم نے ایک غار تلاش کر لیا تھا۔ اب تک کے سفر میں ملنے والا یہ سب سے بڑا اور آرام دہ غار تھا۔ اس کے فرش پر نہ جانے کتنی صدیوں سے پڑنے والی باریک سفوف نما ریت جمع تھی اور جب ہم نے اس پر گھاس بچھائی تو یہ آرام دہ بستر بن گئی۔ اب بچھانے والی گھاس ہم ساتھ ہی رکھتے تھے کیونکہ اس بلندی پر اور اس موسم میں ہر جگہ گھاس دستیاب نہیں تھی۔

جلانے کے لیے لکڑی تو ہر جگہ سے مل جاتی تھی اور بارشوں کا موسم گزر جانے کی وجہ سے خشک لکڑی آسانی سے مل جاتی تھی۔ لگ رہا تھا کہ اس رات ہم بہت سکون سے اور گہری نیند سوتے کیونکہ ہم خطرے کی حد سے بہت دور نکل آئے تھے۔ رات کھانے کے بعد گوشت بس اتنا بچا تھا کہ صبح کے کھانے میں کام آتا۔ اس کے عاملے میں ہم بہت احتیاط کر رہے تھے اگر کوئی جانور گوشت اچک کر لے جاتا تو ہم پھر بھوکے رہ جاتے۔ بیتو نے مشورہ دیا تھا کہ بچ جانے والے گوشت کو بھی ہلکا سا بھون لیا جائے تا کہ اس کے خراب ہونے کا ذرا سا بھی دشہ باقی نہ رہے۔ ہم نے بیتو کے مشورے پر عمل کیا۔ اس رات بھی سب تھکے ہوئے تھے کیونکہ پہاڑی سفر سان نہیں ہوتا ہے۔ اوپر سے آکسیجن کی کمی کی وجہ سے تھکن کا احساس دوگنا ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود ہم نے تو سے اس کی داستان سننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''برخوردار آج تم ہم کو بتاؤ گے کہ تم پر کیا گزری تھی۔'' وسیم نے اس سے کہا۔

''ہم تو خود بتانے کو بے تاب ہے۔'' بیتو بولا۔ ''پر موقع ہی نہیں ملتا۔''

کھانے کے بعد ہم سب الاؤ کے فرد آ گئے تھے۔ بیتو نے اپنی کہانی شروع اس نے بتایا۔ وہ ہم سے بچھڑ کر جب غار کی تلاش میں نکلا تو اسے احساس نہیں ہوا تھا وہ خاصا آگے نکل گیا تھا۔ ''ہم راستہ بھی بھٹک گیا تھا۔ اس کا بھی ہم کو دیر سے پتا چلا۔ کئی گھنٹے بعد جب ہم نے واپسی کا سفر شروع کیا تو وہ راستہ ملا ہی نہیں جس سے ہم آیا تھا۔ ادھر پہاڑ بھی بھول بھلیوں جیسا تھا۔ جب رات ہو گیا تو ہم پریشان ہو گیا۔ ہم کو آپ لوگوں کا خیال بھی تھا اور دیدی کا بھی کہ اس کا مرہم بنانا تھا۔ مگر جب راستہ نہیں ملا تو ہم ایک درخت کی جڑ سے لگ کر سو گیا۔ ہمارے پاس آگ جلانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اس لیے سردی میں ٹھٹھرتا رہا۔ رات کبھی نیند آتی تھی اور کبھی کوئی جانور یا پرندہ بولتا تو نیند اُڑ جاتی تھی۔''

''تم کو ڈر لگ رہا تھا؟'' سادھنا نے پوچھا۔

''ہاں دیدی۔'' اس نے اعتراف کیا۔ ''ہم جھوٹ نہیں بولے گا ہم کو بہت ڈر لگ رہا تھا ہم بس آپ لوگوں کے ساتھ بہادر ہوتا ہے جب ہم اکیلا ہوتا ہے تو ہم کو بہت ڈر لگتا ہے۔ ایک بار ہم پہلے بھی آپ لوگوں سے بچھڑ گیا تھا تب بھی ہم کو بہت ڈر لگا تھا۔''

''جب تم دلی میں ریل اسٹیشن کی طرف آ رہے تھے؟'' وسیم نے پوچھا۔ تو اس نے سر ہلایا۔

''ہاں اس روز ہم اتنا ڈر گیا تھا کہ اگر شوبی بھائی نظر نہیں آتا تو ہم ٹرین کے آگے کود جاتا۔''

''پاگل انسان کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ملنا بچھڑنا تو لگا رہتا ہے۔ میں اور وسیم کتنی بار بچھڑ کر مل چکے ہیں۔'' میں نے اسے ڈانٹا۔

''نہیں اب ہم پکا ہوتا جا رہا ہے۔ جب صبح ہوا تو ہم نے پھر راستہ تلاش کرنا شروع کیا اور ایک چھوٹی سی وادی میں جا نکلا تھا۔ وہاں ایک جھیل بھی تھی۔ اس کا صاف پانی دیکھ کر ہم للچا گیا اور ہم نے موقع پا کر نہا لیا تھا۔ پانی اس موسم میں بہت ٹھنڈا ہوتا ہے پر بہت مزہ آیا تھا لیکن جیسے ہی نہا کر نکلا ہم نے وہاں خود کو چار آدمیوں کے گھیرے میں پایا۔ وہ سب مسلح تھا اور انہوں نے ہمارا پستول بھی قبضے میں کر لیا تھا۔ پتا نہیں وہ کس وقت وہاں آیا تھا ہم کو بالکل پتا نہیں چلا تھا۔''

''اور تمہارے کپڑے؟'' وسیم نے اس انداز میں پوچھا کہ ہم سب ہنس دیئے تھے۔

بیتو نے خفت سے کہا۔ ''وہ انہوں نے ہم کو دے دیا تھا۔ ہم کو لگا یہ وہی لوگ تھا جن سے ہم بچتا پھر رہا تھا۔ اگر پستول نہ ہوتا تو ہم ان کو مقامی بن کر بے وقوف بناتا۔ پستول کام تو نہیں آیا لیکن ہم کو پھنسا دیا۔ پستول دیکھ کر ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ہم آپ کا ساتھی ہے۔''

''احمق تم انجان بن جاتے۔'' وسیم بولا۔

''یہ خیال ہم کو بعد میں آیا۔'' اس نے اعتراف کیا۔ ''اس وقت تک ہم ہندی بول چکا تھا۔ پھر وہ ہم کو پکڑ کر لے گیا۔ اوپر جنگل میں ان کا چار ساتھی اور تھا۔ ان میں سے ایک بہت خبیث تھا اور وہی ان کا باس تھا اس نے ہم کو دیکھ کر بولا۔ ''یہ بندر کہاں سے لے آیا۔''

''مردم شناس لگ رہا تھا۔'' وسیم نے آہستہ سے کہا تو میں نے اسے گھورا۔ بیتو رکا لیکن پھر بات جاری

رکھی۔ ''ہم کو بہت غصہ آیا اور ہم نے کہہ دیا۔ بس رنگ کا فرق ہے اس کا صورت بھی ہمارا جیسا ہے پھر ہم نے اس کو بتایا کہ ہماری طرف سفید منہ والا بندہ بھی پایا جاتا ہے۔''

''اس نے کیا جواب دیا؟'' سادھنا نے دلچسپی سے پوچھا۔

بیتو نے منہ آگے کیا۔ ''یہ نشان دیکھ رہا ہے دیدی، یہ اسی خبیث کے گھونسے کا نتیجہ ہے۔ ہم نے کہا کہ زبان سے بات کرو ہاتھ کیوں چلاتا ہے۔ اس نے ہم سے آپ لوگوں کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے بتایا کہ ہم آپ سے بچھڑ گیا ہے اور ہم آپ لوگوں کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔''

''اس نے یقین کرلیا؟'' میں نے پوچھا۔

''کہاں شوبی بھائی وہ بدبخت تو ہمارا سر کھولنے پر راضی ہوگیا گیا تھا۔ اس نے ہمارے سر پر پستول رکھ دیا تھا اور بولا کہ ہم نے اس کے دس گننے تک نہیں بتایا تو وہ ہمارا بھیجا باہر نکال دے گا۔ وہ گننے لگا تو ہمارا حالت خراب ہوگیا۔ ہم نے اس سے پھر کہا کہ ہمارا بات سنے۔ ہم نے اسے یقین دلایا کہ ہم آپ کے بارے میں نہیں جانتا لیکن وہ نہیں مانا بولا۔ تم جھوٹ بولتا ہے۔ اگر تم نے نہیں بتایا تو ہم تم کو مار دے گا۔''

''تب تم نے کیا کیا؟''

''ہم کیا بتاتا جب کہ ہم کو پتا نہیں تھا۔ اس لیے ہم نے جان بچانے کے لیے جھوٹ بولا دیا کہ ہم اس کو آپ تک لے جائے گا۔ تب اس نے ہمارا سر سے پستول ہٹایا تھا۔''

''وہاں کتنے لوگ تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''آٹھ لوگ تھا اور ان میں سے سات ادھر کا تھا۔''

''کدھر کا؟''

''ادھر ہندوستان کا، اب ہم لہجے سے بتا سکتا ہے کہ بندہ کدھر کا ہے۔'' بیتو کا لہجہ فخریہ ہوگیا تھا۔

''اور آٹھواں آدمی؟''

''وہ باہر کا تھا۔ اس کا رنگ بہت گورا اور لہجہ عجیب سا تھا۔ وہ ہندی بولتا تھا لیکن دوسرے انداز میں۔'' بیتو اس کے انداز کی وضاحت نہیں کر پا رہا تھا۔ ''اس کے حکم پر ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ کر ہم کو ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا۔ وہ سب پوری طرح مسلح تھا اور ان کے پاس دوسرا سامان بھی تھا۔''

''دوسرا سامان کیا تھا؟'' وسیم نے پوچھا۔

''مطلب ان کے پاس کھانے پینے اور موسم سے بچاؤ کا پورا سامان تھا۔ ان کے پاس رات گزارنے کے لیے چھوٹے چھوٹے خیمے تھے جن میں آدمی گھس کر سو جاتا ہے۔ ہم کو ان کا نام نہیں آتا ہے۔''

وہ سلیپنگ بیگز کی بات کر رہا تھا لیکن میں نے اسے بات جاری رکھنے کا موقع دیا۔ بار بار کی مداخلت سے وہ بدمزہ ہوسکتا تھا۔ ''وہ بدبخت ہمارے سامنے کھا پی رہا تھا اور ہم کو للچا رہا تھا۔ ہم نے رات سے کچھ نہیں کھایا تھا اس لیے بھوک سے ہمارا برا حال تھا۔ جیسا یہ بکرا ملنے سے پہلے ہوگیا تھا۔ شام کو انہوں نے ہم کو تھوڑا پانی دیا اور ایک چھوٹا سا ٹکڑا روٹی کا دیا۔ گورا آدمی نے پھر ہم سے آپ لوگوں کے بارے میں پوچھا اور ہم نے اس بار بھی اس سے کہا۔

''ابھی تم ہم کو کھولو اور ساتھ لے کر چلو تو ہم تم کو ادھر پہنچا دے گا۔ جدھر ہمارا ساتھی لوگ ہے۔''
''تم ان کے ساتھ کب سے ہو؟'' گورا آدمی نے سوال کیا۔
''ہم ان کا ملازم ہے۔'' ہم نے جھوٹ بولا۔ ''انہوں نے ہم کو تنخواہ پر رکھا تھا تب سے ہم ان کے ساتھ ہے۔''
''یعنی تم صرف ملازم ہے۔'' گورا آدمی بولا۔ ''اگر ہم تم کو زیادہ تنخواہ دے تو تم ہمارے لیے کام کرے گا۔''
''بالکل کرے گا۔'' میں نے اسے جوش سے یقین دلایا۔ ''جو ہم کو اچھا تنخواہ دے گا ہم اس کے لیے کام کرے گا۔''
''یعنی کوئی ہم سے زیادہ دے گا تو تم اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔'' وہ مکاری سے بولا۔
''ہاں اس میں کیا برائی ہے؟''
''تم اس کے ساتھ مل کر ہم سے لڑے گا؟''
ہم نے ایسا تاثر دیا جیسے یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ ''ہم کیوں لڑے گا۔ ہم لڑنے والا آدمی نہیں ہے۔ ہم بس کام کرنے والا ملازم ہے۔''
لیکن وہ بہت چالاک آدمی تھا۔ اس کا آنکھ سر میں کسی گدھ کی طرح گھومتا تھا۔ اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہمارا سوچ بھی پڑھ لیتا ہے۔ ہم سے بات کر کے وہ واپس چلا گیا۔ وہ اور اس کا ساتھی گوشت بھون بھون کر کھا رہا تھا انہوں نے کوئی بڑا ہرن مارا تھا۔ اس کی خوشبو سے ہمارا اندر سے برا حال ہو گیا تھا۔ درخت سے بندھے بندھے ہمارا جسم اکڑ گیا تھا۔ رات ہوتے ہی سردی بھی تیز ہو گیا تھا۔ دو تین گھنٹے بعد وہ ہمارے پاس پھر آیا تھا۔
''کل تم ہم کو اس جگہ لے جائے گا جہاں تمہارا ساتھی ہے؟''
''ضرور لے جائے گا۔''
''بس تو تیار رہو۔ اگر تم نے ہم کو اس تک پہنچا دیا تو ہم تم کو منہ مانگا انعام دے گا۔''
''ہم تیار ہے لیکن ہم اس طرح رات بھر بندھا رہا تو تمہارے ساتھ صبح کیسے سفر کرے گا۔ ہم کو کم سے کم درخت سے کھول دو اور رات آگ کے پاس گزارنے دو۔''
ہمارا درخواست پر وہ مسکرایا اور واپس چلا گیا۔ ہم مایوس ہو گیا کہ وہ ہم کو نہیں کھولے گا۔ ان لوگوں نے تلاشی لیتے وقت ہمارا جیکٹ اتار دیا تھا۔ اب ہم صرف ایک شرٹ میں تھا اور سردی سے بھی ہمارا برا حال تھا۔ ان میں سے آدھا لوگ تو رات ہوتے ہی اپنے سونے والے خیموں میں گھس کر سو گیا تھا اور باقی آگ کے پاس جاگ رہا تھا۔ میں نے گورا آدمی کو پکارا۔ وہ دور سے بولا۔
''کیا بات ہے؟''
''ہم کو بھوک لگا ہے اور سردی سے ہم فوت ہونے والا ہے۔'' ہم نے جواب دیا۔
''فکر مت کرو تم اتنی جلدی نہیں مرے گا۔'' اس نے کہا۔ ''ابھی تم نے ہم کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے۔''
''ہم کل سے بھٹک رہا ہے اور کچھ نہیں کھایا ہے۔ یہاں بھوک بھی بہت لگتا ہے اس لیے صبح تک ہم مر

جائے گا۔"

اس پر اسے کچھ احساس ہوا اور اس نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ وہ ہم کو کھول کر آگ کے پاس لائے اور ہم کو کھانے کو کچھ دے۔ ایک آدمی نے ہم کو کھولا اور اس نے آگ کے پاس بٹھا کر ہمارا ہاتھ بھی آزاد کر دیا لیکن پاؤں بندھا رہنے دیا تھا۔ پھر اس نے ہم کو ایک روٹی اور تھوڑا سا گوشت دیا تھا۔ جو ہم نے ایک منٹ میں کھالیا۔ جب ہم نے اور مانگا تو اس آدمی نے غصے سے کہا۔

"اور نہیں ہے۔ اب کیا تمہارا دعوت کرے۔"

ہم بولا۔ "اتنے میں تو ہمارا گزارا نہیں ہوتا۔"

"تب مزے کرو۔" اس آدمی نے کہا گورا آدمی نے کچھ نہیں کہا۔ آگ کے پاس آ کر ہمارا جان میں جان آیا تھا۔ ادھر جھیل تھی اس لیے سردی بھی بہت زیادہ تھی۔ رات کو جھیل سے بھاپ کا بادل اٹھنے لگا تھا اور اس کا دھند جنگل میں پھیلنے لگا۔ ہم کو خیال آیا کہ اگر کسی طرح موقع مل گیا تو ہم فرار کی کوشش کر سکتا ہے۔ اس دھند کی وجہ سے ہم کو بھاگنے میں آسانی ہوگی۔ اس لیے ہم شرافت سے آگ کے پاس بیٹھ گیا۔ ہم کو امید تھا کہ اب یہ ہم کو درخت سے نہیں باندھے گا اور ایسا ہی ہوا۔ البتہ کھانا کھلانے کے بعد اس آدمی نے ہم کو یہ پھٹا پرانا سوئیٹر پہننے کو دیا اور پھر سے ہمارا ہاتھ باندھ دیا تھا۔"

"تم نے جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ لوگ کون تھے اور کیوں ہمارے پیچھے لگے ہوئے تھے؟" میں نے بیتو سے پوچھا۔

"یہ سوال ہمارے ذہن میں تھا۔ جب گورا آدمی جو دور بیٹھ کر پی رہا تھا ہمارے پاس آیا تو ہم نے اس سے پوچھا کہ وہ ہمارا پیچھا کیوں کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا۔

"تمہارا اس معاملے سے تعلق نہیں ہے اور کیا ان لوگوں نے تم کو بتایا نہیں ہے؟"

"نہیں بس اتنا بولا ہے کہ آپ ان کا دشمن ہے۔ ہم ملازم آدمی ہے اس سے زیادہ نہیں پوچھ سکتا۔ اگر ہم کو پتا ہوتا کہ ان کے ساتھ کسی کا ایسا دشمنی ہے تو ہم بہت پہلے یہ نوکری چھوڑ کر جا چکا ہوتا۔"

"اب تو تم نے نوکری کر لیا ہے اس لیے بھگتنا پڑے گا۔"

"آپ کا ان سے دشمنی ہے؟" ہم نے سوال کیا تو اس نے بڑا عجیب سا جواب دیا تھا۔

"ہمارا ان لوگوں سے دشمنی بھی ہے اور دوستی بھی ہے۔"

ہم نے حیران ہو کر کہا۔ "ہم سمجھا نہیں۔"

"ابھی تم سمجھے گا بھی نہیں، کل تم ہم کو ان تک لے جائے گا اور اس کے بعد تم خود سمجھ جائے گا کہ ہمارا ان سے کیسا دشمنی ہے۔"

گورا آدمی ہم سے بات کرتے کرتے آگ کے پاس دراز ہوا اور سو گیا تھا لیکن اس کا ساتھی جاگ گیا تھا۔ اس لیے ہم بھی آگ کے پاس لیٹ کر سونے کا اداکاری کرنے لگا۔ اصل میں ہم جاگ رہا تھا اور موقع کی تلاش میں تھا کہ کب ہم بھاگ سکے۔ گورا آدمی کا بقیہ ساتھی بھی رات کے آخری وقت سونے کے لیے چلا گیا تھا۔ اب آگ کے پاس بس ہم اور گورا آدمی تھا۔ تب ہم نے اپنی رسی کھولنے کا کوشش شروع کیا۔ اس وقت ہم کو خوشی

ہوئی جب رسی ڈھیلی ہونے لگا تھا۔ کوئی آدھا گھنٹہ کوشش کر کے ہم نے رسی کو اتنا ڈھیلا کر لیا کہ اس سے ایک ہاتھ نکال سکے اور جب ایک ہاتھ نکل آیا تو دوسرا ہاتھ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ گورا آدمی ہمارے سامنے تھا۔ اس کی جیکٹ کی جیب سے پستول جھانک رہا تھا۔ ہم نے پاؤں کا رسی کھولا اور ہمت کر کے اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ یہ کام ہم نے اتنا آہستہ سے کیا کہ اسے کانوں کان خبر نہیں ہوا تھا۔''

''احمق تم کو یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہیے تھا۔'' وسیم نے اسے ملامت کی۔ ''اگر وہ جاگ جاتا تو تم بھاگنے سے پہلے ہی پکڑے جاتے۔''

''یہ خیال ہم کو بعد میں آیا تھا۔'' بیتو نے اعتراف کیا تھا۔ ''لیکن اس وقت ہم کو یہی مناسب لگا تھا اور ہم نے اس کا پستول نکال لیا۔ ایک بار تو ہم کو ڈر لگا تھا لیکن جب وہ سوتا رہا تو ہمارا جان میں جان آیا تھا اور دبے قدموں وہاں سے نکل گیا تھا۔ دھند میں ہم کو یہ فائدہ تو ہوا تھا کہ کوئی ہم کو نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن یہ نقصان بھی ہوا کہ ہم کو راستہ نظر نہیں آرہا تھا اور ہم جگہ جگہ درختوں اور جھاڑیوں سے ٹکراتا پھر رہا تھا۔ یہ جو آپ ہمارا زخم دیکھتا ہے یہ سب اسی وقت لگا تھا لیکن ہم ان کے چنگل سے نکل گیا تھا۔ ہم نے یہ کیا کہ نیچے وادی کی طرف جانے کے بجائے اوپر کا رخ کیا۔ اور الٹی سمت میں گیا تھا۔ اس طرف نہیں گیا تھا جس طرف سے آیا تھا اور پکڑا گیا تھا۔''

''پھر تم بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے یا وہ تمہارے پیچھے آئے تھے۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں شوبی بھائی ہم کو بھی بہت تعجب ہوا تھا۔ ان میں سے کوئی ہمارے پیچھے نہیں آیا تھا۔ ہم آرام سے وہاں سے نکل آیا۔''

وسیم نے میری طرف دیکھا۔ ''دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے شہباز صاحب۔''

''تم کو کبھی احساس نہیں ہوا کہ تمہارا تعاقب کیا جا رہا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔'' بیتو نے یقین سے کہا۔ ''ہم پورا راستہ بار بار دیکھتا آیا ایک بار بھی کوئی ہم کو پیچھے نظر نہیں آیا تھا۔''

''لیکن اس گورے آدمی نے تم کو اتنی آسانی سے نکل جانے دیا یہ بات حلق سے نہیں اتر رہی ہے۔''

''سچی بات ہے کہ ہم بھی پہلے پریشان تھا کہ اتنے آرام سے کیسے نکل گیا لیکن بعد میں یہ ہم کو قدرت کا مہربانی لگا۔'' بیتو نے کہا۔ ''وہ گورا آدمی بہت چالاک تھا۔ ہم نہیں سمجھ سکا کہ اس نے ہماری نگرانی کے لیے کسی کو کیوں نہیں کہا۔ وہ آپ کے بارے میں جانتا تھا۔ اس نے ایک بار ہم سے کہا۔ ''ہم جانتا ہے شہباز خان ہمارے ہاتھ سے مرے گا یا ہم اس کے ہاتھ سے۔''

''شہباز خان۔'' میں اچھل پڑا تھا۔ ''اس طرح صرف ایک شخص میرا نام لے سکتا ہے۔''

وسیم نے میری طرف دیکھا۔ اس کے ذہن میں بھی وہی نام آیا تھا جو اس سفر کے دوران بار بار میرے ذہن میں آ رہا تھا اور جس کے بارے میں مجھے شبہ تھا کہ اس کے پس پشت وہی ہے۔

''فتح خان۔'' میں نے بے ساختہ کہا اور اس کے ساتھ ہی مجھے خطرے کا احساس ہوا تھا میں اٹھنے لگا تھا کہ غار کے دہانے کی طرف سے آواز آئی۔

''ہاں...... ام فتح خان ہے اپنی جگہ سے ہلنا مت۔''

آواز فتح خان کی تھی اور میں اٹھتے اٹھتے اپنی جگہ بیٹھ گیا تھا۔ تقدیر ایک بار پھر مجھے اور فتح خان کو سامنے لے آئی تھی۔

☆======☆======☆

مجھے سوفی صد یقین تھا کہ فتح خان بیتو کا تعاقب کرتا یہاں تک آیا تھا لیکن اس نے کس طرح بیتو کا تعاقب کیا تھا یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور فی الحال مسئلہ فتح خان خود تھا۔ وہ ہمارے سروں پر تھا اور اس جیسے دشمن سے آدمی کو ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔ ہم نہتے تھے اور فتح خان کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ دانتوں تک مسلح ہوگا۔ اس کے ساتھ اور لوگوں کی موجودگی بھی لازمی تھی بیتو نے اس کے ساتھ کم سے کم نصف درجن مسلح آدمی دیکھے تھے۔ اس لیے میں نے خود بھی کسی حرکت سے گریز کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی منع کر دیا۔ پھر میں بلند آواز سے بولا۔

''فتح خان، ہم کچھ نہیں کر رہے تم اندر آ سکتے ہو۔''

''ابھی نہیں پہلے تم سب اپنا ہاتھ سر پر رکھو۔'' اس نے مطالبہ کیا۔ ''لڑکی کا ہاتھ بھی اوپر ہو۔''

''یہ زخمی ہے۔ اس نے ہاتھ اوپر کیا تو اس کے زخم پر زور آئے گا۔''

''زور آنے سے یہ مرے گا نہیں۔'' فتح خان سپاٹ لہجے میں بولا۔ ''یہ بھی ہاتھ اوپر کرے گا۔''

میں نے اشارہ کیا تو سب نے ہاتھ اوپر کر لیے۔ ''اب کہو؟''

''میرا ایک آدمی اندر آ کر سب کی تلاشی لے گا۔ کوئی غلط حرکت نہیں کرے گا۔''

''فتح خان اس وقت تم کچھ زیادہ ہی محتاط لگ رہے ہو۔''

''یہ ضروری ہے، اب تم بہت تیز ہو گیا ہے۔ اتنا تیز جتنا ہم آج سے بیس سال پہلے تھا۔''

''اب نہیں ہو؟''

''اب ہم بوڑھا ہونے والا ہے۔''

''بوڑھے ہو گئے ہو لیکن سکون سے نہیں بیٹھے۔''

''آدمی جب تک زندہ ہے سکون کہاں ملتا ہے۔'' اس نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ ''میرا آدمی اندر آ رہا ہے اگر کسی نے غلط حرکت کیا تو خود ذمے وار ہوگا۔''

''تم بے فکر ہو کر اپنے آدمی کو بھیج دو۔'' میں نے خوش دلی سے کہا۔ اس کا آدمی اندر آ گیا تھا۔ اس نے باری باری ہم سب کی تلاشی لینا شروع کی۔ وہ جس کی تلاشی لیتا تھا اسے کھڑا کر لیتا تھا اور اس کے بعد اسے بیٹھنے کا حکم دیتا تھا۔ سادھنا جان بوجھ کر کراہ کر اور مشکل سے کھڑی ہوئی تھی۔ حالانکہ اس کی حالت پہلے سے بہت بہتر تھی۔ فتح خان کے آدمی نے اس کی بھی تلاشی لی۔ بیتو کے پاس سے خالی پستول نکال لیا تھا۔ ہمارے بعد اس نے ہمارے سامان کی تلاشی لی تھی اور سارے ہتھیار معہ خنجر کے نکال کر لے گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد فتح خان اندر آیا تھا۔ پاکستان سے نکلنے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ میرا اس سے سامنا ہو رہا تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اس سارے عرصے میں وہ ہمارے تعاقب میں رہا تھا۔ وہ تھکا ہوا اور گندے لباس میں تھا۔ اس کے دن رات بھی ہماری طرح دربدر گزر رہے تھے لیکن ہماری دربدری مجبوری تھی اور اس کی اختیاری، وہ ہمارے پیچھے تھا۔ وہ ہم

سے ذرا فاصلے پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

''فتح خان میرا خیال تھا کہ تم دشمنی کے لیے میرا سرحد کے اس طرف انتظار کرو گے لیکن تم تو یہاں چلے آئے۔''

وہ مسکرایا اور اپنے سفید دانتوں کی نمائش کی۔ ''پہلے ہمارا خیال بھی یہی تھا کہ تم واپس آئے گا تو حساب کتاب کرے گا لیکن پھر ہم کو ادھر آنے اور تم کو تلاش کرنے کا حکم ملا تو ادھر آنا پڑا۔''

''کس کے کہنے پر آئے ہو، ڈیوڈ شا؟''

''یہ بات بے کار ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم کو اس کام کا بہت اچھا معاوضہ ملا ہے۔''

''تبھی تم نے مجھے اتنی شدومد سے تلاش کیا ہے؟''

''بہت کوشش کرنا پڑی تب جا کر تم ملا ہے۔''

''تم نے اس کا تعاقب کیسے کیا؟'' میں نے بیتو کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ تو طے ہے تم نے جان بوجھ کر اسے فرار کا موقع دیا تھا۔''

اس بار فتح خان سچ مچ مسکرایا تھا۔ ''بہت آسانی سے...... ہم نے اس کو جو سوئیٹر دیا تھا اس میں ایک چھوٹا سا چپ لگا ہے وہ سگنل دیتا ہے۔''

''چپ...... وہ کیا ہوتا ہے؟'' بیتو نے تجسس سے کہا ساتھ ہی وہ اپنا سوئیٹر ٹٹولنے لگا۔

''یہ ایک برقی آلہ ہوتا ہے۔'' وسیم نے بتایا اور چپ تلاش کرنے میں اس کی مدد کرنے لگا۔ آخر کار چپ سوئیٹر کے عقب میں لگے ٹیگ سے برآمد ہوگئی۔ یہ بہت چھوٹی سی چپٹی چپ تھی اور یقیناً جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار تھی۔ یہ سچ مچ اتنی چھوٹی تھی کہ بیتو نے اس کی موجودگی ذرا محسوس نہیں کی تھی۔ وسیم نے مجھے دی اور میں نے اسے دیکھ کر لاپروائی سے اسے فتح خان کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے لے کر جیب میں ڈال لیا۔

''تم ایماندار آدمی ہے دوسرے کا چیز اسے واپس کر دیتا ہے۔''

''فتح خان اب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟''

''تم کو لے جا کر کسی کے سامنے پیش کرنا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''بس کل صبح تک کا انتظار کر لو۔''

''کیوں اس کے بعد کیا ہوگا؟''

''ایک ہیلی کاپٹر آ کر تم کو لے جائے گا۔''

''صرف مجھ کو؟'' میں نے اس کے الفاظ پر غور کیا۔

''ہاں باقی لوگ میرے ساتھ آئیں گے۔''

''نہیں ہم سب ساتھ جائیں گے۔''

فتح خان کچھ دیر مجھے دیکھتا رہا تھا۔ پھر سرد لہجے میں بولا۔ ''شہباز خان کیا تم اس پوزیشن میں ہے کہ اپنی بات منوا سکو۔''

حقیقت یہ تھی کہ ہم اس پوزیشن میں نہیں تھے۔ فتح خان اکیلا ہی کم آفت نہیں تھا اس کے ساتھ نصف درجن مسلح ساتھی تھے۔ ہم نہتے تھے اور تعداد میں ان سے آدھے تھے۔ کسی طور ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے

میں نے اعتراف کیا۔ ''نہیں منوا سکتے۔''

فتح خان کھڑا ہو گیا۔ ''تم سمجھ دار آدمی ہے۔ رات اسی غار میں رہے گا۔ باہر ہمارا ساتھی ہے۔ جس نے بھی صبح سے پہلے باہر نکلنے کا سوچا وہ اپنی موت کا ذمے دار خود ہو گا۔''

فتح خان کے جانے کے بعد سادھنا نے آہستہ سے کہا۔ ''شوبی یہ کون ہے؟''

''میری جان کا ایک اور گاہک۔'' میں نے سرد آہ بھری۔

''شہباز بھائی، یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔'' بیتو میرے پاس کھسک آیا۔ ''اس نے ہم کو کیسے بے وقوف بنایا۔''

''یہ کون سا مشکل کام ہے۔'' وسیم نے اسے چھیڑا۔ ''تم تو اچھے خاصے بنے بنائے ہو۔''

''وسیم بھائی یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔'' بیتو سنجیدگی سے بولا۔ ''یہ آدمی بہت خطرناک ہے اور ہمیں کسی صورت اس کے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔''

''تب ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' وسیم نے کہا۔ ''ہم نہتے اور تعداد میں ان لوگوں سے آدھے ہیں۔ ان کے پاس بے شمار اسلحہ ہے۔''

''وہ تو ہے پر ہم کو کوشش تو کرنی چاہیے۔'' بیتو نے اصرار کیا۔

''مثلاً ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' وسیم نے سوال کیا۔

''اس پر ہمیں سوچنا چاہیے۔'' وہ بولا۔

''بیتو ٹھیک کہہ رہا ہے ہمیں اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ میرے لیے ایک پلس پوائنٹ یہ ہے کہ فتح خان مجھے زندہ لے جانا چاہتا ہے اس لیے وہ مجھے مارنے سے ہر ممکن گریز کرے گا۔''

''لیکن ہم اس کے لیے غیر ضروری ہیں۔'' وسیم نے خبردار کیا۔ ''ممکن ہے آپ سے ہمیں الگ کرنے کا مقصد یہی ہو کہ وہ ہمیں یہیں خاموشی سے ختم کر دے گا۔''

''میرے دل میں بھی یہی اندیشہ ہے۔ اس لیے ہمیں صبح سے پہلے کچھ کرنا چاہیے۔'' میں نے کہا۔

ہم سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ہماری کوشش تھی کہ ہماری آواز غار سے باہر نہ جانے پائے۔ ویسے یہ خاصا غار تھا اور باہر ہواؤں کا شور تھا۔ اس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ فتح خان یا اس کے ساتھی ہماری بات سن سکیں۔ مجھے عجب تھا کہ اس سرد موسم میں فتح خان نے اپنے ساتھیوں سمیت غار میں رات گزارنے کے بجائے باہر رہنے کو ترجیح دی تھی۔ وہ ہمیں باندھ کر بھی رات گزار سکتے تھے لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ فتح خان کوئی رسک لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس لیے اس نے سردی کے باوجود ساتھیوں سمیت غار سے باہر رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اچانک فتح خان اندر آیا تھا اور ہم چونک گئے۔ وہ یوں مسکرایا جیسے ہماری میٹنگ کے موضوع سے باخبر ہو۔ پھر اس نے کہا۔ ''شہباز خان ہم یہ اطلاع دینے آیا ہے کہ میرے ساتھیوں نے غار کے دہانے پر ایک بارودی سرنگ لگا دیا ہے۔ ادھر کسی نے اس پر قدم رکھا اور ادھر اس کا ٹکڑا ہوا میں اُڑ جائے گا۔ اس لیے کوئی باہر جانے کی کوشش نہ کرے۔''

میں نے دل میں بے ساختہ فتح خان کی مدح سرائی کی جس کے سر میں شیطان کا دماغ فٹ تھا۔ ابھی ہم

کوئی ترکیب بھی نہیں سوچ پائے تھے کہ اس نے اس کا توڑ پہلے ہی تلاش کر لیا تھا۔ میں نے دانت پیس کر کہا۔

''تم نے ناحق اتنی زحمت کی۔ اس سے بہتر تھا کہ تم ایک ٹینک لا کر غار کے دہانے پر کھڑا کر دیتے۔ ادھر کسی نے سر نکالا اور ادھر ٹینک نے گولا داغا۔''

''اب تم لوگ آرام کرو۔'' فتح خان بنا کسی ردِعمل کے بولا۔ ''صبح تم میں سے تین کو لمبا سفر کرنا ہے۔''

''فتح خان۔'' میں نے اسے روکا اور سادھنا کی طرف اشارہ کیا۔ ''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ میرے ساتھ جائے، یہ زخمی ہے۔''

''نہیں کاپٹر میں صرف تم جائے گا۔'' فتح خان بولا۔ ''یہ لوگ پیدل پیدل میرے ساتھ جائے گا۔''

میں اپنے خدشات کا اظہار فتح خان کے سامنے نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ ممکن وہ میری طرف سے مزید چوکنا ہو جاتا۔ اور میں چاہتا تھا کہ وہ ہمیں اپنے قابو میں سمجھے۔ فتح خان چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی وسیم نے دبی زبان میں اس کے آبا و اجداد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

''یہ بہت مکار آدمی ہے۔'' سادھنا بھی حیران تھی۔ ''ابھی ہم نے سوچا بھی نہیں تھا اور اس نے پہلے ہی اپنا کام کر دیا۔''

''تم نے ٹھیک کہا۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''مجھے دنیا کے کسی شخص سے اتنا خوف نہیں آتا جتنا کہ میں اس شخص کے سامنے محتاط رہتا ہوں۔ یہ ہمیشہ غیر متوقع طریقے سے میرے سامنے آتا ہے۔''

وسیم نے گہری سانس لی۔ ''میرے حساب سے ہم کل تک نیپال کی سرحد میں داخل ہو جاتے اور اس مصیبت سے بچ جاتے۔''

''یہ شخص خود بھی اور پھر جس کا گماشتہ ہے ان لوگوں کے لیے سرحد کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔ اگر ہم نیپال چلے جاتے تو یہ وہاں بھی ہمارا تعاقب کرتا۔''

وسیم سرک کر میرے پاس آ گیا تھا اور اس نے اتنی مدھم آواز میں کہا کہ سادھنا اور بیتو نہ سن سکیں۔ ''جناب مجھے اس کی نیت اچھی نہیں لگ رہی ہے۔ اصل میں یہ آپ کے پیچھے آیا ہے اور ہم لوگ اس کے لیے بے کار ہیں۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فتح خان بے کار کا بوجھ اٹھانے والوں میں سے نہیں ہے۔''

''تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ تم تینوں سے یہیں چھٹکارا حاصل کر لے گا؟'' میں نے بھی مدھم سی آواز میں کہا

''میرا یہی خیال ہے۔''

''وسیم مجھے فتح خان کی نیت پر کوئی شبہ نہیں ہے لیکن ہم پوری طرح اس کے قبضے میں ہیں اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔''

اس نے غور کیا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''فی الحال تو صرف نیت کر سکتے ہیں۔ کچھ کر گزرنے کی۔''

''یہی میرا خیال ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اس لیے باتیں کرنے کے بجائے سب اپنے اپنے طور پر غور کریں اور اگر کسی کے ذہن میں کوئی خیال آئے تو پھر وہ دوسروں سے بات کرے۔''

''آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ باتیں کرتے رہے تو صرف وقت ضائع ہوگا۔'' وسیم بولا اور ایک طرف لیٹ گیا اس نے بلند آواز سے کہا۔ ''مجھے تو نیند آ رہی ہے۔''

''اس ماحول میں؟'' بیتو نے حیرت سے کہا۔

''منے ہم عادی ہیں اس قسم کے حالات کے، اس لیے لمبی تان کر سو سکتے ہیں۔'' وسیم بولا اور آنکھیں بند کر لیں۔

میں نے سرگوشی میں بیتو اور سادھنا کو بتایا کہ ہمیں چپ رہ کر غور کرنا ہے اور دشمن کو یہ تاثر دینا ہے کہ ہم سو رہے ہیں یہ کہہ کر میں نے بھی بلند آواز سے کہا۔ ''میرا خیال ہے اب ہمیں آرام کرنا چاہیے۔''

''میرا سر چکرا رہا ہے۔'' سادھنا تھکے لہجے میں بولی۔ وہ سچ مچ لیٹ گئی تھی۔ بیتو بھی ایک طرف لیٹ گیا۔ ہمارے پاس زمین پر بچھانے کے لیے گھاس تھی۔ ایک طرف الاؤ جل رہا تھا اور اس کی حدت سے غار میں سردی اتنی نہیں تھی۔ میں اور وسیم ساتھ ساتھ لیٹ گئے تھے۔ کچھ دیر بعد وسیم نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا خیال ہے ہم باہر نکل کر دیکھنے کی کوشش کریں؟''

''ہرگز نہیں میں فتح خان کی دھمکی کو معمولی نہیں لے سکتا۔''

''آپ کے خیال میں اس نے سچ مچ کوئی بارودی سرنگ لگادی ہوگی؟'' اس نے پوچھا۔

''ایسا ممکن ہے آج کل تباہ کن بارودی سرنگیں بہت چھوٹی اور لگانے میں بہت آسان ہوتی ہیں۔ ان کو بس مٹی میں دبا کر ایک بٹن دبانا پڑتا ہے اس کے بعد جب ان پر مخصوص دباؤ آتا ہے تو یہ بلاسٹ ہو جاتی ہیں۔''

''آپ نے ٹھیک کہا۔'' وسیم نے میری بات پر غور کیا۔ ''میں نے بھی ایسی بارودی سرنگیں دیکھی ہیں۔''

''اس لیے باہر جانے کا خیال تو دل سے نکال دو۔'' میں نے کہا۔ ''اس کے علاوہ کچھ اور سوچو۔''

وسیم بولا۔ ''اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے جناب جب تک یہاں سے نکلیں گے نہیں کچھ کیسے کریں گے۔''

''ہمیں چانس لینا ہے لیکن زندگی کی قیمت پر نہیں۔'' میں نے زور دے کر کہا۔ ''جو ترکیب سوچنی ہے اسی پالیسی کے تحت سوچو۔''

''مجھے تو مرنا مارنا آتا ہے جناب یہ اتنا صبر آپ میں ہی ہے۔ کبھی کبھی مجھے حیرت ہوتی ہے کہ آپ کسی بھی ہنگامی صورتِ حال میں کس طرح اپنا دماغ ٹھنڈا رکھتے ہیں؟''

''شاید اس لیے کہ میں نے کسی بھی چیز کو زندگی سے زیادہ قیمتی نہیں جانا ہے۔ کامیابی اور ناکامی میرے نزدیک صرف دو واقعات ہیں اور کسی ایک واقعے میں ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لیے میں زندگی کو داؤ پر لگانے کا قائل نہیں ہوں۔''

''میں اس طرح نہیں سوچ سکتا۔'' اس نے اعتراف کیا۔

''وسیم ہر آدمی مختلف انداز میں سوچتا ہے اب یہ فتح خان مختلف سوچ رکھتا ہے اور تم دوسرے انداز سے سوچتے ہو۔ اس لیے اس چکر میں مت پڑو کہ میں کس طرح سوچتا ہوں۔''

وسیم خاموش ہو کر لیٹ گیا۔ میں جاگتا رہا، شاید ہم میں سے ہر فرد ہی جاگ رہا تھا لیکن یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے سو رہا ہو۔ میرے کان باہر کی آہٹوں پر لگے تھے۔ کبھی کبھی باہر سے ہلکی سی آواز آتی تھی۔ اس کے علاوہ صرف ہوا کی سائیں سائیں تھی۔ وہ لوگ جاگ رہے تھے۔ لازمی بات تھی ان میں سے دو تین جاگ رہے تھے۔ سب

کے سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ فتح خان جیسا شخص ہمیں نگرانی سے آزاد نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ہمیں موقع مل گیا تو ہم اس کی جیتی ہوئی بازی کو کس طرح اس کی ہار میں بدل دیں گے۔ اس لیے وہ پوری طرح محتاط تھا۔ شاید خود بھی جاگ رہا تھا کیونکہ ایک بار میں نے اس کی بھاری آواز سنی تھی۔

کسی وقت بیتو اور وسیم سو گئے تھے۔ ان کے خراٹے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے لگ رہے تھے۔ پہلے بیتو خراٹا لیتا تھا اور پھر وسیم اس کے جواب میں خراٹا لیتا۔ یہ خاصی مضحکہ خیز سچویشن تھی۔ اگر ہم عام حالت میں ہوتے تو میں اس سے بہت لطف لیتا۔ مگر ابھی تو مجھے آنے والی صبح کی فکر تھی۔ فتح خان جیسے سفاک آدمی کے رحم و کرم پر میں اپنے ساتھیوں کو کس طرح چھوڑتا۔ میں سوچ میں گم تھا کہ سادھنا کی طرف سے ہلکی سی آہٹ ہوئی تھی۔ میں نے غار کے دہانے کی طرف دیکھا۔ وہاں تاریکی تھی۔ میں لیٹے لیٹے سرک کر سادھنا کی طرف آ گیا۔ وہ جاگ رہی تھی۔

''تم سوئیں نہیں؟''

''یہ دونوں جو شاعری کر رہے ہیں اس میں آدمی کو نیند کیسے آئے۔'' اس نے بے چارگی سے وسیم اور بیتو کی طرف اشارہ کیا۔ ''مجھے تو مستقبل کی فکر لاحق ہو گئی ہے۔''

میں مسکرایا تو اسے احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔ وہ شرما گئی تھی۔ ''کوئی بات نہیں دنیا کی نوے فی صد بیویوں کو اس قسم کی چیزیں برداشت کرنی پڑتی ہیں لیکن یہ مرحلہ ابھی دور ہے۔ اس کے لیے اردو میں ایک محاورہ ہے۔ ''ہنوز دلی دور است۔''

''یہ اردو کا نہیں فارسی کا محاورہ ہے۔'' اس نے کہا۔

''اچھا۔'' میں نے سر کھجایا۔ ''اصل میں میری اردو اتنی اچھی نہیں ہے اسکول میں بھی پاسنگ مارک مل جاتے تھے۔ اس پر اباجی بڑے غضب ناک ہوتے تھے کہ مادری زبان نہیں آتی۔''

''میں نے اردو پڑھی ہے اسے ہمارے ہاں ہندی کہتے ہیں۔''

''خیر زبانوں پر بحث بعد میں کبھی فرصت سے کریں گے۔ ابھی تو اس کی فکر ہے کہ صبح سے پہلے ان لوگوں کے چنگل سے کیسے نکلیں۔''

''شوبی مجھے ان لوگوں کی نیت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔ آپ کو یہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھیج کر یہ ہمیں شاید یہیں مار دیں۔ ورنہ اس کی کیا تک بنتی ہے کہ آپ کو الگ بھیجا جائے۔''

مجھے حیرت ہوئی تھی کہ وہ بھی یہی سوچ رہی تھی۔ مجھے دل میں تسلیم کرنا پڑا تھا کہ وہ ذہانت میں ہم سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ اس سفر کے دوران اس نے کئی بار اس بات کو ثابت بھی کیا تھا۔ آج بھی اس نے وہ بات محسوس کر لی تھی جو میرے اور وسیم کے ذہن میں آئی تھی۔ میں نے تسلیم کیا۔

''یہ خدشہ میرے دل میں بھی ہے۔''

''شوبی تب کیا کریں؟'' اس نے سہم کر کہا۔

''تم فکر مت کرو میں تم لوگوں کے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' میں نے عزم سے کہا۔ ''یا تو ہم سب جائیں گے ورنہ کوئی بھی نہیں جائے گا۔''

وہ سمجھ رہی تھی کہ کسی کے بھی نہ جانے کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''مجھے یہ شخص فتح خان بہت خطرناک لگ رہا ہے۔''

''یہ بہت خطرناک شخص ہے۔'' میں نے تصدیق کی۔ ''میں اس سے ایسے محتاط رہتا ہوں جیسے سپیرا کسی زہریلے سانپ سے محتاط رہتا ہے میرا مطلب ہے مجھے اس کے زہر کا اچھی طرح اندازہ ہے۔''

''میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے یہ شخص آپ کا دشمن ہے لیکن آپ کے لیے دل میں کینہ نہیں رکھتا۔''

''کیا مطلب؟'' مجھے تعجب ہوا تھا۔

''بس مجھے محسوس ہوتا ہے۔ یہ شخص شاید آپ کو اندر سے پسند کرتا ہے لیکن کسی وجہ سے اپنی دشمنی سے بھی دست بردار نہیں ہو سکتا ہے۔''

میں سادھنا کے تجزیئے پر حیران ہوا تھا کیونکہ یہی بات میں نے بھی کئی بار محسوس کی تھی۔ فتح خان میرا دشمن تھا اور اگر اس کی جان پر بن جاتی یا میرا اس کا سامنا کسی ایسے موقع پر ہوتا جب اس کے اور میرے درمیان کوئی تیسرا فریق نہ ہوتا تو وہ مجھے مار ڈالنے سے گریز نہ کرتا۔ مگر اتفاق سے ہر بار اس سے میرا سامنا کسی نہ کسی وجہ سے ہوتا تھا۔ اور وہ مجبور ہوتا تھا کہ مجھے قتل نہ کرے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا جب وہ مجھے مار سکتا تھا اور موقع بھی کچھ ایسا ہی بن رہا تھا لیکن اس نے کوئی سُستی کی یا جان کر مجھے نشانہ بنانے سے گریز کیا تھا۔ دوسری طرف مجھے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے اپنی دشمنی سے دست بردار نہیں ہوا ہے۔ اس نے ایک بار مجھ سے کہا تھا۔

''شہباز خاناں......ہم کو لگتا ہے کہ ہم میں سے ایک دوسرے کے ہاتھوں مارا جائے گا۔''

مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا۔ فتح خان کو جیسے میں جانتا تھا ایسے شاید ہی اسے کوئی جانتا ہو لیکن سادھنا نے اتنی مختصر سی جھلک میں اس کا درست تجزیہ کر کے مجھے حیران کر دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''لگتا ہے تم اس دوران میں سوچتی رہی ہو۔ کیا تم نے اس مصیبت سے نکلنے کے لیے کوئی حل سوچا ہے؟''

وہ سوچتی رہی پھر ہچکچا کر بولی۔ ''شوبی اس قسم کے معاملات میں آپ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔ میں نے دیکھا ہے آپ کتنی ہی بار کتنے ہی مشکل مراحل سے ہمیں نکال لائے۔ اب بھی آپ پر مجھے یقین ہے لیکن ایک بات میرے ذہن میں آ رہی ہے۔ ممکن ہے وہ آپ کے کام آ سکے۔ میں نے صرف سوچا ہے۔ یہ بات میرے ذہن میں پوری طرح واضح نہیں ہے۔''

''کیا بات ہے؟''

''کیا ہم اس بارودی سرنگ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جو غار کے سامنے لگی ہے۔''

اس کی بات مجھے عجیب سی لگی تھی۔ بھلا ہم بارودی سرنگ سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اس نے محسوس کر لیا کہ مجھے اس کی بات ہضم نہیں ہو رہی تھی اس لیے وہ کسی قدر شرمندہ ہو گئی۔ ''وہ میں نے سوچا کہ یہ بھی ذ ہتھیار ہوتا ہے۔''

اس کی اس بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بارودی سرنگ ہتھیار ہوتا ہے اور ہتھیار تو کسی کے خلاف بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ رات کے شاید تین بج رہے تھے اور ابھی صبح میں خاصا وقت تھا۔ سردیوں میں

روشنی دیر سے ہوتی ہے۔ میں الاؤ کے پاس لیٹ گیا۔ باہر سے آوازیں آنا بند ہو چکی تھیں شاید وہ لوگ بھی اب آرام کے موڈ میں تھے۔ میں لیٹا رہا اور انتظار کرتا رہا تھا۔ پھر صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ یہ بہت معمولی سی تھی۔ جب مجھے باہر کسی قدر نظر آنے لگا تو میں اٹھ کر غار کے دہانے کی طرف بڑھا تھا۔ ابھی میں دہانے سے دور تھا کہ عقب سے وسیم نے آہستہ سے کہا۔

''یہ کیا کر رہے ہیں جناب؟''

''فکر مت کرو۔'' میں نے مڑے بغیر کہا اور دہانے تک آیا۔ میری نظر زمین پر تھی۔ اسی وقت فتح خان کے ایک ساتھی نے مجھے ایک دیکھ لیا وہ لوگ غار سے کچھ دور آگ جلا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے چلا کر کہا۔

''اے دور رہو...... باہر مت آنا۔''

مجھے دل لگی سوجھی اور میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں مرنا چاہتا ہوں اور کون میرے ساتھ اس دنیا سے جائے گا۔''

وہ لوگ بوکھلا گئے تھے۔ جلدی سے دہانے سے دور ہو گئے اور مجھے باہر آنے سے منع کرنے لگے تھے۔ اس شور میں فتح خان بھی اٹھ گیا۔ اس نے مجھے دیکھا تو آگے آیا۔ ''شہباز خان یہ کیا کر رہے ہو؟''

''خودکشی۔'' میں نے کہا۔ اور ایک قدم آگے آیا۔ وہ لوگ گھبرا کر مزید پیچھے ہو گئے تھے اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اب میں بارودی سرنگ کے بہت قریب ہوں۔

''پیچھے ہٹ جاؤ، ہم جانتا ہے تم خودکشی نہیں کر سکتا۔'' فتح خان نے سکون سے کہا اور اپنے لباس سے پستول نکال لیا۔

''یہ تم سے کس نے کہا کہ میں خودکشی نہیں کر سکتا۔''

''میں تم کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اب تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں تمہارے پاؤں پر گولی ماروں گا۔ تم بھی مجھے جانتے ہو۔ اس کے بعد تم ساری عمر لکڑ بگڑ کی طرح چلے گا۔''

میں جان گیا وہ بالکل سنجیدہ تھا اور میں ایک قدم بھی آگے رکھتا تو وہ مجھے گولی مار دیتا۔ میں مسکرایا۔ ''تم لوگ تو مذاق سے بھی ڈر جاتے ہو۔''

''ہم لوگ مذاق نہیں سمجھتے۔'' فتح خان نے خشک لہجے میں کہا اور اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ میں غار میں آیا تو میرے ساتھی بھی اٹھ گئے تھے۔ وسیم نے آہستہ سے پوچھا۔

''یہ آپ کیا کر رہے تھے؟''

میں نے سرگوشی میں اس سے کہا۔ ''وسیم تم سب غار میں مناسب سائز کے پتھر تلاش کرو جس کو ایک ہاتھ سے مارا جا سکتا ہو اور اس کا وزن دو ڈھائی کلو ہو۔''

وسیم مزید تشویش زدہ ہو گیا تھا۔ ''آپ کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟''

''یار جو کہا ہے وہ کرو اور بالکل خاموشی سے کرو۔ باہر والوں کو اس کا ذرا سا بھی احساس نہ ہو کہ ہم اندر کیا کر رہے ہیں۔'' میں نے ذرا سخت لہجہ اختیار کیا تو وسیم الرٹ ہو گیا۔

''جو حکم سر۔''

اس نے بیتو اور سادھنا کو بتایا تھا۔ وہ بھی فکر میں لگ گئے تھے لیکن انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھنے کے بجائے کام شروع کر دیا۔ غار کے اندر اس قسم کی چیز تلاش کرنا آسان نہیں تھا لیکن کچھ دیر میں انہوں نے ایسے چار عدد پتھر تلاش کر ہی لیے تھے۔ یہ کام انہوں نے اتنی ہوشیاری سے کیا تھا کہ باہر والوں کو ذرا بھی علم نہیں ہوا تھا۔ وسیم میرے پاس بیٹھا اور ایک پتھر میرے سپرد کر دیا۔

''اب آپ بتائیں گے کہ کیا ارادہ ہے۔''

''ضرور۔'' میں نے کہا اور سرگوشی میں اسے اپنا پلان بتانے لگا۔ وہ غور سے سنتا رہا اور سر ہلاتا رہا۔ ''سمجھ گئے۔''

''بالکل سمجھ گیا۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن اس میں خطرہ ہے۔''

''وہ تو ہے لیکن میں تم لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اگر میں اڑ جاؤں تو فتح خان مجھے بے بس کر کے بھی لے جا سکتا ہے۔'' میں نے وضاحت کی۔ ''ہمیں یہ خطرہ مول لینا ہی ہوگا۔''

''ٹھیک ہے میں ان لوگوں کو سمجھاتا ہوں۔'' اس نے کہا اور ان دونوں کی طرف سرک گیا۔ ہم ساری حرکات باہر والوں کو چونکائے بغیر کر رہے تھے۔ ان میں فتح خان جیسا مکار آدمی تھا جو دشمن کے ذہن سے سوچتا تھا اور ہماری کسی بھی حرکت کا پیشگی اندازہ لگا سکتا تھا۔ اسے غافل رکھنا لازمی تھا۔ باہر روشنی بہت تیزی سے ہو رہی تھی اور یہ بات یقینی تھی کہ کچھ دیر بعد فتح خان ہمیں باہر آنے کو کہے گا۔ وسیم بیتو اور سادھنا کو سمجھا رہا تھا کہ انہوں نے کیا کرنا ہے۔ میں نے دیکھا سادھنا نے کئی بار احتجاج کرنا چاہا لیکن وسیم نے اسے خاموش کرا دیا۔

روشنی ہوتے ہی باہر فتح خان کے ساتھیوں کی سرگرمیاں شروع ہو گئی تھیں اور شاید وہ ناشتے کی تیاری کر رہے تھے۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے بھی میں اور میرے ساتھی بے شمار بار جاں گسل مراحل سے گزرے تھے لیکن آج جو میں کرنے والا تھا وہ مجھے بہت خطرناک لگ رہا تھا۔ اس میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ میں نے سادھنا اور بیتو کے لیے ہدایت دی تھی کہ انہوں نے پیچھے رہنا ہے۔ میں اور وسیم اور آگے رہتے۔ سارا کام ہمیں کرنا تھا۔ بیتو بعد میں ہماری مدد کے لیے آ سکتا تھا لیکن حالات دیکھ کر۔

''شہباز خان۔'' فتح خان نے پکارا۔ ''باہر آ جاؤ اپنا ساتھی لے کر۔''

''ہم باہر نہیں آ سکتے جب تک تم بارودی سرنگ نہیں ہٹاؤ گے۔'' میں نے انکار کیا۔

''تمہیں اس سے خطرہ نہیں ہے۔'' فتح خان سامنے آیا۔ ''یہ بالکل درمیان میں ہے۔ تم لوگ کناروں سے ہو کر آ جاؤ۔''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''سوری میں بالکل بھی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ اگر تمہارے ساتھیوں سے غلطی ہوئی ہو اور سرنگ اس جگہ نہ ہو جہاں تم سمجھ رہے ہو تو مارے ہم جائیں گے۔''

فتح خان کا موڈ خراب ہو گیا اور اس نے غرا کر کہا۔ ''ابھی ہم کہہ رہا ہے کہ ادھر بارودی سرنگ نہیں ہے۔''

میں مسکرایا۔ ''اچھا اگر ایسی بات ہے تو تم ایک بار اس راستے سے اندر آ کر دکھاؤ تو ہم بھی اسی راستے سے نکل کر باہر آ جائیں گے۔''

یہ سن کے فتح خان سوچ میں پڑ گیا تھا کیونکہ جس وقت وہ غار میں ہمارے ساتھ تھا اس کے ساتھیوں نے

بارودی سرنگ نصب کی تھی۔ اسے بالکل درست طور پر نہیں معلوم تھا کہ بارودی سرنگ اصل میں کس جگہ نصب ہے۔ اس لیے وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اس کی آواز بہت مدھم تھی پھر پلٹ کر بولا۔

''نہیں تم لوگوں کو آنا پڑے گا۔ اس میں خطرہ نہیں ہے۔''

''جب تک یہ بارودی سرنگ نہیں ہٹے گی ہم نہیں آئیں گے۔'' میں نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔ ''فتح خان تم مجھے مار سکتے ہو لیکن اپنی مرضی پر نہیں چلا سکتے۔''

فتح خان نے اپنے پستول کا رخ میری طرف کر دیا۔ ''شہباز خان باہر آؤ ورنہ......''

''ورنہ تم مجھے گولی مار دو گے۔'' میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ''اس صورت میں اپنے آقا کو کیا جواب دو گے۔''

اس کے چہرے پر جھنجلاہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ کچھ دیر ہونٹ چباتا رہا تھا پھر اس نے دھاڑ کر اپنے ساتھیوں کو کہا۔ ''باہر نکالو ان کو......'' اس نے ہم سب کے لیے ایک مشترکہ گالی استعمال کی تھی۔ اس کے تین ساتھی اپنی خود کار رائفلیں تانے غار کی طرف آنے لگے تھے۔ سادھنا اور بیتو ہمارے پیچھے ایک خاص ترتیب سے آ کھڑے ہوئے تھے۔ فتح خان کے ان ساتھیوں کو بارودی سرنگوں کے مقام کا علم تھا۔ اس لیے وہ آگے آ رہے تھے۔ اس کے باوجود میں نے محسوس کیا کہ وہ سہمے ہوئے تھے اور ان کی نظریں غار کے سامنے عین وسط میں ایک مقام پر مرکوز تھیں۔ ان کی توجہ ہماری طرف اتنی نہیں تھی۔

فتح خان نے بلند آواز سے کہا۔ ''شہباز خان اب بھی وقت ہے خود آ جاؤ۔ ورنہ میرے آدمیوں نے نکالا تو میں تمہارا ایک ساتھی تمہارے سامنے مار دوں گا۔''

''فتح خان مجھے بے وقوف مت سمجھو۔'' میں نے جواب دیا۔ ''میں اچھی طرح جانتا ہوں مجھے اکیلے کیوں بھیجا جا رہا ہے۔''

وہ ہنسا۔ ''تم جانتا ہے، تب سب کو تمہارے ساتھ کیوں نہ بھیجا جائے۔''

میں نے بہت آہستہ سے کہا۔ ''ان کو آگے آنے دو اور جب میں حرکت کروں تب تم لوگ حرکت میں آنا۔''

فتح خان کے ساتھی اب غار سے ذرا دور تھے۔ وہ بارودی سرنگ کے ممکنہ مقام سے کوئی چار گز کے فاصلے پر تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ بالکل پاس آ جائیں۔ وسیم، سادھنا اور بیتو تیار تھے۔ فتح خان کی باتوں سے اس کے عزائم کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ اب مجھے ذرا بھی شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ میرے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس لیے ہم سب ہی اپنے منصوبے پر عمل کے لیے پوری طرح تیار ہو گئے تھے۔ ناکامی کا مطلب تھا موت۔

''شہباز خان اب بھی وقت ہے۔'' فتح خان نے للکار کر کہا۔ ''اب تمہارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔''

''اچھا کیا تم نے خدائی دعویٰ کر لیا ہے جو دوسروں کا وقت طے کر رہے ہو؟'' میں ہنسا۔

وہ جھنجلا گیا تھا۔ ''تم اس طرح نہیں مانو گے۔ ان کو جلدی باہر لاؤ۔''

فتح خان اپنے ساتھیوں پر دھاڑا تو وہ ذرا تیزی سے قریب آنے لگے ان کے خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا

تھا۔ اب وہ مکمل طور پر اس طرف متوجہ تھے جہاں انہوں نے بارودی سرنگ دبائی تھی۔ وہ غار کے دہانے کے بالکل سامنے تھے۔ ان میں سے دو دائیں طرف سے آرہے تھے اور ایک بائیں طرف تھا۔ وہ بہت پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بلند آواز سے بولا۔

''ہم اتنی آسانی سے باہر نہیں جائیں گے۔''

''اگر یہ باہر نہ آئے تو اس کے تینوں ساتھیوں کو غار میں گولی مار دینا۔'' فتح خان نے حکم دیا۔

اس کے ساتھی خوش ہو گئے تھے وہ غار کے دہانے پر رک گئے۔ میں نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

''رک کیوں گئے آگے آؤ نا۔''

''تم چاروں باہر آؤ۔'' ان میں سے سب سے آگے والے نے کہا۔

''ابھی تو تم تینوں جاؤ۔'' میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ہاتھ گھما کر پتھر اس جگہ مارا جہاں میرے اندازے کے مطابق بارودی سرنگ تھی۔ مجھے حرکت میں آتے دیکھ کر میرے ساتھیوں نے بھی یہی کام کیا اور چار عدد پتھر آگے پیچھے اس جگہ کی طرف لپکے تھے اور جب تک پہلا پتھر زمین سے ٹکراتا میں پلٹ کر اوندھے منہ گر چکا تھا۔ اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ کس کے پتھر نے کامیابی حاصل کی تھی۔ ایک زوردار دھماکے کے بعد کچھ چیزیں مجھ سے ٹکرائی تھیں۔ میں نے گرتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے اس لیے دھماکہ مجھے ذہنی طور پر معطل نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی جسم کے کسی حصے میں تکلیف محسوس ہوئی تھی۔ ہر طرف دھواں پھیل گیا تھا۔ میں گرتے ہوئے ذہن میں گنتی گن رہا تھا اور پانچ کہتے ہی میں ایک بار پھر اٹھا تھا اور ہاتھوں پیروں کے بل آگے بڑھا مجھے کسی چیز کی تلاش تھی اور وہ مجھے اس حال میں مل گئی کہ اس کے ساتھ ایک انسانی ہاتھ بھی موجود تھا۔ اس ہاتھ کے مالک کا باقی جسم ٹکڑوں میں بکھر گیا تھا۔ میں نے ہاتھ سے رائفل الگ کی اور اس کو سامنے کی طرف کر کے ایک ہلکا سا برسٹ مارا اور تیزی سے پیچھے ہو گیا۔ مجھے اپنے دائیں طرف کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا یہ وسیم تھا وہ بھی رائفل کی فکر میں تھا۔ پیچھے ہٹ کر میں دوبارہ آگے بڑھا۔ زمین پر رینگنا آسان کام نہیں تھا خاص طور سے جب آپ کے آس پاس گوشت کے لوتھڑے بکھرے ہوں۔ طاقتور بارودی سرنگ نے سب کا حشر کر دیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ فتح خان بھی نہیں بچا ہوگا کیونکہ وہ بالکل سامنے تھا۔ اگرچہ ذرا فاصلے پر تھا لیکن سرنگ کی طاقت دیکھ کر لگ رہا تھا وہ بھی اس کا شکار ہو گیا تھا۔ میں نے پہلی بار اس بھیانک ہتھیار کی تباہ کاری کا براہِ راست مشاہدہ کیا تھا۔ غار کی طرف آنے والے تینوں افراد ٹکڑوں میں بٹ چکے تھے۔ فتح خان اور اس کے باقی تین ساتھیوں کا مجھے نہیں معلوم تھا۔ ان میں سے کچھ لازمی طور پر بچ گئے تھے اور مجھے ان کی تلاش تھی۔

غار کے دہانے کے سامنے ابھی تک دھواں پھیلا ہوا تھا اور میں اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے وسیم پھر نظر نہیں آیا۔ مگر اس کی بھی آس پاس موجودگی یقینی تھی۔ باہر سے ابھی تک کوئی فائر نہیں ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ ابھی تک شاک میں تھے اور یہی موقع تھا ان پر غلبہ پانے کا ورنہ وہ سنبھل کر ہمیں غار تک محدود کر دیتے تو یہ ان کی فتح بن جاتی۔ فتح خان اگر خود بچ گیا تھا تو اسے اپنے آدمیوں کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں دھویں سے ذرا آگے آیا تو مجھے فتح خان کے دو ساتھی رائفل بدست نظر آئے۔ انہوں نے مجھے ذرا تاخیر سے دیکھا کیونکہ ان کی نظریں اوپر تھیں اور میں زمین پر رینگتا ہوا آیا تھا۔ یہی ایک سیکنڈ کا دسواں حصہ

مجھے سبقت دلا گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مجھے گولی مارتے میں نے ایک برسٹ نیم دائرے میں چلایا اور ان دونوں کو لٹا دیا۔ فتح خان کا آخری ساتھی بازی یوں پلٹ جانے پر دہشت زدہ ہو کر بھاگا تھا اور اسے وسیم نے شوٹ کر دیا لیکن فتح خان نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے چلا کر وسیم سے کہا۔

''سامنے مت آنا فتح خان نظر نہیں آ رہا ہے۔''

''میرا خیال ہے وہ زخمی ہے اور فرار کی کوشش کر رہا ہے۔'' وسیم بولا اس کی آواز سے مجھے اطمینان ہوا کہ وہ کسی خطرناک زخم سے دوچار نہیں ہوا تھا۔ میں نے بیتو اور سادھنا سے بھی پوچھا۔ وہ بھی ٹھیک تھے۔ ایک بہت خطرناک قدم ہمارے حق میں گیا تھا۔ ہم محفوظ رہے تھے۔ اصل میں بارودی سرنگ کا دھماکہ اوپر کی طرف زیادہ اثر کرتا ہے بہ نسبت اردگرد کے اور اسی وجہ سے آس پاس موجود تینوں افراد ٹکڑوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک منٹ پہلے ہم پر پوری طرح حاوی دشمن اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ البتہ تشویش کی بات یہ تھی کہ فتح خان بچ گیا تھا اور اس کا پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں تھا۔ ممکن ہے وہ زخمی ہونے کے بعد کسی پتھر کی آڑ میں دبکا ہو اور ہمارے سامنے آتے ہی کام کر جائے۔ اس لیے میں پوری طرح محتاط تھا۔ عقب سے دھواں چھٹ رہا تھا اور اب جلے بارود کی بو کے ساتھ گوشت جلنے کی مکروہ بو بھی آ رہی تھی۔ یہ انسانی گوشت تھا۔ غار کے سامنے ڈھلان تھی اور اس طرف چھپنے کی زیادہ جگہیں نہیں تھیں لیکن اوپر کی طرف بے شمار پتھر اور درخت تھے جن کے پیچھے درجنوں افراد آرام سے چھپ سکتے تھے۔ میں اور وسیم درختوں کی آڑ میں اوپر کی طرف بڑھے۔ بیتو کو ہم نے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اگر فتح خان آس پاس کہیں چھپا ہوا تھا تو بیتو اور سادھنا اسے دیکھ سکتے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ زخمی ضرور ہوا ہوگا۔

میرا خیال تھا کہ فتح خان مل جائے گا لیکن آدھے گھنٹے میں غار کے آس پاس کا سارا علاقہ چھان مارنے کے باوجود مجھے اور وسیم کو فتح خان نہیں ملا تھا۔ وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھا۔ وہ زخمی ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ بچ گیا تھا۔ اس نے بازی پلٹتے دیکھ کر فوری فیصلہ کیا اور بھاگ نکلا۔ اگر وہ کچھ دیر کی تاخیر کرتا تو یقیناً اپنے آدمیوں کی طرح مارا جاتا۔ اس کے آدمی بھی اس کے فرار کی وجہ سے ہچکچاہٹ میں پڑ گئے تھے اور وہ صحیح سے ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے تھے۔

''بھاگ گیا ہے۔'' وسیم نے مجھ سے کہا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔ پھر بھی ہمیں اس کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیے وہ لومڑی کی طرح مکار ہے اور کسی سانپ کی طرح زہریلا بھی ہے پلٹ کر وار کر سکتا ہے۔''

ہم واپس غار میں آئے تو سادھنا الٹیاں کر رہی تھی۔ اس نے غار کے سامنے بکھرے انسانی اعضاء دیکھ لیے تھے۔ خود ہم سب کی طبیعت بھی یہ سب دیکھ کر خراب ہو رہی تھی۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا یہاں سے فوری طور روانہ ہوا جائے۔ سادھنا کو باہر لائے۔ کھلی فضاء میں اس کی طبیعت بہتر ہوئی تھی وہ ایک درخت سے ٹک کر آرام کرنے لگی۔ اس دوران میں ہم نے سارا اسلحہ سمیٹا۔ اس میں چھ عدد خودکار رائفلیں اور ان کا خاصا ایمونیشن تھا۔ اس کے علاوہ دستی بم اور ایک بارودی سرنگ اور تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ فتح خان کس قدر مسلح ہو کر ہمارا پیچھا کر رہا تھا۔ ایک عدد پستول بھی ملا تھا لیکن اس کا کوئی فاضل میگزین نہیں تھا ہم نے بارودی سرنگ اور دستی بم وہیں چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسلحے کے علاوہ ان کا سامان بھی بکھرا ہوا تھا۔ اس میں کھانے پینے کا سامان اور بے شمار

دوسری چیزیں تھیں۔ پینے والی کچھ اور چیزیں بھی تھیں لیکن یہ ہمارے کام کی نہیں تھیں۔ بیتو ایک بیگ دیکھ رہا تھا تو اس میں سے ایک رسالہ نکل آیا۔ جب اس نے دیکھا تو بدک کر ایک طرف پھینک دیا۔ رسالہ سادھنا نے اٹھا لیا اور اس کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے بھی جلدی سے اسے ایک طرف پھینک دیا۔ وسیم نے دلچسپی سے پوچھا۔

''کیا بات ہے اس میں کوئی سانپ چھپا ہے یا بچھو۔''

''کچھ نہیں ہے۔'' سادھنا نے گھبرا کر اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ ''خبردار جو تم نے دیکھا۔''

''برخوردار تم ابھی سے پریکٹس شروع کرو۔'' میں نے وسیم کو مشورہ دیا۔ ''آگے اور بھی بہت ساری پابندیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

اس چھوٹے سے واقعے نے سب کا موڈ بہتر کر دیا تھا۔ ورنہ چھ افراد کی موت اور خاص طور سے تین افراد کی بھیانک موت نے ہم سب کے اعصاب پر اثر ڈالا تھا۔ ہمارے گدھے وہاں سے کچھ دور بندھے تھے اور اسی وجہ سے وہ بارودی سرنگ کے دھماکے میں بچ گئے تھے اور دھماکے کے نتیجے میں بدحواس ہو کر بھاگ بھی نہیں سکے تھے۔ ہم نے سارا سامان ان پر لادا اور فوری طور پر وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ سادھنا کی حالت اتنی بہتر ہو گئی تھی کہ وہ اب پیدل چل سکتی تھی اور اگر اسے تکلیف ہوتی تو ہم کسی گدھے پر اس کی جگہ بنا سکتے تھے۔ فی الحال تو ہم جلد از جلد اس جگہ سے نکل جانا چاہتے تھے۔ مجھے ابھی بھی فتح خان کی طرف سے اطمینان نہیں تھا۔ وہ ایسا دشمن تھا جو ہمیشہ غیر متوقع طور پر سامنے آتا تھا۔ جب تک مجھے اس کے بارے میں یقینی طور پر نہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ کہاں ہے۔ میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔

روانگی سے پہلے میں نے اور وسیم نے تلاشی لے کر مارے جانے والے افراد کی جیب سے معہ کرنسی کے سب نکال لیا تھا۔ ہماری خوش قسمتی کہ ہمیں مجموعی طور پر کوئی پندرہ ہزار بھارتی روپے مل گئے تھے اور اب ہم نہ تو کنگلے تھے اور نہ نہتے۔ کھانے پینے کا بھی خاصا سامان تھا۔ اس کے علاوہ فرسٹ ایڈ کا سامان بھی مل گیا تھا۔ اسلحہ تو اتنا تھا کہ ہم چھوٹی موٹی فوج کا مقابلہ بھی کر سکتے تھے۔ اس جگہ سے نکلنے کے کوئی دو گھنٹے بعد جب ہم سب ہی بھوک سے فوت ہونے والے تھے ایک جگہ رکنا پڑا۔ یہاں ایک چھوٹا سا پہاڑی چشمہ بہہ رہا تھا اور درخت کم ہونے کی وجہ سے دھوپ بھی تھی۔ ہم نے سب سے پہلے خود کو صاف ستھرا کیا تھا کیونکہ بارودی سرنگ کے دھماکے میں مرنے والوں کا خون ہمیں و رسامان کو لگ گیا تھا۔ خاص طور سے اسلحہ بہت گندہ ہو رہا تھا۔ بیتو نے تو ہمت کر کے غسل کر لیا تھا۔ حالانکہ پانی قیامت خیز حد تک ٹھنڈا تھا اور صرف ہاتھ ڈالنے پر بھی باقاعدہ کاٹ لیتا تھا۔

اس کے بعد ہم ناشتے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ فتح خان اور اس کے ساتھی پوری بیکری اٹھا لائے تھے۔ ہمیں دودھ، مکھن، ابلے ہوئے انڈے اور ڈبل روٹی سب مل گئی تھی۔ بہت عرصے بعد کچھ ڈھنگ کا کھانے کو مل رہا تھا۔ اس لیے سب نے بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے۔ بیتو منہ چلاتے ہوئے بولا۔

''مزہ آ گیا۔''

''منے اپنے بھگوان کا شکر ادا کرو کہ تم ناشتہ کھا رہے ہو گولیاں نہیں۔''

''پہلے آپ اپنے خدا کا شکر کرو پھر ہم کو بولنا۔'' بیتو نے کہا تو وسیم نے میری طرف دیکھا۔

''یہ بہت بولنے نہیں لگا ہے۔''

"مجھے تو بے زبان ملا تھا تم نے اسے اتنا تیز کر دیا ہے۔"

"ہاں یہ ہم کو بہت چھیڑتا ہے۔" بیتو نے شکایت کی۔

"تم فکر مت کرو تمہاری دیدی مجھ سے سارے بدلے لی گی۔" وسیم نے اسے تسلی تو سادھنا جھینپ گئی تھی۔

ناشتے کے بعد ہم دوبارہ روانہ ہوئے تھے۔ حالانکہ ہم میں سے کسی کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اتنا پیٹ بھر کر کھانے کی وجہ سے سب پر سستی چھا رہی تھی لیکن رکنا کسی صورت مناسب نہیں تھا۔ بیتو کا سوئیٹر وہیں اتار دیا تھا اس کی جگہ اس نے ایک مرنے والے کی جیکٹ پہن لی تھی۔ یہ خاص طور سے بلندی پر سردی کا مقابلہ کرنے والی جیکٹیں تھیں۔ ان پر لگا خون ہم نے چشمے کے پانی سے دھو دیا تھا۔ ان کے علاوہ بھی ہمیں اور گرم کپڑے مل گئے تھے۔ اس بلندی پر یہ گرم کپڑے اشد ضروری تھے۔ مجھے، وسیم اور بیتو کو تو اتنا مسئلہ نہیں ہوا تھا لیکن سادھنا کو یہ گرم لباس خاصے بڑے تھے۔ اس لیے اس نے اپنے کپڑوں کے اوپر ایک جیکٹ پہن لی تھی۔

نشان دہی کرنے والی چپ کے خطرے کے پیش نظر ہم نے تمام کپڑوں اور چیزوں کی اچھی طرح تلاشی لی تھی۔ مگر مزید کوئی چپ نہیں ملی تھی۔ خطرہ تو تھا لیکن اس کی وجہ سے ہم کوئی چیز نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ہمیں پہاڑوں پر چلنے والے خاص جوتے مل گئے تھے۔ البتہ سادھنا وہی معمولی سے جوتوں میں تھی۔ دوبارہ روانگی کے وقت اسے ایک گدھے پر سوار کر دیا تھا اور اس کا اضافی سامان بیتو نے اٹھا لیا تھا۔ میں اور وسیم رائفل بدست تھے اور کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار تھے۔ ایک بار ہم فتح خان کے چنگل سے نکل جانے کے بعد کسی صورت اس کے ہاتھ لگنا نہیں چاہتے تھے۔

شام تک ہم بلندی کی طرف جانے والی ڈھلانوں پر سفر کرتے رہے تھے۔ اب ہم شمال کے برف پوش پہاڑوں کے قریب تھے اور اسی مناسبت سے سردی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔ "کیا نیپال بالکل پہاڑی ملک ہے؟"

"جتنا میں نے دیکھا ہے وہ تو پہاڑی ہی ہے۔" وسیم بولا۔ "ایک بار میں کھٹمنڈو آیا تھا۔ بڑی خوف ناک جگہ ہے۔ جب طیارہ لینڈ کرتا ہے تو آدمی کا دل دہل جاتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے ہمیں مزید بلندی کی طرف جانا ہوگا؟"

"بالکل۔" وسیم نے کہا۔ "لیکن میرا خیال ہے ہم نیپال کے بہت قریب ہیں یا شاید ممکن ہے ہم نیپال کی سرحد میں داخل ہو چکے ہوں۔"

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "اس ملک سے تو نکلیں جو میری جان کو آ گیا ہے۔"

سادھنا اور بیتو پیچھے تھے اس لیے انہوں نے میری بات نہیں سنی۔ "اب ہمارے پاس کرنسی بھی آ گئی ہے اور اسلحہ بھی اس لیے میرا خیال ہے ہمیں نیپال میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔"

"ہاں اسلحے کو بھی ہم کیش کرا سکتے ہیں۔"

فتح خان کے ساتھیوں سے ہمیں جدید امریکی ساختہ ایم سولہ رائفلیں ملی تھیں۔ ان کا شمار دنیا کی بہترین

رمہنگی ترین اسالٹ رائفلز میں ہوتا ہے اس کی قیمت چور بازار میں کم سے کم بھی پانچ ہزار ڈالرز تھی۔ یہ معلومات وسیم نے دی تھی۔ یعنی ہم ان رائفلوں کو بیچ کر خاصی دولت حاصل کر سکتے تھے اور اس رقم کی مدد سے غیر قانونی لاقانونی طریقے سے پاکستان جا سکتے تھے۔ نیپال پہنچ کر ہمیں اسلحے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ شام کے قریب ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ تلاش کرنے پر ایک چٹان تلے ہمیں پناہ گاہ مل گئی تھی۔ یہاں آگ جلا کر رات گزاری جا سکتی تھی۔ زمین پر بچھانے کے لیے ہمارے پاس گھاس تھی۔ سب سے پہلے لکڑیاں جمع کی گئیں اور آگ جلائی گئی کیونکہ سورج غروب ہوتے ہی سردی کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ بیتو ٹھٹھرتے ہوئے بولا۔ ''باپ رے آج تو بہت ٹھنڈ ہے۔''

واقعی سب ٹھٹھر رہے تھے اور جب آگ جلی تو ہم سب اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ الاؤ پوری طرح بھڑکا تو ہماری جان میں جان آئی تھی۔ خاص طور سے سادھنا کی حالت بری تھی کیونکہ اس نے ہماری طرح گرم اوورز اور جوتے نہیں پہنے ہوئے تھے۔ صبح ہمیں موقع نہیں ملا تھا۔ ہمیں فتح خان کے سامان سے کافی اور ایک چھوٹی سی کیتلی ملی تھی۔ کافی کے ساتھ خشک کریم اور چینی کے کیوب بھی تھے۔ سادھنا نے کافی بنائی اور سب نے بے تابی سے کافی پی تھی۔

''اللہ کا شکر ہے جو اس ویرانے میں یہ نعمت ملی۔'' وسیم نے دل سے کہا۔ ''لیکن شہباز صاحب ہمیں اب کسی جگہ پہنچ جانا چاہیے ورنہ اتنی سردی تو ہمیں مار ڈالے گی۔''

''کسی جگہ پہنچ جانا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ ہاں تقدیر نے لکھ دیا ہے تو ہم کسی محفوظ جگہ پہنچ ہی جائیں گے۔ اب اس سے زیادہ اور کیا کوشش کر سکتے ہیں۔''

سادھنا سکڑ سمٹ کر ایک طرف بیٹھی تھی۔ الاؤ جلنے اور کافی پینے کے بعد اس کی حالت پہلے سے بہتر ہوئی تھی۔ پھر بھی وہ نارمل نہیں تھی۔ وسیم نے مجھ سے کہا۔ ''ہمیں ایک الاؤ اور جلانا پڑے گا۔''

''اس کی روشنی بہت دور سے نظر آ سکتی ہے اور فی الحال ہمیں فرض کرنا چاہیے کہ دشمن ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔

بیتو نے چٹان سے ذرا دور جا کر دیکھا اور واپس آ کر تشویش سے بولا۔ ''واقعی اس کی روشنی تو بہت دور سے نظر آ رہی ہے۔''

''میرا خیال ہے ہمیں شاخیں اور جھاڑیاں کاٹ کر لا کر یہاں جمع کرنا ہوں گی۔'' میں نے کہا۔ ''ہم آگ بھی کم نہیں کر سکتے۔''

اب ہمارے پاس لکڑی کاٹنے کے بہتر اوزار تھے اس لیے ہمیں درختوں سے شاخیں اور آس پاس موجود جھاڑیاں کاٹنے میں دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ ہم کاٹتے رہے اور بیتو ان کو لے جا کر چٹان کے نیچے ڈھیر کرتا رہا تھا۔ جب تک کہ چٹان کے نیچے جلتی آگ مکمل طور پر چھپ نہیں گئی۔ جھاڑیاں لگانے سے سرد ہوا کا راستہ بھی رک گیا تھا۔ بیتو نے سادھنا کے لیے بستر لگایا اور وہ کھانا کھاتے ہی لیٹ گئی تھی۔ بہت دن بعد آج وہ پیدل چلی تھی اس لیے تھکن لازمی تھی۔ باقی ہم تینوں نے فیصلہ کیا کہ ہم میں سے دو ہمہ وقت بیدار رہیں گے۔ تین گھنٹے بعد ایک کو جگا دیا جائے گا اور دوسرا سو جائے گا۔ اس طرح سب چھ گھنٹے سوتے اور چھ گھنٹے جاگتے۔ پہلے بیتو

سونے کے لیے گیا میں اور وسیم جاگتے رہے تھے۔ وسیم نے پھر کافی بنائی اور ہم کافی پیتے ہوئے آگ تا...
رہے۔

''شہباز صاحب ایک بات ہے میرے ذہن میں، ہم وطن پہنچتے ہی آرام کرنے اور یار دوستوں سے ملنے ملانے میں نہیں لگ جائیں گے۔''

''میں سمجھتا ہوں، معمولی تبدیلی کے ساتھ وہاں بھی یہی شب و روز ہوں گے۔'' میں نے سر ہلایا۔

''تب آپ نے سوچا ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔''

''نیپال پہنچ کر میں سب سے پہلے ندیم سے رابطہ کر کے اپنی قانونی پوزیشن کا پوچھوں گا۔ وہ مجھے زیادہ بہتر مشورہ دے سکتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''مجھے بھی یہی خیال آیا تھا۔ جب تک آپ کی قانونی پوزیشن واضح نہیں ہو جاتی ہے آپ کو واپس نہیں جانا چاہیے۔''

''اگر میں پاکستان نہیں جاؤں گا تو پھر کہاں جا سکتا ہوں؟''

''کئی ممالک ہیں جہاں آپ آرام سے صرف ویزہ لے کر رہ سکتے ہیں۔ جیسے دبئی میں سفیر اور ...
رہے ہیں۔''

وسیم کی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی میں واپس جانے اور وہاں بھی پولیس اور دشمن سے آنکھ مچولی کھیلنے کے بجائے سکون سے کسی دوسرے ملک میں رہ سکتا تھا۔ اب تو رقم کی بھی کمی نہیں تھی۔ کمار... وادی سے ملنے والے ہیروں نے ہمیں کروڑ پتی بنا دیا تھا۔

''یہ کام پاکستانی پاسپورٹ پر ممکن نہیں ہے۔'' میں نے سوچ کر کہا۔

''کھٹمنڈو دو نمبر پاسپورٹس کے سلسلے میں دنیا میں اول نمبر پر ہے یہاں آنے والے یورپی سیاح رقم کے لیے بڑے آرام سے اپنا پاسپورٹ بیچ دیتے ہیں اور پھر سفارت خانے سے نہ صرف دوسرا پاسپورٹ بنوا لیتے ہیں بلکہ لٹنے کا ڈرامہ کر کے مزید رقم بھی حاصل کر لیتے ہیں۔''

''سنا تو میں نے بھی ہے۔''

وسیم ہنسا۔ ''میں نے دیکھا بھی ہے۔ جب میں یہاں آیا تھا تو میرے سامنے ایک گورے نے ایک مقا... شخص کو اپنا پاسپورٹ چالیس ہزار روپے میں بیچا تھا۔ اتفاق وہ شخص میرا جاننے والا تھا اور اس نے بعد میں مجھے اصل کہانی سنائی تھی۔''

میں چونکا۔ ''کیا اب بھی تم اس شخص تک رسائی حاصل کر سکتے ہو؟''

''کوشش کروں گا۔'' اس نے کہا۔ ''اصل میں یہ بات کوئی چھ سال پرانی ہے اور میں اس کا شخص کا ٹھکانا بھی نہیں جانتا تھا۔''

''تم اس سے کس سلسلے میں ملے تھے؟''

وسیم شرمندہ ہو گیا تھا۔ ''اب آپ سے کیا چھپانا...... اصل میں، میں پاکستان سے ہیروئن لے کر گیا تھا یہاں اچھے دام بک جاتی ہے اور مجھے اسلحے کی ایک کھیپ کا سودا کرنا تھا۔ میرے پاکستان کے ایجنٹ نے مجھے ...

کا پتا دیا تھا۔ وہ ہیروئن لے کر مجھے اسلحہ دیتا۔"
"تم نے رابطہ کیسے کیا تھا؟"
"میں نے نہیں اس نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ میں ایک ہوٹل کے کمرے میں رکا تھا جو پہلے ہی میرے نام سے بک تھا۔ بہادر نے مجھ سے وہیں رابطہ کیا تھا۔"
"یہ اس شخص کا اصل نام ہے؟"
"میں یہ بھی نہیں جانتا۔ اصل میں اس قسم کے معاملات میں تجسس غیر ضروری چیز ہے۔ اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کبھی اس حال میں بھی کھٹمنڈو آؤں گا۔"
"خیر کوئی بات نہیں ہم کسی نہ کسی کو تلاش کر لیں گے۔" میں نے کہا۔ "اگر نیپال چوری کے پاسپورٹوں کے معاملے میں دنیا میں نمبر ون ہے تو وہاں قدم قدم پر ایسے لوگ ملنے چاہئیں۔"
"ایسا ہی ہے یہ لوگ خود غیر ملکیوں کو تاڑ کر ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور ان کو موقع پا کر پیش کش کر دیتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ شریف سیاح اگر انکار کرے تو یہ اسے سچ مچ لوٹ لیتے ہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کیونکہ نیپال کی حکومت اس معاملے میں بہت سخت ہے۔ اس ملک کی بیشتر آمدنی کا انحصار غیر ملکی سیاحت پر ہے اور اگر سیاحوں کو لوٹنے کے واقعات زیادہ ہوں گے تو کون یہاں آنا پسند کرے گا۔"
"اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم کسی طرح سے کھٹمنڈو تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں تو ایک تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا اور دوسرے ہم نمایاں نہیں رہیں گے کیونکہ وہاں ہر طرف غیر ملکی سیاح گھوم رہے ہوں گے۔"
"اس موسم میں سیاح کم ہی ہوں گے۔ بہرحال یہ تو وہاں جا کر پتا چلے گا۔" اس نے کہا۔
مجھے ناصر اور سونیا کا خیال آیا۔ "وہ لاہور میں ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"
وسیم نے سر ہلایا۔ "اگر ہم دبئی چلے گئے تو ان کو بھی وہیں بلا سکتے ہیں۔"
"یہ آئیڈیا اچھا ہے سب ایک جگہ جمع ہو جائیں۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔ "تم اور سادھنا، ناصر اور سونیا، پھر سفیر اور مونا یعنی ہمارے چار گھر ہو جائیں گے۔"
وسیم چونکا۔ "چوتھا گھر وہ کس کا؟"
"میرا اور بیتو کا۔"
"نہیں ہم سب ایک جگہ رہیں گے۔"
میں ہنسا۔ "دوست ساتھ رہنے کی بات سوچ کی حد تک ٹھیک ہے لیکن عملی طور پر یہ ممکن نہیں ہوتا ہے کیونکہ عورت کے ساتھ سب کی اپنی اپنی زندگی ہوتی ہے۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے کہاں جائیں جب کہ زیادہ گھروں کی صورت میں آدمی آ جا سکتا ہے۔"
"یہ بعد کی بات ہے پہلے ہم دبئی یا کسی محفوظ جگہ پہنچ تو جائیں۔"
باتیں بہت تھیں لیکن ہم نے سوچا کہ اپنا سامان ایک بار پھر چیک اور پیک کر لیا جائے اور دیکھ لیا جائے کہ کون سی چیز لے جانے والی ہے اور کون سی چھوڑنے والی۔ ہم گدھوں پر بار سامان لے آئے۔ گدھوں کو ہم نے کچھ جھاڑیوں میں باندھ دیا تھا۔ جہاں وہ سردی سے محفوظ تھے اور چر بھی سکتے تھے۔ سامان میں کچھ برقی آلات

تھے۔ یہ سب جاسوسی کے آلات تھے اور وسیم ان کو آپریٹ کرنا جانتا تھا۔ اس نے مجھے ایک چھوٹا سا آلہ دکھایا۔

''فتح خان اس کی مدد سے ہمارا پیچھا کر رہا تھا۔''

''اسے آن کر کے دیکھو آس پاس سے کوئی سگنل تو نہیں مل رہا ہے۔'' میں نے کہا۔ وسیم نے اسے آن کیا تو فوراً ہی اس میں سے بپ کی آواز آنے لگی تھی۔ وسیم فکرمند ہو گیا۔

''پاس سے کوئی سگنل مل رہا ہے جناب۔''

''کیا ہمارے پاس سے؟''

''اس نے آلے کو سامان کے ساتھ لگا لگا کر چیک کیا لیکن سگنل دینے والی چیز ہمارے آس پاس نہیں تھی۔ وسیم نے رینج چیک کی۔ ''سگنل دو سو سے پانچ سو گز کی دوری سے اور جنوب کی طرف سے آ رہا ہے۔''

میں نے وسیم کی طرف دیکھا تو اس کے اور میرے ذہن میں ایک ہی بات آئی تھی۔ اس جگہ سگنل صرف ایک شخص کے پاس سے آ سکتے تھے۔ میں نے جلدی سے رائفل اٹھالی۔ ''فتح خان آس پاس ہے۔''

وسیم بھی چوکنا ہو گیا تھا۔ ''یہ شخص اتنا ڈھیٹ ثابت ہو گا میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔''

''وہ ایسا ہی آدمی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''وہ ابھی بھی ہماری تاک میں ہے۔ کیونکہ وہ ہم پر قابو نہیں پا سکتا ہے اس لیے ہمیں نظر میں رکھے ہوئے ہے۔ جب تک اس کو مدد نہیں مل جاتی ہے۔''

وسیم کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ ''ممکن ہے اسے آج دن بھر میں مدد مل گئی ہو اور وہ اس وقت اکیلا نہ ہو۔''

وسیم کا خیال خوف ناک تھا لیکن اسے رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ واقعی اگر فتح خان کے پاس اپنے لوگوں سے رابطے کا کوئی ذریعہ تھا تو وہ آج دن میں مزید کمک حاصل کر سکتا تھا۔ جو ہیلی کاپٹر مجھے لینے آ رہا تھا۔ اس میں کمک بھی آ سکتی تھی۔ میں نے اس سے آلہ لے کر اس پر غور کیا۔ اس میں سگنل کا فاصلہ مستقل تھا۔ ''ہمیں اس کو دیکھنا ہو گا اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کر گزریں۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' اس نے کہا۔ ''میں اس آلے کی مدد سے اس کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔''

''اس کی بپ وہ بھی سن لے گا۔''

''نہیں اس کے ساتھ ایک ہیڈ فون بھی ہے۔'' اس نے ہیڈ فون نکال کر دکھایا۔

''تم نہیں میں جاؤں گا۔'' میں نے سوچ کر کہا۔

''میں کیوں نہیں؟''

''تم عقب سے مجھے کور دو گے۔ سادھنا اور بیتو کو بھی اٹھا دو۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو وسیم سادھنا اور بیتو کو اٹھانے لگا۔ ہم جس خطرے کو بظاہر کوسوں پیچھے چھوڑ آئے تھے وہ اچانک ہی ہمارے سروں پر آ گیا تھا۔ بیتو اور سادھنا بھی یہ سن کر ہراساں ہو گئے تھے۔

''فتح خان یہاں؟'' سادھنا نے بے یقینی سے کہا۔

''امکان تو یہی ہے ورنہ اور کس کے پاس سے سگنل آ سکتا ہے۔'' میں نے کہا اور اسی لمحے مجھے یاد آیا۔ ''بیتو کے سوئیٹر سے نکلنے والی چپ فتح خان نے لے لی تھی اور شاید وہی چپ اس وقت سگنل دے رہی ہے۔''

''تم اور بیتو یہاں رہو گے اور پوری طرح ہوشیار رہو گے۔'' وسیم نے ان سے کہا۔ ''میں اور شہباز

صاحب باہر جائیں گے۔"

"اگر وہ زیادہ ہوئے تو؟" بیتو نے پوچھا۔

"تب ہم ان کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔ "فائرنگ کی آواز سن کر تم لوگ الرٹ رہنا اور اس طرف آنے والے کسی بھی اجنبی کو شوٹ کر دینا۔"

"لیکن دیکھ بھال کر۔" وسیم نے کہا۔ "اور منے خاص طور سے تم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مجھ سے چھٹکارا مت حاصل کر لینا۔"

بیتو خفگی سے بولا۔ "کیسا بات کرتا ہے وسیم بھائی...... آپ کی جگہ ہم اپنی جان قربان کر دے۔"

"اب چلو۔" میں نے وسیم سے کہا۔

ہم جھاڑیاں ہٹائے بغیر ایک طرف سے نکلے اور تاریکی میں رینگ گئے تھے۔ ہمارا ارادہ دور سے گھوم کر جانے کا تھا۔ ہم فتح خان اور اس کے ساتھیوں کو بے خبری میں جا لینا چاہتے تھے۔ اس طرف درختوں میں تاریکی تھی۔ ابھی آلے کا ہیڈ فون وسیم کے کان سے لگا ہوا تھا۔ اور وہ اس طرف لے جا رہا تھا جس طرف سے سگنل آ رہے تھے۔ ایک جگہ رک کر اس نے ہیڈ فون اور آلہ میرے حوالے کیا۔

"وہ سو گز کے اندر ہے۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔ اگرچہ ہوا کی سائیں سائیں میں یہ سرگوشی مجھے بھی مشکل سے سنائی دی تھی لیکن احتیاط بہتر تھی۔ اس نے آلہ بھی میرے حوالے کر دیا۔ "میں مزید نیچے سے جا رہا ہوں۔ آپ اسی طرف سے جائیں۔"

میں سیدھ میں چل پڑا تھا۔ آلہ بتا رہا تھا کہ سگنل بالکل سیدھ سے آ رہا ہے۔ اس طرف چند درخت پاس پاس تھے۔ ممکنہ طور پر فتح خان وہیں موجود تھا۔ وہ بارودی سرنگ کے دھماکے کے بعد جتنی پھرتی سے غائب ہوا تھا اس سے مجھے لگا تھا کہ وہ کسی آبادی میں پہنچ کر دم لے گا لیکن وہ کمال ڈھٹائی سے ہمارا پیچھا کر رہا تھا۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ وہ زخمی نہیں ہوا تھا یا ہوا بھی تھا تو معمولی سا زخمی تھا۔ درختوں کے قریب پہنچ کر میں بہت محتاط ہو گیا تھا۔ میں زمین سے چپک گیا اور بہت سست روی سے سرکنے لگا تھا۔ یہ چند گز کا فاصلہ میں نے کوئی دس منٹ میں طے کیا تھا۔ اب میں ایک درخت کی آڑ میں تھا۔ میں نے اندر جھانکا تو مجھے تاریکی میں ایک بہت دھندلا سا ہیولہ نظر آیا تھا۔ فتح خان یا کوئی اور شخص سردی سے بچنے کے لیے بالکل گول مول ہو کر سو رہا تھا۔ میں نے اطمینان محسوس کیا۔ اگر وہ فتح خان بھی تھا تب بھی اسے باہر سے مدد لینے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اور وہ بس ہمارے پیچھے تھا کہ ہمیں نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے۔ البتہ اس کا مسلح ہونا یقینی تھا۔ میں بہت آہستہ سے درختوں میں داخل ہوا تھا۔

فتح خان کی ہلکی سبز جیکٹ تاریکی میں کسی قدر نمایاں تھی۔ میں نے اندازے سے اس جگہ رائفل کی نال رکھی جہاں فتح خان کا سر ہونا چاہیے تھا لیکن نال ذرا زیادہ ہی آگے چلی گئی تھی۔ اس جگہ فتح خان کا سر نہیں تھا اس کا سر میرے عین عقب میں تھا کیونکہ اسی لمحے ایک سرد سی چیز آ کر میرے سر سے لگ گئی۔ "شہباز خان حرکت مت کرنا۔" فتح خان نے سرگوشی کی۔ اس نے بہت چالاکی سے مجھ ٹریپ کر لیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ہم چپ کا سگنل دیکھ کر لازمی آئیں گے۔

میں پہلے ہی ساکت ہو گیا تھا۔ ''او کے میں حرکت نہیں کرتا لیکن اپنی سانس اور دل کی دھڑکن نہیں روک سکتا۔''

''اپنا رائفل بہت آہستہ سے پیچھے دے دو۔'' اس نے میری بات پر غور کیے بغیر دوسرا حکم دیا۔ میں نے اس بار بھی تعمیل کی۔ اس نے رائفل لے لی لیکن میرے سر سے پستول کی نال نہیں ہٹائی تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اتنی تاریکی میں بھی اسے صاف نظر آ رہا تھا۔ ''اب بہت آہستہ سے اٹھو اور یہاں سے نکلو۔''

میں اس کے ساتھ ہی درختوں سے نکلا تھا۔ ''تم کو معلوم تھا کہ ہم نے سگنل دیکھ لیا ہے؟'' میں نے پوچھا

فتح خان بالکل میرے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے ایک عجیب سی عینک پہن رکھی تھی جس کے شیشے سبز رنگ کی روشنی سی دے رہے تھے۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ اس نے رات میں دیکھنے والی عینک لگا رکھی تھی اسی وجہ سے وہ گھپ اندھیرے میں بھی ہمیں دیکھ رہا تھا اور اس نے ہم پر پوری طرح نظر رکھی تھی۔ وہ مسکرایا تو اس کے سفید دانت جھلکنے لگے تھے۔

''چپ ہم نے خود ابھی باہر کیا تھا۔ اس کا ایک پیکٹ ہوتا ہے جب تک اسے باہر نہیں نکالو یہ سگنل نہیں دیتا ہے۔''

اب یہ اتفاق ہی تھا کہ اسی وقت ہم نے بھی سگنل دیکھنے والا آلہ نکالا تھا اور سگنل دیکھ لیا۔ ''جب تم چھپ کر آرام سے ہمارا پیچھا کر رہے تھے تو اس طرح سامنے آنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔''

''ضرورت پڑ گئی تھی۔'' وہ بولا۔ ''ادھر سردی بہت ہے ہم آگ کے بغیر مر جاتا اور آگ تمہارے پاس ہے۔''

''تو تمہارے خیال میں کیا ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔'' میں نے کہا۔

''تمہارا خیر ہے۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔ ''تمہارا ساتھ ہمارا آنکھ مچولی چلتا ہے۔ پر فتح خان سردی سے مر جائے یہ ہمارا توہین ہے۔''

''قدرت انسان سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔ ''اس دنیا کے اکثر لوگ قدرت کے ہاتھوں دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔''

''اب چلو۔'' اس نے پستول کا دباؤ میری پشت پر ڈالا۔ ''خیال رکھنا تمہارا یا تمہارے ساتھی کوئی بھی غلط حرکت تمہارا وفات کا سبب بن جائے گا۔''

''فتح خان تم مجھے اور میرے ساتھیوں کو اچھی طرح جان گئے ہو ہم میں سے کوئی بھی خودکشی کا شوقین نہیں ہے۔ اس لیے تم بے فکر رہو۔''

''تم خودکشی کا شوقین نہیں ہے لیکن تمہارے سر میں کسی شیطان کا دماغ فٹ ہے۔ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تم ہمارا بارودی سرنگ ہمارے خلاف استعمال کر لے گا۔''

''دشمن کے خلاف ہمیشہ وہی کام کرنا چاہیے جس کا وہ سوچ بھی نہیں۔'' میں بولا اور چٹان کی طرف بڑھا۔ فتح خان بہت محتاط انداز میں میرے بالکل پیچھے تھا۔ وہ شاید وسیم کو تلاش کر رہا تھا لیکن وسیم اسے نظر نہیں آیا تھا۔

''تمہارا جوڑی دار کدھر ہے۔''

''پتا نہیں تم نے ہم پر پوری نظر رکھی تھی اور وہ مجھ سے الگ ہو کر نیچے کی طرف گیا تھا۔ اب مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے۔''

''تم زیادہ چالاک مت بنو۔'' اس نے سفاک لہجے میں کہا۔ ''ابھی اس کو بلاؤ۔ اپنے ساتھیوں کو بلاؤ دو منٹ کے اندر ورنہ ہم تمہارا بھیجا نکال دے گا۔''

''تم خود آواز دے لو۔'' میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

ہماری آوازیں سن کر بیتو اور سادھنا جھاڑیوں سے جھانکنے لگے۔ انہوں نے میرے عقب میں فتح خان کو دیکھ کر جان لیا تھا کہ میں پھنس گیا ہوں۔ فتح خان نے بلند آواز سے کہا۔ ''تم لوگ باہر آ جاؤ ورنہ ہم شہباز خان کو گولی مار دے گا۔''

''تم بے شک مجھے گولی مار دینا۔'' میں نے بے زاری سے کہا۔ ''لیکن خدا کے لیے مجھے بار بار شہباز خان کہنا چھوڑ دو۔''

''تم ہم کو اپنا اپنا لگتا ہے۔'' وہ آواز سے مسکراتا ہوا لگ رہا تھا۔ ''اس لیے ہم تم کو شہباز خان کہتا ہے۔ خیر اب تم کو اچھا نہیں لگتا تو نہیں بولے گا۔ ابھی تو اپنے ساتھی کو بولو سامنے آئے۔ وہ اس جگہ سے دور نہیں جا سکتا ہے اس لیے وہ لازمی چھپا ہوا ہے۔ ہم دس تک گنے گا اس کے بعد تمہارا پاؤں میں گولی مارے گا۔''

سادھنا نے فتح خان کی دھمکی سن لی تھی۔ وہ بے ساختہ چیخنے لگی۔ ''وسیم وسیم کہاں ہو تم سامنے آؤ۔''

''سادھنا چپ رہو۔'' میں نے اسے ڈانٹا لیکن وہ وسیم کو پکارتی رہی۔ جب وسیم سامنے نہیں آیا تو فتح خان نے بلند آواز سے گنتی گننا شروع کر دی تھی۔ وہ رک رک کر گن رہا تھا اور آواز جان بوجھ کر بلند رکھی تھی۔ ساتھ ہی وہ کمنٹری بھی کر رہا تھا۔

''سات...... تم کیسا دوست ہے ادھر دوست کا جان پر بنا ہے اور تم چھپا ہوا ہے۔ بزدل سامنے آؤ۔''

''فتح خان وہ تمہارے ممکنہ ساتھیوں کو دیکھنے نیچے گیا ہوا ہے اس لیے وہ تمہاری آواز نہیں سن پا رہا ہو گا۔''

''اچھا۔'' فتح خان بولا۔ ''ابھی ہم دس گن کر تمہارے پاؤں میں گولی مارے گا تو اس کا آواز تو وہ سن لے گا۔''

''فتح خان تم بے کار کوشش کر رہے ہو میں کسی صورت تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ تم کوشش کرو گے تو لازمی طور پر ہم میں سے کسی ایک کی جان جائے گی۔''

''ہو سکتا ہے۔'' اس نے مجھ سے اتفاق کیا اور گنتی جاری رکھی۔ ''نو...... کدھر ہے تم؟''

''میں یہاں ہوں۔'' وسیم ایک درخت کے پیچھے سے نکل آیا تھا۔

''اپنا رائفل پھینک دو۔'' اس نے وسیم کو حکم دیا۔ اس نے رائفل ایک طرف پھینک دی تھی۔

''اب اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ ادھر سامنے آؤ۔'' فتح خان نے دوسرا حکم دیا۔

وسیم ہاتھ اوپر کر کے سامنے آ گیا تھا۔ سادھنا اور بیتو بھی باہر نکل آئے تھے۔ فتح خان نے سادھنا کی طرف دیکھا۔ ''اس چھوکری کو تم لے کر کہاں گھوم رہا ہے۔''

''فتح خان کام کی بات کرو۔'' میں نے منہ بنا کر کہا۔ ''میرا خیال ہے تم کو سردی لگ رہی تھی۔''

ان لوگوں کی طرف سے مطمئن ہو کر اس نے پستول میری پشت سے ہٹالیا اور سامنے آ گیا۔ ''کام کا بات یہ ہے کہ ہم بہت تھکا ہوا اور بھوکا ہے لیکن پہلے ہم تم کو باندھے گا۔ رسی مسی تو تم ساتھ لے آیا تھا وہ کام آئے گا۔ پھر ہم کھانا کھائے گا اور اس کے بعد سوئے گا۔''

''تم ہمیں کہاں باندھو گے؟''

''ادھر درخت کے ساتھ۔'' اس نے چٹان کے ساتھ موجود چند چھوٹے تنوں والے درختوں کی طرف اشارہ کیا۔

''یہاں تو ہم رات بھر میں سردی سے ٹھٹھر کر مر جائیں گے۔'' وسیم بولا

''نہیں مرے گا، بس ذرا سردی لگ جائے گا اس کا بھی ہمارے پاس علاج ہے۔ سامان میں بہترین ولایتی شراب ہے۔''

''وہ ہم ضائع کر چکے ہیں۔'' میں نے اسے اطلاع دی۔

وہ اچھل پڑا۔ ''ضائع کر دی، تمہارا بیڑا غرق ہو یہ کیا کیا؟''

''اب تم کس طرح گرم رکھو گے۔''

''اب تمہارا سزا ہو گا تم رات بھر درخت سے بندھا سردی سے ٹھٹھرے گا۔'' وہ غرایا۔ شراب ضائع ہونے کی اطلاع نے اسے مشتعل کر دیا تھا۔ اس نے میری طرف پستول کیا تھا۔ ''تم ان سب کو باندھے گا اور پھر ہم تم کو باندھے گا۔ پر یاد رکھنا ہم سب کا گرہ دیکھے گا جس کا گرہ ہم کو ڈھیلا لگا اس کے ہم گولی مار دے گا۔ سب کو ٹائٹ باندھنا۔''

وسیم اب تک خاموش کھڑا تھا مجھے معلوم تھا کہ اس کے پاس کوئی اور ہتھیار نہیں تھا۔ ایک پستول تھا اور باقی رائفلیں تھیں لیکن فتح خان کو شاید پستول کا علم نہیں تھا اس لیے وہ ہماری طرف سے مطمئن تھا کہ ہم نہتے ہیں۔ ہم ابھی تک کھلی جگہ میں کھڑے تھے اس لیے فتح خان نے ابھی تک نائٹ ویژن عینک پہن رکھی تھی۔ وسیم نے اچانک ہی حرکت کی تھی۔ میں سمجھا کہ اس نے پستول نکال لیا ہے۔ اور میں فتح خان کے متوقع ردِعمل سے بچنے کے لیے نیچے گر گیا تھا۔ مگر خلاف توقع گولی کی آواز کے بجائے وسیم کی طرف سے ایک تیز روشنی کی دھار فتح خان کے چہرے پر پڑی تھی۔ اس کے حلق سے دھاڑ نکلی تھی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ اوپر گیا اور میں نے اس کے پیروں پر اپنے دونوں پاؤں جوڑ کو مارے۔ وہ منہ کے بل میرے سامنے گرا تھا۔ میں نے اگلا وار اس کے پستول والے ہاتھ پر کیا تھا۔ پستول اس کے ہاتھ سے اُڑ گیا تھا لیکن وہ اس کی پروا کیے بغیر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دھاڑ تا رہا تھا۔ میں نے پستول کی طرف توجہ دیئے بغیر پھرتی سے اٹھ کر فتح خان کو عقب سے قابو کر لیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کر کے جکڑ لیے اور بیتو نے آ کر اس کی تلاشی لی تھی۔ اس کے پاس سے ایک خنجر نکلا تھا۔ اس کے علاوہ صرف پستول تھا۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔

''یہ تم نے کیا کیا تھا؟''

''یہ بہت تیز روشنی والی ٹارچ ہے اسے بیم لائٹ کہتے ہیں۔'' وسیم نے مجھے ٹارچ دکھائی۔ ''اسے ایک

طرح کی ہلکی لیزر لائٹ سمجھ لیں۔ اس نے جو عینک پہن رکھی تھی یہ بہت ہلکی سی روشنی کو بھی بہت بڑھا کر دکھاتی ہے اور آدمی کی آنکھیں اتنی روشنی برداشت نہیں کر سکتی ہیں۔ یہ تو بہت تیز روشنی تھی۔'' وسیم نے وضاحت کی۔ ''یہ کم سے کم عارضی طور پر اندھا ہو گیا ہے اور ممکنہ اس کی آنکھوں کو بہت زیادہ نقصان ہوا ہو اور اب یہ کبھی بھی نارمل انداز میں نہ دیکھ سکے۔''

فتح خان نے اپنی چیخوں پر قابو پا لیا تھا۔ اس نے وسیم سے کہا۔ ''اگر ایسا ہوا تو میں تجھے چھوڑے گا نہیں۔''

''اچھا ابھی کیا تم ہمیں چھوڑنے جا رہے تھے؟'' وسیم نے طنز کیا۔

بیتو نے رسی لا کر فتح خان کے ہاتھ عقب سے باندھ دیئے اور ہم اسے چٹان تلے لے آئے۔ سادھنا پہلے ہی اندر گھس گئی تھی۔ الاؤ میں آگ کم ہو رہی تھی اس لیے اس میں مزید لکڑی ڈالی گئی۔ فتح خان کو میں نے آگ کے پاس بٹھا دیا اور بولا۔ ''اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار۔''

وہ ابھی تک تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ''ہم اپنے کیے پر کبھی نہیں پچھتایا۔''

اسے سوائے تمہاری ڈھٹائی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔'' میں نے وسیم سے ٹارچ لے کر اس کا معائنہ کیا۔ اس میں خاص چھوٹے چھوٹے بلب استعمال ہوئے تھے جن کو ایل ای ڈی کہا جاتا ہے۔ یہ کم بجلی خرچ کر کے بہت تیز روشنی دیتے ہیں۔ آج کل تو ان کی ٹارچیں اور ایمرجنسی لائٹس عام ہو گئی ہیں لیکن اس وقت یہ عام استعمال میں نہیں آتے تھے۔ ٹارچ کے بعد میں نے فتح خان کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ اسے ابھی تو بالکل نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے بالکل اندھیرا ہے لیکن میں اس کے بیان پر اعتماد کر کے اسے ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ کے ساتھ پاؤں بھی باندھ دیئے تھے۔ سادھنا اور بیتو پھر سو گئے۔ اب خطرہ اتنا نہیں رہا تھا اس لیے وسیم نے اصرار کر کے مجھے بھی سونے پر مجبور کر دیا۔

''آپ کل بھی ساری رات جاگتے رہے تھے۔'' اس نے کہا۔ ''آگے سفر کے لیے آپ کا جاگتے رہنا ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے لیکن تم اسے کچھ کھلا دینا۔'' میں نے فتح خان کی طرف اشارہ کیا۔ اور سونے کے لیے الاؤ کے پاس ہی دراز ہو گیا۔ ایک منٹ کے اندر میں سو چکا تھا اور پھر میری آنکھ کھلی تو دھوپ پھیل چکی تھی۔ میں گہری نیند سویا تھا۔ اور ساری کسل مندی دور ہو گئی تھی۔ وسیم کافی تیار کر رہا تھا اور اصل میں اس کی خوشبو سے میری آنکھ کھلی تھی۔ سادھنا فتح خان سے بات کر رہی تھی اور وہ اسے بتا رہا تھا کہ میری اور اس کی دشمنی کس طرح سے شروع ہوئی۔ بیتو سامان گدھوں پر بار کر رہا تھا۔ وہ ناشتہ کر چکے تھے۔ میں نے منہ دھویا اور کلی کر کے کافی لی۔ میرا ناشتے کا موڈ نہیں تھا اس لیے کافی کے بعد روانگی کے لیے کہا۔

''آپ ناشتہ تو کر لیں۔'' سادھنا بولی۔ پھر فتح خان کی طرف اشارہ کیا۔ ''اسے تو کچھ نظر نہیں آ رہا یہ کیسے چلے گا؟''

''تم فکر مت کرو یہ اچھی طرح چلے گا۔'' میں نے کہا اور بیتو سے بولا۔ ''اس کے ہاتھ کی رسی ایک گدھے کی دم سے باندھ دو یہ اس کے ساتھ ساتھ چلے گا۔''

''ہم گدھے کے ساتھ چلے گا۔'' فتح خان نے مردہ لہجے میں کہا۔

''جب گدھے کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو تم کو کیا مسئلہ ہے؟'' وسیم نے طنز کیا۔ وہ اس سے خار کھائے ہوئے تھا۔ اگر فتح خان اپنے پلان میں کامیاب ہو جاتا اور مجھے اکیلے بھیج دیتا تو ظاہر ہے اس کے بعد وسیم، سادھنا اور بیتو کی زندگیوں کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ فتح خان نے اقرار کیا تھا کہ وہ ان تینوں کو مار دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ خلاف توقع سادھنا نے کہا۔

''یہ زیادتی ہے۔ یہ دشمن سہی لیکن انسان ہے۔ ہمیں اس کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔''

''تب تم بتاؤ یہ کیسے سفر کرے گا؟'' وسیم خفگی سے بولا۔

''اسے گدھے پر بٹھا دو۔ اس حالت میں اس کا چلنا ٹھیک نہیں ہے۔''

سادھنا کی بات ٹھیک تھی۔ فتح خان دشمن سہی مگر اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ پیدل سفر کر سکتا۔ اس لیے اسے گدھے پر بٹھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس گدھے پر کھانے پینے کا سامان تھا اس پر فتح خان کو سوار کیا گیا تھا۔ وہ رات کو خوب سویا تھا۔ بلکہ بقول بیتو کے میرے مقابلے پر سوتا رہا تھا۔ اس لیے بالکل تازہ دم تھا۔ دوسرے گدھے پر اضافی اسلحہ اور دوسرا سامان تھا۔ ہم نے تمام کام کی چیزیں سنبھال لی تھیں اور کچھ ایسی چیزیں جن کی ضرورت نہیں تھی اور وہ بے کار میں بوجھ تھیں وہ وہیں چھوڑ دیں۔ مجھے یاد تھا کہ بیتو نے فتح خان اور اس کے ساتھیوں کے پاس سلیپنگ بیگز کا ذکر کیا تھا لیکن ان کے سامان سے ایسی کوئی چیز نہیں نکلی تھی میں نے فتح خان سے ان کے بارے میں پوچھا۔

''تم لوگوں کے پاس کچھ گرم سلیپنگ بیگز تھے وہ کہاں ہیں؟''

''میرے ایک آدمی کی حماقت سے سلیپنگ بیگ والا تھیلا ایک کھائی میں گر گیا تھا اور اس میں اترنا بھی بہت مشکل تھا پھر ہم تمہارے پیچھے تھے اس لیے وہ وہیں رہ گئے۔''

اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میں نے اس سے پوچھ لیا۔ ''تمہارا کیا اندازہ ہے کہ نیپال کی سرحد یہاں سے کتنی دور ہوگی۔''

فتح خان ہنسا۔' سرحد...... تم لوگ اس وقت نیپال میں ہو سرحد تو کل کسی وقت عبور کر لی تھی۔''

''تم سچ کہہ رہے ہو؟'' میں نے بے یقینی سے پوچھا۔

''پورا یقین تو مجھے بھی نہیں ہے لیکن ہم نے جس غار میں تم کو گھیرا تھا وہ نیپال کی سرحد سے کچھ ہی دور تھا۔ اس سے اگلے روز تم سفر کرتے رہے اور میں تمہارا پیچھا کرتا رہا۔''

''فتح خان تم کیا سوچ کر ہمارا پیچھا کرتے رہے۔ کیا تم کو اپنی جان کا خوف نہیں تھا؟''

''خوف تو تھا لیکن ہم تم کو لے کر جانا چاہتا تھا۔ جب ہمارا آدمی مارا گیا تو بھی ہم تم کو نظر میں رکھ سکتا تھا۔ بعد میں اور آدمی بلوانا مسئلہ نہیں تھا۔''

''تمہارے پاس رابطے کا ذریعہ نہیں تھا؟''

''وہ تو ہے لیکن اسی سامان میں ''اس نے کہا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس سامان میں ایک چھوٹا سا لیکن طاقتور ریڈیو ہے۔'' وسیم نے تصدیق کی۔

''فتح خان تمہاری بدقسمتی کہ تم ناکام رہے، ورنہ تم لوگوں نے پلاننگ زبردست کی تھی۔''

وہ پھیکے انداز میں مسکرایا۔ ''شہباز خان کبھی کبھی ہم کو لگتا ہے ہم تمہارے سامنے ہمیشہ ناکام رہے گا۔''

''خیر یہ تو ممکن نہیں ہے کیونکہ کوئی ناکامی یا کامیابی سدا نہیں رہتی ہے۔'' میں نے فلسفیانہ انداز میں کہا اور روانگی کا اشارہ کیا۔ فتح خان کی یہ بات حوصلہ افزا تھی کہ ہم سرحد عبور کر کے نیپال میں داخل ہو گئے تھے لیکن یقین تو فتح خان کو بھی نہیں تھا۔ اس لیے جب تک ہم کسی آبادی کے پاس نہیں پہنچ جاتے ہم تصدیق نہیں کر سکتے تھے۔ ایک پتلی سی پہاڑی پگ ڈنڈی پر ہمارا سفر جاری تھا جس کے دونوں طرف کھائی تھی۔ یہ بہت خطرناک لگ رہی تھی مگر آگے جانے کا واحد راستہ یہی تھا۔ اس لیے ہم سنبھل کر سفر کرتے رہے۔ سب سے زیادہ فکر ہمیں گدھوں کی تھی کیونکہ ان پر ہمارا سامان لدا ہوا تھا۔ جب سادھنا تھک جاتی تھی تو اسلحے والے گدھے سے سامان اتار کر اسے سوار کر لیتے تھے۔ آج اس کی حالت بہت بہتر تھی وسیم نے کہا۔

''اس کا اندر کا زخم بھی تقریباً بھر گیا ہے۔ دو دن میں یہ بالکل فٹ ہو جائے گی۔''

''بہت ہمت والی لڑکی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''ورنہ یہ جن نازوں میں پلی ہے کوئی اور لڑکی ہوتی تو کب کا ہمارا ساتھ چھوڑ چکی ہوتی۔''

''جناب ہمیں اس کی شناخت بدلنا ہوگی۔'' وسیم نے کہا۔ ''ورنہ اس کا بھارتی شہری ہونا ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا۔ آج کل سرحد کے دونوں طرف جیسے حالات چل رہے ہیں۔ اس صورت میں ہمیں اور بھی محتاط رہنا ہوگا۔''

''تم نے ٹھیک کہا۔'' میں نے غور کیا۔ ''پاکستان جا کر ہمیں اس کے کاغذات بنوانا ہوں گے۔''

اس اطلاع نے ہمیں پُر جوش کر دیا تھا کہ ہم تقریباً نیپال پہنچ گئے تھے صرف تصدیق ہونا باقی تھی۔ کچھ دیر بعد فتح خان کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ ''جب ہم نیپال میں ہیں تو تم اپنے اوپر والوں سے مدد کیسے حاصل کرتے۔''

وہ مسکرایا۔ ''ہم جس کے لیے کام کرتا ہے اس کے لیے سرحد کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ تو نیپال انڈیا کا سرحد ہے اس کے لیے تو انڈیا پاکستان کا سرحد بھی مسئلہ نہیں ہے۔''

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ڈیوڈ شا کا ذکر کر رہا تھا۔ مجھے راجا عمر دراز کا خیال آیا اور ندامت ہوئی کہ میں نے اب تک فتح خان سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ ''ڈیوڈ شا یہاں کب سے ہے؟''

''ہم نے ڈیوڈ شا کا نام کب لیا؟'' وہ مکاری سے بولا۔

''اچھا اچھا وہ جو تمہارا مجازی باپ ہے وہ کب سے یہاں ہے؟'' میں نے بھنا کر پوچھا۔

''ہم کو نہیں معلوم جب ہم کو پاکستان سے بلوایا تھا تو وہ یہیں تھا۔ اس نے ہم کو تمہارا تلاش پر لگا دیا۔''

''کلکتہ کے راستے میں تمہارے آدمیوں نے مجھ پر حملہ کر کے اغوا کر لیا تھا؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''ہاں وہ ہمارا آدمی تھا لیکن کرائے پر کام کر رہا تھا۔ تم بہت چالاک ہے نکل کر بھاگ گیا۔''

''آج کل میں یہی کام کر رہا ہوں۔''

''ہم نے صاحب سے کہا تھا کہ تم ایسے قابو نہیں آئے گا۔ جو شخص بھارتی فوج کو اس طرح نچا دے وہ ان

معمولی لوگوں کے ہاتھ کیسے آتا۔"

میں چونکا۔"یہ بات تم لوگوں کو بھی معلوم ہے۔"

"ہم کو کیا یہ بات تو اب بہت سارے لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے۔تم ادھر جتنا اینٹی انڈیا مومنٹ ہے اس کا ہیرو بن گیا ہے۔ بہت سارا لوگوں نے تمہارا اس کر کام کرنے سے انکار کر دیا۔"

میں ہنسا۔"اچھا مجھے معلوم ہی نہیں کہ میں اتنا بڑا ہیرو بن گیا ہوں لیکن سچی بات ہے اس میں میری صلاحیتوں کو کم دخل ہے۔اس میں اصل کمال بھارتی فوج کی نااہلی کا ہے۔میں نے ان کو جتنا دیکھا ہے یہ صرف نہتے اور عام لوگوں سے لڑنے والی فوج ہے جہاں اس کے خلاف کوئی ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے یہ الٹے قدموں پلٹ جاتی ہے۔اپنے ہی ملک کے عام قبائلیوں کے خلاف انہوں نے طاقت کا اندھادھند استعمال کر کے مجھے حیران کر دیا تھا۔کشمیر کا تو ساری دنیا کو علم ہے لیکن اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کے خلاف یہ اس حد تک چلے جائیں گے کہ ان پر مسلح گن شپ سے حملہ کر کے ان کے پرخچے اڑادیں گے میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

فتح خان کو اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے نے بات بدل دی۔"اسی وجہ سے صاحب کی تم میں دلچسپی بڑھ گئی ہے۔جب اسے پتا چلا کہ تم یہاں ہو تو اس نے مجھے بلا لیا۔"

"اب تمہارا صاحب کہاں ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم، لیکن ہے وہ انڈیا میں کیونکہ میری اس سے ہمیشہ انڈیا کے کسی نمبر سے بات ہوتی ہے۔"

بے چارے فتح خان کو نہیں پتا تھا کہ یہ انٹرنیٹ کا دور ہے اور اس میں کوئی شخص دنیا کے کسی بھی گوشے سے کال کر سکتا ہے اور کال وصول کرنے والے کو مقامی نمبر ہی ملے گا۔

"راجا عمر دراز بھی یہیں ہے۔"میں نے اسے بتایا۔

"میں جانتا ہوں لیکن وہ اچانک ہی غائب ہو گیا ہے۔"فتح خان نے جواب دیا۔"صاحب کا خیال ہے اس کے اس طرح غائب ہونے میں اس کی کوئی چال ہے۔"

"ممکن ہے اس کے غائب ہونے میں تمہارے صاحب کی کوئی چال ہو؟"میں نے طنز کیا۔

وہ مکاری سے مسکرایا۔"ممکن ہے یہ صاحب لوگ کا آپس کا معاملہ ہے۔وہی جانے۔"

"عمر دراز کا حکیم قادس ابھی تک تمہارے صاحب کے قبضے میں ہے۔"

"وہ جو ڈیوڈ صاحب کے قبضے میں ہے۔"

میں نے دانت پیسے وہ بہت چالاک آدمی تھا کسی صورت اقرار نہیں کر رہا تھا۔"وہی......وہی۔"

"جہاں تک ہم کو معلوم ہے وہ ڈیوڈ صاحب کے پاس ہی ہے۔وہ اس سے کام لے رہا ہے۔"

راجا عمر دراز اگر ڈیوڈ شا کے قبضے میں نہیں تھا تو پھر کہاں تھا۔رانا ویاس نے بتایا تھا کہ اس کی کار خالی ملی تھی جس میں وہ اس کے محل سے نکلا تھا۔فتح خان اس بارے میں کچھ جانتا بھی تھا تو اس نے مجھے بتایا نہیں تھا۔وہ بہت مکار آدمی تھا اس سے اس کی مرضی کے خلاف کچھ اگلوا لینا ممکن نہیں تھا۔وہ تشدد کے سامنے جھکنے والا آدمی بھی نہیں تھا۔میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس کا معائنہ کر رہا تھا اور کبھی کبھی مجھے شبہ ہوتا تھا کہ اسے نظر آنا شروع ہو

گیا ہے۔ کم سے کم تھوڑا بہت نظر آ رہا تھا۔

''اب تمہاری آنکھ کی تکلیف کیسی ہے؟''

''تکلیف تو نہیں ہے پر نظر کچھ نہیں آ رہا ہے۔'' اس نے کہا۔

دوپہر میں ہم ایک جگہ رکے تھے۔ تھوڑا بہت کھا پی کر اور آرام کر کے آگے روانہ ہوئے تھے۔ سہولت کی چیزیں مل جانے سے سفر اتنا دشوار نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی سفر ہی تھا۔ شام تک سب کا تھکن سے برا حال ہو جاتا تھا وررات بھی کون سا سکون ملتا تھا۔ بس نیند پوری ہو جاتی تھی ورنہ جسم تو ایسے ہی بے آرام رہتا تھا۔ اس لیے سب کی شدید خواہش تھی کہ کسی بستی تک پہنچ جائیں جہاں ہم کو رات گزارنے کے لیے ایک چھت اور آرام دہ نہ سہی بستر ہی مل جائے۔

اب تک ہم بالکل کسی غیر آباد علاقے میں سفر کر رہے تھے۔ یہاں انسانی آبادی کا کوئی نشان نظر نہیں آیا تھا۔ جس علاقے میں انسان آباد ہوتے ہیں وہ خود اپنا حال بتا دیتا ہے۔ وہاں آمد و رفت سے راستے بن جاتے ہیں اور زمین و پودوں کی صورت میں غیر فطری تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔ مجھے ابھی تک ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی تھی۔ لگتا تھا ہم غلطی سے کسی بہت ہی غیر آباد علاقے میں آ نکلے تھے۔ کیونکہ کئی دن گزرنے کے باوجود کسی غیر متعلق شخص کی صورت نظر نہیں آئی تھی۔

اس رات کو ہمیں ایک نالے میں جگہ مل گئی تھی۔ نالہ خشک تھا اور یہاں ہم سردی اور ہوا سے خاصی حد تک محفوظ تھے۔ فتح خان کو باندھ کر ہم میں سے ایک اس کی نگرانی کرتا رہا تھا اور باقی سو گئے تھے۔ میں سب سے آخر میں جاگا تھا۔ ابھی صبح ہونے میں چار گھنٹے تھے لیکن سات گھنٹے کی بھرپور نیند نے مجھے تازہ دم کر دیا تھا۔ میں نے اٹھ کر اپنے لیے کافی بنائی۔ فتح خان بھی جاگ گیا تھا۔ اس نے للچائے انداز میں کافی کی خوشبو کو سونگھا تو میں نے اپنے بعد اس کے لیے بھی کافی نکال لی، اسے اپنے ہاتھوں سے پلانے لگا۔ پھر میں ہنسا۔ ''فتح خان تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کس دشمن سے واسطہ پڑا ہے۔''

وہ سنجیدہ ہو گیا۔ ''سچی بات ہے شہباز خان کبھی کبھی ہم کو خیال آتا ہے کہ تم سے دشمنی کی وجہ پرانی ہو گئی ہے۔ قصور شینا کا تھا لیکن ہم اپنی قسم سے مجبور ہے۔''

''تم نے کیا یاد دلا دیا۔'' میں نے سرد آہ بھری۔ ''میری تمام مصیبتوں کا آغاز اسی خاتون سے ہوا تھا۔''

''ہم آج تک اس کو نہیں بھولا۔'' اس نے بھی ٹھنڈی سانس لی۔

''لیکن اِدھر اُدھر منہ مارنے سے باز نہیں آئے۔'' میں نے طنز کیا۔ ''مجھے اس بے چاری کا خیال آتا ہے جسے تم زبردستی لے گئے تھے اور اس کو کھیل بنا لیا تھا۔''

''میں نے اس سے نکاح کیا تھا۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''اس نکاح کی حقیقت مجھے معلوم ہے۔ تم کو پتا ہے وہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی تھی۔''

فتح خان بری طرح چونکا تھا۔ ''نہیں ہم کو نہیں معلوم...... پر کیا یہ سچ ہے؟''

''سو فیصد...... میں نے خود اس کی بدلی ہوئی جسمانی حالت دیکھی تھی۔''

''شہباز خان وہ کہاں ہے؟'' اس نے مضطرب ہو کر کہا۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم عمر دراز نے اسے اس کے باپ سمیت کہیں بھیج دیا تھا۔"

"وہ میرے بچے کی ماں بننے والی تھی کاش مجھے معلوم ہوتا تو میں کسی صورت اسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔"

"اسی بات سے اندازہ لگا لو کہ تم اسے بیوی سمجھتے تھے یا رکھیل، آدمی اپنی بیوی کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور اسے کسی صورت نہیں چھوڑ سکتا جب کہ تم نے پلٹ کر اس بے چاری کو پوچھا بھی نہیں تھا۔"

فتح خان چپ ہو گیا تھا۔ اپنے بچے کے بارے میں سن کر اس میں زبردست تغیر آیا تھا۔ روشنی ہونے پر میں نے سامان سے دوربین نکالی۔ اور نالے سے اوپر آیا لیکن اس سے پہلے میں نے وسیم کو اٹھا دیا تھا۔ ایک بلند مقام سے دوربین کی مدد سے اردگرد کا جائزہ لیا۔ ایک جگہ مجھے پہاڑ میں کالی سی لکیر نظر آئی تھی۔ وہ بہت دور تھی اور روشنی بھی اتنی نہیں تھی اس لیے میں نے انتظار کیا جب اس پہاڑ پر پوری طرح روشنی آ گئی تو میں نے دوربین کو ایڈجسٹ کیا اور دیکھا تو اس بار مجھے سڑک نظر آ گئی۔ یہ کالی سی بل کھاتی لکیر بلاشبہ سڑک تھی۔ روشنی پڑنے پر اس کا ڈامر چمک رہا تھا۔

میں نیچے آیا جیتو اور سادھنا بھی جاگ گئے تھے۔ ان کو سڑک کے بارے میں بتایا تو وہ اتنے ہی خوش ہوئے تھے جتنا کہ کولمبس کے ساتھی پہلی بار خشکی نظر آنے پر خوش ہوئے ہوں گے۔ وسیم دوربین لے کر اوپر چلا گیا اور اس نے چلا کر کہا۔ "ہاں سڑک ہی ہے۔"

میرا اندازہ تھا کہ سڑک ہم سے کوئی چار پانچ میل کے فاصلے پر تھی اور پہاڑی لحاظ سے اسے چار گنا کر لینا بہتر تھا۔ یعنی یہ کل سولہ سترہ میل تھی۔ اس لیے ناشتہ کرتے ہی ہم روانہ ہو گئے تاکہ دن کی روشنی میں سڑک تک پہنچ جائیں۔ فتح خان خاموش تھا۔ وسیم نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"اس کو اس کی اولاد کے بارے میں بتایا ہے۔"

وسیم حیران ہوا۔ "اسے نہیں معلوم تھا؟"

"نہیں اس کے انداز سے تو لگ رہا ہے کہ اسے نہیں معلوم تھا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ بہت شاطر آدمی ہے ہمیں بے وقوف نہ بنا رہا ہو۔" وسیم نے شک سے کہا۔

"نہیں مجھے لگ رہا ہے کہ اسے سچ مچ شاک لگا ہے۔"

"مجھے لگ رہا ہے اسے نظر آنا شروع ہو گیا ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کر رہا ہے۔" وسیم بولا۔

"اتفاق سے میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے اس سے اتفاق کیا۔ "شاید اسے کھل کر سامنے آنے پر مجبور کرنا پڑے گا۔"

ہم روانہ ہوئے تھے تو کچھ دیر بعد سڑک دوربین کے بغیر بھی نظر آنے لگی تھی لیکن وہ خاصے فاصلے پر تھی۔ دوپہر تک ہم سڑک کے خاصے قریب تھے اور وہ ہمارے اندازے سے جلدی آ گئی تھی لیکن اب تک اس سے نہ تو کوئی گاڑی گزرتی نظر آئی تھی اور نہ کوئی آدمی نظر آیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ یہ کوئی دور دراز کی سڑک تھی۔ جہاں آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ ایک چھوٹے سے پڑاؤ کے بعد ہم سڑک کے پاس پہنچ گئے تھے۔ وسیم نے اچانک ہی مجھ سے کہا۔

''شہباز صاحب ایک بات سنئے گا میرا خیال ہے کسی آبادی تک جانے سے پہلے اس کا فیصلہ کرلیں۔''
اس نے فتح خان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ چوکنا نظر آنے لگا تھا۔ ''کیسا فیصلہ؟''
وسیم مجھے ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور رازدارانہ انداز میں بولا۔ ''اس کا کام تمام کردیں۔''
''میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے فتح خان کی طرف دیکھا۔ ''یہ اندھا ہے کہیں بھاگ نہیں سکتا۔''
''سوال یہ نہیں ہے کہ یہ اندھا ہے یا نہیں، بلکہ سوال یہ ہے کہ ہم نے اس کا کیا کرنا ہے؟''
میں سوچ میں پڑ گیا تھا۔ واقعی ہمیں فتح خان کا کیا کرنا تھا۔ وہ دشمن تھا اور ہم خود کو اس کے شر سے بچاتے تھے۔ اسے قید رکھنے کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ اس سے محفوظ رہا جائے۔ مگر اسے ساتھ لیے لیے پھرنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ وہ کہیں بھی موقع پا کر ہمیں مروا سکتا تھا۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔ ''پھر کیا کریں؟''
وسیم نے فتح خان کی طرف دیکھا اور گردن پر انگلی پھیرنے کا اشارہ کیا۔ میں ہچکچایا۔ ''کیا یہ مناسب ہو گا۔''
''دشمنی میں مناسب اور نا مناسب نہیں دیکھا جاتا ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ دشمن سے نجات کس طرح حاصل کی جائے۔'' وسیم بولا اور اس نے خنجر نکال لیا۔ ''یہ مناسب رہے گا۔ گولی کا شور دوسروں کو متوجہ کر سکتا ہے۔''
وسیم خنجر لے کر فتح خان کی طرف بڑھا تو سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ فتح خان بظاہر انجان بنا ہوا تھا مگر میں نے اس کی جسمانی زبان میں ایک تغیر محسوس کیا تھا۔ وسیم اس کے پاس پہنچا اور اس نے ایسے ہاتھ بلند کیا کہ اسے دائرے میں گھماتے ہوئے فتح خان کا گلا سامنے سے کاٹ دے، جیسے ہی اس نے ہاتھ گھمایا فتح خان بے ساختہ پیچھے ہوا تھا۔ میں نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا اور فتح خان کھسیا گیا تھا اس نے مجھ سے کہا۔
''تم لوگوں نے اچھا ڈرامہ کیا۔''
''یہ ڈرامہ نہیں ہے۔'' وسیم بولا۔ ''ہم سچ مچ تم سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔''
فتح خان ایک بار پھر اچھل کر پیچھے ہٹا تو اس بار وسیم بھی ہنس دیا تھا۔ فتح خان جھنجھلا گیا۔ ''تم لوگ میرے ساتھ مذاق کرتا ہے۔''
''مذاق برداشت کرنا سچ مچ فوت ہو جانے سے بہتر ہے۔'' میں نے کہا۔ ''ویسے تم اچھے اداکار نہیں ہو فتح خان کئی بار مجھے شک ہوا تھا کہ تم دیکھ سکتے ہو اور ابھی تک اندھے بنے ہوئے ہو۔''
''ہم کو ابھی بھی ٹھیک سے نظر نہیں آرہا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''کبھی کبھی آنکھوں کے سامنے دائرہ سا ناچنے لگتا ہے۔''
''شکر کرو تم اندھے نہیں ہوئے۔''
وسیم نے کہا۔ ''یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ یہ اندھا نہیں ہے اس لیے اسے لے جانے میں خطرہ ہو گا۔''
''ہم وعدہ کرتا ہے کہ کچھ نہیں کرے گا۔'' فتح خان نے جلدی سے کہا۔

فتح خان کو ساتھ لیے لیے پھرنے میں خطرہ تھا اور وہ موقع پا کر اپنا کام دکھا سکتا تھا۔ مجھے وسیم کا مشورہ اچھا لگا تھا لیکن ہم اس کے ساتھ کیا کرتے اگر اسے چھوڑتے تو وہ پھر ہمارے پیچھے پڑ سکتا تھا اور میرا اسے مارنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وسیم نے میری طرف دیکھا۔ ''ہم اسے آزاد نہیں چھوڑ سکتے یہ ہمارے لیے خطرہ بن جائے گا۔''

''میں اسے نہیں مار سکتا۔'' میں نے انکار کر دیا۔

''یہ کام میں کر سکتا ہوں۔'' وسیم نے کہا۔ ''اگر آپ کہیں تو؟''

''میں...... کہہ بھی نہیں سکتا۔'' میں ہچکچایا۔

بیتو نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ ''شوبی بھائی یہ آپ کا دشمن ہے۔ اگر اس کو موقع ملا تو یہ آپ کو نہیں چھوڑے گا۔''

فتح خان ہماری باتیں سن رہا تھا۔ مذاق کے وقت وہ ڈر گیا تھا لیکن اس وقت وہ یوں لاپروائی سے کھڑا تھا جیسے ہم اس کے بارے میں نہیں بلکہ کسی اور کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے جا رہے ہوں۔ بیتو کی بات سن کر اس نے کہا۔ ''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ دشمن کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

''اگر تمہیں موقع ملا تو تم واقعی مجھے مار دو گے؟'' میں نے پوچھا۔

وہ ہچکچایا۔ ''ہاں اگر تم میرے قابو میں آیا اور تم سے کوئی کام نہیں ہوا تو میں تم کو مار دے گا۔''

بیتو اچھل پڑا۔ ''سنا آپ نے...... کیا آپ اب بھی اسے چھوڑ دیں گے؟''

''ہاں کیونکہ میں فتح خان نہیں ہوں۔ میں کسی کو اسی وقت مار سکتا ہوں جب وہ میری جان کے لیے خطرہ بن جائے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن ہم اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتے۔'' وسیم بے چینی سے بولا۔ ''یہ پھر ہمارے پیچھے آئے گا۔''

فتح خان نے کہا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تو میں واپس چلا جاؤں گا تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا۔''

''اور اپنے آقا کو کیا کہو گے؟'' وسیم نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''وہ میرا کام ہے۔'' اس نے کہا۔ ''فتح خان کسی سے وعدہ نہیں کرتا ہے لیکن کر لے تو اسے جان دے کر بھی نبھاتا ہے۔''

''میں تمہارے وعدے پر اعتبار نہیں کر سکتا۔'' وسیم نے رائفل کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ ''میں ابھی گولی مار کر تم سے ہمیشہ کے لیے کیوں نہ چھٹکارا حاصل کر لوں۔''

فتح خان مسکرایا۔ ''شاید تم اپنے بہن کا شوہر کا انتقام لینا چاہتا ہے۔''

''وہ غدار تھا اور اپنی حرکتوں کی وجہ سے مارا گیا۔'' وسیم نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اب میرے ساتھی یہ سب ہیں میں ان کو تم سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔''

میں نے مداخلت کی۔ ''فتح خان اگر تم مستقبل میں ہمارے مقابلے میں نہ آنے کا وعدہ کر لو تو میں تم کو جانے دوں گا۔''

اس نے سوچا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ ''ہم ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ وعدہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔''

''تب تم جہنم میں جاؤ۔'' وسیم نے کہتے ہوئے رائفل اس کی طرف سیدھی کر لی تھی لیکن سادھنا نے اسے روک دیا۔

''ایک منٹ۔'' اس نے کہا۔ ''کیا اسے مارنا ضروری ہے؟''

''ہاں ورنہ یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔''

''میرا خیال ہے اسے مارنا اتنا ضروری نہیں ہے۔'' سادھنا بولی۔

''تمہیں اس کے بارے میں نہیں معلوم۔'' وسیم نے ناگواری سے کہا۔

''اگر میں کسی کو معاف کرنا چاہوں تو میرا اس کے بارے میں جاننا ضروری نہیں ہے۔'' سادھنا بھی تڑخ کر بولی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ ''شوبی کیا میں تمہاری ساتھی نہیں ہوں؟''

''بالکل ہو۔''

''تب میں کیا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی؟''

''بالکل کر سکتی ہو۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' وسیم نے احتجاج کیا۔ ''اس کی باتوں میں آ کر اس شخص کو چھوڑ رہے ہیں جو بے شمار انسانوں کا قاتل ہے۔ یہ ہر لحاظ سے موت کا مستحق ہے۔''

''وسیم اگر میں اس کی موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا اور سادھنا اسے معاف کر دیتی تو میں سادھنا کی بات مانتا۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

وسیم بے بس ہو گیا تھا۔ سادھنا فاتحانہ انداز میں مسکرائی تھی۔ اس نے فتح خان سے کہا۔ ''تم آزاد ہو جا سکتے ہو۔''

''ہم تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولے گا۔'' فتح خان بولا۔

''لیکن ایک بات یاد رکھنا یہ معافی بس اس وقت تک کے لیے ہے۔'' میں نے اسے خبردار کیا۔ ''اب سے ایک گھنٹے بعد تم مجھے نظر آ گئے تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔''

''میں وعدہ کر چکا ہوں تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا۔'' فتح خان سپاٹ لہجے میں بولا۔

''تم اور تمہارا وعدہ۔'' وسیم نے حقارت سے کہا۔ اس نے فتح خان کے ہاتھوں کی رسی کاٹ دی۔ ''ایک منٹ کے اندر ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ۔''

فتح خان نے میری طرف دیکھا میں نے سر ہلایا تو اس نے اس سمت میں دوڑ لگا دی تھی جس طرف سے ہم آئے تھے۔ وہ سچ مچ ایک منٹ کے اندر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ میں نے گہری سانس لی اور بولا۔

''یہ تم دونوں نے اچھا نہیں کیا۔''

''کیا اچھا نہیں کیا؟'' سادھنا بولی۔ ''فتح خان کو معاف کر کے؟''

''نہیں اس کے سامنے آپس میں اختلاف کر کے، دشمن کے سامنے کبھی آپس کا اختلاف ظاہر مت کرو۔''

''سوری شوبی۔'' سادھنا نے ندامت سے کہا۔

''واقعی مجھے بھی خیال نہیں رہا۔'' وسیم شرمندہ ہو گیا تھا۔ ''آئندہ میں خیال رکھوں گا۔''

''میں بھی۔'' سادھنا بولی۔

''ہم بھی کسی نہ کسی چیز کا خیال رکھے گا۔'' بینو نے سادگی سے کہا تو ہم سب ہنس دیئے تھے۔

''اب چلنے کی کرو۔'' میں نے سڑک کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''رات سے پہلے پہلے کسی جگہ پہنچنا لازمی ہے۔''

''اب مجھ سے یہ سردی برداشت نہیں ہوتی ہے۔'' سادھنا نے کہا۔

''یہ بہت ویران سڑک ہے۔'' وسیم نے کہا۔ ''کہیں یہ جنگ زدہ علاقہ تو نہیں ہے؟''

''جنگ؟'' میں چونکا۔ ''یہاں نیپال میں؟''

''ہاں نیپال میں حکومت اور کمونسٹ گوریلوں کے درمیان جنگ جاری ہے۔'' وسیم نے بتایا۔ ''خاص طور دیہی علاقوں میں کمونسٹ گوریلوں کا زور ہے۔ یہ ماؤ نواز باغی بھی کہلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے پیچھے چین کا ہاتھ ہے۔ یہ بھارت کے خلاف ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ بہادر نامی شخص بھی شاید ماؤ نواز ہی تھا۔''

''اگر ہمارا ان سے سامنا ہو گیا تو ان کا کیا رویہ ہو سکتا ہے؟'' سادھنا نے فکرمندی سے کہا۔

''کیا کہا جا سکتا ہے۔'' وسیم نے شانے اچکائے۔ ''وہ تو جب ان سے سامنا ہوگا تب پتا چلا گا۔''

''بھگوان نہ کرے۔'' سادھنا نے جھرجھری لی۔ ''بس بہت ہو گیا اب ہم سیدھے کسی شریف جگہ جا کر رکیں گے۔ یہ بدمعاش بہت دیکھ لیے۔''

''بی بی وہاں بھی جا کر یہ بدمعاش ہی دیکھنا ہوں گے۔ ہمارا کام کوئی شریف آدمی نہیں کر کے دے گا۔'' وسیم نے اسے آگاہ کیا۔

میں اور بینو ان کی نوک جھونک سنتے ہوئے گدھوں کو سڑک پر چڑھانے لگے۔ یہاں ڈھلان بہت زیادہ تھی اور اگر گدھوں کو عقب سے مدد فراہم نہ کی جاتی تو ان کے واپس آنے کا خطرہ تھا۔ بڑی کوشش کے بعد وہ سڑک تک پہنچے تھے۔ یہ پکی مگر بڑی کھردری سی پہاڑی سڑک تھی۔ جس میں جا بہ جا گڑھے نمایاں تھے اور بعض مقامات سے سڑک نیچے کھائی میں گر چکی تھی۔ اس کا چھوٹا سا حصہ باقی بچا تھا جس سے بمشکل ایک بڑی سائز کی جیپ گزر سکتی تھی۔ وسیم نے سڑک کا معائنہ کیا اور بولا۔

''میرا خیال ہے یہ سڑک زیر استعمال نہیں ہے۔''

''وہ کیسے؟'' سادھنا نے سوال کیا۔

''اس پر ٹائروں کے نشانات نہیں ہیں اور نہ ہی آئل کے دھبے ہیں کوئی سڑک کتنی ہی کم کیوں نہ استعمال ہوتی ہو ان پر یہ دونوں چیزیں لازمی ہوتی ہیں۔''

وسیم ٹھیک کہہ رہا تھا۔ کسی وجہ سے یہ سڑک متروک ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود یہ کہیں نہ کہیں ضرور جاتی ہوگی۔ اگر اس پر کوئی آبادی نہیں تھی تب بھی یہ کسی چالو سڑک تک ضرور جاتی ہوگی۔ اب سوال یہ تھا کہ ہمیں کس طرف کا رخ کرنا چاہیے تھا۔ وسیم نے مغرب کی طرف اشارہ کیا۔ ''میرا خیال ہے کہ کھٹمنڈو اس طرف ہے۔''

"بس تو چلو۔" میں نے تیزی سے مغرب کی طرف جاتے سورج کو دیکھا۔ "کچھ دیر بعد رات سر پر آ جائے گی۔"

"میں تھک گئی ہوں۔" سادھنا نے اعلان کیا۔

"گدھے پر سوار ہو جاؤ۔" بیتو نے کہا اور ایک گدھا خالی کر دیا۔ وہ اس پر سوار ہو گئی اور ہم آگے روانہ ہو گئے۔ سڑک کی وجہ سے سفر میں تیزی آئی تھی۔ ورنہ اب تک تو ہم چیونٹی کی رفتار سے سفر کر رہے تھے۔ جس وقت سورج غروب ہونے والا تھا تب بھی ہم سڑک پر ہی تھے اور اب تک کوئی آبادی نظر نہیں آئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ آج رات بھی ہمیں باہر ہی کہیں بسر کرنا پڑے گی۔

وسیم بار بار عقب میں دیکھ رہا تھا۔ ایک دو بار اس نے دوربین بھی استعمال کی تھی۔ سادھنا نے مجھ سے آہستہ سے کہا۔ "اسے یقین نہیں ہے کہ فتح خان ہمارے پیچھے نہیں آئے گا۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی یقین نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن مجھے یقین ہے وہ اب ہمارے پیچھے نہیں آئے گا۔" سادھنا بولی۔ وہ اب پیدل چل رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اس کا زخم مکمل طور پر بھر گیا تھا کیونکہ وہ تھک جاتی تھی لیکن اب اسے تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ اوپر سے تو زخم بالکل ختم ہو گیا تھا۔ سادھنا نے بتایا کہ معمولی سا نشان رہ گیا تھا۔ جس سڑک پر ہم چل رہے تھے یہ بعض مقامات سے گر چکی تھی اور یہی اس کے متروک ہونے کی وجہ تھی۔ ایک جگہ تو بالکل چھوٹی سی پگ ڈنڈی باقی رہ گئی تھی۔ ہم اس پر سے گزر کر دوسری طرف پہنچے۔ اس وقت سورج ڈوب چکا تھا اور تاریکی چھانے والی تھی۔

"وہ کیا ہے؟" بیتو نے آگے اشارہ کیا۔

"کہاں کس طرف؟" وسیم نے پوچھا۔

"وہ میرے ہاتھ کی سیدھ میں دیکھیں روشنی سی نظر آ رہی ہے۔"

وسیم سے پہلے میں نے دیکھ لیا تھا۔ دور کہیں ایک جھلملاتی روشنی نظر آ رہی تھی۔ یک دم ہی ہم سب کے اندر امید جاگ اٹھی تھی۔ روشنی کا مطلب تھا کہ اس طرف کوئی آبادی ہے یا کم سے کم کوئی گھر ہے۔ وسیم نے دوربین استعمال کی اور پُر جوش لہجے میں بولا۔ "ہاں آبادی ہے چند گھر نظر آ رہے ہیں۔"

"بس تو جلدی چلو۔" میں نے کہا۔

ہم سب ہی تھکے ہوئے تھے لیکن اس وقت ایک گھر اور اس کے اندر موجود گرمی اور گرم جوشی کے خیال نے ہم سب کے اندر ایک جوش سا بھر دیا تھا۔ ہم سب ہی تیز قدم اٹھانے لگے تھے۔ تھکے ہوئے گدھے بادلِ ناخواستہ ہمارا ساتھ دے رہے تھے۔ روشنی اتنی قریب نہیں تھی۔ پتا نہیں ہم کو کیسے نظر آ گئی کیونکہ بہت معمولی سی روشنی تھی۔ شاید کہیں کوئی لالٹین جل رہی تھی۔ رات کچھ ہی دیر میں مکمل طور پر مسلط ہو چکی تھی۔ ہم نے ٹارچ نکال لی تھیں ورنہ اندھیرے میں کوئی حادثہ بھی ہو سکتا تھا۔ اب وہ روشنی نظر آنا بھی بند ہو گئی تھی۔

"کہیں ہم اس آبادی کے پاس سے گزر نہ جائیں۔" سادھنا پریشان ہو کر بولی۔

"نہیں آبادی میں کہیں نہ کہیں روشنی ہو گی۔" میں نے اسے تسلی دی۔

اسی لمحے مجھے پھر روشنی دکھائی دی۔ اس بار یہ واضح تھی۔ ہم بستی کے قریب تھے۔ اس کے باوجود ہمیں اس

بستی کے پاس پہنچنے میں مزید کوئی نصف گھنٹہ لگ گیا تھا۔ تیز چلنے سے ہماری تھکن کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ اس کے باوجود اتنے دن بعد پہلی انسانی آبادی دیکھنے کی خوشی الگ ہی تھی۔ یہ چھوٹی سی بستی تھی اور اس میں مشکل سے دو درجن گھر تھے۔ یہ سب ایک ڈھلان پر آپس میں جڑے کھڑے تھے۔ سادھنا نے کہا۔ ''یہ تو لگ رہا ہے گھروں نے ایک دوسرے کو سہارا دیا ہوا ہے۔''

''اس دنیا میں ہر چیز کو دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔'' وسیم نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

بستی میں کہیں کہیں روشنی تھی۔ صاف لگ رہا تھا کہ یہ بے حد غریب لوگوں کی آبادی تھی۔ ہم نظر آنے والے پہلے گھر کی طرف بڑھے۔ یہ سڑک سے کچھ ہی دور تھا۔ ابھی ہم گھر سے کچھ دور تھے کہ ایک نوجوان لڑکی لالٹین اٹھائے باہر نکلی تھی۔ اس نے ہمیں دیکھا تو مقامی زبان میں کچھ کہتی واپس گھر میں گھس گئی۔ ہم میں سے کوئی مقامی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ ہم گھر کے پاس پہنچے تو اندر سے ایک بوڑھا نکل آیا۔ لمبے کانوں اور سانولے رنگ کا یہ پستہ قد شخص پچاس برس کا بھی ہو سکتا تھا اور ستر برس کا بھی۔ اس نے بھی مقامی زبان میں کچھ کہا۔

''ہم سے ہندی میں بات کرو۔'' سادھنا نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''ہم تمہاری زبان نہیں سمجھتے ہیں۔''

مگر بوڑھا جواب میں مقامی زبان بولتا رہا تھا۔ اب ہم نے بین الاقوامی زبان بولنا شروع کی۔ یعنی اسے اشاروں میں سمجھانا شروع کیا۔ ہم مسافر تھے اور کسی پناہ کی تلاش میں تھے۔ بوڑھا بے تاثر سے انداز میں اور یوں چوکنا کھڑا رہا جیسے ہمیں اپنے گھر میں گھسنے سے روکنا چاہ رہا ہو۔ وسیم نے مشورہ دیا۔ ''اس سے دوسری بین الاقوامی زبان میں بات کریں۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور جیب سے نوٹ نکال کر بوڑھے کے سامنے لہرائے تو اس کی عدم توجہی یک دم ہی گہری دلچسپی میں بدل گئی۔ ایک منٹ کے اندر وہ ہمارے لیے اپنے گھر اور دل کے دروازے وا کر چکا تھا۔ میں نے بہتر سمجھا کہ معاملات طے پا جانے سے پہلے میں اندر سے گھر کا معائنہ کر لوں ایسا نہ ہو کہ ہم معاوضہ دے کر پھنس جائیں۔ میں بوڑھے کے ساتھ اندر گیا۔ اندر سے یہ تین چار کمروں کا چھوٹا گھر تھا۔ گھٹا ہوا تنگ اور تاریک۔ اس میں بوڑھا اپنی دو بیویوں اور کوئی ایک درجن بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ بچوں میں ادھیڑ عمر کے لڑکوں سے لے کر دس بارہ سال تک کے بچے شامل تھے۔ یہ بہت بڑا جنجال پورا تھا لیکن مجھے مکان اندر سے مناسب لگا تھا۔ اس لیے یہیں رکنے کا فیصلہ کیا لیکن میں نے پہلے بوڑھے سے مذاکرات کیے۔ اشاروں میں طے پایا کہ میں اسے دو سو بھارتی روپے دوں گا۔ اس کے بدلے وہ ہمیں رات گزارنے کی جگہ دے گا اور صبح ناشتہ کرائے گا۔ اس کے علاوہ وہ ہمیں کسی شہر تک بھی پہنچائے گا۔ میں نے اسے سو روپے دیئے تو گھر کی فضاء بدل گئی۔ وہی لوگ جو کچھ دیر پہلے مجھے معاندانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اب مسکرانے لگے۔ بوڑھے کا ادھیڑ عمر بیٹا میرے ساتھ باہر آیا۔ اسے ٹوٹی پھوٹی ہندی آتی تھی۔ جیسے ہمارے ہاں کسی میٹرک پاس کو انگریزی آتی ہے۔ اس نے ہمارا سامان لے جانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے روک دیا اور اس سے کہا۔

''تم ان گدھوں کو دیکھو اور ان کا کچھ چارہ پانی کر دینا۔''

وہ مسکرایا اور انگلی سے دو کا اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا تھا اور میرے پاس رقم بھی تھی لیکن میں ان کو ایسا تاثر

نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے شور کیا تو اندر سے بوڑھا نکل آیا تھا اور اس نے اپنے ولی عہد بہادر کو مقامی زبان میں گالیاں دے کر گدھوں سمیت دفع ہو جانے کا حکم دیا۔ وہ منہ بنا کر چلا گیا۔

صاحب خانہ کا نام اجیت کمار تھا اور اس کے صاحبزادے کا نام امیت تھا۔ باقی افراد کا تعارف کرانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہمارے لیے ایک کمرہ خالی کر دیا گیا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا۔ ''اسلحے والے بیگ کا خاص خیال رکھنا کوئی اس کے پاس نہ پھٹکے۔''

اجیت کمار سمیت اس کے اہلِ خانہ ہمارے سامان کے بارے میں سخت تجسس میں مبتلا تھے۔ ایک، دو چھوٹے بچوں نے اندر گھسنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے اشارے پر بیتو نے ان کو بلا تکلف گردن سے پکڑ کر کمرے سے نکال دیا تھا۔ کمرے میں اون سے بنا ایک نمدہ بچھا ہوا تھا اور اس سے ایسی بو آ رہی تھی جیسی اس اون کے مالک جانور سے آتی ہوگی۔ سادھنا نے اس پر لیٹنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ وسیم نے کہا۔

''پھر تم کو زمین پر رات گزارنی ہوگی۔''

''اس سے بہتر تو وہ گھاس تھی جس پر ہم رات کو سوتے تھے۔''

''میں وہی گھاس منگوا لیتا ہوں۔'' وسیم نے کہا۔ واقعی اس نمدے پر لیٹنے کے خیال سے وحشت ہو رہی تھی۔ بیتو جا کر گدھوں سے گھاس اتروا کر لے آیا اور اس نے یہ کام بر وقت کیا تھا کیونکہ ولی عہد یہ گھاس اپنے جانوروں کو ڈالنے جا رہا تھا۔ ہم نے اسے فرش پر بچھا لیا۔ گھر اندر سے معقول حد تک گرم تھا اور ہم اپنے لباس میں سکون سے تھے۔ میں نے ولی عہد سے کہا کہ کھانے میں کسی قسم کا گوشت نہ ہو البتہ ہم انڈے اور سبزیاں کھا سکتے ہیں۔ اس نے دانت نکال کر کہا۔

''ہمارے ہاں گوشت نہیں ہوتا ہے۔ سب سبزی کھاتا ہے۔ انڈہ بھی نہیں ہوتا۔''

''مارے گئے۔'' وسیم کراہا۔ ''پتا نہیں یہ لوگ سبزی کے نام پر کیا پکا کر سامنے رکھ دیں۔''

''کھا لیں گے یار جو بھی ہوگا۔'' میں نے اسے تسلی دی۔

اجیت کمار کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ اس کا ولی عہد بھی غائب تھا۔ اس لیے ہم کسی سے کھانے کا پوچھ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس لیے بھوک بہلانے کو اپنے پاس موجود چیزیں نکال لیں۔ اجیت ایک گھنٹے بعد آیا تھا اور حیرت انگیز طور پر وہ ہمارے لیے کہیں سے مرغ لے آیا تھا۔ مجھے شرمندگی ہوئی میں نے اسے صرف دو سو دیئے تھے اور اس نے ہمارے لیے مرغ کا بندوبست کر لیا تھا۔ مرغ ابھی زندہ تھا اس لیے وسیم کو موقع مل گیا اسے ذبح کرنے کا۔ اس کے بعد اسے گلنے بلکہ ادھ گلنے میں مزید ایک گھنٹہ لگا تھا۔ بہرحال اس کی ادھ گلی بوٹیاں بھی اس سبزی سے بہتر تھیں جو ان لوگوں نے بنائی تھی۔ یہ شاید کوئی مقامی اور مفت میں مل جانے والی سبزی تھی اس لیے سخت بے ذائقہ اور بے مزہ تھی۔ کھانا خاصی دیر سے ملا تھا۔ اس لیے ہم کھاتے ہی سونے کے لیے لیٹ گئے تھے۔ دروازے میں کنڈی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس لیے ہم کواڑ بند کر کے اس کے سامنے اپنا ایک بیگ رکھ لیا اور اس کے آگے میں لیٹ گیا۔ اگر کوئی دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا تو مجھے لازمی طور پر پتا چل جاتا۔ اس کے بعد سب ہی سو گئے تھے۔ یہاں الاؤ کی ضرورت نہیں تھی اور اجیت کمار نے کمبل وغیرہ بھی نہیں دیئے تھے۔ اس لیے سب خود میں سمٹ کر سو گئے۔ میرا خیال تھا کہ میں پوری طرح ہوشیار ہوں لیکن رات کس وقت امیت خاموشی

سے اندر گھس آیا مجھے بالکل پتا نہیں چلا تھا۔ وہ ہمارا اسلحے والا بیگ ٹٹول رہا تھا۔ اندر رائفل کا لوہا بجا تو میں چونکا ہو گیا۔ آنکھ کھولی تو امیت میری طرف پشت کیے بیٹھا ہوا بیگ کھول رہا تھا۔ میں نے خاموشی سے اٹھ کر آگے ہوا اور اچانک اسے عقب سے گردن میں ہاتھ ڈال کر دبوچ لیا۔ میری گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ مچل کر رہ گیا مگر خود کو چھڑا نہیں سکا تھا۔ اس کی صحت اتنی اچھی نہیں تھی اگر وہ دوگنی صحت کا حامل ہوتا تب بھی خود کو مجھ سے نہیں چھڑا سکتا تھا۔

''یہ کیا کر رہے تھے تم؟'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''چوری کر رہے تھے۔''

اس کی خاموشی اس کے جرم کا اقرار تھی۔ وہ چپ رہا تو میں نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا۔ اس کی گردن بھی کمزور سی تھی اور اس جھٹکے نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے اس نے بمشکل کہا۔ ''مجھ کو نہیں مارو میں بتاتا ہوں۔''

''میں چھوڑ رہا ہوں لیکن تمہاری آواز بلند نہ ہو۔ میرے ساتھی سو رہے ہیں یہ جاگ گئے تو تم کو بہت ماریں گے۔''

میں نے اس کی گردن چھوڑی تو وہ اسے مسلتے ہوئے بولا۔ ''تم نے میری گردن توڑ دی۔''

''ابھی کہاں توڑی ہے۔'' میں نے کہا اور بیگ کی کھلی زپ بند کر دی۔ اس کے بعد پستول نکال کر اس کے سینے سے لگا دیا۔ اس کی سانس رک گئی تھی اور صورت سے لگ رہا تھا کہ جیسے اسے دل کا دورہ پڑنے والا ہو۔

''ہاں اب بتاؤ تم یہاں رات کے اس وقت کیا کر رہے تھے؟''

''میں...... میں روپیہ دیکھ رہا تھا لیکن اس میں......'' اس نے خوف زدہ نظروں سے بیگ کی طرف دیکھا۔ اس نے اسلحہ دیکھ لیا تھا۔ ''تمہارے پاس اتنا ہتھیار کہاں سے آیا۔''

''اس ملک میں اسلحہ کس کے پاس ہوتا ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ ''لیکن تم ادھر کا تو نہیں ہو...... ادھر اسلحہ صرف ماؤ لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔''

''کیا دوسرے ملک سے ماؤ لوگ نہیں آ سکتے ہیں؟''

وہ ڈر گیا تھا۔ ''تم ماؤ ہو۔''

''ہم ماؤ ہیں یا نہیں لیکن یہ بات تمہارے گھر میں بھی کسی کو پتا چلی تو تمہاری خیر نہیں ہو گی۔'' میں نے پستول اس کے سر پر رکھ دیا۔ ''تم کو یہاں گولی ماروں گا۔''

وہ کانپنے لگا اتنا اسلحہ دیکھ لینے کے بعد شک کی گنجائش ہی نہیں تھی کہ ہم دہشت گرد تھے اور ہمارے لیے اسے گولی مارنا کسی مکھی کو مارنے سے بھی زیادہ آسان تھا۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ ''میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔''

''اب بتاؤ کہ تم رقم کیوں چرا رہے تھے۔''

اس نے بے چارگی سے مجھے دیکھا۔ ''میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''رقم چرا کر؟'' مجھے ہنسی آ گئی تھی۔

''ہاں ہمارے ہاں بیوی روپے سے ملتی ہے۔ یہ گھر اور زمین سب میرے باپ کی ہے اس کے پاس

جب پیسہ آتا ہے وہ شادی کر لیتا ہے۔''
اب میں تفریح لینے لگا تھا۔''کتنی شادیاں کر چکا ہے تمہارا باپ؟''
اس نے حساب لگایا۔''چار......نہیں پانچ شادیاں کر چکا ہے۔''
میں دنگ رہ گیا تھا۔''لیکن اس کی تو بس دو بیویاں ہیں۔''
''دو بیچ دیں اور ایک مر گئی۔''اس نے دکھی لہجے میں کہا۔''مجھے اب تک ایک بیوی بھی نہیں ملی۔''
''بیوی بیچ دی لیکن کیوں؟''
''اس نے دو پرانا بیوی بیچ کر ایک نیا بیوی لیا۔ اس سے بھی چار بچہ ہے۔''امیت کمار نے اپنے باپ کے کرتوت بیان کرتے ہوئے بتایا۔''اب وہ اپنی بیٹی کو بیچ کر ایک اور شادی کرنے کا سوچ رہا ہے۔''
مجھے وہ لڑکی یاد آئی جسے میں نے گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہ بہت حسین لڑکی تھی اور اسی وجہ سے اس کا باپ اسے بیچ کر اپنے لیے ایک نئی بیوی لانے کا سوچ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں میں نے اکثر پہاڑی علاقوں میں اس قسم کا رواج پایا ہے اور اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ ہمالیہ کے پہاڑوں پر اسلام، ہندومت اور بدمت کے ماننے والے آباد ہیں لیکن میں نے ان تینوں مذاہب کے لوگوں کو یہاں عورتوں کی خرید وفروخت کرتے دیکھا ہے۔ پاکستان میں یہ صورت اس لحاظ سے بہتر ہے کہ کوئی آدمی کسی عورت کو خرید سکتا ہے اسے بیچ نہیں سکتا ہے۔ اگر وہ اسے چھوڑتا ہے تو وہ پھر اپنے باپ یا بھائی کے پاس چلی جاتی ہے۔ یہ رواج گلگت اور بلتستان میں زیادہ ہے کسی حد تک سوات اور دوسرے علاقوں میں بھی پایا جاتا ہے لیکن اس کی نوعیت الگ ہوتی ہے۔ یہاں باپ یا بھائی اپنی بیٹی کی کسی سے شادی کے عوض ایک خاص رقم لیتا ہے اور نکاح کر کے اپنی بہن یا بیٹی کو رخصت کرتا ہے۔ اگر چہ یہ ان کا رواج ہے مگر مجھے یہ عورت کی تذلیل ہی لگتی ہے۔
ان لوگوں میں اس کا رواج اور بھی بدترین تھا یہ خریدی جانے والی عورت کو بس گھر لے آتے تھے اور اس کے ساتھ شادی کی کوئی رسم وغیرہ نہیں کرتے ہیں۔ اس کی حیثیت ایک زرخرید غلام کی سی ہوتی ہے۔ جب ان کا دل بھر جاتا ہے یا اور پیسے آ جاتے ہیں تو وہ عورت کو فروخت کر کے دوسری لے آتے ہیں۔ یہاں اسی سال تک کے لوگ سولہ سترہ سال کی لڑکی خرید لیتے ہیں کیونکہ ان کے پاس دولت ہوتی ہے۔ تبت جہاں کچھ عرصے پہلے تک مقامی قوانین رائج تھے۔ وہاں ایک عورت کے کئی شوہر بھی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی گھرانہ غریب ہو تو چند بھائی مل کر ایک عورت خرید لیتے ہیں اور وہ سب بھائیوں کی بیوی ہوتی ہے۔ اس سے جو اولاد ہوتی ہے وہ بڑے بھائی کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔
جب تک تبت میں لاماؤں کا سسٹم نافذ رہا وہاں لوگ بدترین قسم کی مذہبی غلامی میں مبتلا رہے اور ان کی حالت دنیا میں سب سے زیادہ پسماندہ تھی لیکن چین کے قبضے کے بعد یہاں حالات بہتر ہوئے لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر ہوئی تو پرانے رسم ورواج منسوخ کر دیئے گئے اور کثیر ازدواجی پر پابندی لگا دی گئی۔ اسی طرح عورتوں کو آزادی ملی ہے اور ان کی خرید وفروخت اب جرم ہے۔
لیکن نیپال میں دیہی علاقوں میں یہ رسم ورواج ابھی بھی موجود ہیں۔ میں نے خود اس کا مشاہدہ کر لیا تھا۔
میں نے امیت سے کہا۔''تمہارا باپ تمہاری شادی کیوں نہیں کراتا ہے؟''

''ہمارے ہاں جوان ہو جانے والے لڑکے کی ذمے داری باپ پر نہیں ہوتی ہے۔'' اس نے مسمسی سی صورت بنا کر کہا۔

''وہ خیر کہیں بھی نہیں ہوتی ہے لیکن بیٹے کی شادی تو باپ کراتے ہیں۔''

''ہمارے ہاں باپ خود شادی کرتا بیٹے کی نہیں کراتا۔''

''خوب تو اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے کیا میں تمہارے باپ کو بتاؤں کہ تم نے ہمارے سامان سے چوری کرنے کی کوشش کی اور پکڑے گئے۔''

''نہیں۔'' اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''اگر یہ بات میرے باپ کو پتا چل گئی تو وہ مجھے فوراً گھر سے نکال دے گا۔''

''کیوں تم اس کے بیٹے نہیں ہو؟''

وہ ہچکچایا پھر بولا۔ ''میرا باپ سمجھتا ہے کہ میں اس کی دوسری بیوی پر نظر رکھتا ہوں۔''

''اس الزام میں کتنی سچائی ہے؟''

''تھوڑی سی بھی نہیں۔'' اس نے جلدی سے کہا لیکن اس کا لہجہ چغلی کھا رہا تھا کہ کوئی چکر تھا ضرور۔ مگر مجھے ان کے گھر سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ میں تو اس بات پر غور کر رہا تھا کہ اس سے کس طرح فائدہ اٹھاؤں۔ وہ رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اگر میرے پاس پستول اور اتنا اسلحہ نہ ہوتا تو وہ اس طرح بھیگی بلی بنا نہ بیٹھا ہوتا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا میں خود بھی اسے سزا دے سکتا تھا۔ ہمیں اس ملک میں کہیں آنے جانے کے لیے کسی مقامی آدمی کی مدد کی ضرورت تھی۔ اس کے ہوتے ہوئے ہم بہت سے غیر ضروری خطرات مول لینے سے بچ سکتے تھے۔ میں نے امیت سے پوچھا۔

''کیا تم اپنے گاؤں سے باہر جاتے رہے ہو؟''

اس نے سمجھے بغیر سر ہلا دیا۔ ''ہاں کئی جگہ جا چکا ہوں۔''

''مثلاً کہاں کہاں؟''

آس پاس کے سارے علاقے میں جا چکا ہوں ایک بار کھٹمنڈو بھی گیا تھا۔'' اس نے بتایا۔

''ہمیں کھٹمنڈو جانا ہے کیا تم ہمیں وہاں لے جا سکتے ہو؟''

''میں۔'' وہ بدکا۔ ''میں کیسے لے جا سکتا ہوں۔''

''تم بتا چکے ہو کہ تم کھٹمنڈو جا سکتے ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں چوری والی بات تمہارے باپ کو نہ بتاؤں تو تمہیں ہم کو کھٹمنڈو لے جانا ہوگا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو وہ بے بسی سے مجھے دیکھ کر رہ گیا۔

''میرا باپ نہیں جانے دے گا۔'' اس نے بہانہ تراشنے کی کوشش کی۔

''اس کی فکر مت کرو اسے ہم راضی کر سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''پھر تم کو مفت میں نہیں لے جا رہے تم کو اس کا معاوضہ ملے گا۔''

''تم کیا دو گے؟'' اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''جتنے تمہارے باپ کو دیئے ہیں۔ اتنے ہی تم کو بھی دوں گا۔''

اس نے برا سا منہ بنایا۔ ''اتنا تو آنے جانے کا کرایہ بن جائے گا۔''

''اس کی فکر بھی مت کرو۔ معاوضے کے علاوہ آنے جانے اور راستے میں کھانا پینا بھی ہمارے ذمے ہوگا۔''

''مجھے منظور ہے لیکن میرے باپ کو اس رقم کا مت بتانا جو تم مجھے دو گے۔''

وہ اچھا خاصا پینتیس چھتیس برس کا آدمی تھا لیکن ابھی تک اپنے باپ کے در پر پڑا ہوا تھا۔ شاید وہ محنت کا عادی نہیں تھا یا اس میں ہمت کی کمی تھی یا پھر وہ کچھ کیے بغیر سب حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔ باپ مر جاتا تو یہ مکان اور ساری زمین اور اپنی بہنیں بھی اس کی ملکیت بن جاتیں اور وہ ان کو کیش کرا سکتا تھا۔ سوتیلی مائیں بھی اس کی ملکیت شمار ہوتیں اور وہ ان کو بیچ کر دام کھرے کر سکتا تھا۔ اس وقت کے انتظار میں وہ صبر کے ساتھ باپ کا برا سلوک برداشت کر رہا تھا۔ میں نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔

''ٹھیک ہے یہ بات میں تمہارے باپ سے نہیں کہوں گا۔'' میں نے احسان جتاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اب جیسا میں کہوں ویسا ہی کرنا۔''

''جیسا تم کہو گے میں ویسا ہی کروں گا۔'' اس نے حلف اٹھانے کے انداز میں کہا۔

''شاباش اب تم جاؤ تاکہ ہم سو سکیں۔''

وہ اجازت ملتے ہی پھرتی سے باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد وسیم نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

''آپ نے اسے اچھی طرح پکڑ لیا ہے۔''

''ہاں ایک گدھا اور درکار تھا وہ اس کی صورت میں مل گیا ہے۔'' میں نے جواب دیا اور دروازہ بھیڑ کر اپنی جگہ دراز ہو گیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو وہ سب غائب تھے اور ساتھ میں ہی ہمارا سامان بھی غائب تھا۔ میں بوکھلا کر اٹھا تھا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ کسی نے رات کو میرے ساتھیوں کو سامان سمیت غائب کر دیا تھا۔ میں باہر نکلا تو سامنے اجیت کی ایک چھوٹی لڑکی دکھائی دی۔

''اجیت کہاں ہے؟'' میں نے اس سے پوچھا تو وہ منہ کھول کر مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ میں نے مکان کے اندر والے حصے کا رخ کیا تو وہاں موجود خواتین میں کچھ ایسی کھلبلی مچی جیسے بھیڑوں کے درمیان شیر آ گیا ہو۔ اجیت وہاں بھی نہیں تھا۔ بلکہ گھر میں نہ تو میرے ساتھی تھے اور نہ ہی سامان، پھر ان میں سے ایک لڑکا سمجھ گیا اس نے آگے آ کر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مکان سے باہر لے گیا۔ جہاں میرے تمام ساتھی ایک چٹان پر تشریف فرما دم بخود سے مشرق سے برآمد ہونے والے سورج کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے پاس کھڑا اجیت یوں خوش ہو رہا تھا جیسے منظر کی تخلیق میں اس کا بھی کچھ حصہ ہو۔ میں ان کو پاس چٹان پر جا بیٹھا۔ اور خفگی سے بولا

''یہ کیا حرکت تھی سب کے سب باجماعت غائب ہو گئے اور سامان بھی لے گئے۔''

''آپ سمجھے کہ ہمیں کسی نے غائب کر دیا ہے۔'' وسیم ہنسا۔

''میرے خدا کیا منظر ہے۔'' سادھنا نے سحر زدہ سے لہجے میں کہا۔

اوپر سورج طلوع ہونے سے پہاڑ سفید سے سنہری رنگ اختیار کر گئے تھے۔ اس سے نیچے جنگل سبز رنگ میں تھے اور بالکل ڈھلان پر ابھی تاریکی تھی۔ مکان سے اجیت کا ایک بچہ نکلا تھا اور ہمارے لیے قہوہ لے کر آیا۔

چٹان پوری طرح دھوپ میں تھی اس کے باوجود بلا کی سردی تھی۔ گرم کپڑوں کے باوجود ہم سب کانپ رہے تھے۔ جب کہ اجیت عام سے کپڑوں میں اور پیروں میں چپل پہنے موسم سے بے نیاز کھڑا تھا۔ اس نے اشارے سے بتایا کہ کچھ دیر میں ناشتہ آنے والا ہے۔ اس دوران میں ہم نے جو کرنا ہے کرلیں۔ اس لیے میں نے جو کرنے کے ارادے سے نزدیکی جھاڑیوں کا رخ کیا۔ وہاں ایک چشمہ بہہ رہا تھا جو دیگر مقاصد کے لیے تو کارآمد تھا لیکن جب میں نے اس سے کام لیا تو اس کے پانی نے بنا کسی مروت کے مجھے کاٹ لیا تھا۔ میں نے فی الفور منہ دھونے کا ارادہ ترک کردیا اور صرف کلی کر کے واپس آ گیا۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ وہ سب بھی صرف پانی چھو کر آئے تھے۔

''اتنا ٹھنڈا پانی۔'' بیتو بولا۔

''تمہارے علاقے میں بھی ایسا ہی پانی ہوتا ہے۔'' وسیم نے اسے یاد دلایا۔ بیتو نے دانت نکالے۔

''ہم اس پانی کے بارے میں بھی یہی کہتا ہے۔ سردی میں ہمارا اماں ہم کو مار مار کر نہلاتا تھا۔'' بیتو کہتے کہتے چپ ہو گیا اور اس کے چہرے پر غم کے بادل چھا گئے تھے۔ اسے اپنے گھر والے یاد آ گئے تھے جو سرکاری دہشت گردی کی نذر ہو گئے تھے۔ سادھنا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گیا تھا۔ اس نے جلدی سے مسکرا کر اپنی آنکھیں صاف کیں۔ عجیب بات تھی کہ بیتو اتنے عرصے سے ہمارے ساتھ تھا اور ہم نے اس سے اس کے گھر والوں کے بارے میں کبھی نہیں پوچھا تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''بیتو تم نے آج تک ہمیں اپنے گھر والوں کے بارے میں نہیں بتایا؟''

''آپ نے پوچھا ہی نہیں۔''

میں شرمندہ ہو گیا تھا۔ ''واقعی یہ میری کوتاہی ہے۔ اب پوچھ رہا ہوں ان کے بارے میں بتاؤ۔''

بیتو جیسے ماضی میں چلا گیا تھا۔ ''ہمارا اماں باپ اور دو بھائی تھا۔ ہم سے چھوٹا اور دو بہن تھا۔ وہ ہم سے بڑا تھا۔ ایک کا شادی ہو گیا تھا اور دوسرا ابھی بغیر شادی کے تھا۔ شادی والا بہن تو ہمارے سامنے مارا گیا۔ بغیر شادی والا بہن ماں باپ کے ساتھ تھا۔ ان کا کچھ نہیں معلوم ہوا تھا۔''

''ممکن ہے وہ بچ گئے ہوں۔'' سادھنا نے اسے تسلی دی۔

''نہیں دیدی اگر وہ بچ گئے ہوتے تو وادی تک آ جاتے۔''

''اس سارے علاقے پر بھارتی فوج قابض ہو گئی تھی اس لیے ممکن ہے وہ جان بچانے کے لیے کہیں اور نکل گئے ہوں۔'' میں نے کہا۔

''شاید لیکن ہم کو امید نہیں ہے۔'' بیتو نے مایوسی سے کہا۔ ''مجھے لگتا ہے میرے گھر والوں میں سے کوئی اس دنیا میں نہیں ہے۔''

''انسان کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔'' وسیم نے اسے سمجھایا۔

''میں خود کو جھوٹا بہلاوا نہیں دے سکتا۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''اگر میرے گھر والے بچ گئے ہیں اور ان سے ملنا میرا مقدر ہے تو وہ مجھے ضرور ملیں گے۔''

ابھی ہم بات کر رہے تھے کہ اندر سے اجیت کے بچے ناشتے سمیت نکلنے لگے تھے۔ انہوں نے تھال اٹھا

رکھے تھے۔ رات کے کھانے کی طرح ناشتہ بھی پُر تکلف تھا۔ انڈے اور پراٹھوں کے ساتھ مکھن اور شہد تھا۔ اجیت صرف دوسو روپے میں ہماری بہت اچھی میزبانی کر رہا تھا۔ ہم نے بہت عرصے بعد گھر کا کھانا اور ناشتہ کھایا تھا۔ ناشتہ اسی چٹان پر کیا تھا۔ جو دھوپ سے کسی قدر گرم ہوگئی تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ کسی قدر کم سرد ہوگئی تھی۔ ناشتے کے بعد ایک بار پھر گرم قہوہ آیا۔ ان علاقوں میں شاید چائے کا رواج نہیں تھا ورنہ قہوہ چائے سے مہنگا ہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد ہم نے روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ اجیت نے امیت کے توسط سے کہا کہ وہ ہمیں کسی نزدیکی شہر تک پہنچائے گا جس کا نام شاید مزدنگ یا اسی قسم کا تھا۔ اب میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ امیت نے ہمیں کھٹمنڈو تک پہنچانا تھا لیکن یہ بات اجیت کو نہیں بتائی تھی۔ ایک بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی کہ ہم گدھوں کا کیا کریں۔ کیونکہ میرے حساب سے تو ہمیں بس سے یا کسی اور مشینی ذریعے سے سفر کرنا تھا۔ اس میں گدھے بے کار تھے۔ میں نے امیت سے پوچھا۔

''ہم پیدل سفر کریں گے کیونکہ بس میں سفر کے دوران پولیس والے کئی جگہ تلاشی لیتے ہیں اور تمہارے پاس خطرناک سامان ہے۔'' اس نے باپ کی موجودگی میں اسلحے کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔

''لیکن کھٹمنڈو یہاں سے دور نہیں ہے؟''

اجیت کھٹمنڈو کے ذکر پر چونکا اور اس نے امیت سے پوچھا۔ امیت نے اسے جواب دیا اور ہم سے بولا۔

''میرے باپ کے سامنے محتاط رہو، اسے شک ہوگیا تو یہ ہمیں نہیں جانے دے گا۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ آگے تم لوگ بس سے کھٹمنڈو جاؤ گے۔''

''تم نے بکواس تو کی ہے لیکن میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ غالباً مروجہ طریقوں سے راستہ بتانا اسے بھی نہیں آتا تھا۔ اس نے جواب دیا۔

''اگر ہم ابھی چل پڑیں اور آج سارا دن سفر کریں اور کل بھی سارا دن سفر کریں تو کل شام کو وہاں پہنچ جائیں گے۔''

''بس تو پھر چلو۔'' میں نے کہا۔ میں نے اجیت کو رات سو روپے دیئے تھے اور اسے مزید اتنی ہی رقم اور دینی تھی لیکن جب میں نے اسے مزید پانچ سو روپے اور دیئے تو وہ بہت ہی خوش ہوگیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ چالاک نہیں تھا ورنہ ہم سے اس سے کہیں زیادہ رقم کھینچ سکتا تھا۔ اس نے راستے کے لیے ہم کو مکئی کی روٹی دی اور ساتھ میں مکھن بھی تھا۔ اس کے مقابلے میں اس کا بیٹا بہت چالاک تھا اس نے دیکھ لیا تھا کہ میں نے اس کے باپ کو طے شدہ معاوضے سے تین گنا زیادہ دیا تھا۔ اس نے للچائے انداز میں کہا۔

''تم نے کہا تھا کہ تم جتنا میرے باپ کو دو گے مجھے بھی اتنا ہی دو گے۔''

''ہاں تم کو بھی اتنا ہی ملے گا۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''لیکن یاد رکھنا ہماری حفاظت کی ذمے داری تم پر ہوگی۔ یعنی ہم اپنی حفاظت کے لیے کہیں ہتھیار نکالنے پر مجبور نہ ہوں۔ اس لیے ہمیں ایسے راستوں سے لے کر چلنا جہاں پولیس سے ٹکراؤ کا امکان کم ہو۔''

''ساتھ ہی ہم جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔'' وسیم نے کہا۔

''آپ بے فکر رہو۔'' اس نے اعتماد سے کہا۔ ہم روانہ ہوئے تو اجیت ہم کو سڑک تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں اس کے جانے کے بعد امیت نے نفرت سے کہا۔''اس کے پاس تیسری بیوی کے لیے رقم کچھ کم تھی۔ میرا خیال ہے جب تک میں واپس آؤں گا یہ تیسری بیوی لا چکا ہوگا۔''

''تو تمہیں اس میں جلنے کی ضرورت نہیں ہے یہ ساری خرید وفروخت وہ اپنی کمائی سے کر رہا ہے۔'' وسیم نے اسے گھر کا۔''اس کی جگہ تم ہوتے تو تم کیا کرتے؟''

وسیم کے سوال پر وہ کھسیا گیا تھا۔ سادھنا نے غصے سے اسے دیکھا۔''تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے۔''

اس نے سادگی سے کہا۔''اس میں شرم کی کیا بات ہے؟''

''بے کار ہے۔'' میں نے سادھنا کی طرف دیکھا۔''ان کے نزدیک یہ معیوب بات نہیں ہے۔ یہ ان کا صدیوں پرانا رواج ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔''

''ہمارے ہاں بھی کم برا رواج نہیں ہے لڑکی دو اور پھر جہیز بھی دو۔''

''اب تو جہیز نکاح کی طرح ضروری ہو گیا ہے۔ لڑکے والے منہ پھاڑ کر مانگتے ہیں۔''

کچھ دیر تو ہم سڑک پر سفر کرتے رہے تھے۔ اس کے بعد امیت ہمیں لے کر ایک کچے راستے پر اتر گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔''کیا تم کو علم ہے کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟''

''بالکل یہ ایک چھوٹا راستہ ہے۔'' اس نے یقین سے کہا۔''اس سے ہو کر ہم کھٹمنڈو جانے والی سڑک پر پہنچ سکتے ہیں۔''

''ایک بات کا اور خیال رکھنا کہ ہمیں رات کسی جگہ رکنا ہوگا اس لیے یہ سوچ کر سفر کرنا۔ رات سے پہلے پہلے ہمارا کسی آبادی تک پہنچ جانا لازمی ہے۔'' میں نے اسے خبردار کیا۔

''آپ فکر مت کرو۔'' اس نے کہا۔''راستے میں ایک سرائے آئے گی وہاں ہم رک سکتے ہیں۔''

''تم کہہ رہے ہو کہ تم صرف ایک بار کھٹمنڈو گئے ہو تو تم کو یہ سب یاد ہے؟'' وسیم بولا۔

امیت نے دانت نکالے۔''ہاں نا...... ابھی دو مہینے پہلے تو گیا تھا۔''

''تم ایک عام سے آدمی ہو اور نیپال کے شہری ہو تو تم کو سیدھا راستہ چھوڑ کر اس طرح جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔'' بیتو نے نکتہ اٹھایا۔

''وہ ہم کام سے گیا تھا۔'' اس نے گڑبڑا کر کہا اور جلدی سے آگے نکل گیا تھا۔ وسیم نے میری طرف دیکھا تھا۔

''شہباز صاحب دال میں کچھ کالا ہے۔''

''مجھے بھی لگ رہا ہے۔'' میں نے اس کی تائید کی۔

''کہیں یہ ہم کو دھوکا نہ دے۔'' بیتو بولا۔

''اگر اس نے ایسی کوئی حرکت تو خود بھی مارا جائے گا۔'' میں نے کہا۔

''اگر اس نے ہمیں پولیس کے حوالے کر دیا تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے؟'' وسیم نے سوال کیا تو اس نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی اگر وہ کوئی ایسی حرکت کر جاتا تو ہم سانپ نکل جانے کے بعد لکیر بھی نہیں پیٹ

سکتے تھے۔ اس لیے ہمارا محتاط رہنا ضروری تھا۔ بیتو نے کہا۔
''یہ جو کہا کرے اس کی تصدیق کرنا چاہیے کسی دوسرے سے۔''
''اور اسے نظروں سے دور نہیں جانے دینا۔'' وسیم بولا۔
''قصہ مختصر اس پر پوری نظر رکھو اور بیتو تم ذرا اس سے گپ شپ کرو اور اسے کچھ ایسے قصے سناؤ جن میں ہم نے خود سے دھوکا کرنے والے غداروں کے ساتھ عبرت ناک سلوک کیا تھا۔''
بیتو خوش ہو گیا۔ ''آپ فکر مت کرو ہم اس کی جان نکال دے گا۔''
''اتنی ضرور رکھنا کہ یہ ہمیں کھٹمنڈو تک پہنچا دے۔'' وسیم نے کہا۔
اس کچے راستے پر ہم سارا دن ہی سفر کرتے رہے تھے اگر چہ یہ باقاعدہ راستہ تھا اگر چہ یہ ان راستوں جیسا خطرناک نہیں تھا جن پر ہم کل تک سفر کرتے رہے تھے لیکن پھر بھی یہ سڑک کے مقابلے میں مشکل ضرور تھا۔
سہ پہر کے قریب ہم ایک بڑی سڑک تک پہنچنے میں کامیاب رہے تھے۔ امیت نے اعلان کیا۔
''یہ سڑک سیدھا کھٹمنڈو جاتا ہے۔''
''اس کا مطلب ہے اس پر پولیس ناکے ہوں گے؟'' میں نے پوچھا
امیت نے سر ہلایا۔ ''بالکل ہیں۔''
''ہمارے پاس ان کو دکھانے کے لیے کوئی کاغذ نہیں ہے۔''
امیت نے تشویش سے کہا۔ ''تب تو مشکل ہو گا۔''
''تم ایسے راستے نہیں اختیار کر سکتے جن سے پولیس نہ ملے۔''
''ایسا راستہ ہے تو لیکن اس سے بہت دن لگ جائے گا اور پھر کچھ جگہ ایسا ہے جہاں گزرنا پڑے گا۔ وہ راستہ جو دریا پر سے گزرتا ہے۔''
''تمہارا مطلب ہے پل؟''
''وہی وہی۔'' اس نے سر ہلایا۔ ''دو جگہ ایسا کرنا پڑے گا۔''
امیت کی بات تشویش ناک تھی۔ ہم نے رک کر ایک جگہ چھوٹی سی میٹنگ کی اور اس میں سادھنا نے تجویز پیش کی کہ ہم کو مقامی لوگوں جیسا حلیہ بنا کر سفر کرنا چاہیے۔ اب سوال یہ تھا کہ مقامی لباس کہاں سے ملے گا۔ اس کے لیے امیت سے مشورہ کیا گیا۔ اس نے کہا۔
''لباس تو آگے بہت مل جائے گا۔ ادھر گاؤں میں مقامی طور پر سارا کپڑا بنتا ہے۔''
''بس تو تم نے کسی ایسی جگہ سے ہم کو مقامی لباس دلوانا ہے۔'' میں نے کہا۔ ہم آگے چل پڑے۔ ایک گھنٹے بعد امیت نے ہمیں ایک گاؤں کے کنارے روکا اور خود سڑک سے اتر کر غائب ہو گیا۔ میں نے بیتو کی طرف دیکھا تو وہ اس کے پیچھے لپکا تھا۔ دونوں کی واپسی دس منٹ بعد ہو گئی تھی۔ امیت اس طرح پیچھا کیے جانے پر کچھ ناراض تھا اس نے منہ پھلا کر کہا۔
''ادھر کپڑا ہے لیکن تم لوگوں کو جانا ہو گا۔''
ہم سڑک سے اتر کر اس گاؤں تک آئے۔ یہ خاصا بڑا گاؤں تھا اور اس کے وسط میں ایک بازار تھا۔ وہاں

کپڑوں کی دکان تھی۔ دکان میں زنانہ اور مردانہ ہر قسم کے کپڑے تھے۔ ان میں پاجامے نما ٹراؤزر اور صدری نما اونی کرتے تھے۔ ہم نے کپڑے لیے۔ ادائیگی کی اور وہاں سے روانہ ہو گئے ایک ہوٹل سے بیتو نے کھانے کا سامان لے لیا تھا۔ وہاں کھانا صحیح مل رہا تھا۔ بیتو نے کہا۔ ''میں نے سوچ کر لے لیا کہ آگے پتا نہیں کیا ملے۔''

''تم نے اچھا کیا۔''

وہ فرائی مچھلی اور کلیجے نما نان لایا تھا۔ ساتھ میں پکوڑے تھے اور مقامی اچار بھی تھا۔ امیت نے دبی زبان میں رات یہاں رکنے کا مشورہ دیا تھا لیکن میں نے اس سے کہا کہ ابھی ہم نے کم سے کم چار گھنٹے مزید سفر کرنا ہے اس کے بعد ہی کہیں رکنا ہوگا۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

''اگر اس جگہ کوئی سرائے نہ ملا تو؟''

میں نے اسے گھورا۔ ''تو ہم اس جگہ سے آگے جو سرائے ملے گی وہاں رکیں گے سمجھے؟''

''جی صاحب سمجھ گیا۔''

ہم گاؤں سے نکل کر آگے آئے اور ایک ویران جگہ پر جھاڑیوں میں جا کر کپڑے بدلے تھے۔ یہ لباس بھی آرام دہ اور گرم تھا۔ اپنے اتارے کپڑے ہم نے بیگوں میں ڈال دیئے۔ دو عدد چادریں بھی لی تھیں۔ ان میں بیگ لپیٹ کر باندھ دیئے۔ اب ہم ہر لحاظ سے مقامی نظر آ رہے تھے۔ اگرچہ خدوخال میں فرق تھا مگر کھڑے نقوش والے نیپال میں بھی عام ہوتے ہیں اسی طرح وہاں پستہ قد اور کمزور جسامت کے لوگوں کے ساتھ طویل قامت اور مضبوط جسم والے بھی نظر آتے تھے۔ بس ایک مسئلہ تھا کہ ہم نیپال کی زبان نہیں بول سکتے تھے۔ میں نے امیت سے اس مسئلے کا حل پوچھا تو اس نے کہا۔

''تم لوگ جنوبی نیپال والے بن جاؤ۔ یہ بھارت کی سرحد کے پاس رہتے ہیں اور ان کی شکل وصورت اور زبان بھارت والوں سے ملتی ہے۔''

''یہ ٹھیک رہے گا۔ اب یہ بتاؤ کہ کھٹمنڈو میں کوئی مندر ہے جس کی زیارت کو جایا جا سکے۔''

اس نے دو تین مندروں کے نام بتائے۔ میں نے کہا۔ ''جب پوچھا جائے تو کہہ دینا کہ ہم اشوکا کے مندر کی زیارت کرنے جا رہے ہیں۔ میرا نام چاند کمار اور یہ سورج کمار ہے۔'' میں نے وسیم کی طرف اشارہ کیا۔

''ہم اور دیدی؟'' بیتو نے سوال کیا۔

''تم دونوں کے اصل نام ہیں نا۔'' میں نے کہا۔

سادھنا ہنسی۔ ''سورج کمار......'' اس نے وسیم کی طرف دیکھا۔

''ذرہ نوازی ہے تمہاری۔'' وہ مسکرایا۔ ''اور ان کا کرم ہے جو مجھ ذرے کو آفتاب بنایا۔''

میں اس کی برمحل بات پر حیران ہوا تھا میرا خیال تھا کہ وسیم کو شاعری اور ادب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوگا لیکن اس کا جملہ بتا رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ تعلق ضرور تھا۔ ہم آگے روانہ ہو گئے۔ اب سڑک کا سفر تھا اور اس لیے بہت تیزی سے کٹ رہا تھا کھانے پینے سامان ختم ہو چکا تھا اور کچھ فالتو چیزیں ہم نے راستے میں چھوڑ دی تھیں۔ اس لیے اب وزن کم تھا اس لیے دونوں بیگز ایک ہی گدھے پر لاد دیئے گئے تھے۔ دوسرے پر سادھنا سوار تھی۔ سورج غروب ہوتے ہی حسبِ معمول تاریکی بہت تیزی سے چھائی تھی لیکن اندھیرا ہونے کے ایک گھنٹے بعد ہی

م ایک سرائے تک پہنچ گئے تھے۔ سرائے کیا یہ اچھا خاصا ہوٹل تھا۔ جو مٹی اور لکڑی سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ہم نے دو مرے لیے تھے۔ ایک میں بیتو اور سادھنا رک جاتے۔ دوسرے میں ہم تین سما جاتے۔ کمرے بھی اچھے اور صاف ستھرے تھے۔ اندر انگیٹھیاں جلا دی گئی تھیں۔ کیونکہ کھانا ہم ساتھ لائے تھے اس لیے وہی کھایا۔ پھر چائے منگوائی اور اس کے بعد سونے کے لیے لیٹ گئے۔ میں نے امیت سے کہا۔

''تم غیر ضروری طور پر باہر نہیں جاؤ گے۔''

''بلکہ جب تک ہم اجازت نہ دیں تم باہر نہیں جاؤ گے۔'' وسیم بولا۔

وہ چونکا۔ ''میں سمجھا نہیں صاحب۔''

''دیکھو تم باہر جاؤ گے تو لوگ تم سے ملیں گے اور بلا وجہ تم سے ہمارے بارے میں سوال کریں گے۔ تم بولو گے تو جھوٹ بولو گے اور جھوٹ پکڑا جاتا ہے۔ پکڑنے والے ہمیں نہیں چھوڑیں گے اور ہمارے ساتھ تمہیں بھی مرنا پڑے گا۔''

میں نے وسیم کی تائید کی۔ ''جب کہ تمہاری شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔''

''ہم کوشش کر رہے ہیں کہ تمہاری کم سے کم ایک شادی ہو جائے۔''

''اس کے لیے تمہارا زندہ رہنا بہت ضروری ہے۔''

''اس لیے باہر جانے سے گریز کرو۔'' وسیم نے پستول نکال کر اسے ہوا میں اچھالا اور کیچ کر لیا۔ ''اب سمجھ گئے۔''

امیت نے تھوک نگلا۔ ''بالکل سمجھ گیا۔''

''بس تو آنکھیں بند کر کے سو جاؤ۔'' میں نے اسے مشورہ دیا۔

☆======☆======☆

کمرے میں دو بیڈ تھے۔ فرش پر ایک دری نما لیکن صاف قالین تھا ہمیں دو ہلکے کمبل ملے تھے۔ انگیٹھی کی وجہ سے یہ کافی تھے۔ امیت کو ہم نے چادر دے دی تھی۔ احتیاط کے طور پر ہتھیار والا بیگ ہم نے سادھنا والے کمرے میں رکھوا دیا تھا۔ سرائے میں کمرے دینے والا ایک بھارتی تھا اور اس نے ہم وطن سمجھ کر نہ تو ہم سے کاغذات مانگے تھے اور ہمیں سب سے اچھے کمرے دیئے تھے۔ جن میں ہم نے سکون سے رات گزاری تھی۔ نومبر کا پہلا ہفتہ تھا اور راتیں بہت لمبی ہو گئی تھیں۔ اس لیے ہمیں سونے کے لیے بہت وقت ملا تھا۔

گزشتہ دو ہفتے جس طرح گزرے تھے اس کے بعد کم سے کم رات کا مکمل آرام بہت ضرور تھا تا کہ ہم کسی نئے ایڈونچر کے لیے جسمانی طور پر تیار ہوں۔ صبح اٹھے تو بے چارہ امیت شکل بنا کر بیٹھا تھا۔ میں نے پوچھا۔

''کیا ہوا ہے؟''

اس نے خاص اشارہ کیا۔ اس کمرے کے ساتھ باتھ روم نہیں تھے بلکہ باہر تھے۔ میں اس کے ساتھ باہر آیا اور جب وہ اندر گیا تو میں نے سادھنا کے کمرے کا دروازہ بجایا۔ کچھ دیر بعد بیتو آنکھیں ملتا نمودار ہوا۔ اس نے مجھے دیکھا۔ ''شوبی بھائی کتنے دن بعد صحیح سے سویا۔''

''لیکن اب اٹھ جاؤ۔'' میں نے کہا۔ ''ناشتے کرتے ہی روانہ ہونا ہے۔''

ضروریات سے فارغ ہونے کے دوران میں نے نیچے جا کر ناشتے کا کہہ دیا اور ایک گھنٹے بعد ہم ناشتہ کر کے سرائے سے روانہ ہوئے تھے۔ ہمارے گدھوں نے بھی کئی دن بعد سکون سے رات گزاری تھی۔ ان کو اچھا چارہ وغیرہ دے دیا گیا تھا۔ اس لیے وہ بھی خوش تھے۔ اب سفر بھی دشوار نہیں تھا۔ مگر صرف گدھوں کی حد تک۔ کیونکہ ہمارے لیے سفر کا ایک اور خطرناک مرحلہ شروع ہو گیا تھا۔ اب ہمیں پولیس سے واسطہ پڑنے والا تھا۔ ہمارے پاس خطرناک بور کا اسلحہ تھا اور ہم پکڑے جاتے تو یقیناً دہشت گرد شمار ہوتے لیکن اس مرحلے سے گزرے بغیر ہم کھٹمنڈو جا بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے اسلحہ بانٹ لیا تھا۔ اب یہ دو بیگز میں تھا۔ ایک پستول میرے پاس تھا اور دوسرا وسیم کے پاس تھا لیکن ہم نے رائفلیں بھی ایسے رکھی تھیں کہ ضرورت پڑنے پر ہم ان کو ایک منٹ میں نکال سکتے تھے۔ فتح خان سے حاصل ہونے والی بارودی سرنگ ہم نے غار کے پاس چھوڑ دی تھی۔ وہ ہمارے لیے بیکار تھی حالانکہ اسی کی وجہ سے ہم فتح خان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اسی طرح کچھ دستی بم تھے۔ وہ بھی ہم نے نہیں رکھے تھے۔

اس سڑک پر ٹریفک جاری تھا اور اس میں عام گاڑیوں سے لے کر بھاری ٹرک تک شامل تھے۔ جو کھٹمنڈو کی طرف رواں دواں تھے۔ ایک بار مجھے خیال آیا کہ ہم کسی ٹرک والے کی خدمات حاصل کریں اور اس میں چھپ کر کھٹمنڈو پہنچ جائیں لیکن اس میں بہت خطرہ تھا ممکن ہے ہم جس ٹرک والے پر بھروسہ کرتے وہی مروا دیتا اس لیے یہ خیال میں نے دل سے نکال دیا۔ ہم جس طرح سفر کر رہے تھے یہی طریقہ بہتر تھا اور اگر کہیں چیکنگ کا موقع آتا تو ہم سکہ رائج الوقت بھی استعمال کر سکتے تھے۔ اس خطے کے ممالک میں رشوت خوری عام ہے اور اب تو اسے برائی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ کم سے کم وطنِ عزیز کی حد تک تو یہ چلن عام ہو چکا ہے۔

ہمارے پاس دو گدھے تھے ایک پر سامان تھا اور دوسرے پر سادھنا مجھے خیال آیا کہ دونوں گدھوں پر کسی نہ کسی کو ہونا چاہیے تھا۔ میں نے وسیم سے بات کی تو اس نے اتفاق کیا۔ ''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں خالی سامان بلا وجہ توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔''

ہم نے یہ کیا کہ ایک بیگ کو دوسرے گدھے پر منتقل کیا اور اس پر بیتو کو سوار کر دیا۔ اس نے احتجاج کیا۔ ''ہم چل سکتا ہے۔''

''تم بیمار ہو۔'' میں نے کہا۔ ''اور ہم تم کو اشوکا کے مندر لے جا رہے ہیں تاکہ تم کو وہاں بھگوان کے حضور پیش کریں۔''

وسیم نے سر ہلایا۔ ''وہ تم کو شفا دے ورنہ اپنے پاس بلا لے۔''

''کیا کہتا ہے وسیم بھائی۔'' بیتو بدک گیا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم بیمار ہو اور اگر کوئی پوچھے تو یہ کہنا ہے کہ ہم تم کو کھٹمنڈو لے جا رہے ہیں۔'' میں نے اسے سمجھایا۔ ''ذرا ایسے بیمار بننا کہ کوئی گدھے کے سامان کی تلاشی نہ لے۔''

''ہم سمجھ گیا۔'' بیتو نے سر ہلایا۔

اب ایک گدھے پر سادھنا تھی اور دوسرے پر بیتو، دونوں پر بیگز تھے جو چادروں میں لپٹے ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آ رہے تھے۔ ہم نے بیتو کو سمجھا دیا تھا کہ ایسی کسی صورتِ حال میں جب کہ ہم میں سے کوئی فائر کرے اسے رائفل نکال کر حرکت میں آ جانا تھا۔ سادھنا کے لیے یہ ہدایت تھی کہ اسے رائفل نکال کر پہلے قریب موجود ہم میں سے کسی کے حوالے کرنا تھی اور اس کے بعد اپنے لیے رائفل نکالنا تھی۔ سادھنا نے اپنے بال پیچھے کر کے باندھ لیے تھے اور کئی دن سے منہ ہاتھ نہ دھونے کی وجہ سے وہ کچھ میلی لگ رہی تھی۔ امیت یہ سب غور سے دیکھ رہا تھا اس نے مجھ سے کہا۔

''اگر راستے میں پولیس نے روکا تو؟''

''ہم رک جائیں گے۔''

''اور اگر اس نے تلاشی دینے کو کہا۔''

''تو ہم بالکل نہیں دیں گے۔'' وسیم بولا۔ ''اس کے بجائے ان کو گولی دیں گے۔''

اس کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ ''گولی......'' اس نے مردہ لہجے میں کہا۔ ''پھر تو پولیس بھی گولی مارے گی۔''

''لازمی بات ہے اس لیے تمہاری کوشش ہونی چاہیے کہ پولیس تلاشی نہ لے اور ہم کو ایسے ہی جانے

دے۔'' میں نے کہا۔

''یہ ہم کدھر پھنس گیا۔'' وہ فریادی لہجے میں بولا۔ ''تمہارا ساتھ دیتا تو پولیس کا گولی لگتا۔''

''اور پولیس کا ساتھ دیا تو ہمارا گولی لگے گا۔'' وسیم بولا۔ ''ہمارا گولی یقینی ہے اس لیے ہمارا ساتھ دو۔''

وہ سمجھ رہا تھا کہ ہم سکہ بند دہشت گرد تھے اور کھٹمنڈو تک پہنچ کر اس کی جان چھوڑ دیں گے لیکن یہاں تو کھٹمنڈو تک پہنچنا ہی بہت دشوار لگ رہا تھا۔ اب تو وہ پھنس گیا تھا۔ ہمیں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا تھا۔ طوعاً کرہاً وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو گیا تھا۔ جلد ہی پہلی آزمائش سامنے آ گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی پولیس چوکی تھی۔ جس پر دو اونگھتے سپاہی آتی جاتی گاڑیوں کو لاتعلقی سے دیکھ رہے تھے۔ ہمارے سامنے انہوں نے کسی کو رکنے کا اشارہ نہیں کیا اس لیے ہم بھی اطمینان سے گزرنے لگے تھے لیکن جیسے ہی ایک پولیس والے کی نظر ہم پر پڑی اس نے کڑک کر کچھ کہا۔ امیت نے میری طرف دیکھا۔ میں نے پوچھا۔

''یہ کیا کہہ رہا ہے؟''

''یہ رکنے کو کہہ رہے ہیں۔''

ہم رک گئے۔ پولیس والا اٹھ کر آگے آیا اور اس نے ہمارا معائنہ کیا۔ سب سے تفصیل سے اس نے سادھنا کا جائزہ لیا تھا۔ پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوا اور کڑک کر بولا امیت نے ترجمہ کیا۔ ''یہ پوچھ رہا ہے کہ ہم لوگ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟''

''اسے بتاؤ کہ ہم کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔'' میں نے کہا۔

امیت نے ان کو مقامی زبان میں بتایا تو پولیس والے کی آنکھ میں شک نظر آنے لگا تھا۔ پولیس والے کو بات بے بات کڑکنے کی عادت تھی۔ اس نے پھر کڑک کر کچھ کہا۔ امیت نے بے چارگی سے میری طرف دیکھا۔

''یہ تلاشی لینے کو کہہ رہا ہے۔''

''مگر کیوں......'' میں نے الفاظ سے زیادہ انداز سے احتجاج کیا۔ ''ہم عام سے لوگ ہیں۔''

''یہ تو یہ بات نہیں سمجھتے ہیں۔'' امیت نے کہا۔

''ان کو سمجھاؤ اگر ایسے نہیں سمجھتے ہیں تو زر کی زبان میں سمجھاؤ۔''

امیت ان سے بات کرنے لگا وہ بیتو کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہہ رہا تھا جو گدھے پر گردن لٹکائے بیمار بننے کی اداکاری کر رہا تھا۔ امیت کی پُرزور اپیلوں سے پولیس والا کسی قدر پسیج گیا تھا۔ رہی سہی کسر اس نوٹ نے پوری کر دی جو امیت نے اس کی جیب میں ڈالا تھا اور اس نے ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔ یہ کام اس نے مونچھوں کو تاؤ دے کر اور کڑک کر کیا تھا۔ ہم نے آگے نکل کر سکون کا سانس لیا تھا۔

سادھنا نے کہا۔ ''کیا کڑک دار سپاہی تھا۔''

''پولیس کی وردی میں کچھ ایسا ہی کلف ہوتا ہے۔'' میں ہنسا۔ ''اپنے ملک میں نہیں دیکھا ہے۔''

''بچ گئے صاحب۔'' امیت نے مسرت سے کہا۔ ''اگر وہ روک لیتا تو بڑا لفڑا ہو جاتا...... ویسے آپ کا بچ گولی چلاتا۔''

''ابھی ہمیں تم سے کام ہے ورنہ چلا کر دکھاتا۔'' وسیم نے کہا تو امیت نے دانت نکال دیئے تھے۔ اتنی دیر

میں وہ سمجھ گیا تھا کہ ہم اسے ڈراتے زیادہ تھے۔ پھر اسے اپنے نوٹ کا خیال آیا۔ اس نے دکھی لہجے میں کہا۔

''ہمارا پچاس روپیہ خرچ ہوگیا۔''

''شکر کرو تم خرچ نہیں ہوئے۔'' بیتو چہک کر بولا۔

''فکر مت کرو تم نے خود کو اپنے باپ کی طرح انعام کا مستحق ثابت کر دیا ہے۔ تم نے دیکھا ہے ہم جس سے خوش ہوں اسے کیسے نوازتے ہیں۔'' میں نے اسے تسلی دی۔

''اور اگر کوئی ہمیں دھوکا دے تو اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ بھگوان سے پرارتھنا کرو کہ تم وہ دیکھنے سے محفوظ رہو۔'' بیتو نے پھر اسے ڈرایا۔

''برخوردار تم بھی ذرا دیر تک بیمار رہا کرو۔'' وسیم نے بیتو سے کہا۔ ''وہاں سے نکلتے ہی تم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے اور ادھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔''

''آئندہ ہم خیال رکھے گا۔'' بیتو نے وعدہ کیا۔

دوپہر کو ہم ایک جھگی ہوٹل کے سامنے رکے۔ یہاں پیٹ پوجا کی اور آگے چل پڑے۔ میں نے محسوس کیا کہ نیپال کھانے پینے کے لحاظ سے ایک سستا ملک تھا۔ حالانکہ یہاں اکثر اجناس اور خوراک کی چیزیں بھارت یا دوسرے ممالک سے آتی ہیں۔ نیپال ایک لینڈ لاکڈ سرزمین ہے۔ یعنی اس کے چاروں طرف ممالک ہیں اور یہ کہیں سے بھی سمندر سے نہیں لگتا ہے۔ خیر یہ تو مسئلہ نہیں ہے۔ سوئٹزر لینڈ جیسے ترقی یافتہ ممالک سمیت دنیا کے بے شمار ممالک لینڈ لاکڈ ہیں لیکن نیپال کی بدقسمتی کہ اس کے ایک طرف ہمالیہ ہے تو دوسری طرف بھارت ہے اور دونوں ہی ایک جیسے نامہربان ہیں۔

بھارت نے اس چھوٹے سے ملک کا بھی جینا حرام کر رکھا ہے۔ اسے تجارتی راہداری کے نام پر عملاً اپنی کالونی بنا رکھا ہے۔ پورے ملک میں بھارت کی مصنوعات بلا روک ٹوک آتی ہیں اور اگر وہ بھارت کی منشا کے خلاف اپنی خارجہ پالیسی میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتا ہے تو بھارت سرحدیں بند کر کے اس کا دماغ درست کر دیتا ہے۔ کئی بار بھارت، یہ حربہ استعمال کر چکا ہے اور ہر بار نیپال کو بھارت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے تھے۔ دوسری طرف ہمالیہ ہے جو اسے چین اور وسط ایشیا سے ملنے سے روکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت اس ملک پر قابض ہے۔ گزشتہ دنوں شاہی خاندان کا قتل بھی بھارت کی ایجنسیوں کی تیار کردہ سازش تھی اور اس کا مقصد بھارت کی بالادستی اس ملک پر قائم رکھنا ہے۔

بھارت کی اس بالادستی کے خلاف یہاں کے عوام چین کا ساتھ دے رہے ہیں اور انہوں نے ملک میں ایک ایسی حکومت کے قیام کے لیے مسلح جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔ جو بھارت کے اثر سے آزاد ہو۔ ان کو ماؤ نواز باغی کہا جاتا ہے اور چین پر الزام لگتا ہے کہ وہ ان کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ چین اس الزام کی تردید کر چکا ہے مگر مغربی میڈیا اس الزام کو اتنے تواتر سے دھراتا رہا ہے کہ اب عملاً ان لوگوں کو ماؤ نواز کہا جاتا ہے۔ ماؤ نواز باغیوں کو عوام کی حمایت حاصل ہے اور ملک کے بڑے حصے پر عملاً ان کا راج ہے۔ یہ پولیس اور فوج پر حملے کرتے ہیں اور سرکاری حکام کو نشانہ بناتے ہیں لیکن عوام اور خاص طور سے غیر ملکیوں کو یہ بالکل نہیں چھیڑتے ہیں۔ کیونکہ عوام ان کے حامی ہیں اور غیر ملکیوں سے حاصل ہونے والے زرمبادلہ سے ان کا ملک چل رہا ہے یہ

دہشت گرد کہلانے والے ماؤ نواز بھی اتنے محب وطن ہیں کہ اپنے ملک کو نقصان پہنچانے سے گریز کرتے ہیں ان کی ساری دشمنی بھارت نواز انتظامیہ سے ہے۔ اپنی عوامی مقبولیت کی وجہ سے آج کل یہ ماؤ نواز اتنے طاقتور ہو چکے ہیں کہ ان کو حکومت میں شمولیت کی دعوت بھی ملی ہوئی ہے۔

عام قصبوں اور شہروں میں تو پولیس اتنی مستعد نہیں تھی لیکن کھٹمنڈ و اور اس کے آس پاس پولیس اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بہت مستعد تھے۔ امیت نے ہمیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ اس نے کہا۔ ''صاحب ادھر بہت سخت تلاشی ہوتی ہے۔ آپ لوگ یہ ہتھیار نہیں لے جا سکتا۔''

میں بھی جانتا تھا کہ ہتھیاروں سمیت کسی پولیس ناکے سے گزرنا مشکل ترین کام تھا۔ اگر ہم پکڑے جاتے تو گلو خلاصی مشکل ہو جاتی۔ بلکہ یہ عین ممکن تھا کہ بھارت کی طرف سے مطلوب ہونے کی وجہ سے نیپال کی حکومت ہم کو بھارت کے حوالے کر دیتی وہاں ہمارے ساتھ جو ہوتا اس سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ اس لیے ہم نہتے ہونے کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتے تھے۔ یہ اسلحہ ہی تھا جو ہمیں برے وقت میں بچا سکتا تھا۔

''ہتھیار تو ہم کو ہر صورت میں لے کر جانے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''تم کوئی ایسا راستہ جانتے ہو جس سے ہم یہ ہتھیار لے جا سکیں۔''

امیت سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے سر ہلایا۔ ''ایسا راستہ ہے تو پر اس پر بھی پولیس چیکنگ کا ہوتا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''پولیس ادھر بھی گشت کرتا ہے۔ کوئی بھی اُدھر سے کھٹمنڈو میں جا سکتا ہے۔''

''یعنی امکان ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں وہ راستہ تھوڑا آگے سے شروع ہوتا ہے اور ادھر سے دو دن اور لگے گا۔''

میں نے وسیم سے مشورہ کیا اس نے کہا۔ ''شہباز صاحب جہاں ہم اتنے دن دھکے کھا چکے ہیں وہاں دو دن اور سہی۔ اب تو سادھنا بھی فٹ ہو گئی ہے۔''

''میں چل سکتی ہوں۔'' سادھنا نے بھی جلدی سے کہا۔ ''آپ میری فکر نہ کریں۔''

میں نے امیت سے کہا۔ ''ٹھیک ہے ہمیں اسی راستے سے لے چلو۔''

شام کے قریب ہم پکی سڑک سے اتر گئے تھے۔ ایک بار پھر پہاڑی پگ ڈنڈیوں پر سفر جاری تھا لیکن یہ باقاعدہ راستے تھے۔ جو انسانوں اور جانوروں کے مسلسل سفر کی وجہ سے وجود میں آئے تھے۔ امیت نے بتایا کہ اس راستے پر چھوٹے چھوٹے گاؤں آتے ہیں۔ جن میں بدھسٹ آباد تھے۔ ان کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ دشوار راستوں کی وجہ سے سادھنا اور بیتو گدھوں سے اتر آئے تھے۔

اس جگہ جنگل بہت گھنے اور ہریالی والے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ یہاں سردی کا اتنا اثر نہیں تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں سردی نہیں تھی۔ سردی تھی لیکن یہ بے آرام نہیں کرتی تھی۔ یہاں چشمے بھی زیادہ تھے اور جا بہ جا پانی بہہ رہا تھا شاید یہی اس ہریالی کا سبب تھا۔ ہمارے پاس کھانے کا خاص سامان نہیں تھا لیکن امیت نے بتایا کہ اس راستے پر سب مل جائے گا۔ کھانا بھی اور رہائش بھی۔ بشرطیکہ آپ کی جیب میں نوٹ ہوں

اور وہ ہمارے پاس تھے۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا اور اس کے بعد تاریکی تیزی سے پھیلتی۔ امیت اس راستے پر پہلے بھی سفر کر چکا تھا اور اس نے کھٹمنڈو کا سفر اسی راستے سے کیا تھا۔ اس نے خود یہ بات بتائی تھی البتہ اس سوال کا جواب پھر گول کر دیا تھا کہ وہ کیوں اس راستے سے کھٹمنڈو گیا تھا جب کہ وہاں جانے کے لیے سیدھا اور مختصر راستہ تھا۔

''ابھی تک کوئی آبادی نظر نہیں آئی ہے۔'' میں نے امیت سے کہا۔

''آبادی ہے لیکن دور ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ سڑک سے ہٹتے ہی اس کا رویہ بھی تبدیل ہو گیا تھا۔ وہ اب اتنا بھی تابعدار اور مسکین نہیں لگ رہا تھا۔ روشنی تیزی سے کم ہو رہی تھی اور ابھی تک کسی بستی کا نام و نشان بھی نظر نہیں آیا تھا میں نے ذرا سختی سے پوچھا تو اس نے کہا۔ ''ابھی ایک گھنٹے میں آ جائے گا۔ اس پہاڑ کے پیچھے ہے۔''

اس نے خاصے دور نظر آنے والے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔ ہم کسی صورت ایک گھنٹے میں اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وسیم نے مجھ سے پشتو میں کہا۔ ''شہباز صاحب یہ کسی چکر میں ہے۔''

''مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔ اگر اس نے کوئی حرامی پن کیا تو یہ بھگتے گا۔'' میں نے جواب دیا۔ امیت کے چہرے پر ایک قسم کی بے گانگی آ گئی تھی۔ ہم ڈھلان سے اتر رہے تھے اس کے بعد ایک اور چڑھائی تھی۔ امیت سب سے آگے تھا اب اس کے انداز میں کچھ عجلت سی آ گئی تھی میں نے توجہ نہیں دی تھی میں سمجھا تھا کہ جلدی اس پہاڑ کے پیچھے گاؤں تک پہنچنا چاہتا ہے اپنی عجلت کی وجہ سے وہ ہم سے کچھ آگے نکل گیا تھا اور جب ہم ڈھلان کے خاتمے والے حصے میں تھے تو وہ اس کے نیچے پہنچ چکا تھا۔

جیسے ہی وہ ڈھلان سے اترا اچانک وہ بھاگا اور اس سے پہلے ہم کچھ سمجھتے وہ ایک پتھر کے پیچھے ہو گیا۔ ساتھ ہی وہ چلا چلا کر مقامی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا تھا میں نے پستول نکال لیا اور چلا کر بیتو سے رائفل نکالنے کو کہا۔ وہ اور وسیم پہلے ہی حرکت میں آ گئے تھے لیکن ہمیں ذرا تاخیر ہو گئی تھی۔ درختوں اور جھاڑیوں میں چھپے پولیس والوں نے نکل کر ہمیں گھیر لیا تھا۔ ان کی تعداد سات آٹھ تھی اور وہ سب خودکار رائفلوں سے مسلح تھے۔ ان میں سے ایک انسپکٹر رینک کے آدمی نے ہمیں انگریزی میں حکم دیا۔

''اپنا اسلحہ پھینک دو ورنہ مارے جاؤ گے۔''

انہوں نے چاروں طرف سے ہمیں یوں گھیر لیا تھا کہ ہماری کوئی حرکت ان سے پوشیدہ نہیں تھی۔ اگر ہم میں سے کوئی اپنا ہتھیار استعمال کرنے کی کوشش کرتا تو وہ ایک لمحے میں ہمیں چھلنی کر دیتے۔ مجھے یاد آیا کہ جب امیت چوکی پر پولیس والے سے بات کر رہا تھا تو ان کی گفتگو خاصی دیر جاری رہی تھی اور ممکنہ طور پر اس نے وہیں اس پولیس والے کو ہمارے بارے میں بتا دیا تھا۔ پولیس پارٹی کسی طریقے سے ہمارے تعاقب میں تھی اور اس مقام پر انہوں نے ہمیں گھیر لیا۔ گھیرا بھی اس طرح تھا کہ ہمارے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا۔ میں نے سوچا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''ہتھیار پھینک دو۔''

وسیم پھنکارا۔ ''اس حرامزادے نے مروا دیا۔''

''اب اسے کوسنے کا فائدہ نہیں ہے۔'' میں نے کہا اور پستول پھینک دیا۔ وسیم نے میری پیروی کی۔

سادھنا اور بیتو ویسے ہی نہتے تھے۔ وہ خاموش کھڑے رہے تھے۔ پولیس انسپکٹر مسکرایا۔ اس نے دوسرا حکم دیا۔

''سب ہاتھ سروں پر رکھ لو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ۔''

اس بار بھی ہمیں اس کے حکم کی تعمیل کرنا پڑی تھی۔ امیت پتھر کے پیچھے سے نکل آیا تھا۔ اس نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ انسپکٹر نے اس کا جواب دیا۔ امیت ان کو ہمارے بارے میں بتا رہا تھا۔ پولیس نے دونوں گدھے قبضے میں کر لیے اور ہمارے پستول بھی اٹھا لیے تھے۔ چار سپاہی اپنی رائفلیں شانوں سے ٹانگ کر ہماری تلاشی کے لیے آگے آئے۔ میں انسپکٹر کی طرف دیکھ رہا تھا جو امیت سے بات کر رہا تھا۔ وہ یقیناً پولیس کا مخبر تھا تبھی تو اس کے کہنے پر پولیس نے ہمیں گھیر لیا تھا۔ سپاہیوں نے تلاشی لے کر بیگ میں موجود اسلحہ بھی قبضے میں لے لیا تھا۔ انسپکٹر میرا پستول لے کر اس کا معائنہ کرتے ہوئے امیت سے بات کر رہا تھا۔ اچانک ہی گولی چلنے کی آواز آئی اور میں نے امیت کے ماتھے میں سوراخ ہوتے دیکھا۔

پہلے تو میں سمجھا کہ انسپکٹر نے امیت کو گولی ماری تھی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں میرا والا پستول تھا اور وہ امیت کے پاس کھڑا تھا لیکن پھر میں نے انسپکٹر کو بدحواسی کے عالم میں چاروں طرف گھومتے دیکھا۔ سپاہیوں کو بھی خطرے کا احساس ہو گیا تھا اور وہ جو اب آرام سے کھڑے ہو گئے تھے ایک بار پھر سے اپنا اسلحہ سنبھالنے لگے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتے ایک فائر اور ہوا اور اس بار انسپکٹر کے سر میں سوراخ ہو گیا۔ اس کا سر سے اچھلتا لہو پاس کھڑے سپاہی پر گرا تو اس نے اپنی رائفل پھینک دی اور پاگلوں کی طرح خود پر گرنے والے خون کو صاف کرنے لگا شاید خون کی بو نے اس کا دماغ الٹ دیا تھا۔ اس دوسرے فائر کے ساتھ ہی کسی نے چلا کر کچھ کہا۔ زبان مقامی تھی اس لیے میں یا ہم میں سے کوئی سمجھ نہیں سکا تھا۔ مگر سپاہیوں کے چہرے سفید پڑ گئے تھے اور وہ ایک تذبذب کے عالم میں کھڑے رہ گئے۔ پھر تیسرا فائر ہوا اور اس بار ایک سپاہی گرا اور باقیوں کی ہمت جواب دے گئی اور انہوں نے اپنا اسلحہ پھینک دیا۔ انہوں نے ہماری طرح ہاتھ سروں پر رکھ لیے۔ وسیم نے آہستہ سے کہا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے جناب۔''

''دیکھو اور انتظار کرو۔'' میں نے اپنی پالیسی بیان کی۔ ''کوئی حرکت نہ کرے ایسے ہی ساکت بیٹھے رہو۔''

بیتو جو اٹھنے والا تھا پھر سے بیٹھ گیا۔ حکم دینے والا مسلسل بول رہا تھا اور اس بار سپاہی اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے۔ بولنے والا کوئی ایک ہی فرد تھا جو ایک مخصوص باریک سی ٹون میں بول رہا تھا۔ پھر ہمارے دائیں طرف جھاڑیوں سے سرسراہٹ ہوئی اور کم سے کم دو افراد نیچے آئے۔ میں نے سبز رنگ کی جیکٹوں میں دو مقامی افراد کو دیکھا۔ ان کے پاس خودکار رائفلیں تھیں۔ ان میں سے ایک ہماری طرف آیا۔ اس نے پہلے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے انگریزی میں کہا۔

''ہم یہ زبان نہیں جانتے۔''

''تم لوگ کون ہو؟'' اس بار اس نے انگریزی میں کہا۔

''ہم غیر ملکی ہیں اور کھٹمنڈو جا رہے تھے کہ یہ دھوکا دے کر ہم کو یہاں لے آیا اور پولیس کی وردی میں موجو

ان لٹیروں نے ہم کو گھیر لیا۔''

مجھ سے بات کرنے والا سرخ رنگت کا اور کسی قدر چینی نقوش کا حامل ایک جوان آدمی تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ''یہ سچ مچ پولیس والے ہیں۔''

''اچھا۔'' میں نے تعجب سے کہا۔ ''میں تو ان کو لٹیرے سمجھ رہا تھا۔''

''یہ ان کا مخبر ہے۔'' اس نے امیت کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ آج اتفاق سے ہمیں نظر آ گیا۔''

گویا امیت کے بارے میں میرا اندازہ درست تھا۔ وہ پولیس کا مخبر تھا اور اس نے ہمیں مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ان لوگوں نے آ کر ہمیں کم سے کم پولیس سے بچا لیا تھا۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ ماؤ نواز تھے۔ اسی وقت وسیم نے بھی آہستہ سے کہا۔ ''مجھے یہ ماؤنسٹ لگ رہے ہیں۔''

''کیا کیا کہا اس نے؟'' وہ شخص بھڑک گیا تھا۔ وسیم نے اردو میں کہا تھا اس لیے وہ سمجھ نہیں سکا لیکن لفظ ماؤنسٹ اس نے سن لیا تھا۔

''میرے ساتھی کو شبہ ہے کہ تم لوگ ماؤنسٹ ہو۔'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔ ''اور خود مجھے بھی یہی شبہ ہے۔''

''اس شبہے کی وجہ؟''

''میرا خیال ہے یہ تین لاشیں بتانے کے لیے کافی ہیں۔'' میں نے امیت، انسپکٹر اور سپاہی کی لاشوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''کوئی بھی پولیس والوں کو اس طرح ہلاک نہیں کر سکتا ہے۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ جس وقت وہ ہم سے بات کر رہا تھا تو اس کا ساتھی سپاہیوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ پھر اس نے ایک رسی برآمد کی اور اس کے ٹکڑے کر کے ان سے سپاہیوں کو باندھنے لگا۔ اس نے پھرتی سے ان چھ افراد کو باندھ دیا ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کام کا ماہر ہے۔ میں نے اس جوان آدمی سے پوچھا۔

''کیا تم دونوں ہی ہو؟''

اس نے اس سوال کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ہم پر نظر رکھنے کے ساتھ اپنے ساتھی کہ کارکردگی بھی ملاحظہ کر رہا تھا۔ جب اس نے سپاہیوں کو باندھ لیا تو جوان آدمی نے اسے حکم دیا اور وہ ہمارے گدھوں کی طرف بڑھا جن پر اسلحہ لدا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا۔ ''ان میں ہمارا سامان ہے۔''

اس نے میری طرف دیکھا۔ ''تم فکر مت کرو اس میں سے کچھ بھی غائب نہیں ہوگا۔ ہم چور نہیں ہیں۔''

اس کے ساتھی نے ہمارے بیگز دیکھے اور ان میں موجود اسلحہ تلاش کر لیا۔ اس نے چلا کر اپنے ساتھی کو بتایا تو اس نے میری طرف دیکھا۔ ''ان بیگز میں اسلحہ ہے تم لوگ اتنے اسلحے کے ساتھ کھٹمنڈو کیا کرنے جا رہے تھے۔''

''میرا خیال ہے ہم جو کرنے جا رہے تھے اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔'' میں نے نرمی سے جواب دیا۔ ''جیسے ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے ان پولیس والوں کو کیوں مارا ہے۔''

''تم سمجھ رہے ہو کہ ہم نے ان کو کیوں مارا ہے۔'' وہ مسکرایا۔ ''انہوں نے خود اپنی موت کو آواز دی تھی۔

اگر یہ شرافت سے ہتھیار ڈال دیتے تو ہم ان کو کچھ نہ کہتے۔''

''کم سے کم دو افراد کو تم نے بنا کسی وارننگ کے شوٹ کیا ہے۔'' میں نے امیت اور انسپکٹر کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ ہمارے دشمن تھے اور انہوں نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے اس لیے ان کا مقدر موت ہی تھی۔''

''یعنی یہ تمہارے دشمن تھے اسی طرح کچھ ہمارے دشمن بھی ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم اسلحہ رکھنے پر مجبور ہیں۔ اب تم ہمیں جانے کی اجازت دو۔''

وہ پھر مسکرایا۔ ''اگر میں اجازت نہ دوں تو؟''

''تو ہم اجازت لینا جانتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم سمجھ رہے ہو کہ یہاں ہم دو ہی ہیں۔'' وہ بولا۔ ''اگرچہ ہم دو بھی کافی ہیں، لیکن ہمارے ساتھ اور بھی لوگ ہیں۔''

اس نے سیٹی بجائی تو فوراً ہی جھاڑیوں اور درختوں کے پیچھے سے نکل کر کوئی نصف درجن مسلح گوریلوں نے ہمیں گھیر لیا۔ مجھے اب شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ ماؤنواز تھے کیونکہ ان میں سے اکثر نے ماتھے پر سرخ رنگ کا ربن باندھ رکھا تھا۔ میں نے فوراً ہاتھ اوپر کر دیئے۔ ''ٹھیک ہے میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم لوگ ماؤنسٹ ہو؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''ہاں ہمارا گروپ اس علاقے میں موجود رہتا ہے۔ اور ہم نے اتفاق سے تم لوگوں کو یہاں آتے دیکھ لیا تھا۔''

میں نے سوچ کر کہنا شروع کیا۔ ''اصل میں ہم بھارت سے آئے ہیں اور ہمارا مقصد پاکستان جانا ہے۔ اسی لیے ہم کھٹمنڈو جا رہے ہیں۔''

''نیپال سے تم لوگ کس طرح پاکستان جاؤ گے؟''

''یہ تو ابھی سوچا نہیں تھا۔'' میں نے اعتراف کیا۔ ''ہمارے پاس پاسپورٹ یا کاغذات نہیں ہیں۔''

اس نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور پھر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا۔ انہوں نے ہمیں گھیر لیا اور ہمارے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے گئے۔ اس بار بھی ہم نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی لیکن اس کے بعد جب انہوں نے ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھنے کی کوشش کی تو میں نے کہا۔

''یہ کیوں کر رہے ہو؟''

''تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔'' اس نے کہا۔ ''میں تمہیں اپنے لیڈر کے سامنے پیش کروں گا وہی تمہارا فیصلہ کرے گا۔''

''اس کے لیے یہ پٹیاں باندھنا ضروری نہیں ہے۔''

''بالکل ضروری ہے۔ ہمارا ٹھکانہ ہر ایک کو نہیں معلوم ہو سکتا ہے اور اگر کسی کو پتا چل جائے تو ہم مجبوراً اسے مار دیتے ہیں۔ اس لیے آنکھوں پر پٹیاں باندھنا خود تمہارے لیے ضروری ہے۔''

اس کی منطق سمجھ میں آتی تھی۔ ویسے بھی ہم بالکل بے بس تھے۔ انہوں نے ہماری آنکھوں پر پٹیاں

باندھیں اور ہمیں لے کر کہیں روانہ ہو گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے زندہ پولیس والوں کا کیا کیا۔ مہربانی کر کے سادھنا کو انہوں نے گدھے پر سوار کرا لیا تھا۔ جب کہ ہماری وہ ہاتھ سے پکڑ کر رہنمائی کر رہے تھے۔ رات ہونے کو تھی اور شاید انہوں نے روشنی کا کچھ انتظام کر لیا تھا۔ ورنہ اس علاقے میں اندھیرے میں سفر کرنے کا مطلب خودکشی بھی ہو سکتی تھی۔

☆======☆======☆

ہمارا سفر کوئی دو گھنٹے جاری رہا تھا اور ہمارا پہلے ہی تھکن سے برا حال ہو رہا تھا اس سفر نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ امیت کے گھر پناہ لینا ہمیں مہنگا پڑ گیا تھا پہلے وہ پولیس کا مخبر نکلا اور پھر ماؤنسٹوں کا دشمن۔ خود تو مر گیا تھا اور ہم پھنس گئے۔ وسیم بھی شاید یہی سوچ رہا تھا اس نے کہا۔ ''شہباز صاحب لگتا ہے کھائی سے بچ کر کنویں میں گر گئے ہیں۔''

''وسیم بھائی یہ کنواں کیا ہوتا ہے؟'' بیتو نے سوال کیا۔

وسیم اسے کنویں کے بارے میں بتانے لگا۔ مجھے جوان آدمی کی آواز آئی۔ ''یہ تم لوگ کس زبان میں بات کر رہے ہو؟''

''ہم اسے اردو کہتے ہیں۔'' میں نے اندازے سے اس کی طرف سر گھمایا۔ ''بھارت میں اسے ہندی کہتے ہیں۔''

''تبھی مجھے جانی پہچانی لگ رہی تھی۔'' اس نے کہا۔

''تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟''

''اس طرح آنکھ پر پٹی باندھ کر ہم تمہیں کہاں لے جا سکتے ہیں۔'' اس نے الٹا سوال کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ہمیں اپنے کسی ٹھکانے پر لے جا رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ہم بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ جس وقت ہمیں کسی بند جگہ روکا گیا تھا۔ اس سے پہلے میں نے کہیں پاس پانی گرنے کی تیز آواز سنی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی پہاڑی جھرنا بہہ رہا تھا۔ ہماری آنکھوں سے پٹیاں اتاری گئیں تو ہم نے خود کو ایک غار میں پایا۔ اس میں جا بجا مشعلیں جل رہی تھیں۔ ہمارے ہاتھ البتہ نہیں کھولے گئے تھے۔ ہم سب ایک ہی جگہ تھے۔ غار میں مسلح گوریلے نظر آ رہے تھے اور جہاں تک نظر جاتی تھی مجھے غار ہی نظر آیا۔ اس میں کئی سرنگیں تھیں یعنی یہ غاروں کا ایک پورا نظام تھا۔ میں نے غور سے سنا تو یہاں بھی پانی بہنے کی مدھم آواز آ رہی تھی۔ ایک طرف بڑا سا الاؤ روشن تھا اور اس کی حدت سے غار معقول حد تک گرم تھا۔ ہمارا سارا سامان غائب تھا یعنی مجھے یہاں گدھے نظر نہیں آئے تھے۔ ہم جس جگہ تھے یہاں فرش پر بھیڑوں کی کھالیں بچھی تھیں۔ بیتو کھسک کر میرے پاس آیا۔

''شوبی بھائی، اب کیا ہوگا؟''

''وہی جو منظورِ خدا ہوگا۔''

اس نے شکایت کی۔ ''آپ لوگ ایسا بات کیوں کرتا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔''

''اس میں قصور ہماری بات کا نہیں تمہاری سمجھ کا ہے۔'' وسیم نے کہا

سادھنا چپ تھی اور اس کا چہرہ ستا ہوا ہو رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک آزمائشوں نے شاید اسے اندر سے

بے زار کر دیا تھا۔ مجھے اس لڑکی پر ترس آنے لگا جس کے اندر ابھی انسانیت زندہ تھی اور اسی وجہ سے وہ محل کی زندگی چھوڑ کر ہمارے ساتھ ماری ماری پھر رہی تھی۔ اور ایک بار بھی اس نے شکوہ نہیں کیا تھا اور اپنی بساط سے بڑھ کر ہمارا ساتھ دیتی رہی تھی۔ وہ دو بار زخمی بھی ہوئی تھی اور اس حالت میں بھی ہمارے ساتھ سفر کرتی رہی تھی۔ اس نے کمار سے محبت کی اور وہ اس سے چھن گیا۔ وسیم کی صورت میں اسے سہارا مل گیا تھا اور یہ اس کا حوصلہ تھا کہ اس نے خود کو اتنی جلدی ایڈجسٹ کر لیا تھا ورنہ کوئی عام لڑکی اتنی جلدی خود کو تبدیل نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ چونک کر مسکرانے لگی تھی۔

''تم پریشان ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''میں ایک کمزور لڑکی ہوں۔''

''نہیں تم بہت طاقتور ہو اور سچ تو یہ ہے کہ اس سفر میں تم ہی ہماری قوت رہیں۔ تمہیں دیکھ کر ہمیں حوصلہ ملتا رہا ہے۔ ہم نے کسی بھی مرحلے پر ہار نہیں مانی تو اس کی ایک وجہ تم بھی ہو۔''

اس کا چہرہ جگ مگانے لگا تھا۔ ''سچ کہہ رہے ہیں۔''

''ہاں مجھے تم سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔''

وہ شرمندہ ہوگئی۔ ''میرا یہ مطلب نہیں تھا مجھے تو اس پر یقین نہیں آرہا ہے کہ میں اتنی اہم ہوں۔''

بیتو بھی ہمارے قریب سرک آیا۔ ''دیدی تم اس سے بھی زیادہ اہم ہے تم ساتھ ہے تو ہم کو لگتا ہے ہمارے جینے کا کوئی مقصد ہے۔''

وسیم بھی پاس آ گیا اس نے سادھنا کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''اور میرے لیے تم کیا ہو یہ میں تم کو نہیں بتا سکتا۔''

سادھنا نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو شاید اسے وسیم کے کہے بغیر پتا چل گیا کہ وہ اس کی کیا ہے۔ یک دم ہی وہ مسکرانے لگی تھی۔ جیسے سو دولٹ کا بلب وولٹیج تیز ہونے سے جگ مگا اٹھتا ہے۔ اس کی کچھ دیر پہلے کی پژمردگی غائب ہوگئی تھی۔ یہی میں چاہتا تھا فتح اور شکست میں صرف عزم اور مایوسی کا فرق ہوتا ہے اور میں چاہتا تھا کہ میرے ساتھی پُرامید رہیں مایوس نہ ہوں۔ وسیم نے پہلی بار حالاتِ حاضرہ پر بات کی۔

''ان لوگوں کا کیا ارادہ ہو سکتا ہے انہوں نے ابھی تک ہمارے ہاتھ نہیں کھولے۔''

''ممکن ہے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا ہو کہ ہمارے ساتھ کرنا کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ویسے مجھے ان لوگوں کا رویہ جارحانہ نہیں لگ رہا۔''

''یہ لوگ ایک تحریک سے تعلق رکھتے ہیں اور اس قسم کے لوگ اپنے کاموں کے سلسلے میں ذاتی جذبات کو دخل نہیں دیتے۔'' وسیم بولا۔ ''یہ بنا کسی خاص جذباتی اظہار کے قتلِ عام بھی کر سکتے ہیں۔''

''تم نے بتایا تھا کہ اسلحے اور منشیات کے لین دین کے سلسلے میں تمہارا ان سے رابطہ رہا ہے۔''

''ان سے نہیں ان کے آدمی سے۔'' وسیم بولا۔ ''بلکہ مجھے شبہ ہے کہ وہ کوئی مڈل مین تھا جو دو پارٹیوں میں رابطہ کرا کے مال کماتے ہیں۔''

ہم جس جگہ تھے یہ کوئی قدرتی غار تھا۔ اس کی ساخت بتاتی تھی لیکن ساتھ ہی فرش اور کونے کھدروں کو

انسانی ہاتھوں نے ہموار کیا تھا۔ ہمیں جس حصے میں بٹھایا گیا تھا اس میں غار ایک طرف سے بند تھا اور دوسری طرف سے کھلا ہوا تھا۔ ہم پر کسی نے خاص طور سے نظر نہیں رکھی تھی لیکن گوریلے سامنے ٹہل رہے تھے۔ ان کی موجودگی میں کسی حرکت کا سوچنا بھی مشکل تھا وہ سب تربیت یافتہ اور مسلح گوریلے تھے۔ وسیم نے آہستہ سے کہا۔

''ہم کوشش کر سکتے ہیں۔''

''کیا کوشش کر سکتے ہیں؟'' میں نے غور کیا

''سب سے پہلے تو خود کو آزاد کرانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔''

''اس کے بعد؟''

''اس کے بعد ہم یہاں کہیں سے اسلحہ حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔''

''ہم اس جگہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

''وسیم بھائی یہ بہت خطرناک ہوگا۔'' بیتو بولا۔ ''یہ ان کا اڈہ ہے اور ادھر زیادہ لوگ ہوگا۔''

''ہم خود کو ان کے رحم و کرم پر بھی نہیں چھوڑ سکتے۔''

''فی الحال ہم ان کے رحم و کرم پر ہی ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''اور جب تک حالات ہماری سمجھ میں نہ آ جائیں اس وقت تک ہمیں کسی حرکت سے گریز کرنا چاہیے لیکن ہمیں اپنے ہاتھ ضرور کھول لینے چاہئیں۔''

''وہ کیسے؟'' سادھنا بولی۔

''تم بیتو کی طرف پشت کرو۔ یہ تمہارا ہاتھ کھولے گا۔''

سادھنا نے بیتو کی طرف پشت کر لی۔ میں اور وسیم ان کے سامنے آ گئے جس کی وجہ سے سامنے ٹہلتے پہریداروں کو پتا بھی نہیں چلا۔ سادھنا کے ہاتھ کھلے تو اس نے پہلے بیتو کے ہاتھ کھولے اور اس نے وسیم کے ہاتھ کھولے، آخر میں وسیم نے میرے ہاتھ کھولے۔ یہ سارا کام ہم نے بنا کسی خاص حرکت کے کیا تھا اس لیے پہریداروں کو بالکل بھی بھنک نہیں پڑی کہ ہم آزاد ہو گئے تھے۔ اور اب سکون سے بیٹھے تھے۔ کم بختوں نے بہت کس کر باندھا تھا۔ دوران خون رک گیا تھا۔ ہم سے اسلحے سمیت تمام چیزیں لے لی گئی تھیں اور اس وقت ہم بالکل خالی تھے۔ پرس اور کرنسی تک نکال لی گئی تھی۔ بیتو نے آہستہ سے کہا۔

''مجھے بھوک لگی ہے۔''

''وہ تو مجھے بھی لگی ہے۔'' وسیم بولا۔

''مجھے بھی۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''لیکن یہاں دور دور تک کچھ کھانے کے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں۔''

''ہاں کوئی غلط حرکت کی تو یہ گولیاں فوراً کھلائیں گے۔'' وسیم نے پہریداروں کی طرف دیکھا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ ماؤنسٹ تھے تو ان سے ہماری دشمنی نہیں تھی لیکن یہ ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کرتے اس کا انحصار اس بات پر تھا کہ یہ ہمیں کس حد تک خطرے کا سبب سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس جگہ آئے ہوئے تین گھنٹے ہونے کو آئے تھے لیکن ابھی تک کسی نے آ کر جھانکا بھی نہیں تھا۔ میں نے بیتو کی طرف دیکھا۔

''تم ان لوگوں کی زبان کسی حد تک جانتے ہو۔ ان کو بتاؤ کہ ہم انسان ہیں اور ہمیں کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''مجھے ان کی زبان اتنی نہیں آتی ہے۔'' بیتو بولا۔ ''لیکن میں کوشش کرتا ہوں۔''

بیتو نے غار کے دھانے تک جا کر پہریداروں کو متوجہ کیا اور وہ فوراً چوکنا ہو گئے۔ بیتو ان کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس نے ہاتھ پشت پر کر رکھے تھے تا کہ ان کو پتا نہ چلے کہ اس کے ہاتھ کھل گئے ہیں۔ میں پہریداروں کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ وہ تیز لہجے میں بول رہے تھے لیکن ان کا انداز جارحانہ نہیں تھا۔ وہ بیتو کو اشارے سے واپس جانے کو کہہ رہے تھے اور انہوں نے اسے اسلحے سے نہیں دھمکایا تھا۔ بیتو واپس آ گیا۔ اس نے کہا۔

''یہ کہہ رہے ہیں آرام سے بیٹھو ابھی تم لوگوں کو کچھ نہ کچھ ملے گا۔''

''ان کو ہمارے بارے میں سخت ہدایات نہیں ہیں۔'' میں نے سرگوشی میں کہا۔ ''حالانکہ ہمارے پاس سے مہلک اسلحہ نکلا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے یہ ہمیں دشمن نہیں سمجھ رہے ہیں۔'' وسیم پُر امید لہجے میں بولا۔

''ان کی دشمنی صرف حکومت سے ہے۔'' میں نے کہا۔

''شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ پولیس ہمیں گرفتار کر رہی تھی۔'' سادھنا نے بھی اظہار خیال کیا۔ ''اور اس شخص کی مخبری پر کر رہی تھی جس نے ان کو نقصان کیا ہے۔ اس لیے یہ ہمارے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔''

''تم درست کہہ رہی ہو۔'' میں نے اس کی تائید کی۔ ''اس لیے ابھی دیکھو اور انتظار کرو ہی بہترین پالیسی ہے۔''

''میں تو سو رہی ہوں۔'' سادھنا نے کہا وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ ''اگر کچھ کھانے کو آ جائے تو مجھے جگا دینا۔''

سادھنا ایک طرف ہو کر لیٹ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ سامنے کر لیے تھے کیونکہ ہم اس کے سامنے تھے اور وہ باہر سے نظر نہیں آ رہی تھی۔ غار بند ہونے اور سامنے الاؤ بھڑکنے کی وجہ سے سردی کا احساس بہت کم ہو گیا تھا۔ ہم بھی دیواروں سے ٹیک لگا کر ستانے لگے تھے۔ ہم کھٹمنڈو کے بالکل پاس پہنچ کر پکڑے گئے تھے۔ یعنی جب دو چار ہاتھ لب بام رہ گئے تھے۔ اسے کمند ٹوٹنا تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ پہلے ہم زیادہ خطرناک حالات سے دوچار ہوئے تھے۔ اگر پولیس ہمیں لے جاتی تو یقیناً ہم اس وقت کہیں زیادہ برے حال میں ہوتے۔ اتنے خطرناک اسلحے کے ساتھ پکڑے جانے کی صورت میں ہمیں لازمی طور پر کسی ایجنسی کے حوالے کر دیا جاتا اور اس کے انسانیت سے عاری جلاد ہم سے تفتیش میں مصروف ہوتے۔ اس وقت بھی ہم قید میں تھے لیکن سکون سے تو بیٹھے تھے۔ ہم پر کسی قسم کا ذہنی یا جسمانی تشدد نہیں کیا جا رہا تھا۔ پھر ہمارے ساتھ سادھنا تھی جو عورت تھی اور اس کے ساتھ ایک مرد کے مقابلے میں کہیں زیادہ برا کیا جا سکتا تھا۔ یہاں کسی نے سادھنا کو میلی نظر سے نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ ہم سونی صدان کے رحم و کرم پر تھے۔ وہ ہمارے ساتھ جو برا سلوک چاہتے کر سکتے تھے۔

ہم کچھ زیادہ ہی ریلیکس کر گئے تھے اور بے خیالی میں ہمارے ہاتھ بھی سامنے آ گئے تھے۔ پھر کسی پہریدار نے دیکھ لیا اور اس نے شور مچا کر دوسروں کو متوجہ کیا اور آن واحد میں وہاں خاصے لوگ آ گئے انہوں نے ہم پر گنیں تان لی تھیں اور چلا چلا کر اور ساتھ اشارے سے ہاتھ اوپر کرنے کو کہہ رہے تھے۔ میں اور باقی ہوشیار ہو گئے میں نے ہاتھ اوپر کرتے ہوئے کہا۔ ''کوئی حرکت مت کرنا، بس ہاتھ اوپر کر لو۔''

''کیا مصیبت ہے۔'' وسیم بولا اس نے ہاتھ اوپر کر لیے تھے۔ سادھنا اور بیتو نے بھی تقلید کی۔ گوریلے غار کے اندر گھس آئے اور انہوں نے ہمیں گھیر لیا اس کے بعد ہمیں رائفلوں کی نوک پر دھکیل کر باہر لائے۔ وہ ہم سے پوچھ رہے تھے کہ ہم نے ہاتھ کیسے کھولے اگر چہ زبان سے نہیں لیکن ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا۔

''میں بتاتا ہوں کیا تم میں کوئی انگریزی سمجھنے والا ہے۔''

لیکن ان میں کوئی سمجھنے والا نہیں تھا۔ وہ سب مقامی زبان میں چلاتے رہے۔ پھر کسی نے گرج کر کچھ کہا تو وہ چپ ہو گئے۔ میں نے اسی انگریزی بولنے والے جوان آدمی کو دیکھا وہ پہریداروں سے صورتِ حال پوچھ رہا تھا۔ پہریدار ہماری طرف اشارے کر کے اسے بتانے لگے۔ صورتِ حال جان کر وہ میری طرف آیا۔ اس نے نا خوش گوار لہجے میں کہا۔

''یہ کیا حرکت ہے؟ تم لوگوں نے اپنے ہاتھ کیوں کھولے؟''

''تم لوگوں کو احساس ہونا چاہیے کہ ہم انسان ہیں اور اس طرح بھوکا پیاسا باندھ کر رکھنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔'' مجھے غصہ آ گیا تھا۔ ''ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں جو تم ہم سے ایسا سلوک کر رہے ہو۔''

''تم لوگوں نے خود کو کس طرح کھولا؟'' اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''ایک نے دوسرے کے ہاتھ کھولے اور دوسرے نے باقی سب کے ہاتھ کھول دیئے۔ ہمارا مقصد تم لوگوں کے خلاف کچھ کرنا نہیں تھا۔ ہم تکلیف میں تھے اس لیے اس سے نجات حاصل کر لی۔''

وہ کچھ دیر اپنی چمکیلی آنکھوں سے مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے سر ہلایا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ میں آتے ہی کچھ معاملات میں الجھ گیا تھا۔''

''یعنی اب ہمارے ہاتھ نہیں باندھے جائیں گے؟''

''ہاں اور تم لوگوں کو کچھ کھانے کو بھی مل جائے گا لیکن میں خبردار کرتا ہوں کوئی غلط حرکت مت کرنا ورنہ مارے جاؤ گے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ کسی نے تم پر گولی نہیں چلائی۔''

اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ہم نے واقعی حماقت کی تھی یہ لوگ ایک مزاحمتی تحریک سے وابستہ تھے اور ان میں ایک خاص ڈسپلن تھا۔ یہ کسی بھی صورتِ حال میں نپا تلا ردِعمل ظاہر کرتے ہیں اور واقعی انہوں نے گولی نہ چلا کر برداشت کا ثبوت دیا تھا۔ میں نے ندامت سے کہا۔ ''معاف کرنا ہم نے واقعی غلط حرکت کی تھی۔''

''کوئی بات نہیں تم یہاں قیدی نہیں ہو اور امکان ہے کہ ہمارا لیڈر آ کر تم لوگوں کو چھوڑنے کا حکم دے گا اس لیے کوئی غلط حرکت کر کے اپنی معافی کا راستہ مت بند کرو۔''

''اب ہم خیال رکھیں گے۔'' میں نے کہا۔ ''دوست تمہارا نام کیا ہے؟''

''میرے نام سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا لیکن پھر بھی بتا دیتا ہوں مجھے کاسن کہتے ہیں۔''

کاسن ہمارے بارے میں نئی ہدایات دے کر چلا گیا اور ہمیں واپس اپنے غار میں دھکیل دیا گیا۔ اس بار پہریدار ہماری طرف سے پوری طرح چوکنا تھے۔ وہ مستقل ہم پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ کوئی نصف گھنٹے بعد ان کی طرف سے ہمیں کھانا دیا گیا۔ یہ سادہ چاول اور کسی سبزی کے شوربے پر مشتمل تھا اور اس کا ذائقہ اتنا برا نہیں تھا۔

کھانا کھا کر ہم لیٹ گئے تھے۔ سادھنا تھکی ہوئی تھی اس لیے وہ سو گئی اور بیتو بھی کچھ دیر بعد خراٹے لینے لگا تھا۔ البتہ میں اور وسیم جاگ رہے تھے۔ وہ میرے پاس ہی دراز تھا۔

''شہباز صاحب ان لوگوں کا رویہ سخت نہیں ہے لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ انہوں نے ابھی ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔''

''لگتا تو ایسا ہی ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔''لیکن ساتھ ہی مجھے اس شخص کاسن کا رویہ بہتر لگ رہا ہے۔ شاید وہ ہمارے لیے نرم گوشہ رکھتا ہے اور اپنے اوپر والوں کو ہمارے بارے میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''لیکن اگر اوپر والے نہ سمجھے تو؟''

وسیم کے اس سوال پر میں مسکرایا۔''ہم اس قسم کے حالات سے اتنی بار گزر چکے ہیں کہ تمہارا یہ سوال اضافی لگتا ہے۔ دو ہی باتیں ہوں گی یا تو ہم چھوٹ جائیں گے یا مارے جائیں گے۔''

''اس کے علاوہ تیسرا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔'' وسیم بھی ہنسا۔''اس لیے سویا جائے جو مقدر میں ہوگا وہ دیکھ لیں گے۔''

''بس تو پھر سوتے ہیں۔'' میں دراز ہو گیا۔ میرا سونے کا ارادہ نہیں تھا لیکن نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ یہ تو پھر بھی ایک آرام دہ غار تھا۔ شاید ہم سب ہی سو گئے کیونکہ میری آنکھ کھلی تو باقی سب سو رہے تھے۔ مجھے لگا جیسے میں بھرپور نیند کے بعد بیدار ہوا تھا۔ میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا کوئی نصف گھنٹے میں سب ہی بیدار ہو گئے تھے اور ہم نے اشاروں میں نئے آنے والے پہریداروں سے ناشتے کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے اشاروں سے ہی بتایا کہ ابھی اس میں وقت ہے۔ شاید صبح کا آغاز ہوا تھا۔ سردیوں میں راتیں ویسے بھی طویل ہوتی ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے کاسن کے بارے میں پوچھا لیکن وہ صرف شانے اچکا کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

پہلے ناشتہ آیا اور پھر اس کے بعد کاسن آ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔''ابھی تم لوگوں کو یہاں رکنا ہوگا کیونکہ ہمارا لیڈر ابھی یہاں نہیں ہے وہ آئے گا تب تمہارے میں فیصلہ ہوگا۔''

''کیا ہم نے کوئی جرم کیا ہے جو ہمارے میں کوئی فیصلہ ہوگا؟''

اس کا انداز معذرت خواہانہ ہو گیا تھا۔''تم لوگوں نے کچھ نہیں کیا ہے لیکن تم لوگ ہمارے اس ٹھکانے تک آئے ہو۔''

''اس میں بھی ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہمیں تم لے کر آئے تھے۔ اور ہم نے یہ جگہ دیکھی تک نہیں ہے۔''

''یہ سب باتیں میرے سامنے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔''تم فکر مت کرو۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ تم لوگوں کو باحفاظت کھٹمنڈو تک پہنچا دیا جائے۔''

''اور ہمارا سامان؟''

''وہ بھی تم کو مل جائے گا۔'' اس نے کہا۔''ابھی یہ پہریدار تم کو رفع حاجت کے لیے باری باری لے جائیں گے۔''

"ہمارے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"تم فکر مت کرو ہم عورت کی عزت کرنا جانتے ہیں۔" اس نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک مسلح شخص آیا اور اس نے بگڑی ہوئی ہندی میں ہم سے کہا کہ کون پہلے جائے گا۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم ایک سرنگ سے نکلے تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ غاروں کا کوئی پورا نظام تھا جس میں شاخ در شاخ غار تھے اور مجھے راستے میں کم سے کم ایک درجن افراد نظر آئے تھے۔ یہ ماؤنسٹوں کا بہت بڑا اڈہ تھا اور تعجب کی بات تھی کہ کھٹمنڈو کے بالکل پاس تھا کیونکہ جس جگہ سے ہم مڑے تھے وہاں سے کھٹمنڈو صرف دو گھنٹے کی مسافت پر رہ گیا تھا۔ پہاڑی علاقے کی وجہ سے یہ راستہ پچاس میل سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ رفع حاجت کے لیے وہ شخص مجھے ایک غار تک لے گیا۔ جس کے ایک سرے پر پانی کی بوچھاڑ اندر آ رہی تھی۔ یہاں پانی بہنے کی آواز بہت تیز تھی اور لگ رہا تھا کہ دوسری طرف کوئی جھرنا بہہ رہا ہے۔ مجھے لانے والے نے کہا۔

"جو کرنا ہے یہاں کرلو، پانی بھی ہے۔"

ایک طرف ایک نالی نما جگہ تھی اور یہی رفع حاجت کے لیے مخصوص تھی۔ باہر بہنے والے پانی کا کچھ ایسا بندوبست کیا گیا تھا کہ وہ گھوم کر اس نالی میں آ رہا تھا اور اس میں گرنے والی ساری غلاظت کو بہا کر ساتھ لے جاتا تھا۔ میرے ساتھ آنے والا مجھے سب سمجھا کر غار کے باہر چلا گیا۔ میں نے پہلے دہانے کے پاس جا کر دیکھا۔ اس طرف پانی کی ایک چادر گر رہی تھی اور نیچے کہاں جا رہی تھی اس کا کچھ پتا نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ کوئی آبشار تھی جو اس غار سے لگ کر گر رہی تھی۔ میں نے خطرہ مول لے کر نیچے جھانکا اور پانی کی بوچھاڑ سے کسی قدر گیلا بھی ہو گیا لیکن مجھے یہ نظر آ گیا کہ آبشار کہاں گر رہی تھی۔ یہ کم سے کم بھی دو سو فٹ کی گہرائی میں ایک سبز رنگ کی جھیل میں گر رہی تھی اور آگے یہ کسی دریا کی مانند بہہ رہی تھی۔ میں پیچھے ہو گیا۔ اگر مجھے فرار کا چانس مل رہا ہوتا تب بھی میں اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اگر یہاں سے فرار اتنا ہی آسان ہوتا تو وہ مجھے یوں چھوڑ کر بے فکری سے چلا نہ جاتا۔ بلکہ میرے سر پر سوار رہتا اس کا مطلب تھا کہ اس راستے سے فرار ناممکن یا بہت ہی دشوار تھا۔ فارغ ہو کر میں غار سے باہر آیا تو وہ مجھے واپس لے آیا اور وسیم کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اس طرح باری باری سب اس کے ساتھ ہو آئے تھے اور سب نے ہی یہ خوف ناک آبشار دیکھ لی تھی۔ وہاں پانی ہی پانی تھا اس لیے کسی کو مسئلہ نہیں ہوا۔ بلکہ سب نے موقع سے فائدہ اٹھا کر آبشار کے یخ بستہ پانی سے منہ ہاتھ بھی دھو لیا تھا۔ وسیم کے ذہن میں بھی وہی خیال آیا تھا۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔

"شہباز صاحب یہ فرار کے لیے اچھا راستہ ہے۔"

"ہاں لیکن بہت پُر خطر ہے۔"

"خطرہ کہاں نہیں ہے۔" اس نے اصرار کیا۔

"نہیں تم نے غور کیا کہ وہ کتنی آسانی سے ہمیں وہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس راستے سے فرار ہونا آسان نہیں ہے۔"

"شہباز صاحب سوچنے میں کیا حرج ہے؟"

"دوسرے وہاں جانا بھی کون سا آسان ہے۔" میں نے کہا۔ "اس لیے جب تک حالات کسی خاص

کروٹ نہ بیٹھ جائیں فرار کا سوچنا بھی مت۔"

دراصل مجھے یہ آبشار بہت خطرناک لگا تھا۔ اس کے نیچے پتا نہیں کیا تھا۔ پانی اگر چٹانوں پر گر رہا تھا تو بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے میں نے وسیم کو سختی سے منع کر دیا تھا۔ کاسن کے انداز سے مجھے لگا کہ وہ ہمارے بارے میں نرم گوشہ رکھتا ہے۔ دوسرے وہ یہاں کسی خاص حیثیت کا حامل تھا۔ ممکن ہے دوسرے نمبر کا لیڈر رہا ہو اگر وہ اپنے باس کو راضی کر لیتا تو وہ ہمیں جانے کی اجازت دے دیتا۔ دوپہر کے بعد ایک مسلح شخص آیا اور اس نے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا کہ وہ مجھے کہاں لے جا رہا ہے۔ لیکن وہ خاموش رہا اور مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتا رہا۔ شاید کہیں میری طلبی ہوئی تھی۔ اگر کاسن کا لیڈر آ گیا تھا مجھے اس کے سامنے ہی پیش کیا جانا تھا۔

"میں جاتا ہوں۔" میں نے وسیم سے پشتو میں کہا۔ "اگر میں واپس نہ آؤں تو تم فیصلہ کرنے کے لیے آزاد ہو گے۔"

"میرا خیال ہے یہ آپ کی طلبی ہے شاید ان کا لیڈر آ گیا ہے۔" وسیم نے کہا۔ میں سر ہلا کر آنے والے کے ساتھ روانہ ہو گیا تھا۔ وسیم کا خیال درست تھا۔ ایک غار میں کاسن کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر اور تنومند گوریلا منتظر تھا اس نے بھی سر پر سرخ پٹی باندھ رکھی تھی۔ جوان آدمی نے اس بار گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا اور لیڈر نے ہاتھ ملایا۔ ان کا یہ رویہ غیر متوقع تھا۔

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" جوان آدمی نے کہا۔

"کیا نہیں بتایا؟"

"یہی کہ تم وہی شخص ہو جس نے بھارتی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہمیں معلوم ہے اروناچل دیش میں انڈین فوج نے جو آپریشن کیا ہے اور بے گناہ قبائلیوں کا قتلِ عام کیا ہے۔ تم اس لڑائی کے ہیرو ہو۔"

مجھے حیرت ہوئی تھی کہ میری شہرت اتنی دور تک پہنچ گئی تھی لیکن میں نے محتاط انداز اپنایا۔ "میرا خیال ہے تم لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے یقین سے کہا۔ "اس وقت ہر اینٹی انڈیا تحریک کے لوگ تمہاری تلاش میں ہیں اور یہ ہماری خوش قسمتی کہ تم ہمارے پاس آئے ہو۔"

"نوجوان تم ڈرو مت۔" اس بار لیڈر نے اردو میں کہا۔ اس کی زبان صاف تھی۔ "ہم تمہارے دوست ہیں۔"

میں نے سوچا اور بولا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں وہی شخص ہوں یا نہیں۔"

"بہت زیادہ فرق پڑتا ہے۔" جوان آدمی نے سنجیدگی سے کہا۔ "کوئی اور شخص ہمارا یہ ٹھکانہ دیکھ کر یہاں سے نہیں جا سکتا ہے۔"

میں نے اس کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ کوئی اجنبی شخص ان کا یہ ٹھکانہ دیکھ کر زندہ سلامت نہیں جا سکتا تھا۔ دوسرے ان لوگوں کا انداز دوستانہ بلکہ پرستارانہ لگ رہا تھا اس لیے میں نے سر ہلایا۔ "او کے میں نے مان لیا کہ میں وہی شخص ہوں۔"

دونوں نے ایک بار پھر گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ کاسن نے کہا۔ ''تم میرے ہیرو ہو، جب میں تمہارے بارے میں سنا تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تم سے مل سکوں گا حالانکہ تمہارے بارے میں سننے کے بعد یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش بن گئی تھی۔''

''مجھے نریندر سنگھ کہتے ہیں۔'' لیڈر نے تعارف کرایا۔ ''یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم ہمیں مل گئے۔''

''مجھے شہباز ملک کہتے ہیں۔'' میں نے جوابی تعارف کرایا۔ ''سوال یہ ہے کہ تم لوگوں نے مجھے کس طرح شناخت کیا؟''

''ہمارے پاس تمہاری تصویر ہے۔''

میں حیران ہوا۔ ''میری تصویر وہ کیسے؟''

کاسن نے اپنے لباس سے ایک چھوٹی سات بائی پانچ کی تصویر نکال کر دی۔ یہ میری خاصی پرانی تصویر کم سے کم بھی چار سال پرانی اور میرے دفتر کی تھی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے کاسن کی طرف دیکھا وہ بولا۔

''یہ تصویر انڈیا میں کسی نے تمہیں پکڑ کرانے کے لیے جرائم پیشہ لوگوں میں پھیلائی تھی۔''

میں سمجھ گیا کہ یہ کام فتح خان کا تھا۔ اس نے انڈیا میں زیر زمین دنیا والوں سے میری تلاش کی کوشش کرائی اور اس میں ایک حد تک کامیاب بھی رہا تھا لیکن میں اس کے ہاتھ آنے سے پہلے نکل بھاگا تھا۔ اس کے بعد خود میدان میں آیا اور اس نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو راناویاس کے دوست کے سرہاؤس میں گھیر لیا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ہم پھر بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ آخری بار ہم نے اسے قیدی بنالیا تھا اور اگر مجبوری نہ ہوتی تو اس وقت وہ ہمارا قیدی ہی ہوتا۔ کاسن نے کہا۔

''بہت سارے جو تمہارے بارے میں جان گئے تھے۔ انہوں نے تمہیں پکڑنے سے انکار کر دیا اور خود تمہاری تلاش میں لگ گئے۔ بھارت میں اینٹی انڈیا موومنٹس نے تمہیں تلاش کرنا شروع کیا تاکہ تمہیں ان لوگوں سے بچا سکیں وہ تمہاری مدد کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سب کو خبردار کر دیا تھا۔ ہمیں بھی یہ تصویر ملی تھی لیکن جب میں نے تم کو دیکھا تو یہ تصویر نہیں دیکھی تھی۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے؟''

''دشمنی؟'' کاسن چونکا۔ ''ہم تو تمہارے دوست ہیں۔''

''اگر دوست ہو تو میری اور میرے ساتھیوں کی مدد کرو ہمیں نیپال سے پاکستان جانا ہے۔''

''یہ کام مشکل ہے لیکن ہم تمہاری خاطر کرنے کی کوشش کریں گے۔'' نریندر سنگھ بولا۔ ''آج کل کھٹمنڈو میں حالات سخت ہیں اور وہاں پر ماؤنسٹوں پر خاص نظر رکھی جاتی ہے۔''

''مجھے اندازہ ہے تم لوگ براہِ راست ہماری مدد نہیں کر سکتے لیکن پس پردہ رہ کر مدد ضرور کر سکتے ہو؟''

کاسن خوش ہو گیا۔ ''ہاں ہم یہی کر سکتے ہیں۔''

میں نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ ایک گوریلا تحریک سے تعلق رکھنے کے باوجود زیادہ چالاک نہیں تھے اور نہ چالاک بننے کی کوشش کرتے تھے۔ میری خوش قسمتی کہ وہ میرے دوست نکلے۔ ورنہ ان سے گلوخلاصی مشکل ہوتی میرے نزدیک وہ دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے جو چالاک تو ہوتا ہے لیکن ایک خاص حد سے زیادہ چالاک

بننے کی کوشش نہیں کرتا ہے۔ لازمی بات تھی کہ وہ کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑ سکتے تھے جس نے ان کا اژدہ دیکھ لیا ہو
لیکن میری بات دوسری تھی میں ان کا ہیرو تھا۔ وہ میرے ساتھیوں کے بارے میں پوچھنے لگے اور میں ان کو
مناسب جواب دیتا رہا۔ یعنی میں نے ان کو کچھ خاص بتایا نہیں لیکن ساتھ ہی ان کو یہ احساس ہونے بھی نہیں دیا
کہ میں ان سے کچھ چھپا رہا ہوں۔

اس کے بعد وہ بھارتی فوج سے میری معرکہ آرائیوں کی داستان سننے لگے اور یہی ان کی دلچسپی کی اصل
چیز تھی۔ واقعات تقریباً سارے ہی ان کے علم میں تھے۔ وہ خود ہی کرید کرید کر مجھ سے تفصیلات سنتے رہے تھے
خاص طور سے اس معرکے کا سنتے ہوئے ان کا جوش و خروش دیکھنے والا تھا جب میں نے بھارتی فضائیہ کے گن
شپس تباہ کر دیئے تھے۔ یہ واقعات سنتے ہوئے وہ اچھل رہے تھے اور بار بار میرے ہاتھ پر ہاتھ مار رہے تھے
ان کی خوشی کو دیکھتے ہوئے میں ذرا تفصیل کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا رہا۔ سچی بات ہے مجھے ان باتوں سے
بوریت ہو رہی تھی کیونکہ یہ سب میں نے کسی خاص مقصد کے تحت نہیں کیا تھا میں کوئی گوریلا نہیں تھا اور نہ میرا تعلق
کسی تحریک سے تھا میں نے جو کیا تھا وہ اپنے یا کسی کے دفاع میں کیا تھا۔ میرے نزدیک یہ سارے واقعات
کارنامے نہیں بلکہ حادثات تھے۔ اس دوران میں انہوں نے چائے اور ایک طرح کے بسکٹ منگوا لیے تھے۔ اور
ان سے میری خاطر تواضع کرنے لگے۔ چائے کے بعد میں مطلب کی بات پر آ گیا۔

''میں اور میرے ساتھی کھٹمنڈو کی طرف جانا چاہتے ہیں۔''

''ابھی۔'' نریندر نے پوچھا۔

''ہاں اگر ابھی ممکن ہے تو ابھی جانا چاہتے ہیں۔''

''مشکل تو کوئی نہیں ہے لیکن تم لوگوں کے پاس ابھی کاغذات نہیں ہیں اور......''

''کاغذات ہمارے پاس پہلے بھی نہیں تھے۔'' میں نے نریندر کی بات کاٹی۔ ''اس سے پہلے بھی ہم اپنے
زور بازو پر راستہ بناتے رہے ہیں اور آگے بھی بنا لیں گے۔''

کاسن اداس ہو گیا تھا۔ ''تم لوگوں کو ہماری مدد کی ضرورت نہیں ہے؟''

''نہیں مدد کی ضرورت تو ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اگر تم لوگ کاغذات بنوا سکتے ہو تو ٹھیک ہے اور
رقم کا بندوبست بھی کر دو تو ہمارا کام بن جائے گا۔''

رقم کی بات پر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر نریندر نے کہا۔ ''کتنی رقم درکار ہے؟''

''جتنی بھی مل جائے۔'' میں نے اس کا تذبذب محسوس کر کے کہا۔ وہ شاید سمجھ رہے تھے کہ میں ان سے رقم
کا بندوبست کرنے کو کہہ رہا تھا۔ اس لیے میں فوراً ہی اس تاثر کی تردید کرنے کا سوچا۔ ''کاسن تم نے ہمارا سامان
لیا تھا وہ کہاں ہے؟''

''وہ سارا محفوظ ہے لیکن اس میں اتنی رقم نہیں ہے کہ تم لوگ کھٹمنڈو سے نکل سکو۔''

''مجھے وہ بیگ لا کر دو۔'' میں نے مطالبہ کیا تو اس نے مجھے ہمارے دونوں بیگز اور باقی سامان لا دیا۔
زیادہ نہیں تھی مشکل سے پندرہ ہزار کی رقم تھی لیکن اصل چیز اسلحہ تھا۔ میں نے امریکن رائفلیں اور شاٹ گن نکال
کر ان کے سامنے رکھیں۔ ''تم لوگوں کے خیال میں چور بازار میں ان کی کیا قیمت مل جائے گی؟''

نریندر نے شاید پہلی بار یہ چیزیں دیکھی تھیں۔ اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ ''تمہارے پاس تو بہت اچھا اسلحہ ہے۔ اسے کیوں بیچ رہے ہو؟''

''ہمیں اب اسلحے سے زیادہ رقم کی ضرورت ہے۔ میرے ساتھی کا اندازہ ہے کہ یہ رائفلیں کم سے کم پانچ ہزار امریکی ڈالرز کے حساب سے بک سکتی تھیں۔''

''بالکل بک سکتی ہیں۔'' اس نے سر ہلایا۔ ''بلکہ میرے خیال میں تمہیں ان تین ہتھیاروں کے بدلے میں بیس ہزار ڈالرز تک مل سکتے ہیں۔ اس خطے میں ہتھیاروں کی بہت طلب ہے۔''

میں خوش ہو گیا۔ ''یہ تو اچھی بات ہے اتنی رقم سے ہم با آسانی یہاں سے نکل کر اپنے ملک جا سکتے ہیں۔''

''لیکن تمہیں ان کی فروخت کے لیے دو تین دن انتظار کرنا ہوگا۔''

''کوئی بات نہیں ہم پہلے ہی بہت دن سے انتظار کر رہے ہیں۔'' میں مسکرایا۔ ''ساتھ ہی مجھے کسی ایسے آدمی کے بارے میں بتا دو جو پاسپورٹ بناتا ہو۔ میرا مطلب ہے جعلی پاسپورٹ اور دوسری سفری دستاویزات۔''

''مل جائے گا۔'' کاسن نے کہا۔ ''ابھی تو تم ہمارے مہمان ہو۔ کچھ دن ہمارے ساتھ رہو۔''

''میرا خیال ہے میں پہلے اپنے ساتھیوں کو بتا دوں کہ اب ہم محفوظ ہیں وہ میری گم شدگی سے پریشان ہوں گے۔'' میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' کاسن نے کہا اور مجھے غار کے اس حصے میں لایا جہاں ہمیں رکھا گیا تھا۔ وسیم، سادھنا اور بیتو فکر مند سے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ کھل اٹھے تھے۔

''آپ کو ان لوگوں نے روک لیا تھا؟'' وسیم نے کاسن کی طرف دیکھا۔

''فکر مت کرو اب یہ ہمارے دوست ہیں۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''ہم ان کے قیدی نہیں ہیں۔''

وسیم نے غور سے مجھے دیکھا۔ ''یہ معجزہ کس طرح ہوا؟''

میں نے ان لوگوں کو مختصراً بتایا۔ کاسن نے ان سے معذرت کی۔ سادھنا نے کہا۔ ''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حقیقت ہے کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔''

''میرے ساتھ چلو تم لوگوں کو اس سے بہتر جگہ لیے چلتا ہوں وہاں تم آرام سے رہو گے۔''

کاسن ہمیں ایک اور غار میں لایا۔ یہاں فرش پر قالینوں پر بستر تھے اور کمبل بھی دیئے تھے۔ اس کے بعد بعض اچھے کھانوں سے ہماری خاطر تواضع ہوئی تھی۔ ان لوگوں کا رویہ خاصی حد تک بدل گیا تھا۔ کاسن چاہتا تھا کہ میں کچھ دیر اس کے ساتھ رہوں۔ میں خود بھی اس سے ان لوگوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے باقیوں کو آرام کرنے کا کہہ کر کاسن کے ساتھ وہاں سے نکل آیا۔ کاسن مجھے ایک چھوٹے سے لیکن آرام دہ غار میں لایا۔ وہاں قالین پر اسلحہ بھی رکھا تھا۔ میں نے کہا۔

''یہ تم لوگوں کا کوئی اہم ٹھکانہ ہے۔ کیا یہ جگہ محفوظ ہے؟''

''ہاں اسے ہم نے اس طرح بنایا ہے کہ اگر حکومت کو اس کا علم ہو بھی جائے تو اس جگہ حملہ کرنا آسان نہیں ہے۔'' اس نے فخر سے کہا۔

مجھے اس کی بات سے اتفاق نہیں تھا کیونکہ بہر حال حکومت کسی بھی ملک کی ہو وہ طاقتور ہی ہوتی ہے اور اس سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اگر حکومت کو ان کے اس ٹھکانے کے بارے میں پتا چل جاتا تو وہ لازماً اسے تباہ کرنے کی کوشش کرتی۔ اس نے مزید کہا۔''ابھی میں تم کو دکھاتا ہوں تو تم کو خود اندازہ ہو جائے گا۔''

''یہ جگہ کھٹمنڈو سے کتنی دور ہے؟''

''زیادہ دور نہیں ہے۔''اس نے غیر واضح انداز میں کہا۔

مجھے ان کی تحریک کے بارے میں تجسس تھا۔''تم لوگ حکومت کے خلاف کیوں لڑ رہے ہو؟''

''اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو ملک سے شاہی نظام کا خاتمہ کرنا اور دوسرے نیپال سے بھارت کی بالادستی کا خاتمہ کرنا۔ ہمارے ملک میں بھارت اتنا اثر انداز ہو گیا ہے کہ ہم اپنے کسی معمولی سے معاملے میں بھی خود مختار نہیں ہیں۔ ہماری خارجہ اور داخلہ پالیسیاں سب بھارت کے اشارے پر بنتی ہیں۔ عملاً ہم بھارت کی ایک کالونی ہیں۔''اس کا لہجہ تلخ ہو گیا تھا۔

''اس کی کیا وجہ ہے نیپال ایک خود مختار ملک ہے؟''

''اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم دنیا سے بھارت کے توسط سے ملے ہوئے ہیں۔ اور وہ جب چاہتا ہے ہماری تجارت کے راستے بند کر کے ہم سے اپنی بات منوا لیتا ہے۔''

''تمہارے دوسری طرف چین بھی تو ہے۔''

''ہاں ہے تو۔''اس نے حسرت سے کہا۔''لیکن اس سے ہمارا زمینی رابطہ ممکن نہیں ہے کیونکہ درمیان میں ہمالیہ کا سلسلہ ہے۔ اس کے آر پار جانا ممکن نہیں ہے۔''

''یعنی نیپال تا چین کوئی راستہ ہی نہیں جاتا۔''

''یہی تو مشکل ہے۔ یہ دنیا کا دشوار ترین علاقہ ہے یہاں معمولی سی سڑک بنانا بھی ممکن نہیں ہے۔ شاید آنے والے دور میں کبھی ایسا ہو کہ کوئی راستہ بن سکے لیکن ابھی تو ہم دنیا سے رابطے کے لیے بھارت کے محتاج ہیں اور وہ اس چیز کا پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔''

''ہوائی راستہ بھی تو ہے۔''

''وہ تو ہے اور ہم اسے استعمال بھی کرتے ہیں لیکن اسے تجارت میں استعمال کرنا بہت مہنگا پڑتا ہے اور نیپال ایک غریب ملک ہے۔ اس کے باوجود حالات میں بہتری آسکتی ہے اگر ہماری حکومت بھارت نواز پالیسیاں تبدیل کر دے اور بھارت سے برابری کی سطح پر بات کرے۔''

''کیا یہ درست ہے کہ چین تم لوگوں کی مدد کر رہا ہے۔''

کاسن اس بات پر مسکرا دیا تھا۔''چین ایک اچھا ملک ہے اور اگر ہم نے اسے دوست بنا لیا تو وہ بھارت سے کہیں بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔''اس نے میرے سوال کا جواب گول کر دیا تھا۔ میں نے سوال دوسرے انداز میں کیا۔

''اس قسم کی کسی بھی تحریک کو اپنا کام کرنے کے لیے بہت زیادہ وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم لوگ یہ وسائل کہاں سے حاصل کرتے ہو؟''

''ہماری جڑیں عوام میں ہیں اور وہی ہماری مدد کرتی ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''باقی دنیا میں کون ہماری مدد کرتا ہے یہ غیر ضروری چیز ہے کیونکہ انقلابی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی ہے جب تک اسے عوام کی حمایت حاصل نہ ہو۔ اگر کسی تحریک کو دنیا بھر کی امداد مل جائے اور عوام کی مدد نہ ہو تو وہ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی ہے۔''

وہ درست کہہ رہا تھا میں نے سر ہلایا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کسی بھی گوریلا تحریک میں عوام کی حمایت بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔''

''ہم نے صرف مسلح جدوجہد ہی نہیں جاری رکھی ہے بلکہ ہمارا سیاسی وِنگ بھی کام کر رہا ہے اور ملک کی پارلیمنٹ میں ہم موجود ہیں۔ جلد ہم اس ملک سے شاہی نظام اور بھارت کے اثر ورسوخ دونوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس کے بعد نیپال صحیح معنوں میں ایک آزاد اور خود مختار ملک ہوگا۔''

کاسن کے لہجے میں ایک خاص جوش تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ جو کہتا ہے اسے اس پر سو فی صد یقین ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ پڑھا لکھا تھا۔ ''تم پڑھے لکھے ہو؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''میں نے کالج تک پڑھا ہے اور کچھ عرصہ ایک سرکاری نوکری بھی کی ہے۔ اس سے مجھے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا کہ نیپال کے لوگ کتنے ظلم کا شکار ہیں۔ ہم بیک وقت شاہی خاندان اور بھارت کی غلامی میں ہیں۔''

کاسن کھٹمنڈو سے سو میل جنوب مغرب میں واقع ایک پسماندہ گاؤں کا باسی تھا۔ وہ اپنے گاؤں بلکہ اپنے علاقے کا پہلا گریجویٹ تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کے علاقے میں سو میں سے مشکل سے دس بچے اسکول جاتے ہیں۔ وہاں دور دور تک نہ کوئی اسپتال ہے اور نہ کوئی ڈاکٹر ہے، پکی سڑک ان کے گاؤں سے ایک دن کی پیدل مسافت پر ہے۔ لوگوں کی اکثریت صرف جزوقتی کام کرتی ہے۔ کیونکہ ذرائع روزگار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ملک کے نوے فی صد لوگ خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ملک میں تعلیم کا تناسب تیس فی صد سے بھی کم ہے اور اوسط عمر پچاس برس بھی نہیں ہے۔ پیدا ہونے والے دس میں سے تین بچے پانچ سال کی عمر سے پہلے مر جاتے ہیں۔ عوام بری طرح پسماندہ اور توہمات کا شکار ہیں۔ ان کے رسم ورواج کیا ہیں۔ اس کا اندازہ قارئین کو امیت اور اس کے والد بزرگوار سے کسی حد تک ہو گیا ہوگا۔ غربت ایسے ہی رنگ دکھاتی ہے۔

کاسن اپنے ملک اور عوام کی حالت پر کڑھتا تھا اور ان کے لیے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے تعلیم کے بعد سرکاری نوکری بھی اسی ارادے سے کی تھی لیکن جلد اسے اندازہ ہو گیا کہ سرکاری نوکری میں وہ صرف ایک مشین کا پرزہ بن کر رہ گیا ہے جس کا اولین مقصد اس ملک میں اعلیٰ طبقے کی خدمت اور جی حضوری تھا۔ عوام سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا اور نہ ہی وہ عوام کے لیے کچھ کرتے تھے۔ نیپال کا شمار دنیا کے ان ملکوں میں ہوتا ہے جہاں عوام کے لیے سرکاری بجٹ میں سب سے کم حصہ رکھا جاتا ہے اور جو رکھا جاتا ہے اس کا بیشتر حصہ بھی بدعنوانی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تو اس ملک کے لوگوں کے لیے باہر سے آنے والی این جی اوز کرتی ہیں۔ وہ عوام کو تعلیم کے ساتھ دوسری بنیادی سہولتیں بھی فراہم کر رہی ہیں۔ اس ایک گھنٹے میں کاسن نے مجھے نیپال اور اس کے عوام کے بارے میں بہت اچھی معلومات فراہم کی تھیں لیکن اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ماؤنسٹ کس طرح بنا۔ جب

میں نے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

''میں نے اپنے گاؤں میں ایک اسکول بنانے کی تجویز سرکار کو پیش کی تھی لیکن میری تجویز مسترد کر دی گئی۔ اسی وقت میں سرکار کی نظر میں ایک برا ملازم بن گیا تھا۔ کچھ عرصے بعد ایک معمولی سی بات کو بہانہ بنا کر مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا۔''

''اس کے بعد تم ماؤنسٹ ہو گئے؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں تو خوش تھا۔ میں اپنے گاؤں واپس آیا اور یہاں ایک اسکول کھول لیا تھا لیکن یہ بات میرے علاقے کے ایم این اے کو بری لگی اور اس نے کوشش کی کہ میں اسکول بند کر دوں لیکن جب میں نے انکار کیا تو اس نے ایک رات میرے اسکول کو آگ لگا دی اور پولیس نے مجھے یہ کہہ کر گرفتار کر لیا کہ میں اسکول میں ماؤنسٹ گوریلوں کو چھپاتا تھا۔ یہ سراسر جھوٹ تھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ مجھے ان لوگوں سے ہمدردی تھی لیکن میں نے کبھی ان کی کوئی عملی مدد نہیں کی تھی۔''

''پولیس سے تمہاری گلوخلاصی کس طرح ہوئی۔''

''یہ کام ماؤنسٹوں نے کیا۔ پولیس تو مجھے مار مار کر مار ہی دیتی، لیکن ایک رات انہوں نے تھانے پر حملہ کیا اور اپنے دو قیدیوں کے ساتھ مجھے بھی چھڑا لے گئے حالانکہ میں نے ان سے نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے بھی آزاد کرائیں لیکن ان کے ساتھیوں نے ان کو بتا دیا کہ میں کس الزام میں قید ہوں اس لیے وہ مجھے بھی لے گئے اور اس کے بعد میری واپسی ناممکن تھی۔''

مجھے اس کی بات سے اتفاق تھا۔ اس نے بتایا کہ اوپری طبقہ ماؤنسٹ کا جانی دشمن تھا اور جس شخص کے بارے میں اسے شبہ ہو جاتا کہ وہ ماؤنسٹوں کا ذرا سا بھی ہمدرد ہے تو اسے پولیس اٹھا کر لے جاتی تھی اور جس کے بارے میں یہ تعلق یا ہمدردی ثابت ہو جاتی تھی۔ اسے سرے سے غائب کر دیا جاتا تھا۔ کاسن کے مطابق اب تک ہزاروں کی تعداد میں لوگ اسی طرح غائب ہو چکے تھے اور ان کے بارے میں یقین تھا کہ ان کو مار کر گمنام قبروں میں دفنایا جا چکا تھا۔

''تم تعلیم یافتہ ہو۔ کیا یہاں تم کو اس کا فائدہ نہیں ہوا؟''

وہ مسکرایا۔ ''فائدہ تو ہوا ہے میں اس گروپ کا نائب سربراہ ہوں۔''

''نریندر کس قسم کا آدمی ہے؟'' میں نے پوچھا اور جلدی سے بولا۔ ''میں کسی خاص وجہ سے نہیں بلکہ ایسے ہی پوچھ رہا ہوں۔''

''اچھا آدمی ہے لیکن جوشیلا بہت ہے۔ بعض اوقات خطرے کی پروا نہیں کرتا ہے۔ دو تین بار اوپر سے اسے سرزنش ہو چکی ہے لیکن تحریک کا وفادار ہے اس لیے چھوٹ مل جاتی ہے۔''

مجھے نریندر اپنی باتوں سے جذباتی لگا تھا اس لیے میں نے کاسن سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے مجھے اس غار کی سیر کرائی۔ یہ تین بنیادی سرنگوں پر مشتمل غار تھا اور اس کے دو لیول تھے۔ ذیلی سرنگوں کی تعداد بے شمار تھی۔ یہاں ہمہ وقت بیس سے پچیس مسلح ماؤنسٹ موجود رہا کرتے تھے۔ ان کے پاس ہلکا اور درمیانہ قسم کا اسلحہ تھا۔ جیسے رائفلیں، مشین گن، راکٹ اور دستی بم وغیرہ۔ کاسن کا کہنا درست تھا کہ یہاں باہر

سے حملہ کرنا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ غار ایک اونچی پہاڑی کے ایسے حصے میں تھا کہ یہاں تک آنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ غار کے دہانے پر لگی ایک بھاری مشین گن کسی فوج کو روکنے کے لیے کافی تھی لیکن یہی ایک راستہ ان لوگوں کی کمزوری بن سکتا تھا۔ اگر ان کا محاصرہ کرلیا جاتا تو یہ خوراک ختم ہونے کے بعد ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتے۔ یا پھر باہر نکل کر لڑتے اور مارے جاتے یا اندر ہی فاقوں سے ہلاک ہو جاتے۔

''یہاں آمد و رفت کا ایک یہی راستہ ہے؟'' میں نے کاسن نے پوچھا۔ ''اگر یہ راستہ بند کر دیا جائے تو پھر تم لوگ کیا کرو گے۔''

وہ مسکرایا۔ ''ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم ایک ہی راستہ رکھیں۔''

اس کا مطلب تھا کہ کوئی اور راستہ بھی تھا اور وہ خفیہ تھا ظاہر ہے ہر کسی کو نہیں بتایا جا سکتا تھا۔ ورنہ وہ خفیہ کیسے رہتا۔ وہ مجھے اس سرنگ میں لایا جس کے دہانے پر آبشار گر رہی تھی۔ رات ہو چکی تھی اور یہاں ایک مشعل جلا دی گئی تھی۔ کاسن مجھے دہانے تک لایا اور اس نے ایک خاص زاویے سے مجھ سے باہر دیکھنے کو کہا۔ میں نے باہر دیکھا تو مجھے لگا کہ اس طرف بے شمار روشنیاں ہیں۔

''اس طرف روشنیاں سی نظر آ رہی ہیں۔''

''یہ روشنیاں ہی ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کھٹمنڈو یہاں سے کتنا دور ہے۔''

''ہاں، تو کیا یہ کھٹمنڈو کی روشنیاں ہیں۔'' مجھے تعجب ہوا تھا کیونکہ روشنیاں مشکل سے چار پانچ میل دور تھیں۔ ''کھٹمنڈو یہاں سے بس اتنا ہی دور ہے؟''

''ہاں لیکن پہاڑی راستے اصل سے زیادہ ہی طویل ہوتے ہیں۔ زمینی راستے سے یہاں سے کھٹمنڈو جانے کے لیے کم سے کم دو گھنٹے کا سفر ہے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے جو اس سے جلدی لے جائے۔''

اس کی وضاحت سمجھ میں آنے والی تھی لیکن یہ پھر بھی خطرناک حد تک قربت تھی۔ مجھے تعجب ہوا کہ وہ اتنے مزے سے اتنا بڑا سیٹ اَپ بنا کر بیٹھے تھے اور اگر وہ کسی وجہ سے نظر میں آ جاتے تو ان کے لیے بچ نکلنا مشکل ہو جاتا اور ان کی ساری محنت اور سرمایہ کاری ضائع جاتی جو انہوں نے اس جگہ اپنا سیٹ اَپ قائم کرنے کے سلسلے کی تھی۔ کسی بھی زیر زمین تحریک کو اپنا ٹھکانہ ہمیشہ خطرے سے دور بنانا چاہیے کیونکہ ان کا اصل مسئلہ پوشیدہ رہنا ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ نظر میں آ جائیں تو مارے جاتے ہیں۔ بہرحال یہ ان کا مسئلہ تھا اور وہ خود اسے بہتر سمجھتے تھے۔

رات کو ہمارے غار میں الگ سے ایک انگیٹھی دے دی گئی تھی۔ کمبلوں میں اور انگیٹھی کی حرارت کے ساتھ ہم نے مزے سے رات گزاری اس سے اگلا دن بھی بہت مزے سے گزرا تھا۔ نریندر غار میں نہیں تھا میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو کاسن نے بتایا۔ ''وہ تمہارے کام سے گیا ہوا ہے ممکن کل آ جائے اس کے بعد تم لوگ یہاں سے جا سکو گے۔''

ہم لوگوں نے دل کھول کر آرام کرلیا تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر نریندر کل صبح آ گیا تو ہم کل ہی کھٹمنڈو کے لیے نکل جائیں گے۔ اب ہم بور ہو رہے تھے۔ گزشتہ کچھ عرصے کی صبح سے رات تک کی تیز رفتار زندگی کے مقابلے میں یہ رک جانے والا وقت ہمیں ہضم نہیں ہو رہا تھا اس لیے اب کچھ حرکت کرنا چاہتے تھے۔

وسیم نے کہا۔

''اگر کبھی ایسا وقت آیا کہ ہم سکون سے اپنے گھروں میں آباد ہوسکیں تو وقت گزرے گا کیسے؟''

''گزر جائے گا یار انسان بڑا ڈھیٹ ہوتا ہے ہر قسم کے حالات میں گزارا کر لیتا ہے اور خوش بھی رہتا ہے۔ اس وقت ہمارا گھر ہوگا۔ بیوی بچے ہوں گے۔ غم روزگار ہوں گے اور احباب ہوں گے۔ ٹائم نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ ہفتوں بعد ملاقات ہوا کرے گی۔'' میں نے سرد آہ بھری۔ ''لیکن دوست وہ وقت آئے تو۔ اسی کے لیے تو یہ ساری جدجہد کررہے ہیں۔''

''ان شاء اللہ آئے گا۔'' وسیم نے کہا۔ سادھنا اور بیتو سو گئے تھے اور ہم دونوں باتیں کر رہے تھے۔

''شہباز صاحب آپ نے یہ سوچا ہے کہ مرشد علی کے مسئلے کا کیا حل نکالنا ہے؟''

''اس کا کیا حل ہوسکتا ہے؟''

''جہاں تک میں ان لوگوں کو سمجھا ہوں ان میں اور کتے کی دُم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ آپ سے دشمنی کبھی نہیں فراموش نہیں کر سکتے جب تک کے بالکل مجبور نہ ہو جائیں۔''

''یہ بات میرے ذہن میں بھی ہے لیکن اس کا کوئی حل میرے ذہن میں نہیں آیا ہے۔''

وسیم کسی قدر مایوسی سے بولا۔ ''یعنی یہ کش مکش یونہی جاری رہے گی؟''

''امکان تو یہی ہے۔'' میرا لہجہ تلخ ہو گیا تھا۔ ''ہمارے ملک میں زور آور سے کہیں پناہ نہیں ہے۔ جنگل کے قانون کے مطابق کمزور کی عافیت اسی میں ہے کہ طاقتور سے دور رہے اور اس کا نوالہ بننے کے لیے اس کے قریب نہ آئے۔ ورنہ قصور اسی کا ہوگا طاقتور کا نہیں۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ ہم ملک سے باہر نکل جائیں۔''

''یہ بھی ایک حل ہے۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن پہلے ہمیں پاکستان جا کر تمام حالات دیکھنا ہوں گے۔''

''یہاں سے نکلیں گے تو جائیں گے۔'' وسیم بولا۔ ''یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔''

''امید ہے نریندر کل تک ہماری رائفلیں فروخت کر کے رقم لا دے گا۔ زادِ سفر میسر آتے ہی ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔''

''اور آگے سفر کی دستاویزات کا کیا ہوگا؟''

''ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس معاملے میں بھی ہماری مدد کریں گے اور کسی ایسے آدمی کا پتا دیں گے جو یہ کام کر سکے۔''

وسیم نے آہستہ سے کہا۔ ''میرا مشورہ ہے کہ اس معاملے میں ان سے مدد نہ لیں۔ ہم کچھ نہیں جانتے کہ وہ آدمی حکومت کی نظر میں ہو اور اس کی وجہ سے ہم بھی بلاوجہ لپیٹ میں آ جائیں۔''

وسیم کی بات قابلِ غور تھی۔ میں نے سر ہلایا۔ ''او کے ہم پہلے اپنے طور پر کوشش کریں گے اور بات نہ بنی تو ان کے آدمی کی مدد لیں گے۔''

''یہی بہتر ہوگا اور ہم جتنی جلدی یہاں سے چلے جائیں اتنا ہی اچھا ہوگا۔ ایک تو آفتیں ویسے ہی ہمیں تلاش کرتی رہی ہیں اوپر سے یہ لوگ بھی کم نہیں ہیں۔''

ایک اور پُرسکون رات گزار کر میری آنکھ کھلی تو میں تازہ دم تھا۔ میں نے انگڑائی لی اور جیکٹ پہن کر باہر آیا۔ باقی سب سو رہے تھے۔ آبشار کے یخ بستہ پانی سے ضروریات سے فارغ ہو کر میں باہر والی سرنگ تک آیا۔ کچن اسی طرف تھا۔ وہاں ایک بڑی سی کیتلی میں ہمہ وقت قہوہ چڑھا رہتا تھا۔ میں نے ایک مگ میں قہوہ نکالا اور وہاں موجود گوریلے سے کاسن کا پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اپنے غار میں ہوگا۔ پھر میں نے نریندر کے بارے میں پوچھا۔

"وہ رات کو آگئے ہیں۔" گوریلے نے بتایا۔

میں نریندر والے حصے کی طرف آیا۔ وہ جاگ رہا تھا اور ایک ڈائری دیکھ رہا تھا مجھے دیکھ کر اس نے ڈائری بند کر کے ایک طرف رکھ دی اور گرم جوشی سے بولا۔ "آؤ میں ابھی تمہیں ہی بلانے والا تھا۔"

میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ "ہمارا کام ہو گیا؟"

"بالکل ہو گیا۔" اس نے اپنی جیکٹ سے ایک خاکی لفافہ نکالا اور مجھے تھما دیا۔ "گن لو پورے بیس ہزار ڈالرز ہیں۔"

"وہ تین رائفلیں اتنے میں نکل گئیں؟" مجھے تعجب ہوا تھا۔

"ہاں ایک بھارتی اسمگلر سے بات بن گئی تھی۔ انڈیا میں ان کی بہت مانگ ہے۔"

میں نے لفافہ جیب میں رکھ لیا۔ "اس کے لیے تمہارا شکریہ، میرا خیال ہے ہمیں ناشتہ کر کے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

اس نے سر ہلایا۔ "بہتر یہی ہے کیونکہ اس علاقے میں مشکوک لوگ آ جا رہے ہیں۔"

میں چونکا۔ "تمہارا مطلب ہے پولیس یا فوج؟"

"ہاں کیونکہ پوری پولیس پارٹی غائب ہے۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔"

"تم لوگوں نے زندہ جن پولیس والوں کو پکڑا تھا ان کا کیا کیا؟" میں نے غور سے اسے دیکھا۔

"وہ زندہ ہیں، ہم ان کے بدلے اپنے ساتھیوں کو چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" اس نے بتایا۔

"اور اگر حکومت نے تمہارے ساتھیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا تو تم کیا کرو گے؟"

اس کے چہرے پر سختی آگئی تھی۔ "اس صورت میں ہمیں ان کو قتل کرنا پڑے گا۔"

"کیا یہ اقدام ضرورت سے زیادہ نہیں ہوگا؟"

"ہوگا تو لیکن ہم نے حکومت سے اپنا مطالبہ منوائے بغیر ان کو چھوڑ دیا تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہم ان کے سامنے ہار مان رہے ہیں۔" اس نے ضدی لہجے میں کہا۔ میں اس سے کہنے جا رہا تھا کہ رک گیا مجھے خیال آیا کہ یہ اس کی مجبوری تھی۔ ساتھ ہی فوجی نقل و حرکت کا سن کر میں پریشان ہو گیا تھا۔ اس صورت میں ہمیں بہت محتاط رہنا تھا۔ میں نے نریندر سے پوچھا۔ "یہاں سے کھٹمنڈو جانے کا کوئی ایسا راستہ ہے جو کسی کی نظر میں نہ ہو۔"

"راستے بہت ہیں لیکن محفوظ کوئی نہیں ہے سب خطرناک ہیں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب کہاں سے خطرہ سامنے آ جائے۔"

"کیا اس صورت میں ہمارا آج کے دن سفر کرنا مناسب ہوگا۔"

''بہتر ہے تم لوگ نکل جاؤ کیونکہ اگر فوج زیادہ آ گئی اور یہاں رک گئی تو پھر تم لوگوں کا نکلنا طویل مدت کے لیے ملتوی ہو جائے گا۔''

یہ جس قسم کے راستے تھے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون کہاں گھات لگائے بیٹھا ہو اور ہم بے خیالی میں موت کے منہ میں چلے جائیں لیکن نکلنا تو تھا۔ مجھے ایک خیال اور آیا کہ ہم راستوں سے ناواقف تھے اور بھٹک جانے کا پورا خطرہ تھا میں نے اس سے کہا۔ ''کیا تم کسی کو رہنمائی کے لیے ہمارے ساتھ بھیج سکتے ہو۔''

اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ ''یہ تو لازمی ہے اس کے بغیر تم لوگ آسانی سے کھٹمنڈو نہیں پہنچ سکتے۔''

''بس تو تم تیاری کر لو ہم کو ایک گھنٹے کے اندر نکلنا ہے۔''

''ہم ایک منٹ میں کہیں جانے کے لیے تیار ہونے والے لوگ ہیں تم جا کر اپنے ساتھیوں کو تیار کر لو۔'' اس نے کہا۔

میں واپس آیا تو وہ تینوں جاگ چکے تھے۔ میں نے تیار ہونے کو کہا تو وہ پھرتی سے حرکت میں آ گئے تھے۔ اب ہمارے پاس زیادہ سامان نہیں تھا۔ زیادہ وزن اسلحے کا تھا اور وہ ہم فروخت کر چکے تھے۔ اب اسلحے میں ہمارے پاس صرف دو پستول تھے۔ ہم تیار ہو کر پندرہ منٹ میں نریندر کے پاس تھے وہاں کاسن بھی بیٹھا تھا۔ نریندر نے کہا۔

''یہ رہنمائی کے لیے تمہارے ساتھ جائے گا۔ اس علاقے کو اس سے بہتر کوئی نہیں جانتا ہے۔''

''یہ تو اچھا رہے گا۔'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

''میں نے تم لوگوں کا ناشتہ یہیں منگوا لیا ہے۔'' نریندر نے میری طرف دیکھا۔ ''ناشتہ کرتے ہی تم لوگ نکل جاؤ۔ ابھی زیادہ پولیس یا فوج نہیں ہے۔ زیادہ آ گئی تو یہ سارے علاقے کو بند کر دیں گے۔''

ناشتہ آیا، ہم نے ناشتہ کیا اور اس کے بعد چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ نریندر نے گرم جوشی سے مجھے، وسیم اور بیتو کو گلے لگایا۔ سادھنا کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے اور پھر ایک ذرا جدید قسم کا مشین پسٹل میری طرف بڑھایا۔ ''یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے دوست۔'' میں نے کہا۔ ''ہمارے پاس دو عدد پستول ہیں اور ممکن ہے وہ بھی ہمیں کہیں چھوڑ کر جانے پڑیں۔ کھٹمنڈو میں ہمیں اس قسم کے ہتھیار کی ضرورت نہیں ہوگی۔''

''پھر بھی رکھ لو ممکن ہے کہیں تمہارے کام آ جائے۔ اور تم نے پولیس سے بچنا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بھارتی حکومت نے تم لوگوں کو بارے میں نیپال کی حکومت کو بتا دیا۔ اس صورت میں تم خود سوچ سکتے ہو کہ پولیس کے ہاتھ میں آنے کا مطلب اصل میں بھارت کے ہاتھ آنا ہے۔''

''تم نے اچھا کیا جو بتا دیا۔'' اس بار میں نے مشین پسٹل نہ لینے پر اصرار نہیں کیا اور اسے اپنی جیکٹ میں رکھ لیا اپنا پستول میں نے بیتو کو دے دیا تھا۔ نریندر نے مجھے مشین پسٹل کے اضافی میگزین بھی دیئے تھے۔ یہ ہتھیار سنگل موڈ پر فائر کرنے کے ساتھ برسٹ بھی مارتا ہے اور اس کی مار عام پستول سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔ اس میں ایک لمبا سا میگزین لگتا ہے جس میں تیس گولیاں آ جاتی ہیں۔ اپنے بارے میں اطلاع کاسن کر میں نے

بہتر سمجھا کہ اضافی ہتھیار لے لوں۔ نریندر ہمیں چھوڑنے کے لیے غار کے دہانے تک آیا تھا اور میں نے اپنی یہاں سے بحفاظت رخصتی پر سکون کا سانس لیا۔ ورنہ ہم کہیں قدم رکھیں اور وہاں ہنگامہ نہ ہو۔ کچھ عرصے سے ایسا ہوتے دیکھا نہیں تھا۔ ہمارے گدھے ساتھ نہیں تھے۔ کاسن نے کہا۔

''آگے کچھ اس قسم کا راستہ ہے جس پر گدھے نہیں جا سکتے ہیں۔ اس لیے ان کو یہیں چھوڑنا بہتر ہوگا۔''

''سفر کتنی دیر کا ہے؟'' وسیم نے پوچھا۔

''ہم سارا دن سفر کر کے رات کسی وقت کھٹمنڈو میں داخل ہو سکتے ہیں۔'' کاسن نے بتایا۔

میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا۔ ''ہم رات میں نہیں بلکہ صبح ہونے پر کھٹمنڈو میں داخل ہوں گے۔''

رات کے وقت تاریکی اگرچہ اچھی آڑ بن سکتی تھی لیکن شہر میں رات کے وقت ہم بلا وجہ قانون نافذ کرنے والوں کی نظر میں آ جاتے۔ جب کہ صبح کے وقت بے شمار دوسرے لوگ بھی شہر میں داخل ہو رہے ہوتے تو ان کے درمیان ہم مشکوک نہیں رہتے۔

''جیسے تمہاری مرضی۔'' کاسن نے کہا۔ ''میرا کام تمہیں کھٹمنڈو تک پہنچانا ہے۔''

''یعنی تم ہمیں کھٹمنڈو تک پہنچا کر واپس آ جاؤ گے؟'' وسیم نے کہا۔

کاسن نے سر ہلایا۔ ''میرا کھٹمنڈو میں داخل ہونا مناسب نہیں ہے کیونکہ میں حکومت کو مطلوب ہوں تم لوگ بھی میری وجہ سے مشکل میں پڑ جاؤ گے۔''

سورج نکل آیا تھا اور اس کی دھوپ کے باوجود ہوا میں کاٹ دار خنکی تھی۔ شمال کی طرف سے تیز ہوا چل رہی تھی جو جسم کو چیرتی محسوس ہو رہی تھی۔ کاسن نے ہمیں تسلی دی کہ ابھی ہم نیچے اتریں گے تو اس ہوا سے خاصی حد تک محفوظ ہو جائیں گے۔ ہم نیچے اترنے لگے۔ سادھنا کو کسی قدر مشکل ہو رہی تھی لیکن اس کا زخم مکمل طور پر بھر چکا تھا اور کمزوری بھی دور ہو گئی تھی۔ اس لیے مسئلہ نہیں تھا۔ مشکل جگہوں پر ہم اسے سہارا دیتے تھے۔ سامان ہم تینوں نے اٹھا رکھا تھا اور سادھنا کو اس کام سے سبک دوش کر دیا تھا۔ کاسن کے پاس بھی کچھ نہیں تھا لیکن اس کے پاس اسلحہ تھا جو اس نے اپنی جیکٹ میں چھپا رکھا تھا۔ اس نے ہمیں بھی خبردار کیا۔

''کسی کا اسلحہ نظر نہیں آنا چاہیے کیونکہ بعض مقامات پر پولیس والے دوربینیں لگائے اردگرد کا معائنہ کر رہے ہوتے ہیں۔''

''تو کیا ہم ان کو مشکوک نہیں لگ سکتے۔''

''تم لوگ غیر ملکی لگ رہے ہو اور یہاں غیر ملکی عام پائے جاتے ہیں اس لیے کوئی صرف تم کو دیکھ کر نہیں چونکے گا۔'' کاسن نے کہا۔ وہ آگے تھا اور ایک دشوار ڈھلان پر قدم رکھ چکا تھا۔ ''تم لوگ اپنا انداز سیاحوں جیسا رکھنا اور اِدھر اُدھر دیکھتے اور باتیں کرتے ہوئے چلنا۔''

میں نے دوسروں کو اس کی بات سمجھائی اور ہم ذرا بے فکرے انداز میں چلنے لگے۔ ہماری پشتوں پر بیگ تھے جیسے کہ سیاحوں کے پاس ہوتے ہیں اور روانگی سے پہلے ہم نے مقامی لباس اتار کر دوبارہ پتلون قمیض اور جیکٹس پہن لی تھیں۔

ایک گھنٹے تک ہم محتاط رہے تھے۔ اس دوران میں ایسا لگتا رہا کہ ابھی کہیں کسی موڑ پر اچانک پولیس یا

فوج ہمارا راستہ روک لے گی لیکن جب خاصی دیر کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا تو اس کے بعد ہم لاپروا ہو گئے۔ بیتو اور سادھنا نے سچ مچ سیاحت شروع کر دی تھی۔ وہ راستے میں آنے والے اشجار، پودوں، پرندوں اور جانوروں پر تبصرہ کر رہے تھے۔ اس لیے اچانک خطرہ سامنے آیا تو ہمیں جھٹکا لگا تھا۔ یہ ایک پولیس پارٹی تھی جو راستہ روکے کھڑی تھی۔

''خبردار'' ان میں سے ایک نے چلا کر مقامی زبان میں کہا۔ لفظ سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا۔ ہم رک گئے۔ کاسن آگے گیا اور اس نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ پھر ہماری طرف دیکھا اور انگریزی میں بولا۔ ''سر یہ لوگ آپ کے کاغذات چیک کرنا چاہ رہے ہیں۔''

اس بات کا خطرہ تھا کہ پولیس پارٹی میں کوئی انگریزی سمجھنے والا ہو گا اس لیے اس نے بالکل گائیڈ والا انداز اختیار کیا تھا۔ میں نے کہا۔ ''کاغذات یہاں کہاں ہیں۔ وہ تو ہوٹل میں ہیں؟''

ایک پولیس والا فوراً انگریزی میں بولا۔ ''کس ہوٹل میں؟''

''ہمالیہ ہوٹل میں۔'' کاسن نے جواب دیا اور میری مشکل آسان کر دی ورنہ مجھے کھٹمنڈو کے ہوٹلوں کا کیا پتا تھا۔ پولیس والا سامنے آیا وہ افسر تھا۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''خوب تم لوگ کاغذات ہوٹل میں رکھ کر آئے ہو کہاں سے تعلق ہے؟''

''یہ انڈیا سے آئے ہیں۔'' میں نے سادھنا اور بیتو کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اپنے اور وسیم کے بارے میں بتایا۔ ''ہمارا تعلق ترکمانستان سے ہے۔ ہم سیاح ہیں۔''

''یہاں کیا کر رہے تھے؟'' پولیس والے نے پوچھا۔

''آفیسر ہم اس پوچھ گچھ کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر کہا۔ ''سیاح نیپال کیا کرنے آتے ہیں؟''

''اگر تم کو شبہ ہے تو ہمیں کسی پولیس اسٹیشن تک لے چلو لیکن یاد رکھنا ہم اس معاملے کو اپنے سفارت خانے تک لے جائیں گے۔'' اس بار وسیم نے کہا تو پولیس والا متذبذب ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''اصل میں اس علاقے میں ماؤنسٹ باغیوں کی اطلاع ہے۔''

میں ہنسا۔ ''کیا تمہیں ہم کہیں سے ماؤنسٹ باغی نظر آ رہے ہیں۔''

پولیس افسر نے کچھ دیر سوچا اور پھر اپنی نوٹ بک میں کچھ لکھ کر ہمیں جانے کا اشارہ کیا۔ ''تم لوگ جا سکتے ہو۔''

''شکریہ آفیسر۔'' میں نے اس سے ہاتھ ملایا اور ہم آگے بڑھ گئے۔ ذرا دور آ کر میں نے آہستہ سے کہا۔ ''شکر ہے شرافت سے مان گیا۔''

وسیم ہنسا۔ ''ورنہ ہمارے پاس منوانے کا ایک طریقہ اور بھی تھا۔''

ہم سے زیادہ کاسن نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ کسی بھی ہنگامے کی صورت میں ہمارے ساتھ وہ بھی مشکل میں پڑ جاتا اور پھر ہم اس کے مہمان بھی تھے اس لیے ہمارے تحفظ کی ذمے داری اس پر آتی تھی۔ اس کے ماتھے پر اس سرد موسم میں بھی پسینہ آ گیا تھا۔ ذرا دور نکل کر اس نے پسینہ صاف کیا۔

''بچ گئے۔''

''کیا یہاں یہ پولیس والے ایسے ہی گھات لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں؟'' سادھنا نے پوچھا۔ ''کہیں ہم بے خبری میں نہ مارے جائیں۔''

''یہ ان لوگوں کا خاص طریقہ ہے۔'' کاسن نے بتایا۔ ''اسی طرح گھات لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔''

''کیا ہم کسی طرح جان نہیں سکتے کہ آگے ناکا ہے یا نہیں؟'' سادھنا نے پھر پوچھا۔

کاسن نے بے بسی سے چاروں طرف موجود پہاڑوں کو دیکھا اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ''تم خود دیکھ سکتی ہے ان میں آدمی پہلے سے کیسے معلوم کرے۔''

وہ درست کہہ رہا تھا۔ یہاں چند قدم کے بعد کا نظر نہیں آ رہا تھا اور چھپنے کی بے شمار جگہیں تھیں۔ پولیس والوں کی تعداد نصف درجن تھی اور وہ سب مسلح تھے۔ اس لیے ان سے نمٹنا آسان نہیں تھا۔ ہم بال بال بچے تھے اگر وہ تلاشی دینے کی بات کرتے تو ہم پھنس جاتے۔ ہم پولیس والوں سے کوئی سو گز آگے آ چکے تھے۔ اچانک ہی عقب سے پولیس افسر نے چلا کر ہمیں رکنے کو کہا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو اس نے ہم پر پستول تان لیا تھا اور چلا چلا کر ہم سے ہاتھ اوپر کرنے کو کہہ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا ارادہ اچانک ہی کیوں بدل گیا تھا۔ کیا اسے ہم پر کسی قسم کا شک ہو گیا تھا۔ میں نے کاسن کی طرف دیکھا۔ اور پھر میری نظر اس کی جیکٹ سے جھانکتی رائفل کی نال پر گئی۔ پولیس والوں نے یقیناً یہی نال دیکھ لی تھی ایک گائیڈ کے پاس رائفل کا کیا کام؟

''مروا دیا تم نے۔'' میں نے برہمی سے کہا لیکن یہ موقع اس پر غصہ نکالنے کا نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ ''سب فوراً آڑ میں ہو جاؤ......ایک......دو......تین۔''

میرے تین کہتے ہی سب درختوں اور پتھروں کی آڑ میں ہو گئے۔ فوراً ہی اوپر سے گولیوں کی بوچھاڑ آئی تھی۔ سپاہیوں کے پاس رائفلیں تھیں لیکن ان کی رینج بہت زیادہ تھی۔ خودکار رائفلوں سے بھی زیادہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب پولیس کہیں جدید ترین اسلحے سے لیس ڈاکوؤں کو گھیر لیتی ہے تو موت ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ ڈاکوؤں کا جدید اسلحہ مار کے لحاظ سے پولیس کی پرانی رائفلوں کا سامنا نہیں کر سکتا ہے۔ پولیس والے اتنے دور تھے کہ صرف کاسن کی رائفل ہی ان کے خلاف کارآمد ہو سکتی تھی لیکن ہم نے بھی اپنا اسلحہ نکال لیا تھا۔ پولیس افسر چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہمیں گھیرے میں لینے کا حکم دے رہا تھا لیکن صرف چھ افراد ہمیں گھیرے میں نہیں لے سکتے تھے۔ خطرہ یہ تھا کہ وہ مزید کمک منگوا سکتے تھے یا فائرنگ کاسن کر کہیں قریب ہی کوئی اور دستہ آ جاتا تو ہم واقعی گھر جاتے۔ اس سے پہلے یہاں سے نکل جانا ضروری تھا۔ کاسن مجھ سے کچھ دور تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے یا نہیں ہے۔''

''ہم کہاں جا سکتے ہیں۔'' کاسن نے بلند آواز سے کہا۔ وہ اس علاقے سے اچھی طرح واقف تھا اور فیصلہ کر رہا تھا کہ ہمیں لے کر وہ کہاں جائے۔ پھر اس نے فیصلہ کر لیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ''ہمیں واپس جانا ہوگا۔''

مگر مجھے اس کا فیصلہ منظور نہیں تھا۔ میرے خیال میں ماؤنسٹوں کے اڈے کی طرف جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پولیس اور فوج وہاں بھی ہمارا تعاقب کرتی اور بالآخر ہم گھر جاتے۔ اس کے مقابلے میں شہر میں ہمارے بچ نکلنے کے امکانات زیادہ تھے۔ میں نے کاسن سے کہا۔ ''ہمیں کھٹمنڈو کی طرف جانا ہے اگر تم راضی ہو تو

ٹھیک ہے ورنہ تم واپس جا سکتے ہو۔''

اس نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔''میں تم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا لیکن اس وقت کھٹمنڈو کی طرف جانا بہت خطرناک کام ہے۔ جگہ جگہ پولیس ہوگی اور اس کے بعد تو ہم کسی کو دھوکا بھی نہیں دے سکتے ہیں۔''

''تمہارے ٹھکانے کی طرف جانے کی صورت میں بھی ہم پھنس جائیں گے اس لیے ہم کھٹمنڈو کی طرف ہی جائیں گے یہ بتاؤ کہ تم ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو یا نہیں۔''میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ وقت نہیں تھا اگرچہ مجھے اعتماد تھا کہ اتنے پولیس والے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے لیکن اگر ان کو کمک مل جاتی تو وہ ہمیں گھیر سکتے تھے۔

اس نے گہری سانس لی۔''ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔''

ہم آڑ لے کر پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ پولیس والوں کے پاس دور مار رائفلیں تھیں لیکن وہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہمارے پیچھے آنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ایک بار انہوں نے تعاقب میں ذرا پاس آنے کی کوشش کی تو کاسن کی رائفل کے ایک برسٹ نے ان کو پسپائی پر مجبور کر دیا تھا۔ پولیس والوں کے پاس خودکار رائفلیں نہیں تھیں۔ اس لیے وہ ہمارے تعاقب میں آنے سے ہچکچا رہے تھے۔ ان کی ہچکچاہٹ سے فائدہ اٹھا کر ہم تیزی سے روانہ ہو گئے۔ کاسن نے مجھے خبردار کیا۔''آگے ہمیں اور پولیس یا فوج کے لوگوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

''یہ خطرہ تو ہے۔''میں نے سوچ کر کہا۔''کوئی ایسا راستہ نہیں ہے کہ ہم کم سے کم نظر میں آئے بغیر جا سکیں۔''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔''ایسا کوئی راستہ نہیں ہے۔ سب راستوں پر پولیس کی موجودگی کا پورا امکان ہے۔ اگر ہم شمال کی طرف سے گھوم کر جائیں تو اس میں بہت دیر لگے گی اور پھر بھی پولیس سے ملاقات کا امکان ہے۔''

''اور واپسی کی صورت میں؟''یہ سوال سادھنا نے کیا تھا۔

''اس بات کا بہت زیادہ امکان ہے کہ ہم خیریت سے واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں۔''کاسن خوش ہو گیا تھا۔''کیونکہ ابھی اس طرف اتنی پولیس نہیں ہے۔ تم نے دیکھا کہ آتے ہوئے ہمیں ایک ہی دستہ ملا تھا لیکن آگے بہت زیادہ پولیس اور فوج ہوگی۔''

''شوبی۔''سادھنا نے میری طرف دیکھا۔''میرا خیال میں ہمیں واپس چلنا چاہیے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''خلاف توقع وسیم نے بھی کہا۔ حالانکہ اکثر مواقعوں پر اس کے اور میرے خیالات میچ کر جاتے تھے لیکن اس بات اس کی سوچ مختلف تھی۔''ہمیں آگے جانے کا خطرہ مول لینے کے بجائے واپس جا کر حالات کے بہتر ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔''

''میرا تو خیال ہے کہ ہم واپس جانے کی صورت میں پھنس سکتے ہیں۔''میں نے اپنا موقف بتایا۔''کسی وسیع سرچ آپریشن کی صورت میں ان لوگوں کا ٹھکانہ بھی نظر میں آ سکتا ہے اور ہم بھی وہیں محصور ہو جائیں گے۔''

''یہ امکان ہے اور آگے خطرہ یقینی ہے۔''سادھنا نے اپنی بات پر اصرار کیا۔''نریندر نے بتایا تھا کہ مزید فوجی اور پولیس کے دستے آ رہے ہیں۔ ہم فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے بہتر ہے ہم واپس جاتے ہیں۔''

''تم بھی یہی کہتے ہو؟'' میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔

''ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔'' اس نے سر ہلایا۔ ''ہمیں واپس جانا چاہیے۔ منزل تک جانے کے لیے ایک خاص حد سے زیادہ خطرہ مول لینا مناسب نہیں ہوگا۔''

''اور تم کیا کہتے ہو؟'' میں نے بیتو سے پوچھا۔

اس نے سر کھجایا۔ ''شوبی بھائی ہم کچھ نہیں کہتا ہے جو فیصلہ آپ کرو ہم کو قبول ہوگا۔''

''اگر میں کہوں کہ ہم آگے جائیں گے؟''

''تو ہم جائے گا۔'' اس نے سینہ تان کر کہا۔

میں سوچتا رہا۔ سچی بات ہے مجھے واپس جانا بہت رسکی لگ رہا تھا۔ ایک بات یقینی تھی کہ نو افراد کی گم شدگی معمولی بات نہیں تھی اور حکومت لازمی طور پر بھرپور سرچ آپریشن کرتی۔ وہ اس سارے علاقے کا محاصرہ کر سکتے تھے اور یہ کام ہفتوں کر سکتے تھے۔ ہم پھنس جاتے اور ہر گزرتے دن خطرہ ہمارے لیے بڑھتا جاتا لیکن میرے ساتھی اس کے حق میں نہیں رہے تھے کہ ہم فی الحال کھٹمنڈو کی طرف جائیں۔ وہ واپس ماؤنسٹوں کے اڈے پر جانے کے حق میں تھے۔ میں نے سر ہلایا۔

''اوکے ہم واپس جائیں گے۔''

کاسن خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ ''یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔''

''لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ جس پولیس پارٹی نے ہمیں روکا تھا وہ وہیں موجود ہوگی۔''

کاسن کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے فکر کے آثار نظر آئے تھے پھر اس نے اعتماد سے کہا۔ ''تم فکر مت کرو میں تم کو لے جاؤں گا۔ واپس جانے کے کئی راستے ہیں اور پولیس نے اتنی جلدی سارا علاقہ نہیں بند کیا ہو گا۔ مجھے یقین ہے وہ دستہ اس وقت کہیں اور جا چکا ہوگا کیونکہ وہ ماؤنسٹوں سے ڈرتے ہیں اور ان کا سامنا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ تم نے دیکھا کہ انہوں نے ہمارے پیچھے آنے کی کوشش نہیں کی۔''

''ویسے بھی وہ ہمیں کھٹمنڈو جانے والے راستے پر تلاش کر رہے ہوں گے۔'' سادھنا بولی۔ ''ان کو یہ خیال تو آیا نہیں ہوگا کہ ہم واپس بھی جا سکتے ہیں۔''

کاسن کچھ غور کر رہا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ ''ایک راستہ اور ہے اس پر کسی کی موجودگی کا امکان نہیں ہوگا لیکن وہ بہت مشکل ہے۔ اگر تم کہو تو اس راستے سے واپس جاتے ہیں۔''

''راستہ بے شک مشکل ہو لیکن کسی سے مڈبھیڑ کا امکان نہ ہو تو بہتر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

ہم نے واپسی کا سفر شروع کیا۔ اس بار کاسن نے مختلف راستہ اختیار کیا تھا اور یہ بہت دشوار اور ایسی ڈھلان سے گزرتا تھا جہاں بعض اوقات کہیں قدم رکھنے کی جگہ بھی نہیں ہوتی تھی۔ سادھنا کو خاص طور سے بہت مشکل ہو رہی تھی۔ کاسن نے اوپر جاتے ہوئے ایک ٹری لائن کی طرف اشارہ کیا۔ ''ہمیں وہاں تک جانا ہے اس کے بعد راستہ آسان ہو جائے۔''

''وہاں تک جانا ہی تو اصل کام ہے۔'' میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اس جگہ سے وہ ٹری لائن بہت دور نظر آ رہی تھی۔ وسیم نے سادھنا کو سہارا دے رکھا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری مخالفت کر کے وہ دونوں کچھ شرمندہ

تھے۔ وہ مجھ سے بات کرنے یا میری طرف دیکھنے سے گریز کر رہے تھے۔ ایک جگہ ایسی آئی کہ وسیم کے لیے خود کو سنبھالنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ وہ سادھنا کو سہارا بھی دیئے ہوئے تھا۔ نتیجے میں وہ ایک جگہ ڈگمگایا اور سادھنا کا بازو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس نے چیخ ماری اور نیچے کی طرف آئی تھی۔ میں پہلے ہی تیار تھا۔ کیونکہ مجھے یہ جگہ مشکل لگ رہی تھی۔ میں نے سادھنا کو سنبھال لیا۔ ایک ہاتھ سے اسے روکنے کے ساتھ دوسرے ہاتھ سے میں نے ایک پودے کی شاخ پکڑ لی ورنہ سادھنا اتنی تیزی سے آئی تھی کہ مجھے بھی ساتھ لے جاتی۔

''یہ کیا حرکت ہے؟'' میں نے اسے ڈانٹا۔ ''اس طرح بنا کسی مدد کے یہاں چڑھنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔''

''پھر کیا کریں۔'' وسیم اوپر سے بولا۔

''تم لوگ رکو۔'' میں نے کہا اور بیگ سے رسی نکالی اور خود اوپر جانے لگا۔ میں نے بیگ کاسن کے حوالے کر دیا۔ وہ پہاڑی راستوں پر سامان سمیت سفر کرنے کا عادی تھا۔ ایک محفوظ جگہ تک پہنچ کر میں نے رسی باندھ کر نیچے پھینکی اور وہ سب اس کی مدد سے آسانی سے اوپر آ گئے۔ کاسن نے کہا۔

''تم کوہ پیمائی جانتے ہو؟''

''تھوڑی بہت۔'' میں نے رسی سمیٹتے ہوئے کہا۔ اور اوپر ٹری لائن کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ ڈھلان بہت ہی دشوار تھی مگر میں کسی نہ کسی طرح اوپر پہنچ ہی گیا۔ وہاں سے رسی پھینکی تو باقیوں کے لیے معاملہ بہت آسان ہو گیا تھا۔ ایک گھنٹے میں سب اوپر تھے۔ آگے سفر اتنا آسان تو نہیں تھا لیکن ہم مزید ایک گھنٹے کے سفر کے بعد واپس ان لوگوں کے ٹھکانے پہنچ گئے تھے۔ ہماری آمد کی اطلاع پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ نریندر خود غار کے دہانے پر موجود تھا۔ اس نے کاسن سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا اور پھر نریندر میری طرف آیا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ تمہیں واپس آنا پڑا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' میں مسکرایا۔ ''جب ایک سے زیادہ لوگ کہیں مت جاؤ تو نہیں جانا چاہیے۔ اس لیے ہم واپس آ گئے۔''

''تم نے اچھا کیا۔ کیونکہ تم لوگوں کے جانے کے بعد مجھے پتا چلا تھا کہ کھٹمنڈو کی جانب سے مزید فوجی اور پولیس کے دستے اس طرف آ رہے ہیں ان کا ارادہ اس علاقے کی ناکا بندی کرنے کا ہے۔'' نریندر سنجیدہ اور پریشان لگ رہا تھا۔

''مجھے شبہ ہے کہ تم لوگوں کا یہ ٹھکانہ ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔'' میں نے اسے خبردار کیا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یہاں تک آنا اتنا آسان نہیں ہے۔ اگر کسی نے اس طرف آنے کی کوشش کی تو راستے میں ہماری کئی آبزرویشن پوسٹ ہیں ہمیں خبردار کر دیا جائے گا۔''

ہم ایک بار پھر غار میں تھے اور اس بار میری چھٹی حس رہ رہ کر خبردار کر رہی تھی کہ یہاں واپس آنا ہمارے لیے بہتر نہیں ہوگا۔ ان کے ٹھکانے تک نہ سہی لیکن علاقے میں پولیس اور فوج آ چکی تھی اور اب وہ کم سے کم آزادی سے حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ غار کی خاموش اور پُرسکون فضا میں ہلچل سی مچ گئی تھی اور اب وہاں بھاگ دوڑ کے ساتھ آوازیں بھی گونجنے لگی تھیں۔ پولیس یا فوج سے متوقع مقابلے کی تیاریاں

کی جارہی تھیں۔ تنہائی میسر آتے ہی سادھنا نے کہا۔
''میں نے آپ کی مخالفت کی تو آپ کو برا لگا۔''
''اچھا لگا یا برا، وہ وقت گزر گیا اور اب ہمیں آگے کی طرف دیکھنا ہے۔''
''ہم نے یہاں آکر اچھا نہیں کیا؟'' وسیم نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔
''یہ بات اب ماضی کا حصہ بن چکی ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ آگے کیا کرنا ہے۔'' میں کسی قدر جھنجلا گیا تھا۔
''اگر پولیس یا فوج یہاں تک آگئی تو ہم بھی پھنس جائیں گے۔'' وسیم نے غور کرتے ہوئے کہا۔ ''اس صورت میں ہمیں ابھی سے یہاں سے نکلنے کے متبادل راستوں پر غور کرنا چاہیے۔''
''کاسن نے مجھے واضح تو نہیں لیکن اشارے میں بتایا تھا کہ یہاں سے نکلنے کا ایک خفیہ راستہ بھی ہے لیکن ظاہر ہے وہ صرف چند لوگوں کے علم میں ہے اور وہ شاید ہمیں نہ بتائیں۔''
''آبشار والے راستے کے بارے میں کیا خیال ہے؟''
''وہ بہت خطرناک ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ کوئی دو سو فٹ نیچا ہے اور راستے میں پہاڑ کی چٹانیں آتی ہیں اس لیے اس سے کودنا تو خودکشی ہوگی۔ سب سے زیادہ خطرہ زیرآب چٹانوں سے ہے۔''
''پھر بھی ہمیں دیکھنا تو چاہیے۔'' وسیم نے اصرار کیا تو میں سوچ میں پڑ گیا تھا۔ میں نے اسے سرسری سے انداز میں دیکھا تھا۔ اسے پھر سے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا لیکن یہ کام ان لوگوں کے علم میں لائے بغیر کرنا تھا۔ ورنہ وہ کچھ اور بھی سوچ سکتے تھے۔ ہمیں وہی غار دیا گیا تھا جہاں ہم گزشتہ رات رکے تھے۔ میں باہر آیا اور آبشار والے غار کی طرف روانہ ہوا۔ کسی نے مجھے روکا نہیں۔ وہاں حسبِ معمول آبشار کا پانی ایک مخصوص آواز کے ساتھ دہانے سے رگڑ کھاتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔ دہانے کے بالکل سامنے پانی چادر کی طرح گر رہا تھا۔ اس میں بہت قوت اور شور تھا۔ اگر کوئی اس کے دھارے کے پاس چلا جاتا تو یہ اسے بھی اپنے ساتھ کھینچ کر لے جا سکتا تھا۔ سامنے کی طرف سے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے دائیں طرف کسی قدر خلا تھا جو پانی سے محفوظ تھا۔

میں دہانے کی طرف آیا اور کوشش کر کے اس کے پھسلواں راستے سے باہر آیا۔ یہ بہت خطرناک جگہ تھی۔ میرا ذرا سا پاؤں پھسلتا اور میں دو سو فٹ نیچے جھیل میں جا گرتا۔ مسلسل پانی پڑنے سے یہ جگہ کائی جیسی پھسلواں ہو گئی تھی۔ میں دیوار سے چمٹ کر دہانے سے باہر آیا اور ظاہر ہے یہاں بھی کوئی تسلی بخش حالات نہیں تھے۔ اول تو دہانے کے باہر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی اور جو جگہ تھی وہ پھسلن سے بھرپور تھی۔ میری کوشش تھی کہ کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں سے میں نیچے دیکھ سکوں۔ اس کے لیے مجھے دائیں طرف خاصا آگے جانا پڑا تھا۔ یہ بڑا آبشار تھا اور اس کا دھارا بیس سے پچیس فٹ چوڑا تھا۔ پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا اور اس کی زد میں آنے والا اس کے خلاف مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ دائیں طرف ایک چھوٹا سا چھجا تھا۔ میں چٹان میں موجود رخنوں میں ہاتھ اور پاؤں پھنساتا اس طرف آیا۔ چھجا پانی کی بوچھاڑ سے محفوظ تھا۔ سورج غروب ہونے میں کچھ وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ جھیل کے سبز پانی میں کچھ سیاہ دھبے بھی تھے۔ یہ یقین سے کہنا دشوار تھا کہ یہ دھبے اصل میں کیا تھے۔ چٹانیں یا زیرآب کائی کے ڈھیر۔ اس کا پتا تو چھلانگ لگانے کے بعد ہی پتا چلتا۔ اس جگہ سے کودنا رسک والی

بات تھی۔ اگر کوشش کر کے جھیل کے ان حصوں میں چھلانگ لگائی جاتی جہاں پانی کا رنگ ہلکا سبز تھا تب بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ اسی جگہ گرتے۔ ظاہر ہے ہم میں سے کوئی ماہر غوطہ لگانے والا نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس جگہ سے کودنے کا رسک اسی وقت لیا جا سکتا ہے جب آدمی کے پاس کوئی اور راستہ نہ ہو۔

کچھ دیر بعد میں واپس آ گیا۔ غار سے نکلا تو ایک آدمی وہاں آیا اور اس نے مجھے اشارے سے بلایا۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ بلاوا نریندر کا تھا اور وہ بہت پریشان لگ رہا تھا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولا۔

''آثار ٹھیک نہیں ہیں۔''

''پولیس اور فوج اس طرف آ رہی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''وہ ایک مخصوص انداز میں آگے آ رہے ہیں اور ایسا لگ رہا ہے کہ وہ راستے بند کر رہے ہیں۔''

یہ بہت تشویش ناک بات تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا یہاں سے نکلنے والے سارے راستوں پر فوج یا پولیس آ چکی ہے۔''

''تقریباً، اب کہیں بھی نکلنا ممکن نہیں رہا ہے۔''

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ ''کیا مخبری ہو سکتی ہے؟''

اس کے چہرے پر تشویش نظر آنے لگی۔ ''لگتا تو ایسا ہی ہے، ہمارے کئی ساتھی پکڑے جا چکے ہیں اور ان میں سے کچھ اس جگہ کے بارے میں جانتے ہیں۔''

مجھے تعجب ہوا۔ ''اس کے باوجود تم لوگ یہاں بیٹھے ہو؟''

''اصل میں پچھلے کچھ عرصے سے ہمارے حکومت سے مذاکرات جاری ہیں اور اس بات کا امکان ہے کہ ہم جلد کسی معاہدے تک پہنچ جائیں۔'' اس نے وضاحت کی۔ ''اسی وجہ سے ہم نے یہ اڈہ نہیں چھوڑا۔''

''لیکن یہ جو ابھی ہو رہا ہے اس کا کیا کیا جائے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ''سارا مسئلہ پولیس والوں کے غائب ہونے سے ہوا ہے۔ ہم نے اس علاقے میں ایک سال سے کوئی کارروائی نہیں کی ہے اس لیے جب آٹھ افراد غائب ہوئے تو حکومت کا چونک جانا لازمی ہے۔''

یہ ان لوگوں کا اپنا مسئلہ تھا اور میرا مسئلہ یہ تھا کہ میں کسی صورت پولیس کے ہاتھ نہیں آنا چاہتا تھا۔ اگر اس جگہ کا محاصرہ ہو جاتا تو ہم بھی پھنس جاتے۔ میں نے پوچھا۔ ''یہاں سے نکلنے کا کوئی اور راستہ ہے۔''

وہ مسکرایا۔ ''تمہارا اشارہ شاید خفیہ راستے کی طرف ہے لیکن وہ بھی جس جگہ نکلتا ہے وہاں تک پولیس اور فوج آ چکی ہے اس لیے ہم اسے صرف انتہائی ضرورت کے وقت ہی استعمال کر سکتے ہیں۔''

میرے ذہن میں ایک خدشہ ابھر آیا۔ ''اگر وہ لوگ کسی مخبری کے سہارے آ رہے ہیں تو لازمی بات ہے ان کو خفیہ راستے کا علم بھی ہو گا۔''

''یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کا علم صرف مجھے یا کاسن کو ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''تم نے ہمارے بارے میں کیا سوچا ہے؟''

اس نے جواب دینے میں کچھ وقت لگایا۔"میرا خیال ہے ہم تم سب کو اپنا قیدی ظاہر کرتے ہیں۔"
"تمہارا مطلب ہے کہ ایسا کوئی موقع آیا کہ تم لوگوں کو ہتھیار ڈالنے پڑے یا تم لوگ فرار ہو گئے تو ہمیں قیدیوں کی طرح باندھ کر ڈال جاؤ گے؟"
اس نے سر ہلایا۔"ہاں میں نے یہی سوچا ہے۔اس طرح ممکن ہے تم لوگ بچ جاؤ۔"
"یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ یہاں ہماری کوئی شناخت نہیں ہے۔پولیس جلد یا بدیر یہ بات جان جائے گی اور اس کے بعد ہم پھر گرفتار ہو جائیں گے۔"
اس نے کسی قدر مایوسی سے کہا۔"میرے ذہن میں تو یہی آیا ہے۔"
مجھے اس سے پہلے بھی کوئی خاص امید نہیں تھی۔دو گھنٹے بعد یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ پولیس اصل میں ان کے ٹھکانے کا محاصرہ کر رہی تھی اور اسے ان کے بارے میں پتا چل گیا تھا۔پولیس اور فوج کی بھاری نفری اس علاقے میں پوزیشنیں سنبھال رہی تھی اور ان کے پاس جدید اسلحہ تھا۔یہ اطلاعات تشویش ناک تھیں اور اسی مناسبت سے ان لوگوں میں جوش اور خوف میں اضافہ ہو رہا تھا۔میں واپس اپنے حصے میں آ گیا۔اپنے ساتھیوں کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔وسیم پریشان ہو گیا۔
"ایسا لگ رہا ہے کہ میرا اور سادھنا کا فیصلہ غلط تھا۔"
"وہ فیصلہ غلط تھا یا ٹھیک تھا اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس مشکل سے کس طرح نکل سکتے ہیں۔" میں نے نرمی سے کہا۔
"سوری شوبی۔" سادھنا نے بھرائی آواز میں کہا۔"یہ سب میرا قصور ہے۔"
"پاگل مت بنو۔" میں نے اسے ڈانٹا۔"جو ہوتا ہے وہ سب ہماری تقدیر میں پہلے سے لکھا جا چکا ہوتا ہے۔"
"آئندہ میں آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کروں گی۔"
"شوبی بھائی اب کیا ہوگا؟" بیتو بولا۔
"نریندر نے ایک تجویز دی ہے کہ پسپائی یا گرفتاری کی صورت میں وہ ہمیں اپنا قیدی ظاہر کرے گا۔"
"یہ کام بہت خطرناک ہے۔" وسیم نے فوراً کہا۔"پولیس جلد ہماری اصلیت جان جائے گی۔"
"یہی میں نے بھی کہا ہے۔میں نے اس کی تجویز مسترد کر دی ہے۔"
"پھر ہمارے پاس اور کون سا راستہ رہ جاتا ہے۔"
"تم لوگوں نے آبشار والا غار دیکھا ہے۔" میں نے سوچ کر کہا۔"اس کے نیچے ایک جھیل ہے جس میں آبشار گر رہی ہے۔اگر نکلنے کا کوئی اور راستہ نہ ملا تو ہم اس سے نکلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"
سادھنا اور بیتو خوف زدہ ہو گئے تھے انہوں نے گہرائی میں جھیل دیکھی تھی۔"یہ بہت خوف ناک ہے۔" سادھنا نے جھرجھری لی۔
"لیکن اگر کوئی راستہ نہ ہوا تو ہم اس سے کود کر جان بچانے کی کوشش کریں گے۔" وسیم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''نہیں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرنا ہے۔'' میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔'' ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔ ہم آرام سے سوچ سکتے ہیں۔''

رات کے کھانے کے بعد میں نے نریندر اور کاسن سے ملنے کی کوشش کی مگر وہ مجھے غار میں کہیں نہ ملے تھے اور نہ ہی کسی کو ان کے بارے میں پتا تھا یا ممکن ہے کہ کسی کو پتا ہو لیکن وہ بتا نہیں رہا ہو۔ میں ان کے لیے قابلِ احترام ہی سہی لیکن ضروری نہیں تھا کہ وہ مجھے اپنی ہر بات بتاتے یا ہر بات میں شریک کرتے۔ گوریلوں کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ ٹینس تھے اور ممکن ہے پولیس ان کے اس ٹھکانے کا محاصرہ کر چکی ہو۔ میں واپس غار میں آ گیا۔ سب ہی خاموش اور اعصاب زدہ تھے۔ آنے والا وقت ہمارے لیے نہ جانے کیا لے کر آنے والا تھا۔

جب ہم انڈیا کی سرحد عبور کر کے نیپال میں داخل ہوئے تھے تو ہم نے محسوس کیا تھا کہ ہم پریشانی کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ نیپال میں ہمارا کوئی دشمن نہیں تھا لیکن یہ ہماری خام خیالی نکلی۔ پریشانیوں اور آفتوں نے یہاں بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ یہاں ہم سرکار کے سامنے آ گئے تھے جب کہ بھارت میں سوائے فوجی معرکہ آرائیوں کے سرکار براہِ راست ہمارے پیچھے نہیں آئی تھی۔ یہاں ہم محصور ہو گئے تھے۔ رات سوتے جاگتے گزر گئی تھی۔ صبح کے وقت سادھنا نے میرا شانہ جھنجھوڑا۔

''شوبی کہیں فائرنگ ہو رہی ہے۔'' اس کے لہجے میں خوف آ گیا تھا۔

میں نے کان لگا کر سنا واقعی کہیں فائرنگ ہو رہی تھی۔'' تم لوگ یہیں رکو جب تک میں نہ آؤں کہیں مت جانا چاہے کوئی لے جانے کی کوشش کرے۔''

''میں سمجھ گیا جناب۔'' وسیم بولا اور اس نے اپنا پستول نکال لیا تھا۔

میں غار کے اوپر والے حصے میں آیا۔ یہاں آتے ہی مجھے شدید قسم کی فائرنگ کا شور سنائی دیا۔ کوئی بھاری مشین گن چل رہی تھی۔ غار کے دہانے پر ہی جنگ وجدل کے آثار نظر آ رہے تھے اور نریندر خود بھاری مشین گن سنبھالے ہوئے فائر کر رہا تھا۔ کاسن اس کے پاس کھڑا تھا۔ یہاں اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ کاسن مجھے دیکھتے ہی لپکا اور مجھے ایک طرف لے گیا۔ اس نے میرے کان میں چلا کر کہا۔

''فوج نے حملہ کر دیا ہے۔''

مجھے اسی کا خدشہ تھا۔ میں نے چلا کر پوچھا۔'' کیا تم لوگوں کا خفیہ راستہ محفوظ ہے؟''

اس نے سر ہلایا۔''ہاں لیکن اس طرف سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ جس جگہ یہ راستہ نکلتا ہے اس طرف پولیس اور فوج موجود ہے۔ ان کی نظر سے بچنا ممکن نہیں ہے۔''

''اب تم لوگ کیا کرو گے؟''

کاسن مایوس تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔''ہم کیا کر سکتے ہیں سوائے مقابلہ کرنے کے۔''

''تم دو درجن افراد محدود اسلحے کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کر سکتے ہو جو تم سے تعداد میں کہیں زیادہ ہیں اور بہتر اسلحے سے لیس ہیں۔ ان کو لامحدود رسد مل سکتی ہے اور تم لوگوں کو جو ہے اسی میں گزارا کرنا ہے؟''

اس نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔'' ہمارے پاس اس کے سوا اور چارہ کیا ہے۔ نریندر کا کہنا ہے کہ

ہم بہر صورت مقابلہ کریں گے۔"

ایسا لگ رہا تھا کہ محاصرہ کرنے والوں کو خفیہ راستے کا علم نہیں تھا لیکن وہ یہ جانتے تھے کہ یہ راستہ کس جگہ نکلتا تھا اس لیے انہوں نے وہاں بھی پہرہ بٹھا دیا تھا۔ تا کہ اندر موجود افراد وہاں سے بھی فرار نہ ہوسکیں۔ صورتِ حال واضح طور پر خراب تھی۔ میں نے کاسن سے کہا۔ "تم لوگ مقابلہ کرنے کے بجائے یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کسی کو پاس نہ پا کر بولا۔ "میں نے نریندر سے یہی کہا ہے لیکن وہ جذباتی ہو رہا ہے۔ وہ اس ٹھکانے کو حکومت کے قبضے میں جاتے نہیں دیکھ سکتا ہے۔"

"وہ جذباتی ہو رہا ہے۔" میں دنگ رہ گیا تھا۔ "گوریلا جنگ میں جگہ کے بجائے جان اور کامیابی کا خیال کیا جاتا ہے۔"

"اصل میں یہ ٹھکانہ ایک طرح سے نریندر کی دریافت ہے اور وہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے۔"

نریندر دیکھنے میں اتنا نا معقول نہیں لگتا تھا۔ وہ جس قسم کی تحریک کا ایک لیڈر تھا اس کا ماٹو ہی مارو اور بھاگ جاؤ۔ گوریلا تحریک کی کامیابی ہی اس میں تھی کہ اس کے اراکین کتنے سریع الحرکت ہیں۔ ایک جگہ ٹھکانہ بنانا اس قسم کی جنگ میں موت کو دعوت دینے کے برابر تھا۔ یہاں کم سے کم پچیس افراد تھے اور نریندر ان سب کی زندگی اور آزادی خطرے میں ڈال رہا تھا۔ میں نے کاسن سے کہا۔

"کیا تمہاری یہاں کوئی حیثیت ہے تم نریندر کو مشورہ نہیں دے سکتے ہو؟"

"دے تو سکتا ہوں لیکن وہ مانے گا نہیں۔"

"اگر میں اس سے بات کروں تو؟"

"تب شاید مان جائے۔" اس نے تذبذب سے کہا۔ وہ نریندر کی طرف گیا اور اس سے کچھ کہا۔ نریندر نے میری طرف دیکھا اور مشین گن کاسن کے حوالے کر کے میری طرف آیا۔ وہ بہت پُر جوش ہو رہا تھا۔

"میں نے کم سے کم دو پولیس والے اڑا دیئے ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم دو مارو گے تو مرنے والوں کی جگہ دس آ جائیں گے۔ تم دس مارو گے تو سو آ جائیں گے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور اس کا جوش خروش ذرا ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ "کیا مطلب؟"

"نریندر میری بات غور سے سنو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ "اگر تمہارا دل چاہے تو مان لینا۔"

"بولو۔" اس کا انداز یک دم ہی سرد ہو گیا تھا شاید اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس سے کیا کہنے والا ہوں۔

"دیکھو سرکار کے پاس مرنے کے لیے آدمیوں اور مارنے کے لیے اسلحے کی کمی نہیں ہے۔ جب کہ تمہارے پاس صرف یہی دو درجن آدمی اور محدود اسلحہ ہے تمہیں کہیں سے کمک کی امید نہیں ہے اور......"

"میں سمجھ گیا۔" اس نے میری بات کاٹ کر پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا۔ "تم مجھے بزدل سمجھ رہے

ہو۔"

"میں تم کو بزدل نہیں کہہ رہا ہوں۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "لیکن تم نے یہ سوچا کہ اس مقابلے کا کیا انجام ہوگا۔ تم سب مارے جاؤ گے۔"

"تب تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟" اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

مجھے معلوم تھا کہ وہ میری بات نہیں سنے گا لیکن میں نے پھر بھی کہہ دیا۔ "تمہیں اپنے ساتھیوں کو لے کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

اس نے یوں مجھے دیکھا جیسے اب تک اسے میرے بارے میں کوئی غلط فہمی رہی تھی۔ اس نے سرد مہری سے کہا۔ "افسوس مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے بزدلانہ خیالات رکھتے ہو۔"

"میں نے کبھی بہادری کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ میرے نزدیک میرے ساتھیوں کی زندگی میری ذاتی اَنا سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "تم ایک ایسی جنگ لڑنے جا رہے ہو جس میں تمہاری کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ گوریلا جنگ کے اصولوں کے برخلاف لڑ کر تم صرف اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان گنواؤ گے۔"

"یہ عزت کی موت ہوگی۔" اس نے فخر سے کہا۔

"میرے نزدیک عزت کی موت وہ ہوتی ہے کہ جب انسان کے پاس ہتھیار ڈالنے یا مرنے کے سوا کوئی راستہ نہ ہو اور انسان ہتھیار ڈالنے پر مرنے کو ترجیح دے۔ اس میں بھی وہ اپنی جان کا فیصلہ کر سکتا ہے دوسروں کی جان کا نہیں۔"

اس بار اس کا موڈ واضح طور پر خراب ہو گیا تھا۔ "کیا تم مجھے مشورہ دے رہے ہو کہ میں یہ اڈہ ان سرکاری کتوں کے حوالے کر دوں۔"

"نریندر......تم میری بات......"

"بکواس مت کرو۔" وہ دھاڑا۔ "مجھے لگتا ہے تم دشمنوں سے مل گئے ہو۔ یہ تمہارے ساتھ ساتھ ہی آئے ہیں۔"

میں سناٹے میں رہ گیا تھا۔ پھر میری رگوں میں خون کی روانی تیز ہونے لگی تھی۔ "تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو۔"

"شکر کرو صرف الزام لگا رہا ہوں سزا نہیں دے رہا۔ ابھی میں ان کتوں سے نمٹ لوں اس کے بعد تم لوگوں کا فیصلہ کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور دو گوریلوں کو بلا کر ان کو اپنی زبان میں کوئی حکم دیا۔ انہوں نے مجھ پر رائفلیں تان لی تھیں۔ میں نے نریندر کی طرف دیکھا۔

"مہمان بنا کر تم نے اچھا سلوک کیا ہے میں اسے یاد رکھوں گا۔"

وہ سفاک انداز میں مسکرایا۔ "اگر یاد رکھنے کے لیے رہے تو؟"

مجھ پر اپنی گن تاننے والے نے مجھے اشارے سے چلنے کو کہا۔ بادل ناخواستہ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ کاسن یہ سب دیکھ رہا تھا اور اس نے دخل اندازی کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن جب میں ان گوریلوں کے ساتھ جا رہا تھا تو میں نے دیکھا وہ نریندر سے کچھ بات کر رہا تھا۔ شاید وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے

اس احمق پر غصہ آ رہا تھا جو خود بھی مرنے جا رہا تھا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو مروانے کا بندوبست بھی کر لیا تھا لیکن میں کیا کر سکتا تھا۔ گوریلے مجھے میرے غار تک لایا اور اس کے بعد ان میں سے ایک واپس چلا گیا تھا اور دوسرا غار کے دروازے پر جم گیا۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ نریندر نے عملاً مجھے اور میرے ساتھیوں کو قید کر دیا تھا۔ میری واپسی کے انداز پر میرے ساتھی حیران تھے۔ وسیم نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا میں نے احتیاطاً پشتو میں کہا۔

''نریندر کا دماغ چل گیا ہے وہ فوج سے لڑ رہا ہے اور اس کا ارادہ عزت کی موت مرنے کا ہے۔''

''تو مرے۔'' وسیم بولا۔ ''لیکن ہم نے کیا قصور کیا ہے۔''

''وہ میری یا کسی کی سننے کے لیے تیار نہیں ہے اس وقت اس میں ریمبو کی روح سمائی ہوئی ہے۔''

''شہباز صاحب اب مجھے سچ مچ افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے واپسی کا کیوں کہا۔''

''افسوس کرنے سے فائدہ نہیں ہے۔ اب ہمیں یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی ہے۔''

ابھی ہمارے ہتھیار واپس نہیں لیے گئے تھے اور میں نے وسیم سے کہا کہ اگر یہ لوگ ہتھیار واپس مانگیں تو ہمیں ہر ممکن مزاحمت کرنا ہوگی کیونکہ ہتھیار ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ہم کلی طور پر ان کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ پہرے پر موجود شخص غار کے سامنے موجود تھا اور شاید اس کی ڈیوٹی بس اتنی تھی کہ وہ ہمیں غار سے نہ نکلنے دے۔ کوئی دو گھنٹے بعد کاسن آیا تھا۔ اس نے آتے ہیں مجھ سے معذرت کیا۔

''نریندر اس وقت کسی کی سننے کے لیے تیار نہیں ہے اور اس نے ریڈیو بھی بند کر دیئے ہیں۔''

''یہ شخص پاگل ہے اسے لیڈر کس نے بنایا ہے۔''

''نریندر بہت دلیر ہے اسی وجہ سے اسے لیڈر بنایا گیا ہے۔''

''لیکن اس وقت وہ دلیری نہیں بیوقوفی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔'' کاسن نے سر ہلایا۔ ''میں تم سے متفق ہوں لیکن اس وقت کوئی اسے سمجھا نہیں سکتا ہے۔''

''لڑائی کی کیا پوزیشن ہے؟''

''بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہمیں فائدہ ہے لیکن وہ ہماری رینج سے دور ہیں اور میرا خیال ہے ان کا بھی کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔''

''اگر انہوں نے توپیں استعمال کیں تو؟''

''تب ہمیں خطرہ ہے۔'' کاسن نے کہا۔ ''لیکن شاید ان کو ایسا کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔''

میں چونکا۔ ''کیا تم لوگوں کے پاس خوراک کا ذخیرہ محدود ہے؟''

''مشکل سے ایک ہفتے کا۔'' اس نے اعتراف کیا۔ ''بدقسمتی سے اس بار ہم نے خوراک جمع کرنے پر اتنی توجہ نہیں دی۔''

''اس کے بعد تم لوگ کیا کرو گے۔ بھوک سے مرو گے یا باہر نکل کر فوج کے ہاتھ سے مر جاؤ گے۔'' میں نے باہر موجود گوریلے کی طرف دیکھا۔ وہ مشکل سے بیس برس کا تھا۔ ''یہ اور اس جیسے دوسرے کسی مقصد کے تحت

تم لوگوں کے پاس آئے تھے ان کو یوں بے مقصد مروا دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟''

کاسن نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔ ''میں جانتا ہوں لیکن نریندر یہاں کا لیڈر ہے اور ہمیں اس کا حکم ماننا ہی پڑے گا۔''

''ہمارے بارے میں اس کا کیا حکم ہے؟'' میرا لہجہ تلخ ہو گیا تھا۔

''اس نے تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اس جگہ محدود کر دیا ہے لیکن تم لوگ قیدی نہیں ہو۔''

وسیم ہنسا۔ ''تو قید اور کسے کہتے ہیں۔''

''نہیں اس حالت میں بھی تم ہمارے مہمان ہو۔ نریندر غصے میں آ گیا تھا لیکن اب میں نے اسے ٹھنڈا کر لیا ہے۔'' کاسن سنجیدگی سے بولا۔ ''تم نے دیکھا نہیں کہ تم سے اسلحہ بھی نہیں لیا گیا ہے۔''

''اوکے میں نے مان لیا لیکن مہمان کو کچھ کھانا پانی بھی دیا جاتا ہے۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''وہ ابھی آ جائے گا۔'' وہ باہر کی طرف بڑھا پھر رک کر بولا۔ ''میں معافی چاہوں گا۔ یہاں راشن بندی کر دی گئی ہے اس لیے سب کو محدود کھانے کو ملے گا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''مجھے معلوم ہے اس قسم کے حالات میں سب کو قربانی دینا ہوگی۔''

وہ چلا گیا۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا۔ ''یہ تو واضح ہو گیا ہے کہ ہم بالکل قیدی بھی نہیں ہیں۔ اس لیے ہمیں یہاں سے ایک منٹ کے نوٹس پر نکلنے کی تیاری کر لینی چاہیے۔''

وسیم نے سر ہلایا۔ ''لیکن غیر محسوس انداز میں اس گوریلے کو شبہ نہ ہو۔''

''ہم رفع حاجت کے بہانے باری باری تیار ہو کر جاتے ہیں۔'' میں نے کہا۔ اور اپنی جیکٹ پہن کر باہر آیا۔ گوریلا چوکنا ہو گیا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے اشارے سے بتایا کہ میں کیا چاہتا تھا۔ اس نے سر ہلایا اور پھر آواز دے کر اپنے ایک ساتھی کو بلایا۔ میں اس کے ساتھ آبشار والے غار تک آیا۔ اسی طرح ہم سب ہی تیار ہو گئے تھے۔ اس دوران میں ناشتہ آ گیا تھا جو بغیر دودھ اور چینی کی چائے اور خشک روٹی پر مشتمل تھی۔ ناشتہ کے دوران میں نے ان سے کہا۔

''ہمیں آبشار والے راستے سے نکلنا ہوگا۔''

''وہ بہت مشکل ہے۔'' وسیم نے کہا۔ ''میں نے اسے دیکھا ہے۔ اوپر سے چھلانگ لگانے کے بعد اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ آپ زندہ سلامت نیچے پہنچ سکیں گے۔''

''آبشار کے ساتھ دائیں طرف ایک چھجا ہے میں وہاں تک ہو کر آیا ہوں۔ اگر اس چھجے سے ناپ تول کر چھلانگ لگائی جائے تو ہم جھیل کے کسی ایسے حصے میں اتر سکتے ہیں جس میں زیر آب چٹانیں نہ ہوں۔''

''میں نے بھی جھیل دیکھی ہے اور اس میں سیاہی والے حصے زیادہ ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ چٹانیں ہی ہیں۔''

''تب فرار کا راستہ اور کیا ہو سکتا ہے۔'' میں نے وسیم کی بات پر غور کرتے ہوئے کہا۔

''ایک تجویز ہے ہمارا۔'' بیتو نے ہاتھ بلند کیا۔

''ہاں بولو۔'' وسیم نے کہا۔ ''اب تم بھی بولو۔''

''ہاں اب ہم بھی بولے گا۔'' بیتو نے دانت نکالے۔ ''ہم کبھی کبھی بولتا ہے، پر کام کا بولتا ہے۔''

''اب تم فضول کا بول رہے ہو۔'' سادھنا نے اسے ٹوکا۔ ''کام کی بات کرو۔''

''ہمارا تجویز یہ ہے کہ ہم رسی کی مدد سے نیچے اتر سکتا ہے۔''

میں نے بے ساختہ بیتو کے شانے پر ہاتھ مارا۔ ''واہ کیا بات کی ہے۔''

''واقعی ہم رسی کی مدد سے کم خطرے کے ساتھ نیچے اتر سکتے ہیں۔'' سادھنا نے اس کی تائید کی۔

''لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس اتنی لمبی رسی ہو۔'' وسیم نے کہا۔

''رسی ہمارے پاس ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔ ''راستے میں، مَیں نے جو رسی استعمال کی تھی وہ اس وقت میرے والے بیگ میں ہے اور میرے خیال میں یہ کم سے کم دوسو فٹ لمبی تو ہے۔''

''بس تو پھر کام بن جائے گا۔'' وسیم بولا۔ ''ہم اب فوراً نکل جانا چاہے۔''

''اتنی جلدی نہیں رات ہونے کا انتظار تو کرو۔ دن میں دوسروں کی نظر میں آنے کا بہت زیادہ امکان ہے۔'' میں نے اسے روکا۔ ''پھر ممکن ہے اس طرف بھی فوج اور پولیس ہو۔ دن میں ان کی نظر میں آنے کا امکان زیادہ ہوگا۔''

میرے ذہن میں تھا کہ اس وقت تک نریندر پر صورتِ حال واضح ہو جائے اور وہ اپنا فیصلہ بدل کر یہاں سے خفیہ راستے سے نکلنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ اس موسم میں جھیل کا پانی قیامت خیز حد تک ٹھنڈا ہوگا اور اس میں اترنے کے بعد ہمارا نہ جانے کیا حشر ہو۔ جھیل بھی خاصی بڑی تھی۔ اس کے کسی کنارے تک پہنچتے پہنچتے ہم پر قیامت گزر سکتی تھی۔ اس لیے جھیل والا راستہ صرف مجبوری کے عالم میں ہی استعمال کیا جا سکتا تھا۔

شام تک کا وقت بڑا کٹھن گزرا تھا۔ اس دوران میں کبھی فائرنگ کا شور بڑھ جاتا تھا اور کبھی خاموشی چھا جاتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ فوج والے ابھی ان کو ٹیسٹ کر رہے تھے اس کے بعد وہ پلان بنا کر باقاعدہ حملہ کرتے اور ان کا ایک جھٹکے میں صفایا کر سکتے تھے۔ میرے حساب سے یہ کام زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اگر آرمی والے گیس کا استعمال کرتے تو یہی غار ان لوگوں کا قبرستان بن جاتا۔ ان کو بہت زیادہ خطرناک ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بعد گیس ماسک اور اندھیرے میں دیکھنے والی عینکوں سے لیس ایک کمانڈو دستہ ان سب کو پکڑنے یا ان کا صفایا کرنے کے لیے کافی ہوتے۔ بشرطیکہ نیپال کی فوج میں اس قسم کا کوئی تربیت یافتہ دستہ ہوتا۔ مجھے خوف یہ تھا کہ اس قسم کا کوئی ایکشن سورج ڈوبتے ہی نہ شروع ہو جائے۔ اس صورت میں ہم بھی اس کی لپیٹ میں آ سکتے تھے۔ شام کو کاسن آیا اور اس نے بتایا کہ فوج کے دستے فولادی آڑ لے کر خاصے اوپر تک آ گئے تھے اور اب غار کا دہانہ براہِ راست ان کی زد میں تھا۔

''اس کا مطلب ہے وہ رات کو حملہ کریں گے۔'' میں نے کہا۔

''امکان تو یہی ہے۔'' کاسن مایوسی سے بولا۔ ''ہمارے دو ساتھی اس لڑائی میں مارے جا چکے ہیں اور چار شدید زخمی ہیں۔''

''کیا نریندر کے خیال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''وہ اب بھی لڑائی پر تلا ہوا ہے۔''

''آنے والی رات بہت اہم ہے۔'' میں نے اسے خبردار کیا۔ ''جو پہل کرے گا وہی کامیاب رہے گا۔''

کاسن سمجھا نہیں اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ''کامیاب؟''

''مطلب یہ کہ جورات کا فائدہ اٹھائے گا۔ اگر نریندر نے اپنا ارادہ بدل دیا تو تم لوگوں میں سے بیشتر بچ سکتے ہیں۔ ورنہ فوج نے اپنے منصوبے پر عمل کیا تو تم لوگوں کا بچ نکلنا مشکل ہو جائے گا۔''

''فوج کا کیا پلان ہو سکتا ہے؟''

''سب سے آسان کام تو یہ ہے کہ وہ گیس کے بم مار کر تم لوگوں کو باہر نکلنے پر مجبور کر دیں۔ یہ بتاؤ تمہارے پاس گیس ماسک ہیں؟''

''بہت کم شاید ایک درجن ہوں۔''

''اس صورت میں اگر فوج نے متواتر گیس کے شیل پھینکے تو تم خود سوچ سکتے ہو کہ کیا ہوگا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو میں نریندر سے بات کرتا ہوں۔'' اس نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے رسی کا لچھا نکال کر اپنی جیکٹ میں رکھا اور وسیم سے کہا۔ ''ہوشیار رہنا میں رسی لگانے جا رہا ہوں۔ ممکن ہے ہمیں رات سے پہلے ہی نکلنا پڑے۔''

''میرا تو مشورہ ہے ہمیں وقت سے پہلے نکل جانا چاہیے، ورنہ ایک بار آرمی ایکشن میں آ گئی تو ہمارے لیے مشکل ہو جائے گی۔''

''درحقیقت وہی وقت موزوں ہوگا۔'' میں نے کہا۔ ''اس وقت ان کی ساری توجہ دفاع کرنے پر ہوگی۔''

میرا مشین پسٹل میرے پاس تھا۔ میں نے پہرے دار سے کہا کہ مجھے آبشار والے غار میں جانا ہے۔ اسے کوئی شک نہیں ہوا کیونکہ میں کوئی دس گھنٹے پہلے گیا تھا۔ اتنی دیر بعد دوبارہ جانے کی تک بنتی تھی۔ ویسے بھی سردی کے موسم میں آدمی کو باتھ روم جانے کی بار بار ضرورت پڑتی ہے۔ اس نے مجھے ایک اور آدمی کے ساتھ روانہ کر دیا۔ ابھی تک نریندر نے ہماری نظر بندی کا حکم واپس نہیں لیا تھا۔ جیسے ہی میرے ساتھ آنے والا مجھے غار میں چھوڑ کر باہر گیا۔ میں فوراً آبشار کے پاس سے گزر کر دائیں طرف والے حصے کی پتھریلی دیوار پکڑ کر اس چھجے تک جانے لگا اس بار مجھے کم وقت لگا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ کھانچے کہاں کہاں تھے۔ سورج غروب ہو چکا تھا لیکن ہلکی سی روشنی ابھی برقرار تھی۔ چھجے تک آ کر میں نے کوئی موزوں جگہ دیکھی جہاں میں رسی باندھ سکوں۔ مجھے ایک ابھرا ہوا پتھر مل گیا اور میں نے اس سے رسی باندھ کر اسے چیک کیا۔ رسی پوری طرح مضبوط تھی اور اس کے پتھر سے نکل جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

یہ کام کر کے میں مڑا تھا کہ میں نے آبشار تلے سے ایک سایا نمودار ہوتے دیکھا۔ یہ وہی گوریلا تھا جو مجھے یہاں تک آیا تھا۔ شاید اسے شک ہو گیا تھا اور وہ اپنا شک دور کرنے یہاں تک آ گیا تھا۔ وہ بڑی مشکل جگہ تھا۔ اس نے مجھے چھجے پر دیکھا تو چیخ کر کچھ کہا اور پھر اس کی نظر رسی پر پڑی۔ اس بار اس نے کچھ کہنے کے ساتھ اپنے شانے کے ساتھ لٹکی رائفل اتارنے کی کوشش کی۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ وہ مجھے شوٹ کرنے جا رہا تھا۔ وہ رسی دیکھ کر سمجھا تھا کہ میں فرار ہونے جا رہا تھا۔ اور یہ کسی حد تک درست بھی تھا کیونکہ میں نے واقعی رسی فرار کے

لیے لگائی تھی لیکن ابھی نہیں، مجھے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہونا تھا۔ یہ بات میں اس گوریلے کو نہیں سمجھا سکتا تھا پھر بھی میں نے کوشش کی۔

''اے میری بات سنو۔ میں فرار نہیں ہو رہا تھا۔'' میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

لیکن وہ میری بات سننے کے بجائے بدستور چلاتے ہوئے اپنی رائفل اتارنے کی کوشش کرتا رہا۔ میں نے رسی کا ایک حصہ ہاتھ پر لپیٹا اور ذرا پیچھے ہو گیا۔ اس نے رائفل شانے سے اتارتے ہی مجھے گولی مارنے کی کوشش کی اور میں چھجے کے ساتھ دیوار سے چپکنے کی وجہ سے بچ گیا تھا۔ اس کا چلایا برسٹ مجھ سے ذرا دور دیوار میں لگا اور اس سے سنگریزے اُڑ کر مجھ تک آئے تھے۔ مجھ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس طرح براہِ راست مجھ پر فائر کر دے گا میرا خیال تھا کہ وہ مجھے ہینڈز اَپ کرائے گا۔ میں نے چیخ کر اسے گالی دی۔

''پاگل کے بچے...... یہ کیا کر رہے ہو؟''

لیکن پاگل کا بچہ میری بات سننے کے بجائے مجھے پھر سے نشانہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے لیے وہ ذرا آگے آیا تھا اور اس کی کوشش تھی کہ اس بار مجھے بچ کر جانے کا موقع نہ ملے۔ اب مجھے لگا اگر میں اسی جگہ کھڑا رہا تو مارا جاؤں گا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور پھر چھلانگ لگائی اور چھجے کے دوسری طرف گرا۔ اس کا چلایا دوسرا برسٹ اس جگہ لگا جہاں میں ایک لمحے پہلے موجود تھا۔ رسی نے مجھے جھیل میں گرنے سے بچا لیا تھا۔ جیسے ہی رسی تنی میں جھولا کھاتا چھجے کے نیچے اسے سامنے آیا۔ گوریلا شاید مطمئن تھا کہ میں جھیل میں گر گیا ہوں۔ اس لیے مجھے چھجے کے نیچے جھولتے دیکھ کر وہ اتنا حیران ہوا کہ فائر کرنا بھی بھول گیا۔ یہ اس کی آخری بھول تھی کیونکہ جھولا کھا کر واپس جاتے ہوئے میں نے مشین پسٹل نکال لیا تھا اور جیسے ہی میں دوسری بار چھجے کے نیچے سے اس طرف آیا میں نے اس کی طرف گولی چلائی۔

اسے معلوم نہیں تھا یا اسے اندیشہ نہیں تھا کہ میں اچانک اس پر فائر کر دوں گا۔ اسے گولی نہیں لگی لیکن وہ گڑبڑایا اور اسی گڑبڑاہٹ میں اس کا توازن خراب ہوا۔ اسے کسی قدر تاخیر سے احساس ہوا کہ وہ گر رہا ہے۔ اس نے دیوار سے چپکنے کی کوشش کی اور ناکام ہونے کے بعد وہ نیچے گرتا چلا گیا تھا۔ اس نے چیخ ماری اور جھیل میں گرنے سے اس کی یہ چیخ ادھوری رہ گئی تھی۔ ویسے بھی یہاں پانی گرنے کا اتنا شور تھا کہ فائرنگ کی آواز بھی نہ سنائی دے اس کی چیخ کس نے سنی ہوگی۔ اس لیے مجھے اطمینان تھا کہ اندر یہ شور نہیں گیا ہوگا۔ فائرنگ ویسے بھی ہو رہی تھی۔

لیکن مجھے خدشہ تھا کہ کوئی اور بھی غار میں موجود ہوگا اس لیے میں کچھ دیر انتظار کرتا رہا اور جب کوئی اور نمودار نہیں ہوا تو میں دوبارہ دہانے سے اندر داخل ہوا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے مشین پسٹل اس طرح جیکٹ میں رکھا کہ اسے ایک منٹ کے نوٹس پر نکال سکتا تھا اور پھر اپنے والے غار کی طرف روانہ ہو گیا۔ پہرے پر تعینات گوریلا مجھے اکیلا آتا دیکھ کر چونکا لیکن اس سے پہلے وہ مجھ سے ساتھ جانے والے کے بارے میں کوئی سوال کرتا میں نے ایک مسکراہٹ کا ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا اور اندر آ گیا۔ میں نارمل ہی تھا لیکن وسیم نے تاڑ لیا۔

''کوئی مسئلہ ہوا ہے؟'' اس نے آہستہ سے پشتو میں پوچھا۔

''بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔'' میں نے گہری سانس لی۔ ''شاید ہمیں کچھ دیر میں یہاں سے فرار ہونا

پڑے۔"

سادھنا اور بیتو بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ان کو پشتو تو نہیں آتی تھی لیکن وہ میرے لہجے سے سمجھ گئے تھے۔ ان کی آسانی کے لیے میں نے اردو میں بات کی اور انہیں بتایا کہ رسی باندھنے کے دوران کیا ہوا تھا۔

"اس بدبخت کو بھی ابھی شک ہونا تھا۔"

سادھنا فکر مند ہو گئی۔ "یہ تو بہت برا ہوا۔" اس نے کہا۔

"بی بی ہمارے ساتھ اچھا ہوتا کب ہے۔" میں نے سرد آہ بھری۔ "لیکن تم فکر مت کرو اللہ نے چاہا تو ہمیشہ کی طرح ہم اسے اچھا بنا لیں گے۔"

وسیم زیادہ فکر مند تھا۔ "شہباز صاحب ہمیں فوری طور پر نکلنا ہوگا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اس وقت غار میں چہل پہل ذرا زیادہ ہے اور ہم باجماعت نکلے تو امکان ہے کہ کوئی نہ کوئی دیکھ لے گا اور شور مچا دے گا۔"

وسیم نے سر ہلایا۔ اتنا تو وہ بھی سمجھتا تھا کہ اتنے سارے مسلح افراد کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سب کے سب تربیت یافتہ لڑاکے تھے۔ میری خوش قسمتی کہ مجھ پر حملہ کرنے والے کا توازن خراب ہو گیا۔ ورنہ اس کی جگہ میری لاش جھیل میں گرنے کا امکان زیادہ تھا۔ "فوری طور پر اس کی گم شدگی کا شاید پتا نہ چلے اور چل بھی گیا تو کوئی مجھ پر شک نہیں کرے گا۔"

"ہاں اس کا امکان کم ہے۔" وسیم نے سر ہلایا۔ "لیکن یاد رکھیے گا کہ کسی بھی تحریک مزاحمت کے افراد کے اعصاب بہت کمزور ہوتے ہیں اور وہ بہت جلد مشتعل ہو جاتے ہیں۔"

وسیم کی یہ وارننگ کچھ دیر بعد حقیقت بن کر سامنے آ گئی۔ کوئی نو بجے کاسن اندر آیا۔ وہ بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔ "ہمارا ایک آدمی غائب ہے۔"

میں نے اپنے تاثرات کو قابو میں رکھا تھا۔ "کون غائب ہے؟"

"جوگندر نامی لڑکا غائب ہے اور وہ تمہارے ساتھ آبشار والے غار تک گیا تھا۔"

"اچھا وہ لیکن وہ تو مجھے وہاں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اسے حکم تھا کہ تمہیں واپس لے کر آئے۔"

"تب میں کیا کہہ سکتا ہوں دوست۔" میں نے بھی سنجیدگی سے کہا۔ "کیونکہ جب میں فارغ ہو کر نکلا تو وہ وہاں نہیں تھا اور میں اکیلا واپس آ گیا تھا۔"

"یہ تو مجھے بھی پتا ہے۔" اس نے کہا۔ "صفدر نے بتایا ہے۔" اس نے باہر پہرے پر موجود گوریلے کی طرف اشارہ کیا۔ "کسی نے اسے تمہارے ساتھ واپس آتے نہیں دیکھا ہے لیکن کسی نے اسے غار میں بھی نہیں دیکھا ہے۔ وہ ایک گھنٹے سے غائب ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا جب وہ تمہارے ساتھ گیا تھا تب سے کسی نے اسے نہیں دیکھا ہے۔"

"کیا تم مجھ پر شک کر رہے ہو؟" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

وہ ہچکچایا۔ ''نہیں...... لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ آخری بار تمہارے ساتھ دیکھا گیا تھا اور تم ایک نظر بند شخص ہو۔''

''اسے آخری بار میرے ساتھ دیکھا گیا تھا تو میں ہی اس کی گم شدگی کا ذمے دار ہو گیا۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''نریندر کے انداز سے تو لگ رہا تھا کہ فوج کے آنے کا ذمے دار بھی مجھے سمجھ رہا ہے۔''

اس نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ ''کیا تم واقعی جوگندر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟''

''نہیں۔'' میں نے پلک جھپکائے بغیر ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''میں مان لیتا ہوں لیکن تمہیں نریندر نے بلایا ہے۔''

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ ''شاید وہ یقین نہ کرے۔''

کاسن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ کچھ پریشان لگ رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ نکلا تھا وسیم نے ساتھ آنا چاہا لیکن کاسن نے اسے روک دیا۔

''تم نہیں دوست، نریندر نے صرف شہباز کو بلایا ہے۔''

''تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔'' میں وسیم کی آنکھوں میں دیکھا اور میرا خیال تھا کہ وہ میرا پیغام سمجھ گیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اگر میں واپس نہ آؤں تو وہ بیتو اور سادھنا کو لے کر یہاں سے نکل جائے۔ میں کاسن کے ساتھ اوپر والے لیول کے ایک حصے میں پہنچا تو وہاں نریندر کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ان میں ایک نوجوان کچھ جذباتی نظر آ رہا تھا اس نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ اس کے نقوش جوگندر سے بہت مل رہے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ وہ شاید اس کا بھائی یا کوئی اور قریبی رشتے دار تھا۔ نریندر کا موڈ بھی ٹھیک نہیں تھا۔ اس نے سرد نظروں سے مجھے دیکھا۔

''شہباز ہمارا ایک آدمی غائب ہے۔''

''مجھے کاسن نے بتایا ہے لیکن میں نے جوگندر کو نہیں دیکھا۔ وہ مجھے آبشار والے غار میں چھوڑ کر غائب ہو گیا تھا۔''

''یہ جھوٹ بکتا ہے۔'' جوگندر سے مشابہہ شخص نے تڑپ کر ہندی میں کہا۔ ''اس نے میرے بھائی کو مار دیا ہے۔''

''میں نے تمہارے بھائی کو نہیں مارا ہے۔'' میں نے اس کی طرف دیکھا۔ ''میری اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ اور تم لوگ میرے میزبان ہو میں تم میں سے کسی کو کیوں ماروں گا۔''

جوگندر کے بھائی نے میری بات پر توجہ دیئے بغیر کہا۔ ''اس نے فرار کی کوشش کی ہو گی اور جوگندر نے اسے روکنا چاہا ہوگا۔ اس لیے اس نے اسے مار دیا۔''

ایک لمحے کو میں ششدر رہ گیا تھا اس نے بالکل درست تجزیہ کیا تھا لیکن میں فوراً ہی سنبھل گیا تھا کیونکہ تاثرات کی ذرا سی غلطی مجھے پکڑوا سکتی تھی۔ ''یہ جھوٹ ہے یہ مجھ پر الزام لگا رہا ہے۔'' میں نے احتجاج کیا

''اگر یہ الزام لگا رہا ہے تو اس کا بھائی کہاں ہے؟'' نریندر نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم لوگ شاید آنکھ بند کر کے اس پر یقین کر چکے ہو کہ وہ میری وجہ سے غائب ہوا ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے

وہ بھاگ گیا ہو۔"

جوگندر کے بھائی نے تڑپ کر مجھ پر گن تان لی تھی۔" بکواس مت کرو میرا بھائی بزدل نہیں ہے۔"

وہ اتنا جذباتی ہو رہا تھا کہ کاسن اس کی گن نیچے نہ کرتا تو وہ مجھے گولی مار دیتا۔ میں نے تلخی سے کہا۔" خوب گویا یہ بھی ممکن نہیں ہے تب یہی رہ جاتا ہے کہ تم مجھ پر الزام لگا دو لیکن تم لوگوں نے یہ سوچا کہ میں اسے کیوں ماروں گا اور اگر میں فرار ہونے کی کوشش بھی کر رہا تھا تو کہاں سے فرار کی کوشش کر رہا تھا۔ تم لوگ گواہ ہو کہ میں غار سے باہر جانے والے دروازہ کے قریب بھی نہیں گیا تھا۔"

"تم آبشار والے راستے سے بھاگنا چاہتے تھے۔" جوگندر کے بھائی نے ایک بار پھر مجھے حیران کر دیا۔ کم بخت شرلاک ہومز بنا ہوا تھا اور بالکل درست تجزیئے کر رہا تھا۔

"اگر میں بھاگنا چاہتا تھا تو بھاگا کیوں نہیں؟"

"کیونکہ تمہارے ساتھی یہیں ہیں تم جانتے ہو اگر تم بھاگ گئے تو ہم ان کو نہیں معاف کریں گے۔"

اس بار میں نے اس سے کوئی بات کرنے کے بجائے نریندر سے کہا۔" مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم لوگ مہمان بنا کر میرے ساتھ یہ سلوک کرو گے۔ پہلے مجھے بلا وجہ نظر بند کر دیا اور اب مجھ پر الزام لگا رہے ہو۔ جب کہ تم لوگوں کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے ہمارے پاس کوئی گواہ نہیں ہے۔" کاسن نے میری حمایت کی۔" شہباز اور اس کے ساتھی ہمارے مہمان ہیں اور ہم صرف شک کی بنیاد پر ان کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتے۔"

میں نے محسوس کیا کہ نریندر میرے پُر اعتماد انداز سے سوچ میں پڑ گیا تھا اور کاسن کا انداز پہلے کی طرح ہو گیا تھا لیکن جوگندر کا بھائی جذباتی ہو رہا تھا اور میں نے جوگندر کے فرار کا مفروضہ چھوڑ کر اسے مزید مشتعل کر دیا تھا۔ نریندر نے خاصی دیر بعد کہا۔" اگر جوگندر نے فرار ہونا ہوتا تو وہ سامنے سے نکلتا۔"

"اس صورت میں وہ تمہارے آدمیوں کے ہاتھوں فوراً مارا جاتا۔ کیا تم نے غار سے باہر جانے پر پابندی نہیں لگائی ہے؟"

"ہاں میں نے باہر جانے پر پابندی لگا رکھی ہے۔"

"لیکن اگر وہ دہانے والے راستے سے نہیں گیا تو پھر کہاں سے گیا۔" جوگندر کا بھائی بولا۔

"کیوں وہ آبشار والے راستے سے نہیں جا سکتا۔" میں نے کہا۔

"وہ بہت خطرناک ہے۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"تمہارے بھائی کے لیے خطرناک ہے اور میرے لیے آسان ہے۔" میں نے طنز کیا۔

"یہ درست ہے آبشار جہاں گرتی ہے اس کے عین نیچے چٹانیں ہیں اور جو آبشار کے ساتھ کودے گا اس کے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" کاسن نے کہا۔

"ایک راستہ اور ہے تم لوگ اسے بھول رہے ہو؟" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ نریندر اور کاسن چونک گئے۔

"کون سا راستہ؟" نریندر نے پوچھا۔

''خفیہ راستہ۔''

''لیکن اس کے بارے میں مجھے پتا ہے یا کاسن کو۔'' نریندر بولا۔

''ہاں یہ تو ہے لیکن کسی اور کے لیے معلوم کرنا ناممکن تو نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ راستہ اتفاقاً جوگندر کی نظر میں آ گیا ہو اور اب اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہو۔''

جوگندر کے بھائی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے ابھی قتل کر دے۔ کاسن نے نریندر سے کہا۔ ''میرا خیال ہے ہمیں خفیہ راستہ دیکھنا چاہیے۔''

''تم لوگ کس طرح پتا چلاؤ گے کہ کوئی وہاں سے گزرا ہے؟'' میں نے پوچھا۔ ''ممکن ہے وہ بنا کوئی نشان چھوڑے اس راستے سے گزرا ہو۔''

کاسن رک گیا۔ ''ہاں کوئی بھی جو راستے کھولنے اور بند کرنے کے طریقے سے واقف ہو وہ بنا کوئی نشان چھوڑے آ اور جا سکتا ہے۔''

''تم لوگ میرے بھائی کو مجرم سمجھ رہے ہو جب کہ وہ تحریک کا وفادار ہے۔'' جوگندر کے بھائی نے اور مجھے شعلہ فشاں نظروں سے دیکھا۔ ''مجھے پورا یقین ہے میرے بھائی کا قاتل یہی ہے۔''

میں خاموش کھڑا رہا۔ نریندر اور کاسن نے آنکھوں میں کچھ اشارے کیے پھر نریندر نے حکم دیا کہ مجھے واپس غار تک بھیج دیا جائے اور شاید اس نے اب ہماری کڑی نگرانی کا حکم دے دیا تھا کیونکہ دو مسلح گور یلے مجھے اپنی نگرانی میں غار تک لائے تھے اور اس کے بعد وہ وہیں براجمان ہو گئے تھے۔ اب ہم باضابطہ قیدی تھے لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ انہوں نے ابھی تک ہم سے ہتھیار نہیں مانگے تھے۔ یہ خیال ان کو جلد یا بدیر آ جاتا۔ میں نے سوچا کہ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے وسیم سے پوچھا۔

''ہمیں کسی صورت ہتھیار نہیں دینے چاہئیں۔'' اس نے کہا۔

''لیکن یہ کل تین ہتھیار کس طرح ہمارے کام آئیں گے۔ جب کہ سامنے درجنوں کے حساب سے مسلح افراد ہیں اور ان کے پاس ہم سے کہیں بہتر اسلحہ ہے۔''

''کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا تو بہتر ہوگا۔'' اس نے اصرار کیا۔

''میرے ذہن میں آ رہا ہے کہ ہمیں ہتھیاروں کے معاملے میں مزاحمت نہیں کرنی چاہیے۔'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''ممکن ہے یہ ابھی ہتھیار نہ لے کر ہمیں ٹیسٹ کر رہے ہوں۔''

وسیم نے غور کیا۔ ''فرض کریں اگر یہ ہتھیار مانگیں اور ہم دے دیں تو کیا اس کے بعد ہم ان کے رحم و کرم پر نہیں ہوں گے۔''

''ہم اب بھی کھل کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور جہاں تک چھپ کر کچھ کرنے کا تعلق ہے تو وہ ہم ہتھیاروں کے بغیر بھی کر سکتے ہیں۔ اس غار میں ایک فائر کا مطلب سب کو بتا دینا ہوگا کہ ہم فرار ہو رہے ہیں اس لیے یہ کام بنا ہتھیاروں کے کرنا ہوگا۔''

بات وسیم کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس نے سر ہلایا۔ گفتگو ساری پشتو میں ہو رہی تھی اس لیے بیتو اور سادھنا ہمارا منہ دیکھ رہے تھے۔ وسیم نے ان کو بتایا تو سادھنا نے کہا۔ ''ممکن ہے ان کی اس مہربانی کے پس پشت یہ بات

ہو کہ ہم اس لڑائی میں ان کا ساتھ دیں گے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' سادھنا کا خیال دل سے لگا تھا۔

''ان کے پاس لڑنے والے پہلے ہی کم ہیں۔'' وسیم نے سر ہلایا۔ ''اس صورت میں یہ ہمیں بھی اپنی لڑائی میں شامل کرنا چاہیں گے۔''

میں مسکرایا۔ ''سچی بات ہے کہ اس ساری صورت حال کی ذمے داری کسی حد تک ہم پر بھی آتی ہے۔ کاسن نے ہمیں بچانے کے لیے پولیس پارٹی پر حملہ کیا تھا۔''

''اس نے امیت اور انسپکٹر کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے حملہ کیا تھا۔'' وسیم نے اختلاف کیا۔

''ہاں...... لیکن ہماری بچت اسی وجہ سے ہوئی تھی۔ ورنہ ہم پکڑے جاتے اور اس وقت کسی جیل یا انٹروگیشن سیل میں پڑے ہوتے۔''

ابھی ہم بات کر رہے تھے کہ کاسن آ گیا۔ وہ اکیلا ہی تھا۔ ''شہباز مجھے تم لوگوں سے کچھ کہنا ہے۔''

''کہو۔'' میں نے کہا۔

کاسن مضطرب تھا۔ ''باہر سے دباؤ بہت بڑھ گیا ہے اور اب تک ہمارے چار ساتھی مارے جا چکے ہیں۔''

''تم لوگ خفیہ راستے سے نکل کیوں نہیں جاتے۔ کیا نریندر کو ابھی بھی عقل نہیں آئی ہے۔''

کاسن نے گہری سانس لی۔ ''عقل تو آ گئی ہے لیکن اب نکلنے کا راستہ باقی نہیں رہا ہے۔''

ہم چونکے۔ وسیم بولا۔ ''کیا اس کا راز بھی کھل گیا ہے؟''

''نہیں...... لیکن جب میں نے اسے جا کر دیکھا تو جہاں یہ راستہ نکلتا ہے اس کے بالکل سامنے فوج نے مورچہ بنا لیا ہے۔ اب اس راستے سے نکلنا بھی ممکن نہیں رہا ہے۔'' کاسن کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''کاش نریندر پہلے ہی مان جاتا۔'' میں نے کہا۔

''کیا تم لوگ ہماری مدد کرو گے۔'' کاسن نے امید سے کہا۔ ''آخر تم بھارتی فوج سے لڑ چکے ہو۔''

''دیکھو میں بتا دوں کہ آج سے سال بھر پہلے تک میں ایک عام سا بزنس مین تھا اور میں نے کبھی کوئی اسلحہ استعمال نہیں کیا تھا۔ اس لیے تم مجھے تربیت یافتہ جنگجو مت سمجھو۔''

اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ ''تب تم نے بھارتی فوج سے مقابلہ کیسے کیا؟''

''اسے صرف خدا کا فضل ہی کہہ سکتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی کو خود سے نہیں مارا۔''

''پھر بھی تم لڑ سکتے ہو۔'' اس نے اصرار کیا۔

میں سوچ میں پڑ گیا تھا۔ وہ لوگ ہمارے محسن بھی تھے اور خاص طور سے کاسن جس نے ہمیں پولیس کے قبضے سے چھڑایا تھا۔ میں اسے صاف انکار بھی نہیں کر سکتا تھا اور ہم اس جنگ میں حصہ بھی نہیں لے سکتے تھے کیونکہ ابھی تک ہم نیپال کی سرزمین پر کسی جرم میں ملوث نہیں تھے اور نہ ہی نیپال کی حکومت کو مطلوب تھے۔ اگر ہم ان لوگوں کے ساتھ مل کر حکومت کے خلاف کسی جنگ میں ملوث ہو جاتے تو براہِ راست مجرم بن جاتے۔ ان تمام پہلوؤں پر غور کر کے میں نے کاسن سے کہا۔

''اگر میں انکار کردوں تو تمہارا کیا ردِعمل ہوگا۔''

اس کا چہرہ بجھ گیا تھا۔'' کچھ نہیں...... یہ تمہاری جنگ نہیں ہے اور ہم زبردستی تم کو اس میں ملوث نہیں کر سکتے ہیں۔''

''مجھے افسوس ہے کاسن لیکن ہم اس جنگ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔''

اس نے سر جھکا لیا تھا پھر اس نے کہا۔''ٹھیک ہے ہم تمہیں مجبور نہیں کر سکتے لیکن اس صورت میں تمہیں اپنا اسلحہ ہمارے حوالے کرنا ہوگا۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے کہا اور پہلے اپنا مشین پسٹل نکال کر کاسن کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد وسیم اور ہماری دیکھا دیکھی بیتو نے بھی اپنا پستول اس کے حوالے کر دیا۔ میں نے پوچھا۔''اور کوئی حکم؟''

''میں شرمندہ ہوں۔'' کاسن نے سنجیدگی سے کہا۔''لیکن حکم حکم ہے۔''اس نے ہمارے ہتھیار لیے اور وہاں سے چلا گیا۔ ایک لمحے کو مجھے خیال آیا کہ ہم نے اتنی آسانی سے اپنے ہتھیار دے کر کوئی غلطی تو نہیں کی ہے لیکن پھر میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ پہلے سے طے شدہ چیز پر اگر مگر کرنے سے سوائے ذہنی پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے وسیم کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی اس مسکراہٹ سے مجھے حوصلہ ملا تھا۔ رات کا کھانا بھی معمولی سا تھا اور ممکن تھا کہ کل سے راشن میں مزید کمی کر دی جاتی۔ اگر کل تک کی نوبت جاتی تو۔ کیونکہ میری چھٹی حِس بار بار کہہ رہی تھی کہ جو ہونا ہے وہ آج رات ہی ہونا ہے۔ میں نے آہستہ سے وسیم سے کہا کہ ہم رات بارہ بجے کے بعد حرکت میں آئیں گے۔

''میں تیار ہوں شہباز صاحب۔''

میں نے سوچا تھا کہ سب سے پہلے ہم سامنے پہرہ دینے والے کو قابو میں کریں گے۔ اس کے بعد جو راستے میں آیا اسے چپ کر دیں گے یا ہینڈز اَپ کر کے ساتھ لے جائیں گے لیکن مجھے امید تھی کہ رات کو اس حصے میں اتنے لوگ نہیں ہوں گے اور زیادہ تر دفاع کے لیے غار کے سامنے والے حصے میں ہوں گے۔ ایک بار ہم جھیل میں اتر جاتے تو کم سے کم یہ لوگ ہمارا پیچھا نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ایک ڈھیلا ڈھالا سا پلان تھا میں نے سوچا تھا کہ موقع محل دیکھ کر اس کے مطابق کارروائی کریں گے اور سب سے اہم بات ہمارے فرار کو راز رکھنا تھا۔ کم سے کم جب تک ہم جھیل میں نہیں اتر جاتے۔ اس کے لیے اگر ہمیں کسی کی جان بھی لینا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا تھا کیونکہ سب سے ضروری چیز ہماری آزادی تھی۔ یہ لوگ ہمارے دشمن نہیں تھے اور میں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا تھا کیونکہ مجھے ان کے کاز سے ہمدردی تھی۔ وہ اپنے ملک کو شہنشاہیت اور بھارتی سامراج سے نجات دلانے کے لیے لڑ رہے تھے لیکن بہر حال میں ان کی خاطر خود کو یا اپنے ساتھیوں کو داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا۔

کھانا کھا کر ہم سونے کے لیے لیٹ گئے تھے۔ یعنی سونے کی اداکاری کرنے لگے۔ شام کے بعد سے باہر امن ہوگیا تھا۔ یعنی فائرنگ کا شور رک گیا تھا۔ ہم پر موجود پہریدار بدل گیا تھا اور اس کی جگہ ایک دبلا لیکن

ہوشیار قسم کا لڑکا آ گیا تھا۔ ہم میں سے کوئی ذراسی حرکت کرتا تھا تو وہ چوکنا ہو جاتا۔ کوئی بارہ بجے کے قریب پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق سادھنا اٹھی اور اس نے مجھے اٹھایا۔

"مجھے باتھ روم جانا ہے۔" اس نے کہا۔

میں نے لڑکے سے کہا۔ "اسے آبشار والے غار میں جانا ہے۔"

لڑکا ہندی سمجھتا تھا اس نے سر ہلایا۔ "کچھ دیر رکو۔ ابھی میرا ایک ساتھی آنے والا ہے وہ ادھر رہے گا تو میں اس کو لے جاؤں گا۔"

"مجھے بھی جانا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم بھی چلنا۔" وہ مان گیا۔ میں اور سادھنا دیوار سے ٹک کر انتظار کرنے کے انداز میں اونگھنے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک اور گوریلا غار کے سامنے آیا اور پہلے سے موجود لڑکے نے ہمیں اشارہ کیا۔ "چلو۔"

میں اور سادھنا اس کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ میری توقع کے عین مطابق رات کے اس وقت غار کے اس حصے میں بہت کم لوگ تھے۔ اکا دکا نظر آئے تھے۔ وہ بھی کسی کام سے آ جا رہے تھے۔ آبشار والے غار کے سامنے پہنچ کر میں رکا اور پہلے سادھنا کو جانے کا اشارہ کیا۔ اصل کام اسے ہی کرنا تھا۔ میں رک گیا اور دہانے سے مخالف سمت میں دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ فطری طور پر پہریدار کی نظر مجھ پر تھی۔ سادھنا نے اچانک ہی غار میں سے چیخ ماری گوریلے کا ردِعمل فطری تھا۔ اس نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا اور میں اس پر جھپٹ پڑا۔ میرا ایک ہاتھ اس کی گردن پر اور دوسرا اس کی رائفل پر آیا تھا۔ میں زور میں اسے لیتا عقبی دیوار سے ٹکرایا اور اس تصادم نے اسے پیس دیا تھا۔ وہ ذرا ڈھیلا ہوا تو میں موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کا سر بھی دیوار پر مارا۔ وہ کراہا اور اس نے اپنا سر تھام لیا تھا میں نے اسے چھوڑا تو وہ لڑکھڑایا تو میں نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے گن چھین لی اور پھر اس کے دستے کی ضرب اس کے سر پر لگائی تو وہ نیچے گر کر بے ہوش ہو گیا تھا۔

"مر گیا؟" سادھنا لرزتے لہجے میں بولی۔ وہ غار سے نکل آئی تھی۔

"نہیں۔" میں نے پہریدار کی نبض دیکھی۔ "زندہ ہے بس بے ہوش ہے۔" میں نے کہتے ہوئے پہریدار کو کھینچ کر آبشار والے غار میں ڈال دیا۔ اور سادھنا کا بازو پکڑ کر اسے دہانے تک لایا۔ جہاں پانی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ سادھنا ڈر گئی۔ "ڈرو مت۔" میں نے کہا۔ "مجھے مضبوطی سے پکڑ لینا میں تم کو اس چھجے تک لے جاؤں گا۔"

میں نے مشعل کی روشنی میں اسے چھجا دکھایا تو اس نے فوراً انکار کر دیا۔ "میں وہاں تک نہیں جا سکتی۔"

"تم نے نہیں جانا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم مجھ سے مضبوطی سے لپٹ جانا میں تم کو وہاں تک لے جاؤں گا۔"

مگر اس کا خوف کم نہیں ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ راضی ہوئی تھی۔ میں نے اسے پشت کی طرف رکھا تھا۔ وہ میری گردن اور کمر سے چمٹ گئی تھی اور اس کے ساتھ چھجے تک جانا بہت دشوار کام تھا لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح کر لیا تھا۔ یخ بستہ پتھروں کی وجہ سے میرے بائیں ہاتھ کی گرفت کمزور پڑ رہی تھی اور ایک

بار تو میں سادھنا سمیت گرتے گرتے بچا تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے خود کو دیوار سے چپکائے رکھا۔ چھجے تک پہنچ کر میں نے سکون کا سانس لیا اور مجھ سے بھی زیادہ سادھنا نے سکون کا سانس لیا تھا۔ وہ ہانپتے ہوئے بولی۔

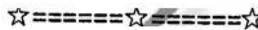
"اب مجھے کوئی ساری دنیا کی دولت دے تب بھی میں اس طرح سفر نہ کروں۔"

فکر مت کرو خدا نے چاہا تو پھر اس طرح کا کوئی مرحلہ نہیں آئے گا۔" میں نے کہا۔ اب تم یہاں رکو اور میں جا کر ان کو لے کر آتا ہوں۔" پھر مجھے خیال آیا اور میں نے ڈالرز والا لفافہ نکال کر سادھنا کو دیا۔

"اگر میں واپس نہ آؤں اور ہم پکڑے جائے تو تم اس رسی کی مدد سے جھیل میں اتر جاا اور یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنا۔"

"میں اکیلے؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں اکیلے ہی۔" میں نے کسی قدر سختی سے کہا اور واپس آگیا۔ غار میں پہریدار بے ہوش پڑا تھا اور یہاں کوئی بھی آسکتا تھا میں نے سوچا اور اسے کھینچ کر نزدیک واقع ایک خالی غار میں ڈال دیا۔ اس کی رائفل کے ساتھ مجھے اس کا خنجر بھی مل گیا تھا اور میں نے اپنی جیکٹ اتار کر اس کی جیکٹ پہن لی تھی یہاں سارے گوریلوں نے ایک جیسی سبز جیکٹ اور پی کیپ پہن رکھی تھی اس کی جیکٹ مجھے کسی قدر تنگ تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ میرے لئے ہاتھ ہلانا دشوار ہو جاتا۔ میں نے اس کی پی کیپ کو سر پر تھوڑا جھکا کر پہنا تا کہ میرے خدوخال فوری طور پر کسی کو نظر نہ آئیں۔ اب مجھے وسیم اور بیتو کو یہاں لانا تھا تا کہ ان لوگوں کے ہوشیار ہونے سے پہلے ہم یہاں سے نکل جائیں۔ اس اقدام کے بعد پکڑے جانے کو صورت میں ہمارے ساتھ ان لوگوں کا رویہ دشمنوں والا ہی ہوتا۔



اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات
ساتویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔